تاریخِ عزیمت

جلد اوّل

حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ



تالیف

ابو اسامہ محمود



بسم الله الرحمن الرحيم

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

وکیلِ صحابہؓ، امیرِ عزیمت حضرت مولانا

حق نواز شہیدؒ

مشن، مؤقف اور نصب العین

تاریخِ عزیمت

جلد اوّل

تالیف:۔ ابواُسامہ محمود

بانی و امیر اوّل سپاہِ صحابہ، وکیلِ صحابہؓ، امیرِ عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے مشن، مؤقف اور نصب العین پر مکمل دستاویز، سطر سطر دلائل و براہین کے آبِ حیات سے ڈھلی ہوئی، دشمنانِ صحابہؓ کے لئے اتمامِ حجت، راہِ وفا پہ چلنے والوں کے لئے مشعلِ راہ، رزمِ حق و باطل میں کارآمد اسلحہ، اکابرین علماء کرام کی پسندیدہ اور معتمد کتاب، جس کا باب باب لاجواب ہے......!!

ناشر:۔ مرکز تحقیق وتصنیف لاہور

ملنے کا پتہ

مکتبہ آبِ حیات

۳۸ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور۔ پاکستان

ضابطہ

نام کتاب: حق نواز شہیدؒ (مؤقف، نصب العین)

نیا نام: تاریخِ عزیمت

ناشر: مرکز تحقیق و تصنیف، لاہور

اشاعتِ اول: اکتوبر ۲۰۰۰ء

تعداد: گیارہ سو

اشاعتِ دوم: ستمبر ۲۰۰۴ء

تعداد: گیارہ سو

ضخامت: ۴۵۶ صفحات

قیمت: ۲۰۰ روپے

کمپوزنگ: **الخالد اسلامک کمپوزنگ سنٹر**

بالمقابل حبیب بنک شجاع آباد۔فون: **396563**

رابطہ

مکتبہ آبِ حیات، ۳۸/ غزنی سٹریٹ اردو بازار۔لاہور

ادارہ تالیفاتِ ختم نبوت، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ ختم نبوت **3/A** یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہیدؒ، الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ امدادیہ، ٹی بی ہسپتال ملتان

مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی کراچی

مکتبہ سید احمد شہیدؒ اکوڑہ خٹک۔مکتبہ الحرم بیرون تبلیغی مرکز رائے ونڈ

ادارہ اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد

اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں اپنی اس علمی، تحقیقی اور دستاویزی کتاب کو

اپنے پیارے



کے نام منسوب کرتا ہوں، جس نے سپاہِ صحابہؓ کے قائدین اور کارکنوں کو مصائب و آلام، جبر و تشدد، سفاکیت و بربریت کے طوفانوں کے سامنے ڈٹ کر اظہارِ حق کی توفیق عطا کی……



نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

تاریخِ عزیمت

ایک نظر میں

تاریخ عزیمت جلد اوّل تالیف:۔ ابو اُسامہ محمود

امیرِ عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ کے حالات، سوانح، مشن، مؤقف اور پروگرام......

تاریخ عزیمت جلد دوم تالیف:۔ مولانا محمود الرشید حدوٹی

جرنیل سپاہ صحابہؓ مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کے حالات، جدّ و جہد اور پارلیمانی کاوش

تاریخ عزیمت جلد سوم تالیف:۔ مولانا محمود الرشید حدوٹی

مؤرخ اسلام مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کے حالات زندگی، اور کاوشوں پر مکمل دستاویز

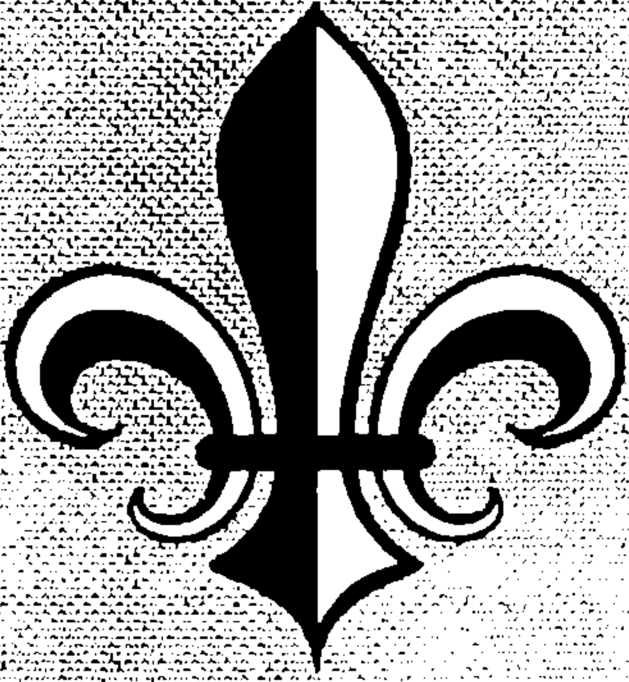
تاریخ عزیمت جلد چہارم تالیف:۔ مولانا محمود الرشید حدوٹی

جبلِ استقامت، مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی عزیمت بھری زندگی پر مشتمل دلچسپ کہانی

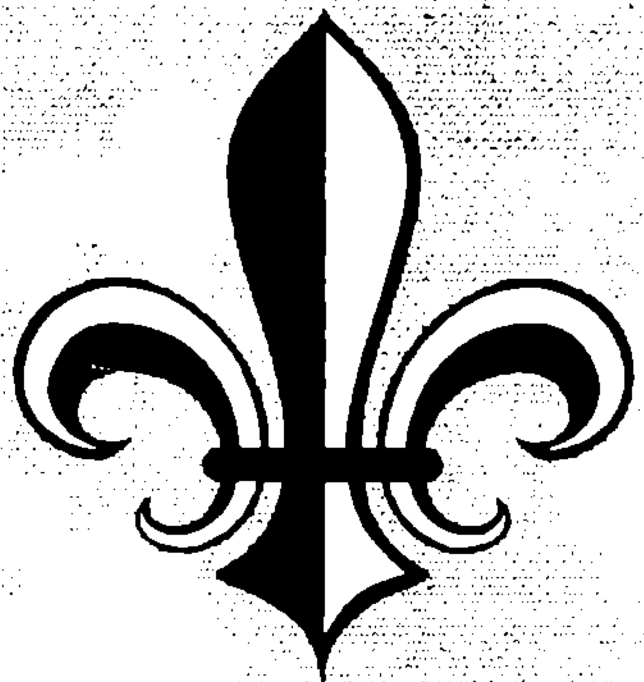
تاریخ عزیمت جلد پنجم تالیف:۔ مولانا محمود الرشید حدوٹی

راہِ وفا میں جانیں قربان کرنے والے علماء حقہ کی داستانیں......

تاریخ عزیمت پر ان شاء اللہ کام جاری ہے، جلد یہ تحفہ اہل سنت والجماعت کے غیور، جرأت منداور وفادار کارکنوں تک پہنچ رہا ہے



یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا



فہرست مضامین

''حق نواز شہیدؒ''

(باب ا) حق و باطل کی معرکہ آرائی

(باب ۲) آزمائشوں کی جاں گسل وادیاں

(باب ۳) صحابہ کرامؓ کی مظلومیت کی دلگداز داستان

(باب ۴) شیعیت ہندوستان میں

(باب ۵) شیعیت کا بھیانک دور جھنگ میں

(باب ٦) مولانا حق نواز شہیدؒ کی آمد آمد

(باب ۷) حق نواز شہیدؒ آزمائشوں کے جال میں

(باب ۸) حق نواز شہیدؒ بحیثیت سیاسی راہنما

(باب ۹) حق نواز شہیدؒ بحیثیت مبلغ و مقرر

(باب ۱۰) حق نواز شہیدؒ بحیثیت مسلمان

(باب ۱۱) حق نواز شہیدؒ اور شیعیت

(باب ۱۲) حق نواز شہیدؒ اور ایرانی انقلاب

(باب ۱۳) حق نواز شہیدؒ اور سنی شیعہ اتحاد

(باب ۱۴) حق نواز شہیدؒ اور سنی اتحاد

(باب ۱۵) حق نواز شہیدؒ اور یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

(باب ۱۶) حق نواز شہیدؒ اور ان کا نعرہ

(باب ۱۷) حق نواز شہیدؒ اور فقہ جعفری

(باب ۱۸) حق نواز شہیدؒ اور فرقہ واریت

(باب ۱۹) حق نواز شہیدؒ کا سانحۂ شہادت

(باب ۲۰) حق نواز شہیدؒ رفقاء کی نظر میں

(باب ۲۱) حق نواز شہیدؒ اکابرین کی نظر میں

(باب ۲۲) حق نواز شہیدؒ معاصرین کی نظر میں

(باب ۲۳) حق نواز شہیدؒ صحافیوں کی نظر میں

(باب ۲۴) حق نواز شہیدؒ مصنّفین کی نظر میں

(باب ۲۵) حق نواز شہیدؒ سیاستدانوں کی نظر میں

(باب۲۶) حق نواز شہیدؒ محررین کی نظر میں



تقریظ

مورخ اسلام، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ

شہیدِ اسلام مولانا حق نواز جھنگویؒ کے فکر و نظر اور مشن و نصب العین پر اس سے پہلے بھی کئی اہل قلم کی طرف سے خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ زیر نظر مجموعہ "حق نواز شہیدؒ" فاضل مکرم جناب مولانا ابوأسامہ محمود کی محنت شاقہ اور شبانہ روز کاوش فکر کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ کی تاریخ ساز جدوجہد پر اس انتہائی مفید مجموعہ میں بعض ایسے عنوانات شامل ہیں جو اس سے قبل کسی جگہ اشاعت پذیر نہیں ہوئے۔ قائد شہیدؒ کے سوانحی احوال اور آپ کے نصب العین کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کو انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت حاصل ہے۔ سپاہِ صحابہؓ کی ضرورت و اہمیت، نئے انداز میں خدماتِ سپاہِ صحابہ کی کارکردگی، جدید دور کے تقاضوں کے عین مطابق مدحِ صحابہؓ کے فروغ اور ردّ قدحِ صحابہؓ کا اظہار جس انداز سے زیر نظر مجموعہ میں نظر آتا ہے، وہ اسی کتاب کا طرۂ امتیاز ہے۔

مولانا ابوأسامہ محمود اس دور کے قلم کاروں، صحافیوں اور ادیبوں میں اپنی طرح کے ایک عظیم انشاء پرداز ہیں۔ جوانی کے اس عالم میں جب اس نوجوان نے اپنی زندگی کی صرف ۲۵ منزلیں طے کیں ایک درجن سے زائد کتب ادبی اسلوب، اور شستہ و برجستہ اندازِ تحریر کے ساتھ عوام الناس کے سامنے پیش کر کے دادِ تحسین وصول کی، وہاں اس نوجوان ادیب، خطیب، نقاد، مصلح اور انشاء پرداز صحافی نے سپاہِ صحابہؓ کے عظیم مشن پر بھی خوب خوب کام کیا ہے۔ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر قصر ہائے

باطل پر کاری ضربیں لگائیں، صحافت کی دنیا میں ماہنامہ ''سنی اتحاد'' کے نام پر حقانیت وصداقت کے انمٹ نقوش مولانا نے رقم کر چھوڑے ہیں اوراب ایک عظیم معرکۃ الآراءاور مدتوں تک پڑھی جانے والی اور محافل ومجالس کی زینت بننے والی کتاب ''حق نواز شہیدؒ '' لکھ کر ایک اور علمی کارنامہ انجام دیا ہے۔

مولانا کی یہ عظیم تصنیف میں خود ادارہ اشاعت المعارف فیصل آباد سے شائع کرنا چاہتا تھا، اسی ارادے سے اس کتاب کا سفر وحضر میں مطالعہ کرتا رہا اور کافی عرصہ تک یہ کتاب میرے ہم سفر رہی۔ میں پورے وثوق اور دیانت داری سے کہوں گا کہ اس کتاب سے بہتر کوئی کتاب آج تک مشن جھنگویؒ پر نہیں لکھی گئی۔ مدت تک ایسی کتاب لکھنے کا خیال میرے قلب ودماغ پر اٹھکیلیاں کرتا رہا لیکن مولانا کی دن رات کی محنت کا نچوڑ جب میرے سامنے آیا تو میں نے اس بہترین ادیب کی کتاب کو کافی سمجھ کر اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

۶/ اکتوبر ۱۹۹۵ء

برموقع جلسہ انارکلی۔ لاہور



مُقَدِّمَۃ

پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب (پی ایچ ڈی، لندن)
(جسٹس شریعت اپیلٹ بنچ، پاکستان)

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، امابعد!

تاریخِ عالم میں ظالموں کی ایک طویل فہرست ہے لیکن ظلم کے الیے بھی کچھ کم نہیں۔ انسان جو دوسرے انسانوں کے لئے اُنس واخوت کا عنوان ہونا چاہئے اپنے ابنائے جنس کا گلا کاٹنے لگا۔ لیکن ایسے مظلوم جن کی مظلومیت ان کے اس دنیا سے رختِ سفر باندھنے کے بعد ختم نہ ہو، آپ کو اصحابِ رسول اللہ ﷺ کے سوا کہیں اور نہ ملیں گے۔ یہ پاکیزہ جماعت تھی جن سے بہتر انسانوں پر انبیاء کے بعد شاید ہی کہیں سورج چمکا ہو۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ لکھتے ہیں:

> ''محبتِ ایمان کی اس آزمائش میں صحابہ کرام جس طرح پورے اُترے اس کی شہادت تاریخ نے محفوظ کر لی ہے اور وہ محتاجِ بیان نہیں۔ بلاشبہ ومبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں انسانوں کے کسی گروہ نے کسی انسان کے ساتھ اپنے سارے دل اور اپنی ساری روح سے ایسا عشق نہیں کیا ہوگا، جیسا کہ صحابہؓ نے اللہ کے رسول ﷺ سے راہِ حق میں کیا۔ انہی نے اس محبت کی راہ میں وہ سب کچھ قربان کر دیا جو انسان کر سکتا ہے اور پھر اس کی راہ میں وہ سب کچھ پایا جو انسانوں کی کوئی جماعت پا سکتی ہے۔'' (ترجمان القرآن: ج ۲)

جب یہ مقدس گروہ یہود ونصاریٰ کے کسی جال میں نہ آسکا تو ان کے دشمنوں نے ان کے

خلاف پھر وہ ہتھیار اٹھائے جو ہمیشہ سے بزدل مخالفوں کا وطیرہ رہا ہے...... وہ کیا ہے؟ وہ یہ کہ ان کے سامنے آ کر مقابلہ نہ کرو، پس پشت ان کی عیب چینی کرو، ان پر طرح طرح کے الزام لگاؤ ان کے بارے میں کہانیاں وضع کرو، طرح طرح کے بہتان باندھو، اور اتنا جھوٹ بولو اور بار بار بولو کہ دیکھنے سننے والے اگر یقین نہ کر سکیں تو کم از کم کچھ شک میں تو ضرور مبتلا ہو جائیں۔ یہ وہ شرمناک سوچ ہے جو دشمنانِ اسلام نے صحابہؓ کے خلاف سوچی، اسے ایک عقیدے کے طور پر قائم کیا اور اسی کے کانٹے آج اسی ملت کے بدنوں کو زخمی کر رہے ہیں، آج کل کی زبان میں انہیں فرقہ وارانہ فسادات کہا جاتا ہے۔

افسوس کہ وہ طبقہ جسے حضور ﷺ کے پچانوے فیصد پیروکار اس وقت کے بہترین انسان جانتے ہیں، قرآن کریم انہیں خیر اُمت کہتا ہے، ان کی عیب چینی اور ان کے خلاف الزام تراشی ایک بدنصیب گروہ کے ہاں اعلیٰ درجے کی عبادت شمار ہوتی ہے۔ ان سے تبرا ان کے ہاں اصولِ دین میں سے سمجھا جاتا ہے اور ان کی ساری تبلیغی کوششیں صرف اسی ایک نقطہ پر جمع ہوتی ہیں کہ جس طرح بھی بن پڑے امت مسلمہ کو ان کے بارے میں بدگمان کر دیا جائے۔ انہیں بُرا کہے بغیر ان کی مذہبی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی اور ان کی نماز تک ادا نہیں ہوتی جب تک بعد نماز وہ ان کا نام لے لے کر ان پر لعنت نہ کریں، گو وہ انجام کار انہی پر لوٹتی ہو۔ ملا باقر مجلسی جو اپنے وقت میں ان کا سب سے بڑا عالم سمجھا جاتا ہے، لکھتا ہے:

''باید بعد از ہر نماز بگوید اللّٰہم العن ابا بکر و عمر و عثمان و معاویہ و عائشہ و حفصہ و ہند و ام الحکم۔''

(عین الحیٰوۃ ص ۵۹۹ مطبوعہ تہران)

کیا آپ نے اور کوئی ایسی قوم دیکھی جس کا اوڑھنا بچھونا ہی ان لوگوں پر لعنت کے گڑے برسانا ہو، جنہیں حضور ﷺ کی امت کا ۹۵ فی صد طبقہ اپنے وقت کے بہترین انسان سمجھتا ہو اور اپنے تو درکنار غیر مسلم مؤرخین بھی ان کے تذکرے کریں تو انہیں خلفاء راشدین کہے بغیر آگے نہ گزر سکیں۔

زندگی میں ان حضرات پر ابولہب اور ابوجہل کے سوا شاید ہی کسی نے سب بکی ہو بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ یہ حضرات وفات کے بعد بھی صدیوں مسلمانوں کے دلوں پر حکومت کرتے

رہے۔قاضی نوراللہ شوستری اس سوال کے جواب میں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے دورِ خلافت میں کیوں سیرتِ شیخینؓ پر عمل کرتے رہے؟ لکھتا ہے:

''حضرت امیر درایامِ خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابی بکر وعمر را معتقد اند وایشاں را برحق مے دانند قدرت براں نداشت کہ کارے کند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشاں باشد۔'' (مجالس المومنین: ج۱ص۲۴)

حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں محسوس کیا کہ لوگوں کی اکثریت ابھی تک حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اعلیٰ سیرت کی معتقد ہے اور ان کو خلیفہ برحق جانتی ہے، آپ نے ہمت نہ کی کہ کوئی ایسا کام کریں جو ان کی خلافت کے غلط ہونے پر کسی پہلو سے دلیل بن سکے۔

افسوس کہ جب مسلمانوں سے سیاسی شوکت چھنی تو یہ مارِ آستین (آستینوں کے سانپ) کھلے بندوں تفرقہ بازی کے کھلے محاذ پر آ گئے اور اہل بیت کی عزاداری اسی میں سمجھی کہ اِن حضرات پر برسرِ عام تبرا کہیں اور اسی جبر وتشدد کے سہارے ایک پورے اسلامی ملک کی حنفی اکثریت اثناعشری عقیدے میں بدل گئی۔اسماعیل صفوی سے پہلے ایران میں تین چوتھائی مسلمان حنفی مسلک پر تھے۔

مزا تب تھا کہ جب یہ حضرات اس دنیا میں تھے اس وقت کوئی بد بخت ان کے آڑے آتا۔یہ تو بڑا کمینہ پن، شرمناک بزدلی ہے کہ کسی کو فوت ہونے کے بعد دشمنی کی بھینٹ پر لایا جائے اور ان کے خلاف گالی اور تبرا کی زبان استعمال کر کے اپنی شقاوت کو آشکار کیا جائے۔ان کی زبانیں ان حضرات کے خلاف جو خود آ کر اپنا دفاع نہ کر سکیں، دن رات تبرا کا لاوا اُگلتی ہیں۔بہادر لوگ زندوں سے معرکہ آرائی کرتے ہیں یہ فوت شدگان سے معرکہ آرائی کیسی؟ عقاب ہمیشہ زندہ شکار کرتا ہے اور گِدھ ہمیشہ مردار پر گرتے ہیں،یہی وہ طبقہ ہے جو مقامِ انسانیت سے بے نصیب ہے۔

بلند بال تھا لیکن نہ تھا جسور و غیور
حکیم سر محبت سے بے نصیب رہا
اڑا فضاؤں میں کرگس اگرچہ شاہین وار
شکارِ زندہ کی لذت سے بے نصیب رہا

حق و باطل کی معرکہ آرائی ہمیشہ سامنے سامنے ہوئی ہے۔ حضرت علیؓ کے بارہ میں یہ بدگمانی کہ آپ اندر سے تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے خلاف تھے مگر سامنے آنے کی ہمت نہ رکھتے تھے، یہ عقیدہ ایک بڑی شقاوت اور شیر خدا کی بڑی بے ادبی ہے۔ یہ جرأت مچھر کو بھی حاصل ہے کہ جب حملہ کرنے آتا ہے تو وہ آواز دے کر آتا ہے۔

پشّہ سے سیکھ جوہرِ مردانگی کہ وہ
جب قصدِ خون پہ آئے تو پہلے پکار دے

اہلِ حق کبھی تقیہ کی چادر نہیں اوڑھتے نہ جھوٹ بولتے ہیں۔ مسلمانوں نے ابوجہل کو برسرِ میدان مارا ہے، اس کی لاش کو گھسیٹنے میں بہادری نہیں سمجھی۔ فوت شدگان کو بُرا بھلا کہنا اور گالی بکنا شرفِ انسانی اور اخلاقی ہمت کے سراسر خلاف ہے۔

علماء اسلام نے ان نفوسِ قدسیہ پر کیے گئے جملہ اعتراضات کے بڑے شافی و وافی جواب دیئے ہیں جس کو ضرورت ہو وہ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے لے کر حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی تالیفات کو دیکھے پھر اسی پندرہویں صدی کی دفاعِ صحابہ پر لکھی گئی عمدہ اور اعلیٰ تالیفات بھی اس باب میں قابل قدر علمی سرمایہ ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگردوں مولانا قاضی مظہر حسینؒ، مولانا سید نورالحسن بخاریؒ، مولانا عبدالستار تونسوی اور محقق العصر حضرت مولانا محمد نافعؒ نے اس محاذ پر سبائیوں کے جملہ اعتراضات کے نہایت شافی اور وافی جواب دیئے ہیں اور الحمد للہ ان کے اچھے خاصے اثرات ہوئے اور برصغیر پاک و ہند کے متعدد ایسے حلقے ملیں گے جہاں لوگ ارتداد کی آغوش میں جاتے ہوئے ان عملی محنتوں کے سبب بچے اور حوزۂ اسلام محفوظ رہا۔

اُلجھن کا حل اور شعبے کا جواب ہو سکتا ہے، مسلمان اہل علم ان ابواب میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں لیکن ان سب حضرات کے پاس ان گالیوں اور ان کے دن رات کے سب و شتم کا کوئی جواب نہ تھا۔ یہ ایک دُکھتی رگ تھی جس پر یہ لوگ ہر محرم پر تا مقدور نمک پاشی کرتے، نام عزاداریٔ اہل بیت کا ہوتا مگر کام عوام کا اس مقدس طبقہ سے اعتماد اٹھانا اور انہی زخموں کا تازہ کرنا ہوتا جن کا جواب انہیں اُمت مسلمہ بارہ سو سال سے دیتی چلی آرہی ہے۔

صحابہؓ نسبتِ نبوت کے امین ہیں، ان کے خلاف تبرا کی شرمناک کارروائی یقیناً امت مسلمہ کے ماتھے پر ایک کلنک کا ٹیکہ ہے جسے کوئی مسلمان ملک برداشت نہیں کرسکتا اور نہ امت مسلمہ اسے کوئی نرم گوشہ دے کر اپنی ملی سالمیت کا تحفظ کرسکتی ہے۔

دشمنانِ صحابہ کی یہ مشقِ تبرا برصغیر پاک و ہند کی ستانوے (۹۷) فیصد سنی آبادی کے لئے سوہانِ روح بنی تھی کہ یکا یک اللہ رب العزت کی غیرت جوش میں آئی، نوجوان بغیر کسی تمہید اور بغیر کسی سابقہ تربیت کے اچانک میدان میں نکل آئے کہ نسبتِ رسالت کو مجروح کرنے والی ان تحریکوں کا جواب اب طاقت سے دیا جائے گا اور جب تک پاکستان میں صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ کی عزتیں بذریعہ قانون محفوظ نہیں ہوتیں مظلوموں کی یہ پکار قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، چوک بہ چوک اور شہر بہ شہر ہر جگہ جاری رہے گی۔ یہ ایک منصفانہ مطالبہ اور اپنے حق کے لئے ایک جمہوری آواز ہے جسے کچھ وقت کے لئے روکا جاسکتا ہے لیکن ختم نہیں کیا جاسکتا۔ تاریخ کے اوراق میں ترمیم تو ہوسکتی ہے مگر انہیں دھویا نہیں جاسکتا۔ صحابہ کرامؓ کی مظلوم شخصیتوں کی یہ آہ ہے جو اَب شعلۂ جوالہ بن کر بھڑک رہی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ملک کا خرمنِ امن اس آگ سے بچے تو اب اس مسئلے کو حل کرنا ہی ہوگا۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دُعا کردند
اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

اچانک یہ شعلہ کیسے بھڑک اٹھا؟

خمینی کے برسر اقتدار آنے کے بعد پاکستان میں یکا یک نفاذ فقہ جعفری کا مطالبہ کردیا گیا اور نہ صرف مطالبہ بلکہ اسے ایک مکمل تحریک کی شکل دی گئی۔ اس پر پاکستان کی ستانوے (۹۷) فیصد سنی آبادی یکسر کانپ اٹھی اور مسئلہ افہام و تفہیم کی بجائے حقوق کی حد تک جا پہنچا۔ پاکستان کی سنی آبادی نے اپنے جمہوری حق کا مطالبہ کردیا اور قرار پایا کہ پاکستان کو ایک سنی اسٹیٹ تسلیم کیا جائے اور یہاں صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ کی عزتوں کا تحفظ بذریعہ قانون کیا جائے۔ کہتے ہیں ''لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے'' جب اہلِ اقتدار نے پاکستان کی اکثریت کے اس معصوم مطالبہ پر

کان نہ دھرے اور معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ جو نچلی سطح پر تین فیصد سے زیادہ نہیں اوپر کی سطح پر چالیس فیصد تک براجمان ہیں، اس پر سنیوں کو اپنے حقوق کے لئے اٹھنا تھا اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ وہ دور ہے جب ملک میں سپاہِ صحابہؓ کا قیام عمل میں آیا، ان کے طریقہ کار سے اختلاف ہوسکتا ہے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ بغیر ابتدائی تربیت کے اتنے بڑے میدان میں آنکلنا مناسب نہ تھا، لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ بارہ سو سال سے اہل سنت والجماعت جو صحابہ کی مظلومیت کا رونا رو رہے ہیں اور اس پر ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اگر چہ یہ بے غیرتی ہے تو اسے بھی تو کبھی ختم ہونا چاہیے۔ اس کے مثبت جواب کے لئے ایک نیا باب نکلنا تھا کہ اب تحفظِ ناموسِ صحابہ کی تاریخ قربانیوں کے خون سے رقم کی جائے گی۔

برصغیر کے اس مطلع پر ہر طرف گھرے بادل چھائے تھے کہ برسنے میں پہلا قطرہ کون ہو؟ اس کے لئے جھنگ کا ایک نوجوان عالم جس کے پیچھے نہ کوئی سرمایہ کی قوت تھی نہ اُس کی بڑی برادری تھی، نہ اس نے کسی سیاست دان کے زیر سایہ کوئی تحریکوں کی تربیت پائی تھی اچانک اُٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک پر چھا گیا۔ یہ کس طرح ہوا؟ یہ اس طرح ہوا کہ وہ مظلوموں کی حمایت میں اٹھا تھا اور اس کے پاس علم وصداقت اور علم ودیانت کے وہ ہتھیار تھے جن کا مقابلہ کبھی دنیا کی کوئی طاقت نہیں کرسکی۔

مولانا حق نواز شہیدؒ

مولانا حق نواز شہیدؒ کے میدان میں آنے سے پہلے ناموسِ صحابہؓ کی علمی اور تحقیقی سرحدوں پر بہت کام ہو چکا تھا۔ گذشتہ چالیس سال سے متعدد علماء کرام دفاعِ صحابہؓ پر ہر ہر شہر اور ہر ہر قریہ میں کام کر چکے تھے۔ اب ان محنتوں پر صرف قربانیاں گزارنے کی ضرورت تھی اور اس کے لئے اللہ رب العزت نے جھنگ کے اس مردِ قلندر کا انتخاب کر رکھا تھا۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا
وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے
اس جان کی کوئی بات نہیں

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ مولانا حق نواز کی ان قربانیوں سے دین حق کے لئے پہلے قربان ہونے والوں کی تاریخ بھی جاگ اٹھی۔ عزیز محترم مؤلف کتاب ہٰذا مولانا ابوأسامہ محمود نے مولانا حق نوازؒ پر لکھنے سے پہلے حق و باطل کی معرکہ آرائی پر ۵۵ مجاہد علماء کا بڑے دلسوز پیرایہ میں ذکر کیا ہے۔ پھر اس میدان کی ۳۵ جانگسل وادیوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں اہلِ حق نے اسی میں اپنی سعادت سمجھی کہ ان میں ان کی جان کام آجائے۔

مصنف نے صحابہ کرامؓ کی مظلومیت کی دلگداز داستان بڑے دلسوز پیرایہ میں ذکر کی اور اس کے کئی باب ہیں۔ ان تمام مباحث سے گزر کر ابوأسامہ محمود نے مولانا حق نواز شہیدؒ پر قلم اٹھایا ہے۔

میں ان تمام تحریرات کو سطراً سطراً تو نہیں دیکھ سکا، لیکن یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ مولانا حق نواز شہیدؒ پر لکھی گئی یہ کتاب مولانا شہید کو قربانیوں کی اس تاریخ میں پہلے گزرے ہوئے اہل حق میں ایک ممتاز مقام دینے میں ایک بڑی کامیاب کوشش ہے۔

مولانا ابوأسامہ محمود کی تحریر میں سوز و گداز پایا جاتا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف نے بڑی عرق ریزی، محنت شاقہ اور پوری دیانت داری سے اس محاذ پر کام کیا ہے۔ مولانا شہیدؒ پر لکھی گئی یہ واحد کتاب ہے جس سے مولانا مرحوم کے مشن، موقف اور پروگرام کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس میں صرف مولانا کی ذات کے حوالہ سے نہیں بلکہ اس عظیم مشن کے حوالہ سے بات کی گئی ہے جس کے لئے مولانا نے اس سنگلاخ اور خاردار وادی میں عنفوانِ شباب سے ہی قدم رکھ دیا تھا اور تا وقتِ شہادت وہ اس پر قائم رہے اور کھلم کھلا اپنے سچے موقف کا اظہار کرتے رہے۔



مقدمہ طبع دوئم

الحمد للہ کتاب مستطاب ''حق نواز شہیدؒ'' دوسری مرتبہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر اہلِ علم ونظر اور اصحابِ بصیرت کو دعوت مطالعہ دے رہی ہے، آج سے قریباً دس برس پہلے راقم الحروف نے ایک آزاد مبصر کی حیثیت سے بانی وامیر اوّل سپاہِ صحابہؓ امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ پر شکستہ سی تحریر پیش کی تھی، جس کا مقدمہ علامہ خالد محمود صاحب (پی ایچ ڈی لندن وحال جسٹس شرعی عدالت) نے تحریر فرما کر اس کتاب کی عظمت کو چار چاند لگادیئے تھے پھر مؤرخ اسلام مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے پیش لفظ ایسا تحریر کیا تھا جو دریا بکوزہ کا مصداق تھا۔ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے بھی اس کتاب کو بہت پسند کیا تھا، سپاہِ صحابہؓ کی مرکزی قیادت سے صوبائی قیادت تک، شوریٰ کے اراکین سے لے کر ادنیٰ رضا کار تک ہر سپاہی اور پروانے نے اس کتاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھا، شوق سے پڑھا اور اسے اپنے مشن، مسلک اور پروگرام کے حوالے سے ایک دستاویزی کتاب کی حیثیت دی۔

میرا قطعاً یہ گمان نہ تھا کہ میری شبانہ روز کی اس کاوش کو اتنی زیادہ پذیرائی ملے گی، پاکستان اور بیرونِ پاکستان میں اس کتاب کے شائقین موجود ہوں گے، مگر جونہی کتاب کا پہلا ایڈیشن چھپ کر منصۂ شہود پہ آیا تو ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل واحسان کے ساتھ ساتھ قائدینِ سپاہِ صحابہؓ کی حوصلہ افزائی نے میرے جذبات کو مہمیز دی، اِس وقت سپاہِ صحابہؓ کے افکار و خیالات کو عام کرنے والی چھوٹی بڑی تنظیموں نے اس کتاب کو اپنے اپنے نصابوں میں شامل کر رکھا

ہے، جس پر بارگاہِ ایزدی میں شکر گزاری کے کلمات ادا نہ کرنا عجیب لگتا ہے۔

جس طرح پہلی طباعت کی نکاسی پہ میں حیران تھا کہ میرے جیسے گمنام، بے نام شخص کی کتاب کو کون خریدے گا اور کون پڑھے گا؟ اس سے کہیں زیادہ میں اِس وقت متفکر ہوں، کیونکہ اُس وقت سپاہِ صحابہؓ جیسی مضبوط، متحرک اور فعال جماعت کے دیوانے کارکن کراچی سے خیبر تک موجود تھے، مؤرخ اسلام مولانا فاروقی شہیدؒ اور مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ جیسی قدآور، مؤثر اور حوصلہ افزائی کرنے والی شخصیات موجود تھیں، مگر صد افسوس کہ پاکستان کے ایک فوجی جرنیل پرویز مشرف نے سپاہِ صحابہؓ پہ پابندی لگا کر اُسے غیر قانونی جماعت قرار دیا، اُس کے بعد ملتِ اسلامیہ نامی تنظیم کی طرح ڈالی گئی، جس کی چڑھتی جوانی کو بھی برداشت نہ کرتے ہوئے کالعدم قرار دیا گیا ہے۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق (رحمہما اللہ تعالیٰ) کئی سال تک حق وصداقت کا پھریرا لہرانے کے جرم میں لاہور، ملتان، میانوالی، بہاولپور اور راولپنڈی کی کال کوٹھڑیوں میں اپنی بے بسی کی داد پاتے رہے، وقت کے جابر حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اُن کے گریبان تک پہنچتے رہے۔ جابر کا جبر، ستمگر کا ستم، فرعونِ وقت کا جور و جفا، حکومتی سرمائے کی بوریاں اُن کے پائے استقلال میں حرکت وجنبش پیدا نہ کرسکیں۔ وہ مسکراتے رہے، بیڑیاں پہن کر فخر کرتے رہے، ہتھکڑیوں کو چومتے رہے، جیل کی کال کوٹھڑیوں کو بڑے پیار سے دیکھتے رہے، زندانوں کی اوٹ میں اور زندانوں سے باہر ہر مقام پہ حق کا پھریرا اور غلغلہ بلند کرتے رہے۔

بالآخر ۱۸ر جنوری ۱۹۹۷ء کا سورج مولانا فاروقیؒ کی شہادت کا پیغام لے کر طلوع ہوا۔ دشمنانِ اصحابِ رسولؐ کی انتہائی گہری سازش کے تحت سیشن کورٹ لاہور کے احاطہ میں ایک وزنی بم بلاسٹ کیا گیا، جس میں اہل سنت والجماعت کے درجنوں کارکن لیلائے شہادت کو گلے لگا کر امی عائشہؓ کے دوپٹے اور اصحابِ رسولؐ کے ناموس پہ جان قربان کر گئے، اسی سانحہ فاجعہ میں مؤرخ اسلام مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ شہید ہوئے۔ یوں امی عائشہ صدیقہ کی ردائے ابیض کے محافظ اور ناموسِ صحابہؓ کے سچے پاسبان کا جنازہ عدالت کے صحن سے اُٹھا۔ جس پر آج بھی انصاف پسند دنیا رشک کناں ہے کہ ایک مردِ مجاہد نے عنفوانِ شباب سے لے کر لڑکپن تک کی بہاریں رسول اللہ اور اصحابِ رسول اللہ کی مدح سرائی میں گزار دیں۔ جب عالمِ شیوخیت کی دہلیز پہ قدم رکھا تو سر اور

ریش میں چاندی اترنا شروع ہوگئی۔ عظیم مشن اور پروگرام کی خاطر ہتھ کڑی لگا کر پابند سلاسل کردیا گیا، زندانوں کی اوٹ میں پیڑ کے درختوں کے سایہ میں بیٹھ کر کتابیں لکھتا رہا، جیل میں رہ کر ملک بھر کے سنی نوجوانوں کو اپنے کاز کی خاطر جان کی بازی لگا دینے پر آمادہ کرتا رہا، اس کی فکر رسا اور تدبر وحکمت نے خوابِ خرگوش میں مست نوجوانوں کو درسِ بیداری دیا، یہ اسی فکر عظیم اور تدبر کا ثمر حسین تھا کہ بچہ بچہ میدانِ علم وعمل میں قائدین کا سپاہی اور ادنیٰ رضا کار بن کر اپنے مشن کے فروغ کی خاطر کام کر رہا تھا۔

سیشن کورٹ کے اس سانحہ میں فاروقی شہیدؒ تو جان دے گئے مگر ابھی مردِ قلندر اعظم طارق سے قدرت نے کافی کام لینا تھا، چنانچہ داعیٔ اجل کی دعوت پہ لبیک کہنے والے تو راہی ملکِ عدم ہو گئے، انہی شہیدوں کے خون کی نہروں سے اللہ تعالیٰ نے اعظم طارق کو پھر سے اُٹھا لیا۔ باوجودیکہ خوفناک بم دھماکہ کے چھَرّوں سے اعظم طارقؒ کا چھریرا بدن زخمی ہو چکا تھا، مردِ آہن اور جبلِ استقامت کے جسم کا کوئی ایسا حصہ نہ رہا تھا جہاں پر کوئی زہریلا مواد داخل نہ ہو چکا ہو، جسم کے بعض مقامات سے گوشت کے لوتھڑے اڑتے سیشن کورٹ کی فضاؤں میں دیکھے گئے۔ سیشن کورٹ سے ہسپتال میں جب اس مردِ حق آگاہ کو پہنچایا گیا تو تن بدن زخموں سے چور اور انگ انگ سے خون کے فوارے پھوٹ رہے تھے۔ انہی زخموں کے عالم میں اگلے دن لاہور سے چیچہ وطنی اور جھنگ کا طویل ترین سفر ایک ایمبولینس میں طے کیا، پھر جھنگ کی سوگوار دھرتی کو سنبھالا دیا جہاں کے بچے، بوڑھے اور جوان مرد اور زن اپنے ہر دلعزیز قائد کے چھن جانے پر نہ صرف آبدیدہ، اشکبار اور سوگوار تھے بلکہ اس سانحہ جانکاہ پر ہر شخص کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا، ہر دماغ اور ہر دھڑکتا دل مشتعل تھا۔ غم وغصہ سے لبریز نوجوان دشمنانِ صحابہؓ کو بھنبھوڑنے، ان کے جسموں سے تازہ لہو نچوڑنے اور ان کے سروں کو برسرِ عام چوراہوں میں پھوڑنے کے پروگرام ترتیب دے رہے تھے، ایسے جذبات کے عالم میں زخموں پہ مرہم، دردوں کا درماں، بے سہاروں کا سہارا، بے نواؤں کی نوا، یتیموں کا پُرسانِ حال بن کر اگر کوئی شخص میدان میں استقلال واستقامت سے کھڑا تھا تو وہ یہی شخص تھا جس کو اعظم طارق کہا جاتا تھا۔

۱۹۹۷ء کی ۱۸ رجنوری سے لے کر ۶ راکتوبر ۲۰۰۳ء کی شام تک بڑے روح فرسا اور

قیامت خیز واقعات رونما ہوئے۔ غازی حق نواز شہیدؒ کو ایک عظیم مشن کی تکمیل کی بنا پر تختۂ دار پر چڑھا دیا گیا، غازی کی شہادت سے پہلے کئی بار اپنی جرأت رندانہ سے اعظم طارق شہیدؒ نے پھانسی رکوائی۔ اس ولولہ انگیز قیادت کی جرأت ہی کا نتیجہ تھا کہ ایرانی حکمران بھی یہ سوچ اپنانے پر مجبور ہو گئے تھے کہ حق نواز کی پھانسی کسی طرح ٹل جائے مگر تختۂ دار پہ عظیم کاز کی خاطر جھول جانا مقدر میں لکھا تھا ٹل نہ سکا۔ غازی کو سزائے موت کی کوٹھڑی سے پھانسی گھاٹ تک لے جانے کے سفر کے دوران مولانا محمد اعظم طارقؒ کو گرفتار کر لیا گیا اور ملک بھر میں کارکنوں کو حراساں کر کے غازی حق نواز کو پھانسی دے دی گئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد رہائی کا پروانہ ملا، کچھ عرصہ آزاد فضاؤں میں گھومنے کے بعد اس وقت مولانا کو گرفتار کر لیا گیا جب نومبر ۲۰۰۱ء میں امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کے دیس افغانستان پر رات کی تاریکی میں امریکہ بہادر نے ڈیزی کٹر، کروز اور پام بموں سے حملہ کر کے بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا تھا، اس درندگی، وحشت بہیمیت اور دہشت گردی کے خلاف پوری دنیا سراپا احتجاج بن گئی تھی۔ پاکستان اپنی زرخیزی کی بدولت حمایتِ اسلام میں زیادہ فعال تھا۔ یہاں کے علماء کی للکار سے امریکی حکمرانوں کی نیندیں حرام ہونے لگی تھیں۔ علماء کی آوازوں میں سب سے مؤثر، زہرناک اور خوفناک آواز مولانا اعظم طارق شہیدؒ ہی کی تھی، اس جرم کی پاداش میں جہاں دیگر علماء گرفتار کیے گئے وہاں مولانا اعظم طارق شہیدؒ نے بھی کئی ماہ جیل کاٹی۔ عدالتوں کی طرف سے بار بار رہائی کے اعلان کے باوجود حکمرانوں نے مولانا کے ساتھ آنکھ مچولی جاری رکھی۔ اسی دوران ۲۰۰۲ء میں شہزادۂ اہلسنت مولانا اظہار الحق جھنگویؒ کو بھی بے دردی سے کراچی میں شہید کر دیا گیا۔ فی الوقت موجودہ اسمبلی کے انتخابات مولانا اعظم طارق شہیدؒ نے جیل ہی میں جیتے اور زندگی میں آخری دفعہ ایم این اے منتخب ہونے کے بعد اعظم طارق شہیدؒ کو جیل سے رہائی ملی۔ اعظم طارق شہیدؒ نے ۲۰۰۳ء میں پاکستان کی ۵۷ سالہ تاریخ میں قومی اسمبلی میں پہلی بار شریعت بل پیش کیا، اور گلگت اور شمالی علاقہ جات میں نصاب کی تبدیلی کے مطالبے پر ہونے والے فساد کی بھرپور مخالفت کی اور یہ عزم کیا کہ صحابہ کرامؓ کے اسماء گرامی کو تعلیمی نصاب سے نہیں نکالنے دیا جائے گا۔ اِن سرگرمیوں کی بنا پر ۶/اکتوبر ۲۰۰۳ء کی شام کو جرنیل ملت اسلامیہ مولانا محمد اعظم طارقؒ کو اسلام آباد جیسے دارالحکومت میں دن دیہاڑے شہید کر دیا گیا۔ جس سے اہل سنت کا یہ شہزادہ جنت کی طرف

روانہ ہو گیا۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کتاب کی پہلی طباعت کے وقت سپاہِ صحابہؓ برسرِ میدان تھی، قائدین کی گرجدار آوازیں گونجا کرتی تھیں، اس لئے کتاب کا نکلنا کوئی معمہ نہ تھا۔ مگر اب تو توکل علی اللہ کے سوا کوئی ظاہری سبب نہیں ہے کیونکہ جماعت پر قدغن اور پابندی ہے اور کارکن مجبور و مقہور ہیں۔ لیکن مجھے اپنے خالق، مالک، رازق، علیم، خبیر، سمیع، بصیر رب کی عالی ذات پر کامل بھروسہ ہے کہ وہ اس دوسری طباعت کو پہلے سے زیادہ قبولیتِ عامہ عطا فرمائیں گے۔

کچھ کتاب کے بارے میں

کتاب ''حق نواز شہیدؒ'' کی طباعتِ اوّل کی کمپوزنگ کمپیوٹر کی آمد کے ابتدائی زمانہ کی تھی، جو خاص جاذبِ نظر، دلکش اور خوبصورت نہ تھی، اوراق میں کمپوزنگ پوائنٹ یکساں نہ تھا، صفحات کے نمبر اور کئی جگہ سے اشعار دبے ہوئے اور مٹے ہوئے تھے۔ جلد سرورق کے انتہائی خوبصورت ہونے کے باوجود مضبوط نہ تھی، لیکن اب الحمدللہ برادرم محمد سیف اللہ خالد نے شجاع آباد کی پُرسکون فضاؤں میں بیٹھ کر اس کو ظاہری حسن سے مزین کیا ہے۔ اس کے صفحات کی سیٹنگ کو جاذبِ دل و جاذبِ نظر بنایا ہے، جلد بندی میں انتہائی احتیاط کی گئی ہے، کاغذ گرانی اور مہنگائی کے باوجود عمدہ استعمال کیا گیا ہے۔ پروف ریڈنگ کی سابقہ غلطیاں حرفِ غلط کی طرح مٹا دی گئی ہیں، لیکن پھر بھی نئی کمپوزنگ ہونے کی وجہ سے غلطیوں کا امکان ہے۔ راقم اور دوسرے پروف ریڈر ساتھیوں نے اس کی اصلاح میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔



پہلی طباعت کے دوران کئی ایسی باعظمت ہستیاں کرۂ ارضی پہ موجود تھیں جن کا تذکرۂ جمیل کتابِ ہٰذا کی رونق بنا تھا، مگر اب انہی ہستیوں کو ہم چراغِ رُخِ زیبا لے کر تلاش کرتے ہیں، اس کے باوجود وہ دور دور تک ہمیں دکھائی نہیں دیتیں۔ اُس وقت ان کا ذکرِ خیر بصیغۂ حال تھا، اب ماضی کا صیغہ ان کے لئے استعمال نہ کرنا ان کے ساتھ زیادتی اور قارئین کرام کو غصہ دلانے والی بات ہے، اس لئے ہم نے کوشش کی کہ حال کے صیغوں کو ماضی کے صیغوں میں تبدیل کر دیا جائے تاکہ

موجودہ طباعت میں یہ مرقوم ہو کہ کون کونسی شخصیات اس دارِ فانی کو چھوڑ چکی ہیں۔ اس کے ساتھ کئی دوسری شخصیات کا ذکر شامل ہے جو دارِ فانی کو چھوڑ چکی ہیں۔ مثال کے طور پر کتاب میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ، مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، مولانا عبداللہ شہیدؒ، غازی حق نواز شہیدؒ اور ریاض بسرا شہیدؒ کا بھی اجمالی ذکر اس دوسری طباعت کی زینت بنایا گیا ہے۔

☆ قارئین کیلئے یہ بات خوشخبری سے کم نہیں ہوگی کہ بہت جلد تاریخِ عزیمت پانچ جلدوں پر منظر عام پر آ رہی ہے، جس کی پہلی جلد یہی کتاب ہے یعنی ''حق نواز شہیدؒ مشن، مؤقف اور نصب العین''۔

قارئین گرامی قدر! سپاہِ صحابہؓ پہ پابندی ہے، ملتِ اسلامیہ پہ پابندی ہے، مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ انسانی افکار و خیالات، جذبات و نظریات پہ کوئی مائی کا لعل پہرے نہیں بٹھا سکتا۔ پہلے یہی لوگ جذباتی انداز میں نعرہ زن تھے، اب یہی لوگ انتہائی محتاط انداز سے اپنے مشن کی آخری منزل کی سمت تیزی سے گامزن ہیں۔ وردیاں سدا نہیں رہتیں، جرنیلیاں عارضی ہیں، حکمرانی فانی ہے، کرسی بے وفا ہے، وردیاں، جرنیلیاں، حکمرانیاں، کرسیاں...... یہ سب چیزیں اربابِ اقتدار کو ایک بھیانک اور ڈراؤنی چڑیل کی مانند دکھائی دے رہی ہیں...... گھبرایئے مت، ہمت نہ ہاریئے، آگے بڑھئے اور بڑھتے ہی رہئے!!

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو!



بسم رب الشہداء والمجاہدین

نگاہِ اوّلین

شکر خدائے کن کہ موفق شدی بخیر
ز انعام او نہ معطل گزاشتت
منت منہ کر خدمت سلطان ہمی کنی
منت شناس از د کہ بخدمت بداشتت

راقم ہیچ مداں، ہیچ میرز بارگاہِ رب العزت میں ہزاروں، لاکھوں مرتبہ ادائے شکر کے ساتھ سجدہ ریز ہے، جس نے اپنے ایک محبوب بندے کے احوالِ زندگی اس کے خامہ سے لکھوا ڈالے۔ مئی ۱۹۹۱ء میں مؤلف اثیم نے ایک رسالہ ''امیر عزیمتؒ کی داستانِ حیات'' کے نام سے لکھا تھا، جسے مکتبہ مدنیہ اُردو بازار لاہور نے شائع کیا تھا۔ پھر ''حق نواز شہید کی داستانِ حیات'' کے نام سے ادارہ نشریاتِ اسلام، اُردو بازار لاہور نے اسے دوبارہ شائع کر دیا...... لیکن جونہی وہ چھپ کر ملک کے گوشے گوشے میں پہنچا تو مجھے ندامت وشرمساری ہوئی کہ جس عقیدت، شوق، محبت اور جذبے سے احباب نے ہاتھوں ہاتھ اسے لیا، اس میں اتنا موادنہیں جواُن کے لئے تسکینِ خاطر کا سامان مہیا کرے۔ راقم الحرف کی وہ پہلی تالیف تھی اور پہلا تلخ تجربہ تھا۔

☆...... ایک دن استاذ المکرم حضرت علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کے دولت خانے پر بیٹھے تھے کہ علامہ صاحب نے شہیدِ اسلام امیر عزیمتؒ کی جامع سوانح عمری ترتیب دینے کی خواہش ظاہر کی۔ راقم نے حامی بھر لی اور توکل علی اللہ کچھ بنیادی واساسی کام کر کے انہیں دکھایا۔

انہوں نے اس پرکار آمد اور مفید مشوروں سے نوازا اور جب بھی ملاقات ہوتی تو آپ اسے دلائل و براہین سے مزین کرنے اور اس میں مواد جمع کرنے کی ترغیب دیتے رہے...... کتاب ہذا کی تالیف میں ان کی مفید آراء لحہ لحہ میرے لئے مدومعاون ثابت ہوئیں اور ان کی قیمتی باتیں میرے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوتی رہیں۔

☆...... کتاب "حق نواز شہیدؒ " کے ابتدائی دو ابواب "حق گوئی و بے باکی اور آزمائشوں کی جاں گسل وادیاں" تاریخِ اکابر سے آگاہی کے لئے شاملِ کتاب کیے گئے ہیں تاکہ امیر عزیمتؒ حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ کے سوانحِ زندگی سے لطف اندوز اور بہرہ ور ہونے والے اور عزیمت کی تاریخ پر رشک کرنے والے محسوس کریں کہ مولانا جھنگوی شہیدؒ کو عزیمت، حق گوئی ، بے باکی ، جرأتِ رندانہ، قوتِ گفتار اور لطفِ گویائی اپنے اسلاف سے وراثت میں ملی تھی۔

☆...... کتاب میں حضرت شہیدؒ کی ذات سے متعلق نہ ہونے کے برابر لکھا گیا ہے، اصل گفتگو اور مقصودِ تحریر امیر عزیمتؒ کی تیار کردہ جماعت سپاہِ صحابہؓ اور مولانا کا مشن ، پروگرام اور موقف ہے، اپنے پروگرام میں مولانا کو کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی اور کہاں کمی رہ گئی؟ اس پر وقت کا مؤرخ آئندہ بحث کر سکے گا۔

☆...... راقم الحروف نے یہ کتاب سپاہِ صحابہؓ کے کارکن کی حیثیت سے ترتیب نہیں دی، بلکہ ایک مبصر اور آزاد صحافی کی حیثیت سے صاف صاف بات قارئین کے سامنے رکھ دی ہے۔ راقم نے کسی مذہبی یا سیاسی جماعت کا آلۂ کار بنے بغیر اس انداز میں قلم کاری کی ہے کہ ایک عام اور غیر جانبدار آدمی بھی یقین و اعتماد کرنے لگے اور بالخصوص اہل تشیع کے لئے ان کی کتب کے حوالہ جات اور صفحات بھی لکھ دیئے ہیں تاکہ جن کے پہلو میں پتھر کی سل نہیں بلکہ ایک حساس اور زندہ دل موجود ہے وہ غور و فکر کریں کہ اصل غلطی کہاں سے ہوئی۔ احقاقِ حق اور تفہیمِ حق کے جذبہ سے اس کتاب کو اگر پڑھا جائے گا تو انتہائی سودمند اور مفید ہوگی۔

☆...... پیارے پڑھنے والے جس طرح کتاب اٹھاتے وقت دو چار ورق پلٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد مکتبہ پر رکھ دیتے ہیں کہ جی یہ تو فلاں جماعت کی کتاب ہے...... اس کتاب کے ساتھ ایسا سلوک نہ کیا جائے! اس کو جو بھی اٹھائے وہ برادرانہ اور ہمدردانہ مطالعہ کرے اور کسی نتیجہ پر پہنچنے کی

کوشش کرے۔

☆...... راقم مؤلف کو یہ دعویٰ تو قطعاً نہیں کہ اس نے یہ کتاب لکھ کر کوئی بہت بڑا معرکہ سر کر لیا ہے، لیکن تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کناں ہے کہ امیرِ عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ پر اس وقت تک لکھی جانے والی تمام کتابوں سے زیادہ مواد سمیٹے ہوئے ہے اور مولانا کے اصل مشن کی ترجمانی اس کتاب سے بڑھ کر شاید کسی دوسری کتاب میں نہ ملے۔

☆...... اس کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوگا کہ یقیناً اکابرِ اہل سنت والجماعت کی تاریخ میں حق نوازؒ نے ایک سنہری باب کا اضافہ کیا، جن کے کارنامہ ہائے گراں مایہ آبِ زر سے رقم کرنے کے قابل ہیں۔

☆...... کتاب ۲۶ ؍ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننا اچھا نہیں...... آپ خود اندازہ فرما لیں گے۔ سپاہِ صحابہؓ کے سرپرست مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے جب اس کے مسودہ پر نظر ڈالی تو بے ساختہ کہنے لگے کہ ایسی کتاب میں خود لکھنا چاہتا تھا مگر میری طرف سے یہ فرض کفایہ آپ نے ادا کر دیا ہے۔

☆...... کتاب میں اگر کہیں زیر و بم اور مد و جزر نظر آئے تو وہ بجائے سپاہِ صحابہؓ کی طرف منسوب کرنے کے راقم مؤلف کی کم مائیگیٔ علم پر محمول کریں۔

☆...... کتاب کی تالیف میں جہاں علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہ کی خواہش کارفرما تھی، وہاں برادر محمد اعظم صاحب سابق مدیر ادارہ نشریاتِ اسلام لاہور جو اب مرحوم ہو چکے ہیں، کا بار بار اصرار بھی رنگ لایا۔ جب ملاقات ہوتی تو سلام کے بعد اس کتاب کا مطالبہ پہلے کرتے...... اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش پوری کر دی مگر کتاب وہ چھاپ نہ سکے۔ اس کی اشاعت سے پہلے ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ انہیں جنت میں جگہ دے اور اس ذرۂ ناچیز کی سعی حقیر کو شرفِ قبولیت بخشے اور اہلِ سنت والجماعت کی ملک گیر جماعت سپاہِ صحابہؓ کا سرخ، سبز ہلالی پرچم سدا لہراتا رہے۔ جس نے کفر کا رُخ موڑنے میں تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

ابواُسامہ محمود

در حالت اعتکاف، جامع ابوذر غفاریؓ

باب ا

حق و باطل کی معرکہ آرائی

منظور ہے گزارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

رحمان و شیطان : قسام ازل کی عجب تقسیم ہے، اس نے دو چیزوں کو حق و باطل میں تقسیم کر دیا ہے، روز اول سے حق و باطل کی کشمکش چل رہی ہے، باطل کی طاقتوں کو دبانے، کچلنے اور ان کا سر پھوڑنے کے لئے رحمان نے عجیب و غریب انداز اپنائے، ایک طرف رحمٰن کی رحمانیت کارفرما ہے دوسری جانب ابلیس کا جال بچھا ہے ایک طرف کامرانی کی دعوت عام ہے، دوسری طرف ناکامی کے مہیب غاروں کی طرف بلاوا ہے، ایک طرف کائنات کی اشیاء سے عبرت حاصل کرنے کا درس ہے دوسری طرف ان سے اغماض و چشم پوشی برتنے کی سرتوڑ کوشش، ایک ہدایت کی راہ، دوسری چاہ ضلالت، ایک طرف رحمت دوسری سمت ابلیسیت، ایک طرف جنت کی دعوت دوسری سمت جنت کے راستہ میں رکاوٹ ایک طرف امن دوسری سمت جنگ ایک طرف احکامات کی بجا آوری پہ نوید جانفزا، دوسری سمت غفلت و سرکشی کی تیاری ایک طرف وجود آدم کو سجدہ ریزی کا حکم دوسری جانب انا و استکبار، ایک عبودیت و بندگی کا حکم صادر کرتا ہے، تو راہ باطل کا راہی عبودیت سے سرکشی تمرد کا اظہار کرتا ہے ایک انسانیت کو حقائق بتلاتا ہے اور باطل انسانیت کو زہر پر گڑ چڑھا کر پیش کرتا ہے حق میں استقلال و ثبات ہوتا ہے باطل گرگٹ کی طرح پینترے بدلتا ہے رحمان نظارۂ جنت کی دعوت دیتا ہے شیطان شعلہ نار کے حوالے کرنے کا عزم کر چکا ہے۔ ایک طرف راہِ ہدایت ہے دوسری

طرف راہِ ضلالت ہے، دونوں کی نشاندہی کردی گئی ہے۔

شیطان ہدایت کی راہوں سے موڑ کر ضلالت کی راہوں پہ ڈالنے کے لئے کمر بستہ ہے ایک طرف صلح کا پیام ہے دوسری سمت جنگ جدل مار دھاڑ کے منصوبے، ایک طرف امن وآشتی کی فضاء دوسری طرف فساد و پروپیگنڈے کا پروگرام...... مختصر یہ کہ "اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا" کا اعلانِ عام ہے، دوسری سمت اسی اعلان حق کی آواز دبانے کی سازش چل رہی ہے حکم خداوندی پہ نوری مخلوق سر تسلیم خم کرتی ہے۔ ناری مخلوق کا سرغنہ سرکشی کا عزم کرتا ہے۔ آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ملتا ہے فرشتے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں شیطان انکار کر دیتا ہے اور یہ کہتا ہے "خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ" میری تخلیق نار سے ہوئی اس کی تخلیق کیچڑ سے ہوئی میں میں......!!

شیطان نے عالی ذات، جلال و جبروت کے مالک، ارض و سماء کے خالق نار و نعیم کے مالک، انس و جان کے خالق کی عدالت کے کٹہرے میں تسلیم حق سے انکار کر دیا، مناظرہ کرنے کے درپے ہوا، نوبت مجادلہ تک نہ پہنچی لیکن ابلیس کی حالت اس لمحہ سے کم نہ تھی...... ہر بات کے جواب میں ابلیس کا چہرہ سرخ اور لہجہ درشت و تلخ ہوتا گیا...... بالآخر بارگاہ صمدیت سے اعلان ہوا "اُخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ"...... رجیم یہاں سے نکل جا۔

نوحؑ و کنعان: جب خدا کی بستی پہ کفر و شیطنت نے سرکشی و تمرد شروع کیا تو حق کا ترجمان بن کر نوح علیہ السلام عالم تاریک میں سحر پیدا کرنے لگے ساری قوم سوائے چند کے سرکشی و تمرد پہ کمر بستہ ہے، آپ کا بیٹا کنعان بھی سرکشوں کا ساتھی ہے بیوی بھی سرکشوں کی ہمنوا ہے۔ باطل نظر حقارت سے نبوت کو دیکھ رہا ہے باطل نمائندہ حق کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا باطل کے سرخیل کہنے لگے کہ یہ غریب آدمی ہے اس کے علاوہ کوئی اور اس دعوت کے لئے نہیں تھا؟ اس کی مجلس میں غرباء و مساکین کا ہجوم رہتا ہے یہ غرباء ہماری طرح نہ جچی تلی بات کرتے ہیں اور نہ صحیح رائے کے مالک ہیں۔ جب حق کی شمع فروزاں ہوتی تو ان کے دل میں خیال انگڑائی لیتا کہ اگر غرباء کو مجلس سے برخاست کیا جائے تو ہم بات سننے کو تیار ہیں۔ لیکن حق کا نمائندہ حق گوئی، بے باکی، جرأت و دلیری کے ساتھ حق کی بات سناتا ہے غرباء کو مجلس سے برخاست کر کے ان کے دل پر چرکا نہیں لگاتا۔ اس معرکہ حق و باطل میں حق کو فتح ملی باطل روسیاہ ہوا کائنات ہستی سے ان کا نشان مٹ گیا۔ آنے والی

نسل کے لئے نشانِ عبرت بن گیا۔

موسیٰؑ کی حق گوئی: فرعون کے گھر پرورش پانے والا پھول سے ہاتھ ہٹا کر انگارا منہ میں ڈالنے والا آسیہ کی گود میں پلنے والا شاہی کھانوں سے شکم سیر ہونے والا کل تلک طفل شیر خوار تھا آج عالم شباب میں ہے، فرعون کی حرکات وسکنات سے بیزار ہے اس پہ غم خوار ہے۔ درِ حق سے نوازا گیا نبوت ملی طور پہ، فرعون مصر میں دندنا رہا ہے "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" کے نعرے لگا رہا ہے۔ ادھر حق کے ترجمان نے اس نعرہ کو ہر پہلو سے غلط قرار دیا۔ ترجمانِ حق نے بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجۂ استبداد سے آزاد کرایا حق نے ان پر احسان عظیم فرمایا انہیں جور و جفا کی بغل سے نکال باہر کیا جب شمع رسالت کے گرد پروانوں کا ہجوم عاشقاں دیکھا تو فرعون متحیر و حیران ہوا موسیٰ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے فرعونی محلات اور قصر ہائے شاہی لرزہ براندام ہونے لگے فرعون کے دماغ کی ہنڈیا کھولنے لگی صوت حق دبانے شمع حق گل کرنے موسیٰؑ کی مقبولیت کو ختم کرنے کا داؤ سوچا ساحران مصر کو دعوت دی عام لوگوں کو اس سحر کی حیرت انگیزی کے لئے دعوتِ نظارہ دے دی۔ ساحرانِ مصر بڑی کروفر، سج دھج اور آن بان کے ساتھ مٹکتے مٹکتے فیصلہ کے میدان میں پہنچے۔ ساحروں کی سرتوڑ کوشش سے چھوٹی چھوٹی رسیاں سانپ بن گئیں ترجمان حق کلیم حق موسیٰؑ کی باری آئی لاٹھی زمین پر گرتی ہے سانپ نہیں اژدھا بن جاتا ہے رسی نما سانپوں کو ایک ہی حملے سے حلق سے پیٹ میں پہنچا دیا جادوگر آئے تھے فاتح بننے کے لئے، آئے تھے موسیٰؑ کی آواز دبانے کے لیے آئے تھے فرعون کا شاہی اقتدار بچانے کے لئے، اب وہ فاتح مفتوح بن گئے...... موسیٰ کی آواز دبنے کی بجائے شہروں میں، کوہساروں میں، گلیوں میں، بازاروں میں عام ہوگئی۔ فرعون کے اقتدار کو تحفظ نہ ملا، اب اس پر زوال آنے لگا۔

ایک وہ وقت آیا، حق کی آواز اٹھی جس کو دنیا نے سنا حق کا نمائندہ اپنے اصحاب کو لے کر ملک چھوڑنے کے لئے عازم سفر ہوتا ہے اپنے لاؤ لشکر سمیت پانی کا دریا عبور کرتا ہے۔ جب باطل کے گماشتے اپنے گروہ کے ساتھ عین دریا کے وسط میں پہنچتے ہیں تو باطل کو پانی کی لہریں جھنجھوڑتی ہیں۔ فرعون کا منہ کھلا رہ جاتا ہے، فرعونی غرقاب ہوتے ہیں، فرعون نعرہ حق بلند کرتا ہے جو اس وقت بے سود تھا۔ اس معرکے میں حق کو فتح ملی، دشمن نے موقف تسلیم کرلیا جو اسے کام نہ آیا اور دشمن کا انجام

آنے والی اقوام کے لئے تازیانۂ عبرت بن گیا۔

ابراھیمؑ اور نمرود: یہ بھی حق ہے، حق اکیلا ہے باطل کثرت میں۔ باپ بھی راہ ہدایت سے کوسوں بعید ہے اور شاہ وقت بھی، یکے وتنہا حق کا نمائندہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کوشاں ہے شبانہ روز کاوش دعوتِ حق سے لبریز ہو رہی ہے۔ حق کا ترجمان نغمۂ توحید کی چاشنی وحلاوت سے مسرور ورطب اللسان، مقابل میں باطل کی صورت مذموم آذر کی شکل میں موجود ہے۔ قوم شرک و بت پرستی کی خوگر وعادی ہے، اصنام تراشی وفروشی ان کی حیات فانی کا جزو لاینفک بن چکی ہے۔ حق کا داعی کہتا ہے یہ عادت بد چھوڑ دو اس رذالت وضلالت کی تاریکی سے نکل جاؤ، لیکن باطل والے ضد ہٹ دھرمی اور ضلالت سے نکلنے کا نام لینا اپنے لئے باعث ہتک وتوہین خیال کرتے ہیں۔ حق کی آواز ابراہیم علیہ السلام کی لسانِ مبارک سے نکلتی ہے اور گوش آذر سے ٹکراتی ہے ایوان ہائے نمرودی کے درودیوار سے ٹکراتی ہے جب آذر وہمنوائے آذر اس کے ہم خیال ہم پیالہ ونوالہ اس کے ہم مشرب وہم مکتب نمرود نے صوتِ حق کی گرج چمک سنی اور دیکھی اس وقت آوازِ حق کو دائماً دبانے کا قصد کیا۔ شرک کے اندھیاروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والے، چاہِ ظلمت میں بسیرے کرنے والے دائمی اندھوں نے حق کی آواز کو سنا رَد کر دیا، ابراہیمؑ کا روشن ونورانی اور تاباں چہرہ دیکھا مگر اثر قبول نہ کیا۔ باطل والے حق کی آواز کو زور بازو شوکت وحشم حکومت سے دبانا چاہتے تھے لیکن یہ وجود مسعود گوشت پوست کا تھا، دماغ عالی تھا، ہمت وارادہ مضبوط تھا، دل ودماغ روشن تھا، نمرود نے کئی کئی ایام صرف کئے، بالن اور ایندھن جمع کروایا، آگ روشن کر دی۔ جس کی تپش اور حرارت سے ماحول ومضافات جھلس رہے تھے۔ اوپر فضاء میں اڑنے والے طیور بھسم ہو رہے تھے۔ پیکر حق و صداقت، داعی حق وترجمان الٰہی حضرت خلیل اللہ جناب ابراہیم علیہ السلام کو جب اس چِخَہ میں ڈالا جاتا ہے تو مادی اسباب پر رب کا کوڑا پڑتا ہے، مادی اسباب ٹوٹتے ہیں، ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ "نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ" کی تصویر ہے، ابراہیم علیہ السلام کی آتش عشق، آتش نمرود کا مقابلہ کرتی ہے، دیکھتے ہی دیکھتے ساعتوں کی ساعت آگ بردوسلام بن گئی۔ مارنے والے سے بچانے والی ذات بڑی، آگ نے حق کی صدا کو کچھ نہیں کہا لیکن باطل کی ناک میں دم ہو گیا۔ حق کا پھریرا بلند ہو گیا، باطل کے عزائم تہہ خاک ہوئے باطل کو اس لمحہ منہ کی کھانا پڑی۔

عیسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ حق: حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری تاجدار نبوت تھے۔آپ حق کی آواز پہنچاتے رہے، دعوت حق کا ڈنکا بجاتے رہے، لیکن قوم ضدی ہے اس عظیم نرم خو، نرم دل اور ملائم طبع نبی کی تذلیل وتوہین کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا حق کی آواز گوش کی دہلیز سے ٹکراتی تھی مگر واپس ہو جاتی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات دل پر لگتی مگر وہ اثر قبول نہ کرتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قریہ پہ گزر ہوا لوگوں نے استہزاء کا رویہ اختیار کیا حضرت نے کلمہ حق کہا آپ کے رضا کاروں حواریوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہوا تو فرمانے لگے جس کا جتنا ظرف ہوتا ہے وہی کرتا ہے باطل کے ہتھکنڈوں سے حق کی دعوت پر زد نہیں پڑ سکتی۔

آنحضرت ﷺ کی دعوتِ حق: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سراپا دعوت تھی، دین کی دعوت، شرک سے اجتناب کی دعوت، توحید کے پرچار کی دعوت، اخلاص کی دعوت، للّٰہیت کی دعوت، غرضیکہ نبی الانبیاء سراپا دعوت تھے، محض دعوت نہیں بلکہ دعوت حق کا اعلانِ عام کرتے ہیں، کبھی طائف کے میدانوں میں، کبھی صفا کی فلک بوس چوٹیوں پہ، اہلِ باطل دعوت حق سنتے مگر جواب میں سَمِعْنَا کہہ کر عَصَيْنَا کہتے کہ ہم نافرمان ہیں ہم نے نافرمانی کی۔ لیکن دعوتِ حق موسلا دھار مینہ کی طرح مسلسل و پیہم برستی رہی، جس نے خارہ شگافی کا کام کیا۔ دلوں سے کدورتیں دور کر ڈالیں۔ باطل کی تمام حرکاتِ شنیع کا قلع قمع کر ڈالا۔ بالآخر حق نے فتح ونصرت کا علم گاڑ کر باطل کے سرغنوں کے سر قلم کر دیئے۔ ان کے پرچم سرنگوں کر دیئے اور ہنگامہ یوم النشور تک یہ اعلان جاری رہے گا۔ ''جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ'' ''حق آچکا، اسے آنا چاہیے تھا، باطل جا چکا، اسے جانا چاہیے تھا'' حق کا نمائندہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں عالم تاریک میں روشنی پیدا کرتا ہے اور باطل کے پیروکار ابوجھل، ابولہب، عتبہ شیبہ، عبداللہ بن ابی بن سلول کی شکل میں آئے اور اپنے باطل نظریات کے ساتھ اپنی موت آپ مر گئے لیکن حق نہ دبا، اہل حق نہ جھکے نہ بکے، بلکہ ان کی آواز ابتدا سے تا ہنوز ایک ہی رہی، ایک ہی رہے گی اور تا قیامت آواز حق اپنی اثر انگیزی دکھاتی رہے گی۔

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانِ حق و باطل نہ کر قبول

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: رسولِ رحمت، امام الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحہ ارتحال کے بعد چہار سو فتنوں نے سر اٹھایا، کہیں ادائے زکوٰۃ سے انکاری ہے اور کہیں جعلی نبوت کے افسانے گھڑے جا رہے ہیں، صحابہ کرامؓ مشورے دے رہے ہیں کہ ہم نظام مملکت درست کر لیں پھر مدعیان نبوت سے نمٹیں گے۔ لیکن رنگ رسولؐ میں جو شخصؓ رنگا گیا اس کی ادائیں اور صدائیں ایسے عالم میں حیرت انگیز ہوتی ہیں...... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، آج اگر میرا ساتھ کوئی بھی نہ دے، تو یکے و تنہا ابو بکر اس کفر سے حربِ دست بدست کا آغاز کرے گا اور اس کو منطقی انجام تک پہنچا کر دم لے گا۔ چنانچہ اس ہمت، جوش و ولولہ سے صحابہ کرامؓ کا لشکر جرار تیار ہوا، مسیلمہ کی ۴۰ ہزار کفریہ فوج پر ۱۸ ہزار مسلمان غالب آ گئے، اس طرح حق کو فتح اور باطل کو شکست و ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ: سیدنا صدیق اکبرؓ کے سانحۂ وفات کے بعد مسند خلافت پر حضرت عمرؓ رونق افروز ہوئے، آپؓ نے حق کی ترجمانی کی اور ترجمانی کا حق ادا کر دیا جب آپ اسلام لائے تو فرمانے لگے اللہ کے رسول آج ہم بیت اللہ میں باجماعت نماز ادا کریں گے، اس اعلان حق سے کفر کی دنیا پہ صفِ ماتم بچھ گئی، آپؓ نے اپنے دس سالہ دور خلافت میں نبویؐ دین کو دنیا کے اکثر و بیشتر حصہ پر لاگو اور نافذ کر دیا تھا، ایرانی نژاد ابو فیروز لولو مجوسی نے علی الصبح حالت نماز میں آپؓ کو خنجر کا نشانہ بنایا، صحابہ کرامؓ جو نماز میں صف بنا کر ایستادہ تھے وہ مجاہدین کا لشکر تھا صفوں کو چیر کر ابو لؤلو جب نکلنے کا قصد کرتا ہے، تو صحابہ کرامؓ نے پکڑ لیا، مجبوری کے عالم میں وہی خنجر اپنے آپ کو گھونپ دیتا ہے، اور واصل جہنم ہو جاتا ہے، کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ باطل حق پر وار کرتا ہے لیکن سامنا نہیں کر سکتا پھر اپنے ہی ہاتھوں انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

حسین رضی اللہ عنہ **ابن علی** رضی اللہ عنہ: سبطِ رسولؐ، ابنِ علیؓ، جگر گوشۂ بتولؓ، حضرت سیدنا حسینؓ کو کوفہ والوں نے خط لکھ کر بلایا، حضرت حسینؓ کو کربلا میں شہید کر دیا گیا، حضرت حسینؓ کے اعزہ و اقارب بکثرت اپنے لہو کی رنگینی سے خاکِ کربلا کو رنگین کر گئے۔ جرم حق گوئی کی پاداش میں حضرت حسینؓ اگر یزید کے دستِ فسق پہ بیعت کر کے اسے حکمران تسلیم کر لیتے تو کبھی شاید جام شہادت نوش نہ کرتے، یا اس قسم کے مظالم کے پہاڑ ان پر نہ ڈھائے جاتے ''سر داد، لیکن دست نہ داد در دستِ یزید'' سر کٹا دیا لیکن دستِ بیعت یزید کے ہاتھوں میں نہ دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حق پہ تھے، یزید

باطل پہ تھا یہ معرکہ، حق و باطل ہی تو تھا یہ رزمگاہ خیر شر ہی تو تھی وراثت، پارٹی کی لڑائی نہ تھی۔

کٹا کر گردنیں دکھلا گئے کربلا والے
باطل کے سامنے جھک نہیں سکتے خدا والے

جب یزید کے حکم سے حضرت حسینؓ کو وادیٔ کربلا میں روکا گیا، تو یزید کی فوج کے کمانڈر انچیف عمرو بن سعد کو حضرت حسینؓ نے بات چیت کی دعوت دی، عمرو بن سعد کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تین شرائط رکھ دیں۔

ا۔ میں جہاں سے آیا مجھے وہاں واپس جانے دو۔

۲۔ مجھے سرحد پر چلے جانے دو، جہاں کفار سے لڑوں۔

۳۔ یا پھر یزید کے پاس لے چلو، اپنا معاملہ خود اس سے طے کروں گا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا، کہ تم نے مجھے خطوط لکھ کر بلایا، مجھے بتاؤ مجھے کیوں قتل کرنے کے درپے ہو۔ کیا مجھ سے کسی مقتول کا بدلہ چاہتے ہو؟ یا اپنے کسی مال کا جو میں نے ضائع کیا ہے؟ یا اپنے کسی زخم کا قصاص مانگتے ہو؟ یزید کی فوج سے ایک منچلا بول اٹھا، آپ یزید کی بیعت کیوں نہیں کرتے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سخت لہجے میں جواب دیا: ”خدا کی قسم یہ نہیں ہو گا“۔ (حکایات عزیمت ص ۱۴)

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی حق گوئی: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے محدث تھے، شہرت کی بام عروج پر پہنچے ہوئے تھے، مکہ کے گورنر خلد بن عبد اللہ قشری نے جرم حق گوئی کی پاداش میں دست و پابہ زنجیر کر کے گرفتار کر لیا، لیکن ترجمانِ حق صدائے حق سے باز نہ آیا، تو وقت کے ظالم حجاج بن یوسف کے پاس کوفہ پہنچایا گیا۔ حجاج کی عدالت کے کٹہرے میں داعی حق یوں محو تکلم ہوتا ہے کہ ”میں تجھے اتنا جانتا ہوں کہ کتاب اللہ کی نافرمانی تیرا دستور زندگی بن چکا ہے، اپنے رمز نفس سے وہ امور انجام دیتا ہے، جن سے تیرا رعب و دبدبہ قائم ہو، اور یہ بات تیری ہلاکت و بربادی کے لئے کافی ہے“ حجاج بول اٹھا، اے سعید افسوس تجھ پر! حضرت سعید رضی اللہ عنہ کہنے لگے افسوس اس پر جو جنت سے محروم کر کے دوزخ میں داخل کر دیا گیا۔ اب حق کا نمائندہ نصرت غیبی اور جرات رندانہ سے عدالت حجاج میں گفتگو کر رہا ہے، باطل پر سکتہ کا عالم طاری ہے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ: حضرت سعید بن المسیب وقت کے جابر و ظالم حکمران کے خلاف ببانگ دھل ڈنکے کی چوٹ پر حق بیان کیا کرتے تھے، حاکم وقت خفا ہو گیا، انہیں گرفتار کروایا گیا، کوڑوں سے انہیں مارا گیا، پیٹا گیا، لیکن آوازۂ حق مار پیٹ سے دبتا نہیں ابھرتا ہے، فرمانے لگے، کتاب اللہ کا حکم سنانے سے میرے لئے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی، جو تیرے دلِ بے قرار میں آئے تو دل کی بھڑاس نکال لے، ایک برا دن تجھ پہ آنے والا ہے، تیری بدبختی اور کم نصیبی یہ ہے، کہ انسانیت کو بھوکا رکھتا ہے اور کتے شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی حق گوئی: سراج الائمہ امام ابوحنیفہ سے ایک مرتبہ منصور کہنے لگا، کہ آپ میرے ہدایا قبول کیوں نہیں فرماتے؟ امام صاحب نے جواباً ارشاد فرمایا، کہ امیر المومنین نے اپنے ذاتی مال سے مجھے کب دیا تھا کہ میں نے اسے رد کیا، اگر آپ ذاتی مال سے دیتے تو میں اسے ضرور قبول کرتا، آپ نے تو قوم مسلم کے بیت المال سے مجھے دیا ہے اور مسلمانوں کے مال میں میرا کوئی حق نہیں بنتا، نہ میں قوم مسلم کے دفاع میں لڑنے والا ہوں کہ ایک مجاہد سپاہی کا حصہ پاؤں، نہ ان کے بچوں میں سے ہوں کہ بچوں کا حصہ مجھے ملے اور نہ میں فقراء میں سے ہوں کہ جو کچھ فقیر کو ملنا چاہئے وہ مجھے ملے"۔ اربابِ حق و اربابِ ہمم، اربابِ بست و کشاد کی ہتھیلی پہ نہیں ذاتِ حق کے دربارِ نوازشات پر توجہ مرکوز رکھتے تھے۔

خلیفہ منصور کی پھسر پھسر: ایک وقت تھا کہ اہل موصل نے منصور کے خلاف بغاوت کا علم اٹھالیا، اس بغاوت سے پہلے ایک اور بغاوت کے بعد خلیفہ منصور اہل موصل سے عہد و پیمان کر چکا تھا کہ بعد ازیں اگر تم نے پرچم بغاوت لہرایا تو تمہارے لہو میرے لئے حلال ہوں گے، اب اس مرتبہ اہل موصل کا لہو گرمایا اور انہیں بغاوت پر اُکسایا، اس مرتبہ منصور نے امام الائمہ اور دیگر علماء کو بلایا، اور ان سے یوں سوال کیا کہ "اس معاہدے کی روشنی میں انکا خون اور مال مجھ پر حلال ہو گیا یا نہیں" دیگر علماء نے ہاں میں ہاں ملا دی، خلیفہ کی منشاء پر بات کہہ دی، کہ اگر انہیں درگزر کریں تو یہ آپ کی شان کے موافق ہے اور اگر انہیں سزا دینا چاہیں تو یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے، جو آپ تجویز کر دیں۔ جب علماء کی یہ باتیں ہو رہی تھیں تو امام اعظمؒ مہر بلب تھے، منصور نے عنانِ سخن امام صاحب کی طرف موڑ دی، امام صاحب یوں محوِ ارشاد ہوئے کہ "اہلیان موصل نے

آپ کے لئے وہ چیز حلال کی جوان کی ذاتی نہ تھی، یعنی ان کا لہو، اور آپ نے اہل موصل سے وہ شرط تسلیم کروالی جسے تسلیم کروانے کا حق آپ نہ رکھتے تھے"۔ امام صاحبؒ کی حاضر جوابی کا عالم یہ تھا، فرمانے لگے، اگر کوئی آدمی کسی سے یوں کہے کہ تو مجھے قتل کردے تو کیا اس کا قتل اس کے لئے جائز ہو گا؟ خلیفہ منصور کہنے لگا نہیں۔ امام صاحب فرمانے لگے، اہل موصل کا خون بہانا آپ کے لئے قطعاً حلال نہیں اس گھناؤنے منصوبہ سے آپ دست کش ہو جائیں یہ آواز گوش منصور سے ٹکرائی، منصور نے مجلس برخاست کردی اور امام صاحب کو اکیلے بلالیا، اور یوں پھسر پھسر کی کہ "جناب آپ نے بات درست کی لیکن ایسے فتوؤں سے باز رہیے جس سے خلیفہ کا وقار مجروح ہو یا اس کے عالی مقام پر حرف آئے"۔

گورنر کوفہ کی نیاز مندی: گورنر کوفہ ایک مرتبہ ازراہِ نیاز مندی امام صاحب سے یوں عرض کرتا ہے کہ "جناب امام صاحب آپ کبھی ہمارے پاس تشریف لاتے ہی نہیں"۔ امام صاحبؒ فرمانے لگے کہ "جناب تمہارے پاس کیا کروں گا؟ جو مال ومتاع تمہارے پاس ہے، اس کی بندہ کو احتیاج نہیں ہے اور جو مال ودولت میرے پاس ہے اس کا کوئی مالک نہیں ہے"۔

رافضی کا دائرہ اسلام میں آنا: کوفہ میں ایک شیعہ رہتا تھا، اس کی کور بختی اور بد نصیبی کا عالم یہ تھا کہ وہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کافر اور یہودی خیال کرتا تھا اور یہی کہتا بھی تھا، امام صاحب کو اطلاع ملی۔ آپؒ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہنے لگے میں تیری لڑکی کے لئے ایک پیام لایا ہوں وہ آدمی حافظ قرآن ہے، شب بھر نماز میں قرآن کی تلاوت سے اپنے قلب کو منور کرتا ہے، خوف خدا سے روتا ہے، لیکن ہے وہ یہودی۔ رافضی نے کہا چہ خوش؟ کیا میں اپنی لخت جگر کی شادی ایک یہودی سے کردوں؟ امام صاحب کی کمال بصیرت وحاضر جوابی کا یہ عالم ہے، فرمانے لگے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوڑ دو صاحبزادیاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں کیوں دیں؟ سن کر رافضی متنبہ ہوا اور توبہ تائب کر کے اپنی حرکت شنیع سے باز آیا۔ (مناقب ابو حنیفہؒ از کردری)

یہ شمعِ حق ہے، جو باطل پہ پرتو فگن ہے، حق کا چراغ روشن رہا، باطل کے خیالات خس و خاشاک میں بہہ گئے۔ حق کی نغمہ سرائی جہاں ہوئی، جس جگہ ہوئی، وہ اپنی حقانیت وصداقت کا پروانہ لے گئی۔ جو لوگ گراں گوش ہوں ان سے قبولیتِ حق کی امید نہیں رکھی جا سکتی، لیکن اسلام کی فغانِ

مسلسل سدا رہے گی، اس کے دیپ جلتے اور روشنی پھیلاتے رہیں گے۔

امام مالکؒ کی صداقت: خلیفہ منصور کو کسی نے مطلع کیا، کہ تیرے ملک کے علماء تجھ سے ناراض ہیں، خلیفہ نے عام علماء کو دعوت دی اور دربار میں طلب کر لیا، امام مالکؒ کی دانشمندی کا یہ حال تھا، کہ معاملہ کی تہہ تک پہنچ گئے، غسل کیا، کفن کا لباس پہنا اور حنوط (مردہ کو لگائی جانے والی خوشبو) لگا کر خلیفہ کے ہاں پہنچ گئے، منصور یوں سرگرم سخن ہوا، تم نے میری بیعت کی، میری اطاعت تم پر لازم تھی، اگر مجھ میں کوئی عیب تھا مجھے سمجھاتے، لیکن یہ بات میرے لئے باعث تعجب ہے کہ تم مجھے برا بھلا کہتے ہو، منصور بالخصوص امام مالکؒ کی طرف روئے سخن موڑتا ہے، کہ جناب کا گمان مرے متعلق کیا ہے؟ امام مالکؒ فرمانے لگے مجھے اس جواب دہی سے معاف رکھئے، دوسرے علماء نے جرأت و بہادری سے دندان شکن جوابات دے کر تاریخی جملے رقم کر دیئے، منصور ڈراتا ہے، لیکن مولوی آن باشد کہ چپ نہ شد۔ علماء کہنے لگے، آج کی موت کل کی موت سے بہتر ہے علماء کرام اٹھ کر روانہ ہو گئے امام مالکؒ سے منصور نے کہا کہ آپ کے کپڑوں سے حنوط کی بو آرہی ہے، امام مالکؒ نے سنجیدہ لہجہ میں جواب دیا، کہ زندگی سے مایوس ہو کر یہاں آیا تھا، اس لئے کہ تمہاری عدالت میں اعلاء کلمۃ الحق کی سزا موت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ: ۲۱۸ ہجری میں مامون الرشید نے معتزلہ کے عقیدہ خلق قرآن کو تسلیم کروانے کی جبراً کوشش کی، کشور کشاءِ وقت نے گورنر بغداد کے نام فرمان جاری کر دیا، کہ شہر کے ہر عالم سے اس مسئلہ سے متعلق دریافت کیا جائے، اور بصورت انکار بادشاہ کے سامنے لایا جائے، بغداد کے گورنر اسحاق بن ابراہیم نے تمام علماء کو جمع کیا اور سزا کی دھمکی دی، اور فرمان شاہی کے روبرو ان کا سر خم کروالیا، چار علماء ایسے تھے جنہوں نے بجرأت و ہمت شاہی فرمان کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور "فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ" کا ارشاد قرآنی ان کی نظروں کے سامنے گردش کرنے لگا۔ ان چار علماء میں امام احمد بن حنبل بھی تھے، امام احمد نے قرآن کو مخلوق ماننے سے انکار کر دیا اور اسی عقیدہ پر ڈٹے رہے کہ قرآن صفت خالق ہے، مخلوق نہیں فرمان شاہی کے سامنے سر نہیں ڈالی۔

امام محمد غزالیؒ: امام محمد غزالیؒ کی حق گوئی، جرأت اور بہادری کا یہ عالم تھا کہ بغداد کے ظالم حکمرانوں پر تنقید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہمارے عہد کے سلاطین کے تمام یا اکثر اموال

حرام ہیں، ان سلاطین کو نہ اپنی صورت دکھانی چاہئے اور نہ انکی صورت دیکھنی چاہئے۔ انسان کے لئے لازم ہے کہ ان کے علم سے بغض رکھے ان کی تعریف نہ کرے، ان کے حالات سے کوئی واسطہ نہ رکھے اور ان کے ہاں رسائی رکھنے والوں سے بھی دور رہے، اس حق گوئی کے جرم کی پاداش میں حکمرانوں نے امام غزالی کا احتساب کیا، تو امام غزالی نے بلاخوف فرمایا ''تیرے گھوڑے کی گردن سونے کے ساز سے نہ ٹوٹی تو کیا ہوا؟ مسلمانوں کی گردن تو فاقہ کشی کی مصیبت سے ٹوٹ گئی''۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ: خلیفہ مقتفی نے ابن المزاحم کو عہدۂ قضاۃ پر متعین کیا، ابن المزاحم ایک ظالم شخص تھا۔ پیر طریقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایک مسجد میں وعظ و نصیحت فرما رہے تھے، اتفاق سے خلیفہ مقتفی بھی وہاں موجود تھا۔ حضرت جیلانیؒ فرمانے لگے کہ ''اے مقتفی! تو نے مسلمانوں پر ایسے شخص کو مسلط کر دیا ہے، جو اظلم الظالمین ہے، کل پروردگار عالم کے سامنے تو اس کا کیا جواب دے گا جو ارحم الراحمین ہے؟'' مقتفی نے حرارت ایمان والی یہ گفتگو سنی، تو رعشہ براندام ہوا اور فوراً ابن المزاحم (یحییٰ بن سعید) کو عہدہ سے سبکدوش کر دیا۔

امام ابن تیمیہؒ: ۶۹۹ھ کی بات ہے، تاتاری حکمران قازان ایران کی راہوں سے چل کر دمشق کے قریب پہنچا، دمشق کا حکمران بھاگ کر مصر جا پہنچا، اہل دمشق نے امام ابن تیمیہؒ کی قیادت میں ایک وفد بنایا اور تاتاری حکمران سے مذاکرات کے لئے روانہ کیا تاکہ اس کی فوج کو دمشق میں داخل ہونے سے روکے اور عوام کو کشت و خون سے بچایا جا سکے، امام ابن تیمیہؒ نے ترجمان کی وساطت سے تاتاری حکمران سے کہا: ''اے قازان تیرا دعویٰ ہے کہ تو مسلمان ہے، ہم نے سنا ہے کہ تیرے ساتھ قاضی بھی ہیں امام بھی اور موذن بھی ہیں، تو نے کس بنا پر ہم پر لشکر کشی کی اور ہمارے شہروں کو پائمال کیا؟ تیرے باپ دادا غیر مسلم تھے، باوجود اس کے انہوں نے ہم سے عہد استوار کیا تھا کہ ہم بلادِ اسلامیہ میں قدم نہیں رکھیں گے۔ تو نے بھی پیمانِ وفا باندھا تھا، لیکن اب عہد و پیمان کی دھجیاں بکھیر رہا ہے، مسلمانوں سے غداری کر رہا ہے۔ تو نے اپنی زبان سے جو کچھ کہا اس پر عمل پیرا نہیں ہوا۔ امام ابن تیمیہؒ نے جس بات کو حق سمجھا، حق جانا، قازان کے سامنے کہہ دیا۔

قازان اور امام ابن تیمیہؒ کے درمیان بہت تیز و تند جملوں کا تبادلہ ہوا۔

قازان نے دعوتِ طعام دی، خوان چن دیا، ارکانِ وفد کھانے کی جانب ہاتھ دراز کر کے

کھانا شروع کر چکے، امام ابن تیمیہؒ نے ہاتھ دراز نہیں کیا، قازان یوں متوجہ ہوا کہ آپ کیوں تناول نہیں فرماتے، امام ابن تیمیہؒ فرمانے لگے ''اے قازان میں تیرا کھانا کیسے کھا سکتا ہوں؟ یہ کھانا وہی تو ہے، جو لوگوں کی بھیڑ بکریوں پر پنجہ مار کر اور لوٹ کر تیار کیا گیا ہے اور لوگوں کے درختوں کو جبراً کاٹ کر پکایا گیا ہے۔''

قازان نے ارکان سے دریافت کیا ''یہ بزرگ کون ہیں؟ ان کی باتیں اثر انگیز ہیں۔ آج تک میرے دل میں کسی کی بات نے اثر نہیں کیا اور نہ کسی کے سامنے میں نے اپنے کو بے بس پایا'' اسی کو کہا گیا، اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ...... امام ابن تیمیہؒ نے قازان کے سامنے کلمہ حق کہا۔

امام طاؤسؒ: خلیفہ منصور کے دربار میں حضرت امام مالکؒ کا مقدمہ پیش ہوا منصور نے امام طاؤسؒ سے روشنائی کی دوات طلب کی، امام طاؤس نے دوات دینے سے انکار کر دیا، خلیفہ نے کہا تم نے مجھے دوات کیوں نہیں دی؟ طاؤس کہنے لگے، میرا خیال تھا کہ آپ اس سے کوئی گناہ کی بات لکھیں گے، منصور اس بات سے بہت خفا ہوا۔

حضرت جعفر صادقؒ کی حق گوئی: منصور عباسی کے منہ پر آ کر مکھی بیٹھتی ہے وہ اسے اڑاتا ہے لیکن وہ پھر وہاں بیٹھتی ہے اور تنگ کرتی ہے۔ آخر ایک دن منصور تنگ آ گیا، اتنے میں حضرت جعفر صادقؒ تشریف لے آئے۔ منصور اُن سے مخاطب ہوا کہ جناب ابو عبداللہ مکھی کس لئے پیدا کی گئی ہے؟ حضرت جعفر صادق فرمانے لگے ''جابروں کو ذلیل کرنے کے لئے''۔

سفیان ثوریؒ: خلیفہ مہدی کے پاس سفیان ثوری تشریف لائے رسمی سلام کرنے کے بعد ایک طرف تشریف فرما ہوئے مہدی حالت تبسم میں حضرت ثوری سے مخاطب ہوا کہ آپ ہمارے ڈر سے ادھر ادھر بھاگتے رہتے ہیں، آج قابو میں ہیں اگر ہم ابھی چاہیں کہ آپ کو ذلیل و رسوا کر دیا جائے، تو کر سکتے ہیں۔ سفیان ثوریؒ خلیفہ مہدی کے دربار میں یوں کلمات حق ادا کرتے ہیں ''اگر تم میرے لئے اس قسم کا کوئی حکم دو گے، تو وہ شہنشاہ جو قادر مطلق ہے اور جو حق و باطل میں تفریق کرتا ہے، وہ بھی تمہارے ساتھ وہی فیصلہ کرے گا۔''

شیخ نورالدینؒ: سلطان التمش کے دربار میں شیخ نورالدین سے جب کسی نصیحت کے بارہ میں کہا گیا، تو شیخ نورالدینؒ یوں محو گفتگو ہوئے ''اے سلطانِ دہلی! میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ سارے لوازماتِ شاہی سنت رسولؐ اور شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں، بادشاہ وقت کو چاہئے کہ وہ کلمہ حق کی بلندی اور شعائر اسلام کی ترویج کے لئے ممکنہ جدو جہد کرے، شرک اور اصنام پرستی کو کسی صورت بھی برداشت نہ کیا جائے، فاسق و بدکار و بدکردار لوگوں کے خلاف سخت قدم اٹھایا جائے، رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی ترویج واشاعت کے لئے متقی، خداترس اور بزرگ لوگوں کو منصب حکومت سپرد کئے جائیں۔ لادین، لامذہب اور فلسفیانہ موشگافی کرنے والے لوگوں کو کبھی بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز نہ کیا جائے''۔

مجدد الف ثانیؒ کی حق گوئی: شاہ اکبر نے دین متین کے خلاف اپنا اکبری دین بنالیا، بدعات ورسومات کا آغاز ہوا، بے دینی کا دور دورہ عام ہوا، مجدد الف ثانیؒ دلی تشریف لائے اور اکبر کے درباریوں کو مخاطب ہو کر یوں محو تکلم ہوئے: ''اکبر اللہ ورسول کا باغی ہو گیا ہے، میری طرف سے اسے کہہ دو کہ اس کی بادشاہی، اس کی طاقت اس کی فوج، ہر چیز ایک دن نیست و نابود ہو جائے گی وہ توبہ کر کے اللہ اور رسولؐ کا فرمانبردار بن جائے، ورنہ غضب الٰہی کا منتظر رہے''۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے: اور وہ منظر کتنا عجیب ہوا ہوگا، جب جہانگیر کے دربار میں حاضرین سر جھکا کر آتے، سجدہ تعظیمی کا رواج تھا، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی کو طلب کیا گیا، لیکن شیخ نے نہ سر جھکایا، نہ سجدہ کیا، نہ سلام کیا، سجدہ کے متعلق ان سے پوچھا گیا تو فرمایا ماسوا اللہ میں کس کو سجدہ نہیں کیا کرتا حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اسی جرائت، بسالت اور دلیری کو شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے یوں خراج پیش کیا:

حاضر ہوا میں شیخِ مجدد کی لحد پر
وہ خاک جو ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس کے کلۂ فکر سے ہے زینتِ دستار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

شاہ ولی اللہؒ کی حق گوئی: حضرت شاہ ولی اللہؒ نے جب دہلی کے امرائے سلطنت کے ظلم وستم، اور جور و جفا کو دیکھا تو بلاخوف ان سے گرم سخن ہوئے: ''میں امراء سے کہتا ہوں کہ تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا، تم فانی لذتوں کی طلب میں غرق ہو گئے اور رعیت کو چھوڑ دیا، کہ ایک دوسرے کو کھا جائے۔ اعلانیہ شرابیں پی جا رہی ہیں اور تم نہیں روکتے، زنا کاری، شراب نوشی اور قمار بازی کے اڈے برسر عام بن گئے ہیں اور تم ان کی روک تھام نہیں کرتے، اس عظیم الشان ملک میں بہت عرصہ سے کوئی حد شرعی نہیں لگائی گئی، جسے تم ضعیف پاتے ہو، اسے کھا جاتے ہو اور جسے قوی پاتے ہو، اسے چھوڑ دیتے ہو، کھانوں کی لذت، عورتوں کے ناز و انداز، کپڑوں اور مکانوں کی لطافت بس یہ چیزیں ہیں جن میں تم ڈوب گئے ہو، کبھی خدا کا خیال تمہیں نہیں آتا۔

بدیع الزمانؒ: اتحاد محمدی نامی جماعت کے بانی بدیع الزمانؒ کو ۱۹۰۹ء میں بمع ان کے احباب مخالفین نے گرفتار کر لیا۔ ۱۹ ساتھیوں کو سزائے موت دی گئی، خورشید پاشا نے ۱۵ آدمیوں کو فیصلہ موت سناتے وقت بدیع الزمانؒ کی طرف روئے سخن موڑا، اور کہنے لگا، کیا تو بھی اسلام کا نفاذ چاہتا ہے؟ بدیع الزمان نے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر کہا، اگر میری ہزار جانیں بھی ہوتیں تو اسلام کے لامتناہی حقائق میں سے ایک حقیقت پر بھی قربان کر دینے میں پس و پیش نہ کرتا، میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ میں تو ایک طالبِ حق ہوں، میں ہر چیز کو شریعت کے میزان پر تولوں گا، میں کسی ایسی بات کو تسلیم نہیں کروں گا جو اسلام سے خارج ہو، میں اس وقت برزخ کے سامنے جسے تم جیل کہتے ہو، کھڑا ہوں اور اس گاڑی کے انتظار میں ہوں جو مجھے آخرت کی جانب لے جائے اور میں جو کچھ تمہیں کہہ رہا ہوں، یہ اس لئے نہیں کہ صرف تم اسے سن لو، بلکہ اس لئے کہ یہ تمام دنیا کے علم میں آجائے، میں سفر آخرت کے لئے پورے شوق سے کھڑا ہوں اور ان لوگوں کی معیت کے لئے تیار ہوں جو سولی پر چڑھائے جا چکے ہیں، تم اس بدوی کا تصور کرو، جسے استنبول کا نام سن کر استنبول کا شوق پیدا ہو گیا تھا، مجھے بھی اس بدوی کی طرح آخرت میں پہنچنے کا شوق ہے۔

سلطان ٹیپوؒ: سلطان ٹیپو حق وصداقت کا پرچم لہرا رہا تھا، انگریز کے فرعونی سر توڑ رہا تھا، میسور کی جنگوں میں انگریزی استبداد کے ظلم و جور کے خلاف لڑ رہا تھا، انگریز کو شکست پہ شکست دیئے جا رہا تھا، برطانوی محلات سلطان کی جرأت سے لرز رہے تھے۔ سلطان نے خرمنِ باطل کو حرارتِ ایمان سے خاکستر کر دیا، ایک وقت آیا کہ انگریز نے سلطان کے جذبۂ جہاد کو ماند کرنے کے لئے میر صادق جو کہ شیعہ تھا، کو تیار کیا، جس نے غداری کی، انگریز ٹیپو کو معاہدہ صلح پیش کرتا ہے، منت سماجت سے سلطان کے جذبۂ آزادی کو سلب کرنا چاہتا تھا، مگر انگریز کو ہر بار اس مجاہد انسان سے مایوسی کے ساتھ واپس لوٹنا پڑا۔ سلطان اپنے اسلاف صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی، طارق بن زیاد اور شہاب الدین غوری جیسے غازیان اسلام کی تاریخ کو مسخ کر کے اسلامی اصولوں پر انگریز سے سودا بازی کرنا جرم عظیم سمجھتا تھا۔

عبد الرحمن الناصرؒ: ارغون، قشطالیہ، اور لیون کے عیسائی حکمران مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک کرتے تھے، مسلمانوں کی آبادیوں پر حملہ آور ہوتے تھے، اور ظلم و سفاکیت کے بازار گرم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی عالم میں عبد الرحمٰن الناصر کو حق کی حمایت کے لئے بھیجا، جب لیون کی فوج ۹۱۴ء میں قتل و غارت مچا رہی تھی اور مسلمانوں کو تہ تیغ کر رہی تھی۔ عبد الرحمٰن الناصر نے لیون کے خلاف فوج روانہ کی، جس نے پہلے معرکہ میں کامیابی حاصل کی، عبد الرحمٰن الناصر نے عیسائیت کی سفاکیت کے خلاف ڈٹ کر مسلمانوں کی حمایت کی۔

سید احمد شہیدؒ: ۱۸۲۴ء میں راجہ رنجیت سنگھ نے اہل پنجاب کا جینا دوبھر کر دیا تھا، شعائر اسلام کی علی الاعلان توہین و تضحیک ہونے لگی، تو سید احمد شہید اپنا مجاہدانہ قافلہ شاہ اسماعیل شہیدؒ کی معیت میں لے کر رائے بریلی سے روانہ ہوئے۔ سات سو (۷۰۰) مجاہدوں کا یہ لشکر جرار افغانستان کی سنگلاخ وادیوں سے گزرتا ہوا درہ خیبر کی راہوں سے ہوتا ہوا پشاور پہنچتا ہے، پشاور پر مجاہدین نے حملہ کر دیا اور ان مجاہدوں نے ایسی تاریخ رقم کر دی کہ آنے والی نسل انہیں داد و تحسین پیش کرتی رہے گی۔ راجہ رنجیت سنگھ نے سید احمد شہیدؒ سے کہا کہ وہ مفتوحہ علاقے میرے حوالے کر دیں، اور مزید آگے کی جانب پیش قدمی روک دیں، لیکن سید احمد شہیدؒ نے انکار کر دیا، بالآخر مجاہدوں کا قافلہ بالاکوٹ کی پہاڑی پر پہنچا اور معاندین اسلام کے ہاتھوں ستم و جفا کے تیر کھا کر شہادت کا جام

بصد مسرت نوش جان کر گئے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ: مشرب دیو بند کے سرخیل اور سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو اس وقت مسلمانوں کا امیر بنایا گیا، جب ۱۲۷۴ء میں مسلمان انگریزی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔سہارن پور اور مظفر نگر کی ایک جماعت جس کے ساتھ دیگر صالحین مسلمان بھی تھے انگریز کے سامنے ہوئی، جس میں حضرت سید ضامن شہید کو گولی لگی اور وہ جام شہادت نوش کر گئے، اس جماعت کی قیادت حاجی امداد اللہ کر رہے تھے۔

(مشاہیر علمائے دیو بند، کرنل فیوض الرحمان)

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ: بانی دار العلوم دیو بند مولانا محمد قاسم صاحبؒ بھی عجیب حق گو انسان تھے۔۱۲۹۴ء میں پنڈت دیانند سرسوتی بانی تحریک آریہ سماج سے وجود توحید کے متعلق مناظرہ ہوا، اسی طرح عیسائیوں سے تحریفِ انجیل کے متعلق گفتگو ہوئی، حضرت نانوتویؒ کی حق گوئی کا فائدہ یہ ہوا کہ پنڈت سرسوتی نے اپنے موقف پر سکوت کر لیا اور عیسائی پادری اپنی کتابیں چھوڑ کر دم دبا کر بھاگ نکلا، اس سلسلہ میں حضرت نانوتویؒ کا رسالہ حجۃ الاسلام مشہور عام ہے۔

حضرت نانوتویؒ نے مسلک اہلسنّت والجماعت کی حقانیت وصداقت کے لئے شیعہ سے مباحثے ومناظرے کیے۔آپ نے اسی سلسلہ میں ''ہدیۃ الشیعہ'' تحریر فرمائی اور حضرت نانوتویؒ اعلانیہ طور پر اپنے مسلک حق کا پرچار کیا کرتے تھے۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی عظیم ترجمان حق تھے، آپ کاسہ لیسی اور خوشامد سے دور رہ کر اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کام کرتے تھے۔انگریزی دور استبداد کے خلاف ۱۲۷۶ھ میں کام کرتے کرتے گرفتار ہو گئے، آپ کو مظفر نگر کی تاریک کوٹھڑیوں میں رکھا گیا، لیکن کچھ عرصہ بعد رہائی مل گئی۔آپ نے مسلک حق کی حمایت اور دشمنان اسلام کے خلاف جدوجہد کی آپ نے سنی شیعہ موضوع پر ایک کتاب ''ھدایت الشیعہ'' کے نام سے تحریر فرمائی جس میں ثابت کیا کہ مسلک اہلسنّت درست اور مسلک شیعہ نادرست ہے۔

مولانا محمود الحسن دیو بندیؒ: شریف مکہ ترکوں کی مخالفت پر کمر بستہ تھا! اپنے گماشتے جگہ جگہ پھیلا رکھے تھے، گورنمنٹ آف برطانیہ کا وفادار تھا، ہندوستان کے مسلمان ترک

کے حامی تھے، علماء شریف مکہ کے خلاف علم بغاوت اٹھا چکے تھے، شریف مکہ اور اس کے حواری ترکوں کو کافر وملحد گردانتے تھے، مکہ میں رہنے والے شریف مکہ کے تحت مولوی بھی شریف کی ہاں میں ہاں ملا چکے تھے۔ مسلمانوں کو کافر وملحد بنانے کی دستاویز پر مولانا محمود الحسنؒ سے دستخط کروانے کی نوبت آئی، لیکن مولانا محمود الحسن شریف مکہ کی چالاکیوں کے دام فریب میں آنے والے نہ تھے، ہندوستان کے علماء ربانی شریف مکہ کو ملامت اور اس کی مذمت کرتے تھے، مولانا محمود الحسن حق کی مخالفت میں باطل نواز کی حمایت نہیں کرتے تھے، شریف مکہ نے آپ کو گرفتار کروادیا، اور پھرتے پھراتے کبھی قاہرہ کبھی کہاں اور پھر مالٹا کی جیل میں بند کروادیا۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے ہندوستان کو غیر ملکیوں سے آزاد کرانے کے لئے زبردست انقلابی تحریک چلائی، جس کو ریوولٹ کمیٹی کی رپورٹ میں "ریشمی رومال" کی تحریک کہا گیا، یہ تحریک بہت زیادہ موثر تھی، الغرض شیخ الہند جہاں رہے، جس جگہ رہے، حق کی بات کی۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ: شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنیؒ عظیم حق گو انسان تھے آپ کراچی کے خالد دینا ہال میں پہنچے، انگریز کے گماشتے پوچھنے لگے کہ تم نے سرکار کے خلاف شور مچا رکھا ہے سرکار کی بغاوت کا انجام تختہ ہوا کرتا ہے، سید مدنیؒ نے کفن نکال کر دکھایا، کہ تم موت اور تختہ سے ڈراتے ہو، میں جب دیوبند سے چلا تھا تو کفن ساتھ لے کر آیا تھا، حق بات سے ہمیں دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ: مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے چالیس سال تک یکہ وتنہا شرک و بدعت، رسومات و رواجات کے خلاف پیہم جدو جہد کی، انگریز کو ناکوں چنے چبوائے، برصغیر کے کونے کونے اور چپہ چپہ پہ انگریزی استبداد کے خلاف جوہر خطابت دکھائے، مرزائیوں کے خلاف لڑے انہیں شکست فاش دی، آریہ سماج کے خلاف کام کیا، فرنگی سامراج کے خلاف شاہ صاحب کے پاس نرمی نہ تھی، اس کے خلاف الفاظ کے موتی نہیں جھڑتے تھے بلکہ شعلے نکلتے تھے۔ آپ بپھرتے تھے، آنکھیں سرخ ہوجاتی تھیں، سامعین حیرانی کے اتھاہ سمندر میں ڈوب کر خطیب آتش نوا کو داد وتحسین پیش کرتے، شاہ جی دشمن کے مقابلہ میں تیغ براں تھے۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ: ۱۹۱۸ء میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری پہلا

حج کرنے کے بعد واپس تشریف لائے، اس وقت تحریک خلافت کا دور دورہ تھا، کراچی میں پتہ چلا کہ ہندوستان میں خلیفۃ المسلمین کی حمایت میں خلافت کمیٹیاں قائم ہو چکی ہیں، مسلمان بڑے زور شور سے اس میں شامل ہو رہے تھے۔ حضرت لاہوریؒ بھی انگریزی ظلم کے خلاف مسلمانوں کے ہمراہ ہوئے، پنجاب کے امیر کارواں بنے اور بسوئے افغانستان چلے، حضرت لاہوریؒ نے ہمہ تن مصروف ہو کر اہل حق کی عزت و آبرو کو چار چاند لگانے میں اہم کردار ادا کیا، لیکن دشمن کے سامنے کبھی خم نہیں ہوئے۔ (حضرت لاہوریؒ نمبر، مکتبہ خدام الدین، شیرانوالہ، لاہور)

مولانا کرم الدین دبیرؒ: حضرت مولانا کرم الدین دبیرؒ بریلوی مسلک کے متبحر عالم تھے، بات کی تہہ تک پہنچنا مولانا کا فن تھا۔ سلانوالی دیوبندی بریلوی مناظرہ کے بعد بریلوی مسلک کو چھوڑ دیا تھا، اور دیوبندی مسلک قبول کر لیا تھا۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف صحیح معنوں میں کام کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ دست بدست جنگ کی اور اسے کئی بار سزا بھی دی۔ جہلم کی سنٹرل جیل میں مرزا قادیانی کے گلے میں پٹہ ڈالا تھا، اس کے بعد رافضیت کے خلاف محاذ قائم کیا اور شہرہ آفاق کتاب ''آفتاب ہدایت'' لکھ کر شیعیت کے ایوانوں میں شگاف ڈال دیئے۔

مولانا منظور نعمانیؒ: بھارت کے بزرگ عالم دین، مصنف کتب کثیرہ حضرت مولانا منظور نعمانیؒ بزرگ عالم تھے، آپ نے شیعیت کے ایوانوں میں شگاف ڈالنے کے لئے ''ایرانی انقلاب'' کتاب لکھ کر ایک تہلکہ مچا دیا۔ اس وقت پوری دنیا میں اس کتاب کے اثرات پھیل چکے ہیں اور اس کے ساتھ ہی شیعیت کے خلاف آپ نے ایٹم بم بنایا اور تیار کر کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھما دیا۔ وہ آپ کا تفصیلی فتویٰ ہے جس پر ساری دنیا کے علماء نے دستخط ثبت کئے کہ شیعہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ مولانا منظور نعمانی کی یہ کاوش ایک تاریخ ساز کارنامہ ہے، جو کسی دوسرے عالم کے حصہ میں نہ آیا۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ: ہندوستان کے ادباء میں اہم مقام رکھنے والی اہم شخصیت، ملکوں ملکوں میں پھر کر صحیح معلومات فراہم کرنے والی عظیم شخصیت سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ بڑے پایہ کے عالم تھے۔ آپ کی تحریروں میں سوز و ساز پایا جاتا ہے، آپ نے شیعہ کفریات پر بڑے سلجھے ہوئے انداز میں بحث کی ہے۔ آپ نے ایرانی انقلاب کی اسلامیت کے پردے چاک

کیے ہیں اور مسلمانوں پر واضح کیا ہے کہ شیعیت اور اسلام ''دو متضاد تصوریں'' ہیں اور اسی نام سے کتاب لکھ دی۔

مولانا عبد الشکور لکھنویؒ: مولانا عبدالشکور لکھنویؒ جنہیں امام اہلسنّت کہا جاتا ہے، ایک عظیم مجاہد، عالم کبیر، اور داعی حق تھے، دشمنان صحابہ کرامؓ کے خلاف نبرد آزما ہوئے اور ان کے طلسم کو توڑنے اور شکست و ریخت سے اس مذہب کو دوچار کرنے میں اہم کردار ادا کیا، امام اہلسنّت کاکوری میں جنم افروز ہوئے، جو لکھنو کے مضافات میں واقع ہے، لکھنو شیعیت کا گڑھ تھا، امام اہلسنّت کے زمانہ میں اعداء دین، اہل تشیع نے صحابہ کرامؓ کے خلاف تبرا کیا، امام اہلسنّت نے دفاع صحابہؓ کے لئے تگ و تاز شروع کر دی، مقبول حسین دھلوی مسلمانوں کے خلاف شرارتیں کیا کرتا تھا امام اہلسنّت نے اسے خط لکھا، کہ تو میرے ساتھ مذاکرات کر، جو اعتراض تو دوسرے مسلمانوں پر کرتا ہے، وہ میرے سامنے پیش کر میں جواب دوں گا، مقبول حسین دھلوی دم دبا کر بھاگ نکلا۔ مناظرہ کے لئے تیار نہ ہوا، مقبول حسین دھلوی امام اہلسنّت کے مقابلہ میں تو نہ آیا لیکن تبرا بازی کرنے پر ایک ہزار جرمانہ اسے ادا کرنا پڑا، امام اہلسنّت نے لکھنؤ کے تاریک ترین ماحول میں شمع حق فروزاں کر کے پوری دنیائے اہلسنّت پہ احسان عظیم کیا، اس روشنی کی کرنیں پورے بر صغیر کے کونے کونے میں پھیلیں۔ رسالہ ''النجم'' کا اجراء آپ کا تاریخ ساز کارنامہ تھا۔

مولانا مشتاق احمدؒ: مولانا مشتاق احمد صاحبؒ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے اقرباء میں سے ہیں، لدھیانہ کے مقام پر شیعہ نے شرارت کر دی، جعفر خان ایک شیعہ تھا، جس نے اشتہار شائع کئے اور اخبار میں خبر دی کہ جعفر خان کے مکان پر اہلسنّت و اہل تشیع کا مناظرہ ہوگا۔ اہل سنت میں مولانا مشتاق صاحب تھے اور اہل تشیع میں سید فرزند حسین تھے۔ علی الاعلان مناظرہ حقیقتِ خلافت پہ تھا، مولانا مشتاق صاحب نے آیت نور پڑھ کر اپنے دلائل کو محکم کیا اور شیعہ پر اعتراض کر دیا کہ تم آئمہ کی عصمت کا ثبوت دو، لیکن سنیت پر اللہ کا احسان عظیم تھا، فرزند حسین ساکت ہو گیا، اور ''الحق یعلو ولا یعلی'' کا منظر سب کے سامنے تھا۔ (ہدایات الشیعہ، مکتبہ مدنیہ لاہور)

سید مہدی علی خانؒ: سید مہدی علی خانؒ کی سرشت میں اللہ تعالیٰ نے حق لکھ دیا تھا۔ سید مہدی علی خان ایک عرصہ تک اہل تشیع کے لئے شمع محفل بنے رہے اور اہل تشیع کے بہت

بڑے عالم تھے شیعہ کے عقائد ونظریات سے چڑ پیدا ہوئی۔ خلافِ فطرت عقائد ونظریات سے دل برداشتہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے باطل سے انحراف کرنے کی توفیق ارزانی بخشی، سنی مذہب کے خادم بن گئے، سنی مذہب کی حقانیت آپ کے قلب وجگر میں پیوست ہوگئی، راہ حق کے لئے کنبہ، برادری اور خاندان، رشتہ داروں کی کوئی پرواہ نہیں کی، شیعہ مذہب سے تائب ہو کر سنی ہونے کا اعلان عام کیا۔ آپ نے ''آیات بینات'' کتاب لکھ کر ایوانہائے شیعیت میں دراڑیں ڈال دی تھیں۔ اس طرح آپ نے فریضہ حق ادا کیا۔ میرے خیال میں آج تک دنیائے شیعیت اس کتاب کا جواب دینے سے عاجز ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہے، تو انسان ایسے ایسے کارنامہائے گراں مایہ انجام دیتا ہے جو بھول جانے کے قابل نہیں ہوتے۔

سردار احمد خان پتافیؒ: رفض وقادیانیت کی بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں، اور مسلمانوں کی عمومی غفلت کے خاتمے کی سوچ ڈیرہ غازی خان کے ایک زمیندار احمد خان پتافی کے ذہن میں آئی، سردار احمد خان حساس دل والا انسان تھا، جو مسلمانون کے ملکی وملی، دینی واسلامی حقوق کی پاسداری وپاسبانی کے لئے سرگرم عمل ہوا قادیانی مسلمانوں میں اپنا حلقہ بنا رہے تھے اور انہیں اپنی طرف کھینچتے چلے جا رہے تھے، رافضیت تاریخ اسلام کے درخشاں وتاباں چہرہ پر بدنما داغ بنتی جا رہی تھی۔ انگریز مسلمانانِ اہلسنّت کو دو دھڑوں میں تقسیم کرنے کے درپے تھا، اب ان کو یہ فکر دامن گیر تھی کہ امت مسلمہ کو ان خطرات کے الارمز سے کیسے اور کیونکر بچایا جا سکتا ہے؟ چنانچہ اسی جذبۂ صادقہ سے سرشار ہو کر اکابر ملت کے مشورہ سے سردار احمد خان پتافیؒ نے تنظیم اہلسنّت کی بنیاد ڈالی اور اسی سے کفر کے دانت کھٹے کئے اور حق کی ترجمانی کا فریضہ سرانجام دیا۔

علامہ نورالحسن شاہ بخاریؒ: بلند پایہ کے عالم علامہ نورالحسن شاہ بخاریؒ نے دین حق کی کھل کر حمایت کے ساتھ ساتھ اس کی تبلیغ وترویج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، تحریر، تقریر، تبلیغ ہر اعتبار سے اپنی خدمات پیش کیں اور وہ اپنی زندگی دین متین کے لئے وقف کئے ہوئے تھے، احقاق حق کی خاطر درجنوں کتابیں تصنیف کیں۔

علامہ دوست محمد قریشیؒ: تنظیم اہلسنّت کے حوالہ سے علامہ دوست محمد قریشیؒ کی شخصیت بہت ہی کم متعارف ہوگی، مصباح المقررین، اور منہاج التبلیغ کے حوالہ سے زیادہ

مشہور ہے۔ سب سے بڑھ کر علامہ، علامہ ہی تھے، عمل رگ و پے میں پیوست تھا۔ تبحر عالم تھے، حق گوئی وصف خاص تھا، باطل کی سرکوبی مشن تھا، احقاق حق سے سرشار تھے، باطل سے کوسوں دور اور بیزار تھے، شمع حق کو روشن کیا اور باطل کے چراغ گل کرنے کے لئے شبانہ روز خدمات سرانجام دیں۔ مولوی اسماعیل گوجروی شیعہ کے ساتھ مناظرہ ہوا، اسماعیل شیعہ کتابیں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔

مولانا عبدالشکور دین پوریؒ: خانقاہ دین پور شریف سے فیض یاب ہونے والوں میں خطیب بے مثال مولانا عبدالشکور دین پوریؒ ایک ہمہ پہلو شخصیت کا نام ہے، جو دین کے لئے پیدا ہوئے اور قال اللہ وقال الرسول کے موتی دیتے دیتے جان جان آفرین کے حوالے کر ڈالی۔ خطابت میں نکھار تھا، لفاظی تھی، موتی بکھرتے تھے، لفظ سوچتے نہ تھے فی البدیہی الفاظ نکلتے تھے، ساری زندگی دین حق کی سربلندی کے لئے کام کیا۔ تحفظ حقوق اہلسنّت کے سٹیج سے دفاع صحابہؓ کا فریضہ سرانجام دیا، بڑے کام کے آدمی تھے، کام کیا نام پایا، محنت کی اور آخرت کا سامان تیار کیا پہلے آپ تنظیم اہلسنت کے سٹیج سے متعارف ہوئے۔

علامہ عبدالستار تونسوی: حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے شاگردوں میں استاذ محترم علامہ عبدالستار تونسوی مدظلہ العالی ایک بلند پایہ شخصیت کا نام ہے۔ تنظیم اہل سنت کے نام پر ملک پاک میں عظمت صحابہ کرامؓ پر کام کرنے والی جتنی بھی جماعتیں ہیں ان میں اکثریت ایسے شعلہ نوا خطیبوں کی ہے، جو حضرت تونسوی مدظلہ العالی کے شاگرد ہیں۔

مولانا سرفراز خان صفدر: شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مولانا حسین علیؒ واں بھچراں اور حضرت مدنیؒ کے شاگرد ہیں۔ تبحر عالم ہیں مسلک حق کے لئے آپ نے بے شمار خدمات انجام دیں۔ آپ نے بے شمار کتابیں لکھ کر مخالفین کے اعتراضات کو دور کیا۔ آپ نے فتنہ شیعیت پر بھی قلم چلایا ہے، آپ نے شیعیت کی قلعی کھولنے کے لئے حال ہی میں ''ارشاد الشیعہ'' لکھی ہے، جس میں محققانہ انداز میں اس کفر کو مزید ننگا کیا گیا ہے، ویسے آپ کا یہ موضوع نہیں لیکن کمال جوہر دکھائے ہیں۔

مولانا اسفند یار: مولانا سلیم اللہ خان صاحب اور مولانا اسفند یار صاحب کا نام زبان زد خاص و عام ہے۔ ردّ شیعیت میں ان دونوں بزرگوں کی خدمات قابل تقلید بھی ہیں اور قابل ستائش

بھی۔ سوادِ اعظم اہلسنّت کے نام پر سندھ میں شیعیت کو ناکوں چنے چبوا کر رکھ دیئے اور مسلمانوں کو ایسے بیدار کیا کہ مسلمان جان ہتھیلی پر رکھ کر اس کفر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہی کے ایک ساتھی مولانا مفتی احمد الرحمان صاحب مرحوم بھی تھے، جو اس کفر کے خلاف لڑتے رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں جیل کے اندر رہے۔

مولانا قاضی مظہر حسینؒ: شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی نشانی اور یادگارِ اسلاف مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ بانی تحریک خدام اہلسنّت اور مولانا عبد اللطیف جہلمیؒ دونوں بزرگوں کی خدمات کا تعارف کرانا ایسا ہے کہ مادحِ خورشید مادح خود است، ان دونوں حضرات نے کمال احتیاط سے، اعتدال کی راہوں پہ چل کر، افراط و تفریط سے دامن بچا کر مسلم امہ کو ایک عمدہ سٹیج مہیا کیا ہے، جہاں سے عظمت صحابہ کرامؓ کا پھریرا بلند ہو رہا ہے اور صبح و شام خلافت راشدہ حق چار یارؓ کی صدائے حق گونج رہی ہے۔ حضرت قاضی مظہر حسین صاحبؒ نے درجنوں کتابیں ردّ شیعیت و خارجیت پہ لکھ دی ہیں اور ہر ایک تصنیف آپ کے عمدہ اور حسین خیالات کی عکاس و غماز ہے۔ آپ کی جماعت بہت قلیل سہی لیکن قول کی پکی اور ارادے کی مضبوط ہے، رفتہ رفتہ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہی ہے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ: اس وقت پوری دنیا میں مذہب کے حوالہ سے جس شخص کے نام کا ڈنکا بج رہا ہے وہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی ہمہ پہلو شخصیت ہے۔ جس نے اپنوں اور غیروں کے طعنے برداشت کئے، جھوٹی سچی باتیں سنیں سب کچھ سنا ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا یہ جوان اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ڈٹ گیا۔ جس بات کا عزم کیا اس کو مکمل کر کے چھوڑا، ارادے مضبوط اور بات با دلیل کرتا، مولانا حق نواز شہیدؒ نے ایک مجدد کا کردار ادا کیا، اسلاف کے طریقہ کار سے ذراہٹ کر میدان کارزار میں دشمن کو للکارا، حجرے اور منبر کی لڑائی سے بچنا چاہتے تھے، دشمن سے دو بدو جنگ کا ارادہ رکھتے تھے اور ہر فرد نے انہیں عزت کی نگاہوں سے دیکھا، دشمنان صحابہؓ اہل تشیع کو ناکوں چنے چبوائے، صحابہ کرامؓ کے ناموس کا تحفظ کیا اور اس کے لئے ہر ممکن جدوجہد کی۔

علامہ خالد محمود: مناظر اسلام استاذ محترم علامہ خالد محمود صاحب بلند پایہ، محقق عالم

دین ہیں، یورپ کی تاریک فضاؤں میں روشنی کے دیپ تاباں کئے، باطل کے خرمن میں شعلہ فشاں ثابت ہوئے، الحاد وزندقہ کے ناسور جڑ سے اکھاڑ دیئے، عیسائیت وقادیانیت کے سورماؤں کو ایام جنم یاد کرائے، پادریوں و پوپوں کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئے، پاکستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک الحاد کے سرخیلوں کو للکارا اور انہیں خوب لتاڑا، رزم حق میں باطل کو پچھاڑا'' خلفاء راشدین'' کتاب ترتیب دے کر اہلسنّت والجماعت کے ہاتھوں میں ایک تیر تھما دیا، تنظیم اہلسنّت کے سٹیج سے قصر باطل پر کاری ضربیں لگائیں شیعی اعتراضات کے جواب میں آپکی کتاب طبقات بے مثل کتاب ہے۔ مشرکینِ پاکستان اور بھارت کی مشرکانہ حرکات کا جواب ''مطالعۂ بریلویت'' کی شکل میں دے کر اُمت مسلمہ پر ایک بڑا احسان کیا۔

علامہ محمد امین اوکاڑویؒ: استاذ محترم حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ بلند پائے کے عالم اور مناظر ہیں۔ دشمنانِ امام ابوحنیفہؒ کو کئی میدانوں میں چاروں شانے چت کیا، ہر محاذ پر اہل حق کا پرچم بلند رکھا۔ جہاں تہاں رہے، اہل حق کا ساتھ دیا اور اہل حق کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیا۔

علامہ یوسف رحمانیؒ: استاذ محترم حضرت مولانا یوسف رحمانیؒ مشہور مناظر تھے۔ جنہوں نے شرک و بدعت کے اندھیروں میں توحید وسنت کے چراغ جلائے، اور ہر محاذ پر اہل حق کے مسلک حق کو واضح دلائل سے پیش کر کے دشمنانِ اسلام کو مسکت جواب دیا۔

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ: مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کو مولانا حق نواز جھنگویؒ کی شہادت کے بعد ان کی مسجد کا خطیب مقرر کیا گیا تھا، آپ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب کرائے گئے تھے۔ منبر سے پارلیمنٹ تک حق وصداقت کی داستانیں رقم کیں۔ بالآخر اسی جرم کی پاداش میں ان کو ۱۰ر جنوری ۱۹۹۱ء کو جھنگ میں شہید کر دیا گیا تھا۔

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ: مولانا فاروقیؒ ایک نابغۂ روزگار شخصیت کے مالک تھے۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کے سانحۂ شہادت (۲۲ر فروری ۱۹۹۰ء) کے بعد آپ کو سپاہِ صحابہؓ کا سرپرست اعلیٰ منتخب کیا گیا تھا۔ جرمِ حق وصداقت کی پاداش میں انہیں کئی مرتبہ گرفتار کیا گیا، بالآخر ۱۷ر جنوری ۱۹۹۷ء کی دوپہر لاہور کی سیشن کورٹ کے صحن میں انہیں ایک ریموٹ

کنٹرول خوفناک بم دھماکے میں شہید کر دیا گیا۔ مولانا فاروقیؒ کی حق گوئی اور بے باکی کی داستانیں پڑھنے کے شائقین ان کی تحریر کردہ درجن بھر سے زائد کتب کا مطالعہ کریں اور پاکستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں کی جانے والی ان کی ولولہ انگیز، معلومات افزا اور تڑپا دینے والی تقریریں سنیں تو علم ہو جائے گا کہ یہ شخص عام آدمی نہیں تھا بلکہ انسانیت کے اعلیٰ درجے پر فائز تھا۔

مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ : مولانا ایثار القاسمیؒ کی شہادت کے بعد مولانا اعظم طارق شہیدؒ کو کراچی سے جھنگ لایا گیا تھا، یہاں انہوں نے مسجد حق نواز شہیدؒ کی خطابت اور جماعت کی مرکزی ذمہ داری سنبھال لی، سپاہِ صحابہؓ کی تاریخ میں یہ وہ انسان تھا جو یقیناً عملی لحاظ سے حکمرانوں کے گریبان پکڑتا اور ان کے سامنے دُوبدُو گفتگو کرتا تھا۔ اس کی ہیبت اور جلال سے دشمنانِ صحابہؓ سہمے سہمے رہتے تھے۔ حکمران تو ان کے لب ولہجہ سے لرزہ براندام تھے۔ اس مردِ قلندر نے سالہا سال جیلوں کی تاریکیوں میں گزارے، آخری مرتبہ طویل ترین جیل کاٹی، سپاہِ صحابہؓ پر حکومت نے پابندی لگا دی تو انہوں نے نئی جماعت ''ملتِ اسلامیہ'' تشکیل دی۔ بالآخر ۶ را کتوبر ۲۰۰۳ء کی سہ پہر انہیں اس وقت شہید کر دیا گیا جب وہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے جھنگ سے اسلام آباد پہنچ چکے تھے۔ اسلام آباد داخل ہوتے ہی شہید کر دیئے گئے۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ : مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے بلا مبالغہ رضا خانیت، شیعیت اور قادیانیت کے خلاف جس دلیری سے کام کیا یہ انہی کا حصہ اور نصیبہ تھا۔ آپ نے ہمیشہ ہی بلا خوف لومۃ لائم لکھا، عالمِ شباب سے عالمِ شیوخیت تک مسلسل وپیہم باطل فتنوں کی سرکوبی کے لئے ان کا قلم شمشیرِ بُرّاں بنا رہا۔ آپ کی تصانیف میں ''اختلاف امت اور صراط مستقیم'' اور ''شیعہ سنی اختلاف اور صراط مستقیم'' بڑے بلند پایہ کی تحقیقی کتابیں ہیں۔ مولانا لدھیانویؒ کو کراچی کے اندر جامِ شہادت پلا کر ابدی نیند سلا دیا گیا۔

مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ : مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ محکمہ اوقاف کے ملازم تھے، لال مسجد اسلام آباد کے خطیب تھے، سرکاری ملازم ہونے کے باوجود انہوں نے ہمیشہ حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی۔ حکمرانوں کی ہر غلط پالیسی پر زبردست تنقید کی۔ لال مسجد سرکاری ہونے کے باوجود اس میں سپاہِ صحابہؓ کے قائدین تقریریں کرتے اور حکمرانوں کی خوب خبر

لیتے تھے۔ چنانچہ آپ کو جرم حق گوئی کی پاداش میں اپنی ہی مسجد کے صحن میں شہید کر دیا گیا۔

سینکڑوں علماء کی شہادت: سپاہِ صحابہؓ کے یومِ تاسیس سے لے کر اس پر پابندی لگنے تک قریباً پندرہ سالوں میں سینکڑوں علماء کو بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا۔ ان میں مولانا عبدالصمد سیالؒ، مولانا سیف اللہ خالدؒ، مولانا اللہ داد تونسویؒ، مولانا سمیع اللہ جھنگویؒ، مولانا محمد صادقؒ، مولانا حبیب الرحمٰنؒ، مولانا شعیب ندیمؒ، مولانا قاری سعید الرحمٰنؒ سمیت سینکڑوں علماء ناموسِ صحابہؓ کی خاطر پاکستان کی دھرتی پہ شہید کر دیئے گئے۔ انہی علماء کے خون کی برکت تھی کہ پارلیمنٹ اور سپریم کورٹ کے کٹہرے میں عظمتِ صحابہؓ کے نغمے سنے گئے۔ جامِ شہادت نوش کرنے والوں میں صرف علماء ہی نہ تھے بلکہ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں نے ناموسِ صحابہؓ کی خاطر اپنی جانیں لٹا دیں۔

غازی حق نواز شہیدؒ: جھنگ سے تعلق رکھنے والے شیخ حق نوازؒ نے ایک ایرانی سفیر صادق گنجی کو لاہور میں ہلاک کر دیا تھا جس نے اپنی سفارتی سرگرمیوں کے علاوہ ہمہ وقت ناموسِ صحابہؓ کی آواز کو دبانے کی گہری سازشیں کی تھیں۔ یہی وہ ایرانی سفیر تھا جس نے جھنگ میں مولانا حق نواز شہیدؒ بانی سپاہِ صحابہؓ کو شہید کروایا تھا۔ غازی حق نوازؒ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ لاہور پہنچا جہاں اس نے ایرانی سفیر کو اپنے ہی ہاتھوں سے جہنم واصل کیا۔ اس جرم کی پاداش میں غازی حق نوازؒ نے کئی سال تک جیل کاٹی بالآخر .... کو میانوالی کی جیل میں اسے تختۂ دار پہ چڑھا کر شہید کر دیا گیا۔

ریاض بسرا شہیدؒ: ریاض بسراؒ عالم تو نہ تھے مگر ناموسِ صحابہ کرامؓ کے تحفظ کے لئے یہ شخص پاکستان کے گلی کوچے میں پھرتا تھا۔ ہر جگہ پہنچ کر ایسے لوگوں کے حالات دریافت کرتا تھا جو حضراتِ صحابہ کرامؓ کو گالیاں دیتے، تبرا پڑھتے یا ان ذاکروں کو سپورٹ کرتے جو صحابہ کرامؓ کے خلاف غلیظ زبان استعمال کرتے تھے، پھر اپنے ہاتھ سے ان تبرا بازوں کو جہنم رسید کرتا تھا۔ اسی جرم کی پاداش میں بسرا کو پابند سلاسل کیا گیا، مگر بسرا کی کامیاب حکمت عملی کے تحت اُسے پولیس کے ہاتھوں سے اس وقت چھڑوا لیا گیا تھا جب وہ جیل سے عدالت میں پیشی پر آئے تھے۔ پھر اس شخص نے نئی حکمت عملی وضع کرتے ہوئے ''لشکر جھنگوی'' نامی تنظیم تشکیل دی، جس میں کافی جوشیلے

نوجوان شامل ہو گئے تھے۔ جن کا مقصد دشمنانِ صحابہؓ کو ٹھکانے لگانا تھا۔ ریاض بسرا کی قیادت میں نوجوان مینارِ پاکستان کے سائے میں بیٹھ کر پلان تیار کرتے اور اپنے ٹارگٹ پہ پہنچ کر دشمنانِ صحابہ کو ٹھکانے لگاتے تھے۔ پولیس کے ہاتھ سے چھوٹنے کے بعد ریاض بسرا ہمیشہ حکمرانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتا رہا، کبھی حکمرانوں کو پکڑائی نہیں دیا۔ کئی دفعہ پولیس کو جُل دے کر نکل جاتا تھا۔ بالآخر حکمرانوں نے ۵۰ لاکھ روپے انعام مقرر کیا، اُن لوگوں کے لئے جو اس خوفناک شخص کے بارے خبر دیں گے۔ کئی مرتبہ جعلی ریاض بسرا پکڑے گئے۔ ان کی شہادت کی خبریں اخبارات میں شائع ہوتیں، تین دن کے بعد بسراء فون کر کے اخبارات کو بتاتے کہ میں بسرا بول رہا ہوں، میں دشمن کے لئے زندہ ہوں۔ بالآخر انہیں بیماری کے دوران سرگودھا کے ایک ہسپتال سے گرفتار کرلیا گیا۔ پولیس اس سے بیان لیتی رہی، اس نے کوئی راز نہیں دیا۔ اپنی زبان دانتوں کے نیچے دے کر دو ٹکڑے کر دی تھی مگر کسی کو راز نہیں دیا۔ آخر کار پولیس نے وہاڑی میں جعلی پولیس مقابلہ میں اسے شہید کر دیا۔

الحمدللہ علماء حق نے کام کیا، ہر محاذ پہ کام ہوا، باطل کے گمراہ کن خیالات کا توڑ پیش کیا، اگر علماء حق نہ ہوتے تو نبوی دین صحیح سالم ہمیں کبھی نصیب نہ ہوتا، یہی لوگ ہیں جنہوں نے دین کو رسومات اور بدعات کے گرداب سے بچا کر مسلم امہ کے سامنے پیش کیا۔

تمہارے ذکر میں سرگرم دنیا کی زبانیں تھیں
تمہی تم تھے، زمانہ میں تمہاری داستانیں تھیں
غرور و ناز کم کرنا پڑا تھا ایک عالم کو
سر تسلیم خم کرنا پڑا تھا ایک عالم کو



باب۲

آزمائشوں کی جاں گسل وادیاں

قفس کیا چیز ہے؟ صیاد کے جور و ستم کیا ہیں؟
مری شعلہ نوائی پھونک ڈالے گی گلستاں کو
مرے دامن سے دھل جائے کثافت داغ عصیاں کی
الٰہی بخش وہ پاکیزہ آنسو چشم گریاں کو
گرتی رہیں حوادث کی بجلیاں
پھولا پھلا نہ کبھی گلستانِ آرزو
کہوں کیا کس ستمگر نے اجاڑا گلستاں میرا
ہوا برق طپاں کی نذر، آشیاں میرا

امتحان: خالقِ ارض و سماء ایمان کی بے پایاں دولت سے سرشار کرتا ہے، ایمان کی حلاوت محسوس ہوتی ہے، خالق ایمان دے کر ایقان کا امتحان لیتا ہے، آزمائشوں کی جاں گسل اور پر خار وادیوں کی سیر کراتا ہے، انسان کو آزماتا ہے، ہر اعتبار سے آزماتا ہے، عسر میں آزماتا ہے، یسر میں آزماتا ہے، مالا مال کر کے آزماتا ہے، مفلس و کنگال رکھ کر آزماتا ہے اور وہ یہ آزماتا ہے کہ بندے کا میرے ساتھ کتنا رشتہ ہے؟ وہ آزماتا ہے کہ دانہ کتنا پکا ہے اور کتنا کچا ہے؟ بارگاہِ عالیہ میں بعض بندوں کا چناؤ ہوتا ہے۔ اس انتخاب پر امتحان لیا جاتا ہے، ممتحن کی منشاء و مرضی کہ عنان امتحان میں

ڈھیل رکھے یا تناؤ، اس نے امتحان لینا ہے۔رب تعالیٰ نے دین دے کر اہل دین سے امتحان لیا، انبیاء سے امتحان لیا، اولیاء سے امتحان لیا، قرآن وسنت کے اوراق کھولنے، پلٹنے اور انہیں دیکھنے سے اس کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی آزمائش: حضرت نوح علیہ السلام پر آزمائش آتی ہے، نوح دعوت حق دیتے ہیں، مخالفین توہین کرتے ہیں، تحقیر سے پیش آتے ہیں، آوازے کستے ہیں اور چھیڑ خانی کرتے ہیں۔ایک جلیل القدر اور باعظمت انسان کی اس سے بڑھ کر آزمائش کیا ہوگی کہ قوم کے آوارہ وسرکش سر بازار آوازے کستے رہے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام آتش نمرود میں: حضرت ابراہیم خلیل اللہ دعوت حق دے رہے ہیں، باپ دھمکیاں دیتا ہے، قوم مخالفت کرتی ہے، جلاوطنی کی دھمکیاں ملتی ہیں، شاہ وقت لکڑیاں اکٹھی کر کے جلاتا ہے اور پیغمبر کو اٹھا کر آگ میں ڈال دیا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں: موسیٰ علیہ السلام اللہ کی توحید کا درس دیتے ہیں، شاہ وقت سے تصادم کی صورت میں طرح طرح کی تکالیف سے دوچار ہونا پڑا۔ دھمکی آمیز باتیں سننا پڑیں، اپنا وطن چھوڑ کر دیارِ غیر میں ڈیرہ لگانا پڑا۔

حضرت آسیه: فرعون کی بیوی موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو چکی تھی، اس جرم کی پاداش میں خناس اعظم فرعون طرح طرح کی تکالیف سے دوچار کرتا تھا، کبھی ہاتھوں میں کیل گاڑ دیتا اور کبھی کیا، جو اس کی مرضی ہوتی اسی کے مطابق سزا دیتا تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام: حضرت شعیبؑ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دے رہے تھے، لوگوں نے جواب دیا کہ تو ہم سب سے غریب ہے اور ہمیں نصیحت کرتا ہے، اگر تیرے خاندان کا خوف نہ ہوتا تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے۔

حضرت زکریا علیہ السلام: حضرت زکریاؑ علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر نبی تھے، یہود نے دعوت حق کی پاداش میں انہیں آرہ چلا کر شہید کر دیا۔ یہود نے تعاقب کیا تھا، حضرت زکریاؑ بھاگ کر ایک درخت کے شگاف میں گھس گئے۔ یہود نے درخت میں آرہ چلا دیا، درخت کے ساتھ حضرت زکریا کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام: حضرت یحییٰ زکریا علیہ السلام کے لخت جگر تھے۔ یہود اپنی منشاء کے مطابق فیصلہ کے قائل تھے، حضرت یحییٰ وہی بات کرتے تھے جو سچی مچی ہوتی تھی، یہود نے حضرت یحییٰ کو شہید کر دیا۔

حضرت اشعیاء علیہ السلام: دشمنانِ خدا نے حضرت اشعیاء کو بھی شہید کر دیا، اسی طرح کئی انبیاء کو دشمنان دین نے شہید کیا، "وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ"...... بدفطرت، باغی، سرکش اور عاقبت نااندیش لوگوں نے ہمیشہ اہل حق کے ساتھ اسی قسم کا رویہ روا رکھا۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کی آزمائش: خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آزمائشوں کی پرخار وادی سے گزرنا پڑا، ایک دعوت پہ آپ کا ہڈیوں اور پتھروں سے استقبال کیا گیا، ایک وقت میں آپ پر غلاظت پھینکی گئی، ایک بار آپ کا لہو بہایا گیا، طائف کے بازاروں میں آپ کو پیٹا گیا، آپ کا مذاق اڑایا گیا، دندان مبارک شہید کئے گئے، ساحر کہا گیا، دیوانہ کہا گیا، پاگل کہا گیا، بے دین کہا گیا، آپ کو دم بریدہ کہا گیا، آپ کے ساتھیوں کا خون بہایا گیا، آپ کے تربیت یافتہ شاگردوں کے خون کے ساتھ ہولی کھیلی گئی۔ (العیاذ باللہ)

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ: حبش کے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو طرح طرح کے مصائب و آلام سے دوچار کیا گیا۔ آفتاب کی تمازت میں، کڑکتی دھوپ میں تپتی ریت پر، سنگریزوں پر عین دوپہر کے وقت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو پیار دیا جاتا تھا، مشرکین کے لونڈے گلوئے مبارک میں رسیاں ڈال کر بازیچۂ اطفال بناتے۔ بازاروں کے ہجوم میں گھسیٹا جاتا، برا بھلا کہا جاتا، امیہ بن خلف انگاروں پہ لٹاتا، سینہ مبارک پر وزنی چٹان رکھ کر محمد عربی کا کلمہ چھڑوانے کی کوشش کرتا تھا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ: دین حق کی حمایت کرنے پر حضرت عمار بن یاسر کو مشرکین نے تپتے انگاروں پر دراز کیا، کئی کئی گھنٹے پانی میں غوطے دیئے، اور طرح طرح کے مظالم سے دوچار کیا۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ: صہیب رومی رضی اللہ عنہ نشہ اسلام میں چور چور ہو چکے تھے۔ مشرکوں کے دل کا غبار اس نشہ کو اتارے بغیر نہیں اتر سکتا تھا۔ صہیب رومیؓ کو اتنا مارتے اتنا مارتے کہ آپؓ بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ: حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کو تپتے کوئلوں پر پھیلا دیا جاتا تھا۔ انہیں ظلم وستم کا تختہ مشق بنایا جاتا تھا، کوئلوں پر لٹا کر اوپر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تھا اور ایک بھاری آدمی کو اوپر چڑھا دیا جاتا تھا، خباب رضی اللہ عنہ اس وقت تک ان سرخ کوئلوں پر رہتے جس وقت تک آپ کے جسم مبارک سے خون نکل کر ان انگاروں کی سرخی کو ختم نہ کر دیتا۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون کو حق گوئی وبیباکی کے جرم میں کافر نابکار نے منہ پر طمانچہ رسید کیا۔ جس سے حضرت عثمانؓ زرد ہو گئے اور علاوہ ازیں کئی مصائب جھیلنے پڑے۔

ابو فکهیه جهنی رضی اللہ عنہ: دولت اسلام سے دامن بھرا، ابوفکہیہ جہنی رضی اللہ عنہ کو سنگدل واوباش آقا نے اپنے جور وستم کا نشانہ بنایا۔ بنوعبد دار نے نوع بنوع سزاؤں سے دوچار کیا، عین اس وقت جب آفتاب اپنے شباب پر ہوتا، ٹھیک بوقت دوپہر آپ کو منہ کے بل لٹا دیا جاتا، نیچے گرم گرم پتھر تا کہ داعی حق صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی حرکت نہ کر سکے اس دردناک سزا کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا، جب تک ابوفکہیہؓ بے ہوش ہو کر نیم مردہ حالت میں نہ ہو جاتے۔ دشمنان نبوتؐ نے ایک مرتبہ گھسیٹا اور گھسیٹ کر گرم ریت میں ڈال دیا۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ: داعی حق صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی حضرت ابورافعؓ کو تائید حق کے جرم میں ابو لہب نے پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا، پھر سینہ مبارک پر چڑھ کر دیر تک زدوکوب کرتا رہا اور اذیت دیتا رہا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ **اور ان کے والدین**: حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ان کے والدین کو سخت سے سخت اذیتیں دی جاتی تھیں، سخت گرم ریتلی زمین پر انہیں لٹا کر ان پر تشدد کیا جاتا تھا۔

حضرت سمیه رضی الله عنها: حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا عورت ذات ہیں۔ ابوجہل لعین نے دومست اونٹ منگوائے، ایک اونٹ آپ کی دائیں اور دوسرا بائیں ٹانگ کے ساتھ باندھ دیا اور اونٹ ہانک دیئے، اندام نہانی پر نیزہ مارا حضرت سمیہؓ کے دوٹکڑے کر دیئے۔

حضرت زنیره رضی الله عنها: حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کو جرم حق کی پاداش میں آنکھوں سے محروم ہونا پڑا، مشرکوں نے آپ کی دونوں آنکھیں نکال دیں۔

حضرت امیر حمزه رضی اللہ عنہ: حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء کا لقب زبان نبوت سے

ملا، آپ کے سترٹکڑے کر دیئے گئے، آپ کا بند بند کاٹا گیا، آپ کا کلیجہ چبایا گیا، آپ کی شہادت کا واقعہ ایک الم انگیز، دلوں کو لرزا دینے والا، وجود پر رعشہ طاری کر دینے والا واقعہ ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا گیا، کئی کئی دن تک کھانے پینے کی کوئی چیز اندر نہ جانے دی گئی، بلوائیوں نے بے دردی سے حضرت عثمانؓ کا سرتن سے جدا کر دیا، تین دن تک لاش کوڑے میں پڑی رہی، تیسرے روز جب جنازہ اٹھا تو بلوائیوں نے اس پر سنگ باری کی۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ببانگ دہل پڑھا، مشرکین کو اشتعال ہوا، مشرکین حضرت ابوذر غفاریؓ پر بھوکے کتوں کی طرح ٹوٹ پڑے، اتنا مارا کہ ادھ موا کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: علی الصبح نماز فجر پڑھا رہے تھے، صحابہ کرامؓ مقتدی تھے۔ ایران کے مجوسی غلام فیروز لولو نے محراب سے نکل کر خنجر دراز کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شدید زخمی کر دیا۔ زخموں کی تاب نہ لا کر آپ دو دن بعد جامِ شہادت نوشِ جان کر گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: نماز فجر کی ادائیگی کے لئے بسوئے مسجد روانہ ہوئے راستہ میں ایرانی نسل کا عبدالرحمٰن بن ملجم رکاوٹ بن گیا، اس نے تلوار چلائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شدید زخموں سے دو چار کیا، دو دن بعد انہی زخموں کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لخت جگر نواسۂ رسولؐ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ والوں نے خطوط لکھ کر کوفہ بلایا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مع اہل و عیال بسوئے کوفہ روانہ ہو گئے۔ ابن زیاد اور یزید کی فوجوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ۷۲ ساتھیوں سمیت شہادت کا جام پلا دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پہ چھڑیاں ماری گئیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی لاش کو گھوڑوں کی ٹاپ سے روندا گیا۔

سعید بن جبیرؒ: حجاج بن یوسف کی خونی شمشیر سے ۱۸ ہزار بے گناہ مسلمان جام شہادت نوش کر چکے، اب حق گو اور جری، بہادر اور دلیر سعید بن جبیرؒ بھی حق و صداقت کی آواز لگانے کے جرم میں شہادت کا پیالہ نوش کر گئے۔ (حکایات عزیمت)

امام ابو حنیفہؒ: امام ابوحنیفہؒ کو خلیفہ منصور نے زنداں کی اوٹ میں بھیج دیا، کوڑوں سے پٹوایا، جیل میں کھانے پینے کی مشکلات سے دوچار کیا، پھر ایک مکان میں نظر بند کیا، ان کو زہر دیا گیا، امام ابوحنیفہؒ نے زندان کی ظلمتوں میں شہادت کا پیالہ نوش جان کرلیا، لیکن باطل کی چالوں کو خاک میں ملا دیا۔

امام مالکؒ: خلیفہ منصور کا چچازاد بھائی جعفر مدینہ کا گورنر تھا، امام مالکؒ کو پابہ زنجیر کرکے گورنر کے پاس لایا گیا، جعفر نے ستر کوڑے مارنے کا حکم دیا، امام مالکؒ پر ننگے جسم بے دردی سے کوڑے برسائے گئے پشت خون آلود ہوگئی، جسم سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے، دونوں شانے اتر گئے، امام مالکؒ کو کوڑے مار مار کر جب جعفری تھک گیا، تو اونٹ پر بٹھایا گیا اور پورے شہر میں انہیں گھمایا گیا۔ امام زخموں سے چور خوں چکاں اور خون آلودہ حالت میں اونٹ پر سوار شہر کے بازاروں سے گزر رہے تھے۔

قیدی کی گردن اڑ گئی: خلیفہ مہدی عیسیٰ بن زید کا متلاشی تھا، وہ اس کی گردن مارنے کے درپے تھا، اس کی بسیار تلاش کے باوجود وہ نہ ملا، دوسرے شخص کو اس کی جگہ گرفتار کرکے قید کردیا، قیدی سے پوچھ گچھ شروع ہوگئی، قیدی کو مار مار کر ادھ موا کردیا گیا۔ لیکن اس نے کہا کہ میں ایک بے گناہ کا پتہ تجھے نہیں بتاسکتا، خلیفہ مہدی نے حکم دیا، غریب قیدی کی گردن اڑادی گئی۔

امام احمد بن حنبلؒ: امام احمدؒ کو خلیفہ معتصم باللہ کے دور میں بیڑیاں ڈالی گئیں۔ ماہِ رمضان میں دھوپ میں بٹھا کر آپ کو کوڑے مارے گئے، کوڑوں سے جب امام بے ہوش ہوگئے، تلواروں کی نوک چبھو کر امام احمد کو ہوش میں لانے کی کوشش کی گئیں۔ معتصم باللہ کے بعد واثق باللہ کے دور میں آپ پر نظر بندی اور زبان بندی عائد کردی گئی۔ شاہی فرمان کے ذریعے عوام کو امام احمدؒ سے ملنے سے روک دیا گیا۔ جس شہر میں واثق کا قیام ہوتا امام احمد کی وہاں اقامت ممنوع قرار دی گئی۔ اس طرح گویا امام احمدؒ کی زندگی اجیرن بنادی گئی۔

امام ابن تیمیہؒ: امام ابن تیمیہ کو حق گوئی کے جرم میں قید کردیا گیا، لیکن آپ نے بات سے انحراف نہ کیا، مصائب برداشت کئے۔

مجدد الف ثانیؒ: جہانگیر نے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ کو قلعہ گوالیار میں نظر

بند کر دیا۔ آپ کا مکان لوٹ لیا۔ علماء نے مشورہ دیا کہ جان بچانے کے لئے سجدہ تعظیمی جائز ہے، فرمایا میں صاحبِ عزیمت ہوں صاحب رخصت نہیں، حق یہی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کیا جائے۔

شاہ ولی اللہؒ: شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ بھی مصائب وآلام کی جاں گسل وادیوں سے گزرے، دشمنانِ اسلام نے حق لکھنے، حق کی حمایت کرنے کے جرم میں آپ کے ہاتھوں کے پورے کاٹ دیئے آپ کی لائبریری جلا ڈالی، آپ کو نقصان پہنچایا اور ایسی ایسی اذیتیں دی گئیں کہ آخر عمر میں آنکھوں سے بینائی رخصت ہوگئی تھی۔

مرزا مظہر جان جاناںؒ: مرزا مظہر جان جاناں کو حق گوئی اور کھری باتیں کہنے کے جرم میں اہل تشیع نے شہادت کا جام پلا دیا اور آپ نے اپنی زندگی میں اسلام کی خاطر بہت سے مصائب برداشت کئے۔

سید احمدؒ وشاہ اسماعیلؒ: مجاہدین اسلام کے قافلہ حق کے سرخیل وکمانڈر انچیف سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے کئی کئی دکھوں اور مصیبتوں کی وادیوں کو عبور کیا، دونوں کو اپنے ساتھیوں کی معیت میں بالاکوٹ کے پہاڑ پر سکھوں نے شہید کر دیا۔

علماء ہندؒ: انگریز تجارت کی غرض سے ہندوستان آیا، اور وہاں اس نے ڈیرے جما لئے، فرقہ واریت کو ہوا دی، مسلمانوں کو لڑانے کی کوشش کی، مال واسباب لوٹنے لگا، برطانیہ کو مال سپلائی کرانے لگا، فوج کو عام چھٹی مل گئی، ہندوستان کے تمام شہروں پر تسلط کر لیا۔

شیطان صفت انگریز کی سفاکیت کا یہ عالم تھا کہ کانپور، لکھنو، الہ آباد، سیالکوٹ، آگرہ، میرٹھ، پشاور، اور بمبئی میں انگریز کے فوجی غنڈوں نے مسلمانوں کو ستایا، ان کی بے حرمتی کی، مذہب اسلام پر انگریز شب خون مارنے لگا، اسلام کی تبلیغ ممنوع، عیسائیت کی تبلیغ کا عام پرچار کیا، یورپ سے پادری طلب کر لئے گئے، اسلام کے خلاف مناظرہ کے لئے انہیں تیار کیا، ہندوؤں کو اسلام اور اسلامی تعلیمات پر اعتراض کرنے کا موقع مل گیا، داڑھی کو نظر حقارت سے دیکھا جاتا تھا، داڑھی والے کو گولی مارنے کا حکم دے دیا گیا، دہلی کی اسلامی تربیت گاہ کو توپوں سے اڑا دیا گیا۔ اسلامی یونیورسٹی کی اراضی ہندو لالہ رام کشن کے ہاتھوں فروخت کر دی گئی، اکبری مسجد کو گرا کر شہید کیا گیا، مسجد کی جگہ میکدہ

بن گیا، شراب کے جاموں پہ جام چلنے لگے، عیاشی کے اڈے اور نائٹ کلب بن گئے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی مسلمانوں نے پوری یکجہتی کے ساتھ لڑی۔ ہزاروں علماء کو تپتے کوئلوں پر لٹایا جاتا، علماء کی گردنیں تن سے جدا کر کے درختوں سے لٹکا دی گئیں، علماء کوئلوں پہ ہزاروں کے حساب سے پک گئے، لیکن جبر وظلم کے سامنے جھکنا پسند نہیں کیا۔

شاہی مسجد: مختلف شہروں سے آزادی کے متوالے گرفتار کر کے شاہی مسجد لاہور کے صحن میں لائے گئے، یہیں ان کے چاہنے والوں کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔

گرفتاریاں: اہلِ حق نے ہر دور میں اپنی قربانی سے دین حق کا تحفظ کیا، ہمیشہ اپنے لہو سے گلشن اسلام کی آبیاری کی۔ مولانا قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے بے پناہ قربانیاں دیں، قافلہ آزادی کے سرخیلوں میں سے تھے، آپ کے شاگردوں میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کو مالٹا کے جزیروں میں نظر بند کیا گیا، مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو جلا وطن کیا گیا، مولانا احمد علی لاہوریؒ کو ہندوستان سے گرفتار کیا گیا اور جگہ جگہ انہیں پھرایا گیا۔

تحریکِ ختم نبوت: ۵۲۔۱۹۵۳ء کی تحاریک ختم نبوت میں اکابر علماء کرام کو اذیت ناک سزائیں دی گئیں۔ منٹگمری، ساہیوال، کی جیل، میانوالی کی جیل ملتان، لاہور، اور راولپنڈی کی جیلوں میں قائدین تحریک کو نظر بند کیا گیا، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علیؒ، مولانا احمد علیؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا قاضی مظہر حسینؒ، مولانا عبداللطیف جہلمیؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ ان تمام علماء کرام کو مشکلات کے سمندر عبور کرنا پڑے۔ اسی طرح ایک مرتبہ قاضی مظہر حسینؒ صاحب کو ۹ سال کی قید بامشقت کی سزا ملی مولانا عبداللطیف جہلمی صاحب کو کھانے میں زہر ملا کر کھلایا گیا تھا۔

غازی علم الدین شہیدؒ: ایک عام غریب آدمی غازی علم دین کو جب پتہ چلا کہ راجپال نے ''رنگیلا رسول'' کتاب لکھی۔ سیدھا اس کی دکان پر پہنچا اور اس کی گردن تن سے جدا کر دی، اس جرم کی پاداش میں انگریز کے قانون نے سزائے موت سنائی، میانوالی کی جیل میں علم دین کو تختہ دار پہ لٹکا دیا گیا، قائداعظم نے کہا انکار کردے، علم دین نے کہا یہی زندگی کا سرمایہ ہے، انکار نہیں

کروں گا۔

مولانا حق نواز شہیدؒ: مولانا حق نواز شہیدؒ کو دفاع صحابہؓ کی وجہ سے الف ننگا کر کے پیٹا گیا، آپ کو گھسیٹا گیا، جیل میں تشدد ہوا، برہنہ کر کے مارا گیا، نیم مردہ حالت میں آپ کو میانوالی جیل میں تشدد کا نشانہ بنایا گیا، نصف سے زائد زندگی زندانوں کی کالی کوٹھڑیوں میں گزار دی، اس دور میں جتنا مولانا مرحوم پہ ظلم ہوا اس کے تصور سے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔

شرف پایا تھا تم نے امتیاز حق و باطل سے
مخالف بھی تمہاری قدر دانی کرتے تھے دل سے



باب ۳

صحابہ کرامؓ کی مظلومیت کی دلگداز داستان

صحابہؓ سے جسے الفت نہیں ہے
نہایت ہی ذلیل و کمتریں ہے
صحابہؓ قلعہ دیں کے ستوں ہیں
صحابہؓ کی محبت جزوِ دیں ہے
یہ پروانے ہیں شمعِ بزمِ حرا کے
فدائی نبیؐ کے مقرب خدا کے
نمونے ہیں یہ سیرتِ انبیاء کے
یہ پتلے وفا کے یہ پیکر حیاء کے

رحمتِ کائنات ﷺ کے لئے کرۂ ارضی پہ صحابہ کرامؓ کا انتخاب کیا گیا۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے حضرات صحابہ کرامؓ کے بارہ میں یہ جملہ صادر ہوا، محدثین نے اسے محفوظ کیا، مورخین نے تاریخ کے دامن میں تھام لیا، تاریخ وحدیث کی درخشاں وتاباں پیشانی پر قیامت کی ہنگامہ خیز صبح تک چمکتا رہے گا۔

"اصحابی کالنجوم"............"میرے صحابہ کرامؓ ستاروں کی طرح ہیں"۔

محمدؐ قمر ہیں ستارے ہیں صحابہؓ
ہمیں جان و دل سے ہیں پیارے صحابہؓ

صحابہ ؓ کی مظلومیت: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قرنِ اول میں ظلم و ستم کی آندھیاں چلیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صرف اس جرم میں ستایا گیا کہ ان پاک دل و پاکباز، نیک سرشت و نیک سیرت انسانوں نے محمد عربی ؐ کا کلمہ پڑھا، ان کی حمایت کی، ان کی نصرت کی، ان کی تائید کی، دشمنوں کی یلغار سے انہیں بچایا، بجز اس کے صحابہ کرامؓ کا کوئی جرم نہ تھا۔

ابن سبا یہودی: خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذی النورین ؓ کو بلوائیوں نے شہید کیا، حضرت علی ؓ کو شہید کیا گیا، اس کے بعد صحابہ کرامؓ پر مزید ظلم کے پہاڑ یہ ٹوٹے، کہ سیاہ بخت حرماں نصیبوں نے جماعت مقدس کو سب و شتم کا نشانہ بنالیا اور ہر دور میں کسی نہ کسی طرح شیطان اپنے حواریوں سے یہ مذموم اور نامسعود کام کرواتا رہا۔ صنعاء کے عبداللہ بن سبا یہودی نے ایک ایسے گروہ کی بنیاد رکھ دی، جو صبح قیامت تک اس جرم کی سیاہی میں اپنے قلب و جگر کو تاریک کرتا رہے، عبداللہ بن سبا یہودی نے ایک ایسے فرقہ کی طرح ڈالی جس کا اہم الاہم مقصد، مشن، پروگرام، نصب العین، لائحہ عمل، اور مقصودِ حیات، صحابہ کرامؓ کے شرعی و قرآنی مقام کو گرانا اور گھٹانا ہے۔

دفاعِ صحابہؓ: چودہ سو سال سے لگاتار ہر دور میں ابن سبا یہودی کے اتباع اور پیروکاروں نے سبِ صحابہ کا مذموم کام سرانجام دیا، بڑی تیزی اور پھرتی دکھائی، علماء کرام تحفظ ناموس صحابہؓ کے لئے اٹھے، ان پر مظالم ڈھائے گئے، علماء دفاع کے لئے اٹھے ان پر تشدد کیا گیا، صحابہ کرامؓ کے مقام کو یہود کی فوج بے ظفر نے عوام الناس کے سامنے اس انداز میں پیش کیا، کہ ریلوں کے ریلے صحابہ کرامؓ کی شرعی عظمتوں کا انکار کرنے لگے، اپنے ایمان وایقان کو بگاڑنے لگے، دنیا برباد کرنے لگے، عاقبت خراب کرنے لگے۔ ان خونخوار درندوں کا ہر محاذ پر تعاقب کیا گیا اور انہیں منطقی انجام تک پہنچانے کی کوشش کی گئی، مسلمانوں کے سامنے ان کی بربادی کا حال واضح کیا گیا، لیکن ابلیسی وسبائی ذریت تقیہ کی چادر اوڑھ کے صحابہ کرامؓ اور مسلمانوں کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کرنے میں بہت آگے نکل گئی، جس کی روک تھام مشکل ہوگئی، فرقہ ضالہ کا دین صحابہ کی تنقیص اور بغض پر مبنی ہے۔

بُغضِ صحابہؓ کی تاریکیاں: ابن سبا یہودی کی آل وعیال جسے عرف عام میں اہل تشیع کہا جاتا ہے، کی بغضِ صحابہ پر مبنی عبارات ملاحظہ فرمایئے:

قرآن کریم کی آیت مبارکہ "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا" (النساء) پر اصول کافی کا

شیعہ مصنف ایک اختراع شدہ روایت لایا ہے کہ یہ آیت فلاں، فلاں اور فلاں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ پہلے وہ حضورؐ پر ایمان لائے، جب ان پر علیؓ کی امامت وولایت پیش کی گئی تو وہ کافر ہو گئے اور لکھا ہے کہ ان میں ذرا بھر بھی ایمان باقی نہ رہا۔ (اصول کافی ص ۲۶۵) اصول کافی شیعہ کی کتاب ہے، جس کی صداقت کی تصدیق شیعہ کے بقول امام مہدی کر چکے ہیں۔

اصول کافی کی شرح صافی میں ہے "کہ یہ آیت ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کے بارہ میں نازل ہوئی۔ (صافی جز سوم حصہ دوم ص ۹۸)

۲۔ شیعہ کی بغضِ صحابہ پر دوسری عبارت ملاحظہ فرمائیں، قرآن کی آیت مبارکہ " وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ " (الحجرات) اصول کافی کا مصنف لکھتا ہے کہ اس سے مراد الاول والثانی والثالث (ص ۶۲۹) اول، (ابو بکرؓ) دوم (عمرؓ) سوم (عثمانؓ) ہیں۔ (بحوالہ" ارشاد الشیعہ" مولانا سرفراز صاحب، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

۳۔ شیعہ کی تیسری عبارتِ بغضِ صحابہ ملاحظہ کیجئے۔ الجامع الکافی کی کتاب الروضہ میں امام محمد باقرؒ جو شیعہ کے پانچویں امام ہیں، کی طرف منسوب ایک روایت پیش کی گئی ہے کہ ابو بکرؓ وعمرؓ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو انہوں نے توبہ کی اور نہ انہوں نے اس کارروائی پر اظہار ندامت کیا جو انہوں نے حضرت علیؓ سے کی۔ سو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ (العیاذ باللہ)

۴۔ شیعہ کی چوتھی عبارت دیکھئے" ملا باقر مجلسی حق الیقین کا مصنف لکھتا ہے، کہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں دو شخص دیکھے گئے، جن کو الٹا لٹکایا گیا اور ان کی گردنوں میں آگ کی زنجیریں ہیں اور ان کو لوہے کے گرزوں سے پیٹا جا رہا ہے۔ ابلیس کہتا ہے، میں نے اللہ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ ابو بکرؓ وعمرؓ ہیں جو اہل بیتؓ کے دشمن اور ان پر ظلم کرنے والے ہیں۔ (حق الیقین ص ۵۱۰)

۵۔ شیعہ کے ابو جعفر کلینی نے امام ابوالحسن سے یہ قول نقل کیا" مجھے اپنی زندگی کی قسم ابو بکرؓ وعمرؓ اس سے پہلے ہی منافق تھے اور ان دونوں نے اللہ کے کلام کو رد کیا اور دونوں نے آنحضرت سے استہزاء کیا اور کافر ہیں، ان پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ (کتاب الروضہ ص ۶۲ مطبوعہ لکھنو)

۶۔ شیعہ کے ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ امام زین العابدین فرماتے تھے، ابو بکرؓ وعمرؓ دونوں کافر

تھے اور جو اُن سے دوستی رکھے وہ بھی کافر ہے۔ (حق الیقین ص ۵۲۲)

۷۔ فروع کافی شیعہ کی معتبر کتاب ہے امام باقرؒ کی طرف منسوب ایک قول اس میں نقل کیا گیا ہے کہ "جناب رسول اللہ کی وفات کے بعد سب صحابہ کرامؓ مرتد ہو گئے تھے، مگر صرف تین۔" راوی کہتا ہے، میں نے پوچھا کہ وہ تین کون تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مقداد بن الاسودؓ، ابو ذر غفاریؓ اور سلمان فارسیؓ۔ (فروع کافی ج ۳ ص ۱۱۵)

۸۔ ملا باقر مجلسی شیعی مصنف لکھتا ہے، امام محمد باقر سے روایت ہے کہ "صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے، مگر تین آدمی حضرت سلمانؓ، حضرت ابو ذرؓ، اور حضرت مقدادؓ۔ (حیات القلوب ج ۲ ص ۸۳۷)

۹۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ "ابوبکرؓ و عمرؓ منافق تھے، عائشہ اور حفصہ دونوں منافقہ تھیں، انہوں نے آنحضرتؐ کو زہر دینے پر اتفاق کیا۔ (حیات القلوب ج ۲ ص ۷۴۵ طبع لکھنو)

۱۰۔ لکھتا ہے، جناب ابو سفیانؓ مسلمان ہوا تو منافق ہی مرا اور وہ منافقت ہی سے مشہور تھا۔ (تذکرۃ الائمہ ص ۷۶)

۱۱۔ ملا باقر مجلسی مزید لکھتا ہے "معاویہؓ کا حال ابتداء میں مولفۃ القلوب کا تھا اور وہ جب اسلام لایا تو منافق بلکہ کافر تھا، وہ ملعون شراب خور تھا اور جب مرا تو شراب اس کے پیٹ میں اور بت اس کی گردن میں تھا۔

۱۲۔ شیعہ کے نائب الامام خمینی نے یزید، معاویہؓ اور عثمانؓ کو بدقماش اور غنڈہ تحریر کیا۔ (کشف الاسرار ص ۱۰۳) "مخالفت ہائے ابوبکرؓ بانص قرآن ص ۱۱۴" "مخالفت عمر با قرآن خدا" باقاعدہ ابواب قائم کئے اور یہ بھی اعلان کیا کہ اگر مکہ و مدینہ پہ ہمارا تسلط ہوا تو ہم روضہ رسول میں سوئے ہوئے دو بتوں ابوبکرؓ و عمرؓ کو اٹھا کو باہر پھینکیں گے۔

۱۳۔ پاکستان کا شیعہ مجتہد محمد حسین ڈھکو لکھتا ہے "جو کچھ نزاع ہے وہ اصحاب ثلاثہؓ کے بارہ میں ہے، اہلسنّت ان کو بعد از نبی تمام اصحاب اور امت سے افضل جانتے ہیں اور ہم ان کو دولت ایمان وایقان اور اخلاص سے تہی دامن جانتے ہیں۔ (تجلیات صداقت ص ۲۰۱)

۱۴۔ ڈھکو مزید لکھتا ہے "حضرات ثلاثہ جو تیمی، عدوی اور اموی شجرہ ملعونہ فی القرآن کے افراد

ہیں۔ان کو پیغمبر کی ذات سے کیا ربط و تعلق ہے (ص ۲۷)۔لکھتا ہے ثلاثہ کی فتوحات نے اسلام کو بدنام کیا (۹۵) لکھتا ہے، یہ سراسر شیعوں پر اتہام ہے کہ وہ حضرت ثانی (یعنی حضرت عمرؓ) کو کافر سمجھتے ہیں یا ان پر سب وشتم کرتے ہیں۔ہاں یہ درست ہے کہ ہم ان کو مومن نہیں جانتے (ص ۱۸۱)

۱۵۔ حسین بخش جاڑا شیعی مصنف لکھتا ہے ''بے شک شیعوں کا عقیدہ ہے کہ یہ لوگ (ثلاثہ) دل وجان سے مومن نہیں تھے، البتہ ظاہراً زبانی طور پر وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے۔(مناظرہ بغداد ص ۵۷) لکھتا ہے ''خالد سیف اللہ نہیں سیف الشیطان تھا۔(ص ۱۱۰)

۱۶۔ مرزا احسن الحائری شیعی مصنف لکھتا ہے ''خلافت خلفائے ثلاثہ شوریٰ کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ یہ جبر و تشدد کا نتیجہ تھا، خلافت حضرت ابو بکرؓ صرف سات آٹھ آدمیوں کے اتفاق و طاقت کا نتیجہ تھی، حالانکہ مسلمانوں کی اکثریت اس شوریٰ سے لاعلم تھی۔(مصباح العقائد ص ۱۴۸) لکھتا ہے ''خلفاء کی خلافت ظاہری سے اسلام کو سراسر نقصان پہنچا ہے۔(ص ۱۶۹)

۱۷۔ غلام حسین نجفی شیعی مصنف لکھتا ہے ''جناب عمرؓ نے ابو بکرؓ کی غیر قانونی خلافت منوانے کی خاطر نبی کی بیٹی فاطمہؓ کو مارا تھا، جس سے بی بی کے شکم کا بچہ شہید ہو گیا۔(سہم مسموم ص ۴۲۸) جناب عمرؓ نے سیاسی غرض کی وجہ سے وفات نبی کا انکار کیا تھا۔(ص ۴۲۸) جناب عمرؓ کو لقب فاروق یہودیوں نے عطا کیا تھا۔ جناب عمرؓ کا موجودہ قرآن پر ایمان نہ تھا۔(ص ۴۲۹) جناب عمرؓ نبی کی بیویوں پر آوازے کستا تھا۔ (ص ۴۳۰) جناب عمرؓ شراب حرام ہونے کے بعد بھی شراب پیتے رہے۔(ص ۴۳۰) جناب عمرؓ کی دنیا سے جاتے وقت آخری غذا شراب تھی۔

جناب عمرؓ جہنم کا تالا ہے اور بہتر تو یہ تھا کہ جہنم کا گیٹ ہوتا (ص ۴۳۰)...... جناب عمرؓ اپنی بیوی سے غیر فطری طریقے سے ہم بستری کرتا تھا (ص ۴۳۲) جناب عمرؓ نے متعۃ النساء کو حرام کیا تھا (ص ۴۳۲) جناب عمرؓ نے حکومت سازی کے لئے شوریٰ کی بدعت جاری کی (ص ۴۳۵)

غلام حسین نجفی لکھتا ہے ''جناب ذوالنورین نے اپنی بیوی ام کلثوم کی موت کے بعد ان کے مردہ جسم کے ساتھ ہم بستری کر کے نبیؐ کو اذیت پہنچائی (قول مقبول ص ۴۲)۔جناب عثمانؓ نے پہلی بیوی رقیہؓ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ دوسری بیوی ام کلثومؓ کو جماع سے مار ڈالا تھا۔(ص ۴۳۲)

زلیخا بی بی عائشہ میں کیا رکھا تھا کہ حضورؐ نے اپنی ہم عمر بیویوں کے ہوتے ہوئے یا دوسری

جوان عورتوں کے ملنے کے باوجود چھ سالہ ننھی اماں بی سے اپنے پچاس سال کے سن میں شادی رچائی (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۴)۔ عائشہ کوئی امریکن میم یا یورپین لیڈی تو نہیں تھی کہ دور رہتی تھی اور اس کے رشتہ کی خاطر اس کا فوٹو دکھانا پڑا (ص ۲۴)

کیونکہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی خلافت کے بارہ میں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ خلافت حق ہے وہ عقیدہ بالکل گدھے کے عضو تناسل کی مثل ہے، کیونکہ جیسی خلافت ہو اس کے لئے ویسا ہی عقیدہ چاہئے (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۷)۔ ابو بکرؓ صدیق و عقیل بن ابی طالب پرلے درجہ کے پھکڑ باز تھے (ص ۳۰۷ قول مقبول) ابو بکرؓ و شیطان کا ایمان برابر ہے (سہم مسموم ص ۸۳)

۱۸۔ "چراغ مصطفوی شرار بولہبی" کا شیعہ مصنف اشتیاق کاظمی لکھتا ہے، اب صحابہ کے خلاف زبان درازی کرنے والے کے خلاف تو آرڈیننس جاری ہوتے ہیں اور صحابہ بھی وہ جو کافر مرتد تھے مثلاً معاویہ، ابو ہریرہ وغیرہ وغیرہ (ص ۷۹)۔

۱۹۔ "کلید مناظرہ" کا مصنف برکت علی شاہ وزیر آبادی لکھتا ہے "ابو بکرؓ بزدل ہونے کے علاوہ احمق بھی تھا (کلید مناظرہ ص ۱۲۲) عائشہؓ و حفصہؓ جبلی طور پر عیار کینہ اور ٹیڑھے دل والی تھیں (ص ۳۱۹) ابو بکرؓ اور شیطان کا ایمان مساوی ہے (ص ۱۰۸)

۲۰۔ شیعہ راہنما ملا باقر مجلسی لکھتا ہے "جب امام مہدی ظاہر ہوں گے، عائشہ کو زندہ کریں گے تا کہ اس پر حد جاری کریں اور ان سے فاطمہ کا انتقام لیں۔ (حق الیقین ص ۳۴۷) عائشہ غدار ہے۔ (حق الیقین)

شیعہ کی مذکورہ بالا عبارات نقل کفر کفر نہ باشد کے تحت نقل کی ہیں، اس سے بڑھ کر صحابہ کرامؓ کی مظلومیت کیا ہو گی؟ جن پر ایرے غیرے نتھو خیرے الزامات لگا رہے ہیں، چھوٹا منہ بڑی بات نکال رہے ہیں، صحابہ کرامؓ کے شرعی مقام کو مجروح کر رہے ہیں، دنیا کو دکھا رہے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا دین کے ساتھ کوئی رشتہ تعلق و رابطہ نہ تھا اور ایسے ایسے الزامات لگائے جا رہے ہیں، جن کی سماعت سے پردہ گوش پھٹنے لگتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے، آب چشم رواں ہوتا ہے، دل دھڑکتا ہے وجود کانپتا ہے، رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔ کہ ان قدسی صفات لوگوں کو ننگی گالیاں دی گئیں جو ابو جہل و ابولہب، فرعون و ھامان، قارون و شداد کو بھی نہیں دی گئیں۔ جو جانثاران نبوت کو دیکر ان

حرماں نصیب ٹولے نے پورے عالم کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا۔

اہل سنّت کی دل فگار مظلومیت: شیعہ کا ظلم صرف اتنا نہیں کہ انہوں نے صحابہ کرامؓ کے ناموس پر جارحانہ حملے کیئے، بلکہ صحابہ کرامؓ کی عظمتوں کا چار دانگ عالم میں ڈنکا بجانے والوں، صحابہ کرامؓ کے شیدائیوں، اور وفاداروں کو بھی ہوس قلم وزبان کا ہدف بناتا ہے، جب دل کا غبار اس بدقماشی سے بھی نہ اترا، تو تیغ وتفنگ سے انہیں واصل بحق کر دیا گیا۔

ا۔ شیعہ کا بڑا علامہ محمد بن یعقوب کلینی امام محمد باقرؒ کی طرف منسوب خانہ ساز عبارت پیش کرتا ہے کہ "ان الناس کلهم ذرية البغايا ماخلا شيعتنا" ...... ہم شیعوں کے سوا سب کے سب لوگ حرامزادے ہیں۔ (فروغ کافی کتاب الروضہ ص ۱۳۵)

۲۔ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے: "وقتیکہ قائم ظاہر می شود پیش از کفار ابتدا بہ سنیاں خواہد کرد با علماء ایشاں و ایشاں را خواہد کشت و در مجمع البیان نیز مضمون ایں حدیث را از آنحضرتؐ روایت کردہ است"۔ (حق الیقین ص ۵۲۷) جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تو دوسرے کافروں سے پہلے سنیوں کے علماء سے ابتداء کریں گے اور ان کو قتل کریں گے۔

۳۔ ملا باقر مجلسی حضرت زین العابدین کے نام سے جملہ اہلسنّت کو ان الفاظ میں کافر لکھتا ہے۔ "مرا خبر دہ از حال ابو بکرؓ و عمرؓ حضرت فرمود ہر دو کافر بودند و ہر کہ ایشاں را دوست دارد کافر است"۔ (حق الیقین ص ۵۲۲ ج ۲) مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ کے حال کی خبر دو حضرت نے فرمایا دونوں کافر تھے اور جو کوئی انہیں اچھا سمجھے وہ بھی کافر ہے۔

۴۔ مجلسی لکھتا ہے "ناصبی (جو حضرت ابو بکر و عمرؓ کو حضرت علیؓ سے مقدم سمجھتا ہو) ولد الزنا سے بھی بدتر ہے، یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتے سے زیادہ بدتر کسی چیز کو نہیں بنایا لیکن ناصبی خدا کے ہاں کتے سے بھی زیادہ خوار ہے" (حق الیقین ص ۵۱۲ ج)

۵۔ ناصبی (سنی مسلمان) اور خارجی خدا ان پر لعنت بھیجے بلا توقف نجس ہیں۔ (تحریر الوسیلہ ص ۱۱۸) تمام فرقوں کا ذبیحہ جائز ہے سوائے نواصب (سنیوں) کے اگرچہ وہ اسلام کا دعویٰ کریں (تحریر الوسیلہ ص ۱۴۲) ہر قسم کا کافر جن کا حکم کافر جیسا ہے، جیسے نواصب، لعنھم اللہ اگر شکاری کتا شکار چھوڑ دے تو ایسا شکار حلال نہیں (ایضاً ص ۱۳۲)

کافر یا وہ جو کافر کے حکم میں ہے مثل نواصب (اہلسنّت) خوارج ان کی نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۷۹)

۶۔ امام باقر سے ابوحمزہ ثمالی نے پوچھا ہمارے کچھ شیعہ مخالفین (سنیوں) پر زنا کی تہمت تراشتے ہیں، تو امام باقر نے فرمایا ان سے زبان روکنا اچھی بات ہے، فرمایا اے حمزہ ہمارے شیعوں کے سوا سب مسلمان لوگ کنجریوں کی اولاد ہیں۔ (کافی کتاب الروضہ ص ۲۸۵ مطبوعہ ایران)

۷۔ یہ امت خنزیروں جیسی ہے، یہ ملعون امت اس کا کیوں انکار کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ کسی وقت اپنی حجت کے ساتھ وہی سلوک کرے جو یوسف سے کیا تھا۔ (اصول کافی ص ۳۲ ج ۱)

۸۔ امام صادق کا قول ہے کہ شامی مسلمان رومی عیسائیوں سے برے ہیں اور اہل مدینہ مکہ والوں سے برے ہیں اور مکے والے کھلے کافر منکر خدا ہیں۔ (اصول کافی ص ۴۰۹)

۹۔ عہد مغلیہ کا شیعہ چیف جسٹس نور اللہ شوستری اہلسنّت کو گالی دیتے ہوئے یوں لکھتا ہے۔

بغض الولی علامته معروفة
کتبت علی جبهات اولاد الزنا
من لم یوال من الانام ولیه
سیان عنداللّٰه صلی او زنا

علی ولی سے بغض کی علامت مشہور ہے، جو اولاد الزنا کی پیشانیوں پر مرقوم ہے جو لوگ حضرت علیؓ کی ولایت (جیسا شیعہ کے ہاں ہے) کے قائل نہیں، خدا کے ہاں برابر ہے کہ وہ نماز پڑھیں یا زنا کریں (العیاذ باللہ)۔ (مجالس المومنین ص ۴۸۰ ج ۲)

علامہ حق نواز شہیدؒ: مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اپنے جلسہ ہائے عام میں ان کفریات کا پردہ چاک کرتے تھے اور شیعیت کی اسلام دشمنی سادہ لوح مسلمانوں پر واضح و آشکارا کرتے تھے، مولانا شہیدؒ نے جان ہتھیلی پر رکھ دی تھی اور اس کفر کو للکارا تھا، ہر محاذ پہ انہیں پچھاڑا تھا اور یہ واضح کیا تھا کہ شیعہ نہ صرف کافر بلکہ بدترین کافر ہیں، بدترین نہیں بلکہ غلیظ ترین کافر ہیں۔ یہاں ساری مغلظہ عبارات نقل کرنے کی ضرورت نہیں، اکابر علماء کرام نے اپنے اپنے طور پر کتابوں میں ان کفریات، مغلظات، ہفوات اور شیعہ کے بکواسات کو عالم آشکار کیا ہے۔ (''عقائد الشیعہ''

ازمولانا مہر محمد صاحب، ''ارشاد الشیعہ '' ازمولانا سرفراز صاحب، ''ایرانی انقلاب'' ازمولانا محمد منظور نعمانی ، ''صحابہ کرامؓ اور پاکستان'' از قاضی مظہر حسین صاحبؒ ، ''شیعہ عقائد'' از علامہ خالد محمود صاحب، ''آفتاب ہدایت'' ازمولانا کرم دین صاحب..... قابلِ مطالعہ کتب ہیں)

شیعہ کے اہلسنّت پر مظالم: شیعہ کی تاریخ پڑھنے سے انسان کا دل ودماغ کانپ جاتا ہے، ان کے مظالم کی داستان پڑھ کر انسان کو اندازہ ہوتا ہے کہ ان انسان نما خونخوار درندوں کے پہلو میں دل نہیں پتھر کی سلیں اور چٹانیں تھیں، جنہوں نے ملکوں کے ملک تاخت و تاراج کر کے رکھدیئے اور پوری دنیا میں تاریکی وگمراہی پھیلادی۔

حضرت عمر فاروقؓ کو شہید کرنے والا ابولولو فیروز شیعوں کا چیمپئن تھا، حضرت عثمانؓ کو جام شہادت پلانے والے بلوائی شیعہ تھے، بنوامیہ کی خلافت کا خاتمہ کرنے والے شیعہ تھے، بغداد کو تاخت وتاراج کرنے کے لئے ہلاکو کو بلانے والا وزیر اعظم ابن علقمی شیعہ تھا، ہلاکو کا وزیر اعظم نصیر الدین طوسی شیعہ تھا، جس کی نمک حرامی کے باعث عروس البلاد بغداد پر تاتاریوں نے حملہ کیا، چالیس دن تک اہلسنّت پر مظالم ڈھائے گئے، سولہ لاکھ سنی مسلمان اس عظیم فتنہ میں قتل اور شہید ہوئے۔(ابن خلدون)

ابن علقمی: محمد بن علقمی کے دل میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سخت کینہ تھا، جس کا وہ اظہار کیا کرتا تھا۔ ہلاکو خان بن تولی بن چنگیز خان نے ایسے مظالم کے پہاڑ توڑے کہ تاریخ دانوں نے کبھی ایسا واقعہ نہ سنا ہوگا، جس نے زمیں کو آسمان اور آسمان کو زمیں بنا دیا، تاتاریوں نے حملہ ایسا کیا کہ مردوں بچوں اور عورتوں کو قتل کیا، حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچہ دانیوں سے بچے نکال کر قتل کیئے۔(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ا ص ۱۷۷)

نصیر طوسی: نصیر الدین طوسی نے خلیفہ معتصم باللہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، طوسی مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی نے تاتاریوں سے اسلام اور اہل اسلام کو نیست ونابود کرنے کے لئے سازباز کی، طوسی کے شاگرد ابن مطہر حلی نے تاتاریوں کے اقتدار کے زور سے اہلسنّت کو بالجبر شیعہ بنانے کی کوشش کی۔ حلی نے منہاج الکرامت کتاب لکھی، ابن تیمیہؒ نے اس کے رد میں منہاج السنہ لکھی تھی، جس کا آج تک دنیائے رفض جواب نہ دے سکی۔

توابین: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرانے والے شیعہ تھے بعد میں توبہ تائب کر کے اپنا نام توابین مشہور کرادیا۔ توابین نے بعد میں ظلم و بربریت کے بازار گرم کیے اور مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا۔

ثقفی: انتقامِ حسینؓ کے بہانے مختار ثقفی اٹھا، ستر ہزار مسلمانوں کا ناحق خون بہا کر زمیں رنگین کی، کوفہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔

حضرت زید شہید بن علی ظالم حکام کے پنجہ استبداد کو توڑنے کے لئے اٹھے، چالیس ہزار کا لشکر جرار تیا کیا، عین موقع پر شیعیت نے یہ کہہ کر ساتھ چھوڑ دیا کہ ہم اس شرط پر ساتھ دیں گے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ پر تبرا کرو۔ چنانچہ حضرت زید کی کثرت قلت میں بدل گئی اور چند دوستوں کے ساتھ جام شہادت پی کر ابدی نیند سو گئے۔

ابو مسلم خراسانی: ابو مسلم خراسانی شیعہ تھا، اس نے بنو عباس سے ظلم کرائے، بنو امیہ کے خلاف لڑے لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا گیا، ابو مسلم خراسانی دور بنو عباس میں سیاہ و سفید کا مالک بن گیا تھا۔ عباسی حکومت محض نام کی رہ گئی تھی۔

بنو بویھہ: بنو بویھہ شیعہ خاندان نے ایران پر قبضہ کر لیا، غنڈہ گردی کی داستانیں رقم کرتے ہوئے، لوگوں کو لوٹتے ہوئے، ان کے سر اڑاتے ہوئے سارے ایران کے والی بن بیٹھے، بغداد پر حملہ کر ڈالا، مستکفی باللہ نے انہیں بغداد کا گورنر بنا دیا، معز الدولہ کے لقب سے اسے نوازا، بغداد کو اپنے بابا کی جاگیر سمجھ لیا، خلیفہ کو سر عام ڈنڈوں سے پیٹ ڈالا، پھر قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار کیا، ۷ سال کے بعد خلیفہ کا جنازہ جیل کی تاریکی سے اٹھا۔

بنو بویھہ وہ بد فطرت لڑکے تھے، جنہوں نے صحابہ کرام کو گالیاں دینے کا سلسلہ شروع کیا، ان کی نگرانی و سرپرستی میں صحابہ پر تبرا پڑھا جاتا اور دیواروں پر لکھا جاتا، اہلسنّت مٹا دیتے، مگر وہ پھر لکھوا دیتے۔ سنی شیعہ فسادات کی آگ شعلہ فشاں ہوتی، سنی مجبور ہوتے، ان کے سر تن سے جدا کر دیئے جاتے تھے۔

حسن بن صباح اسماعیلی: شیعوں کے گرو گھنٹال حسن بن صباح نے سنی مسلمانوں کو تہ تیغ کیا مظالم کے پہاڑ توڑے، قاضی القضاۃ ابو سعید کو اسی گروہ نے شہید کیا تھا۔

فاطمین مصر: فاطمینِ مصر شیعہ تھے، سنی امراء کو انہوں نے قتل کیا۔ فاطمی حکمرانوں نے

مسلمانوں کے جرنیل اعظم فاتح سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے راستوں میں کانٹے بچھائے۔ان کو قتل کرنے کی سازشیں کیں،ان کے مقابلہ میں صلیبیوں کی نصرت کرنے والے رشید الدین سنسانی شیعہ اور مصر کے فاطمی تھے۔(تاریخ اسلام نجیب آبادی)

قرامطہ شیعہ: سلطان محمود غزنوی سے ہندوؤں کو لڑانے والے ملتان کے قرامطی شیعہ تھے، جو سازشیں کرتے تھے،۲۷۸ھ میں عہد خلیفہ معتمد میں سواد کوفہ میں ایک خورستانی داخل ہوا، زاہد اور مرتاض صورت اختیار کئے ہوئے تھا،لوگ اس کے مرید ہو گئے،روز بروز تعداد بڑھتی گئی۔ سادات کی مسلسل سعی نے جو شروع زمانہ خلافت سے کسی نہ کسی رنگ میں چلی آتی تھی،بنو فاطمہ کی خلافت کے حامی بکثرت پیدا کر دیئے تھے،کثرتِ فتن اور مظالم سے مسلمانوں نے مہدی کے ظہور کو اپنی مخلصی کا امید گاہ بنا رکھا تھا جو شخص ان خیالات کی حمایت میں اٹھتا،لوگ خوانخواہ اس کی طرف جھک پڑتے تھے یہی تسخیر مسلمین کا عمل ابن زاہدہ نے جو قرامطہ کے نام سے مشہور ہوا، اختیار کیا۔شیعوں نے اس کی حمایت کی، لاکھوں مرید ہو گئے،عراق شام میں کثرت سے فدائی ہو گئے،اپنی وفات پر اس نے سجادہ میں ابوالقاسم یحییٰ کو جانشین مقرر کیا،اس نے اعلان کیا مہدی کا ظہور قریب ہے۔

ابو سعید خبابی بھی اس کا ہم خیال ہو گیا،ان لوگوں نے علماء سنن کو قتل کرنا شروع کیا،خلیفہ معتضد عباسی نے انہیں بہت کچھ کچلا،مگر دن بدن یہ فرقہ ترقی کرتا رہا،جب بنی عباس نے زیادہ ان کی مدارات کی۔اکثر ہندوستان چلے آئے اور دہریت اور ملحدانہ خیالات کی اشاعت کرنے لگے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور ائمہ میں حلول کرتا رہتا ہے۔مرتد اور کافر کے درجے پر یہ لوگ تھے،حسن بن صباح ان کا بڑا شیخ تھا،ہلاکو خان نے پامال کیا اور ان کا پھر خاتمہ ہی ہو گیا۔(تاریخ ملت ص۴۷۵)

تاریخ ملت میں طبقات ناصری کے حوالے سے یوں لکھا ہے ”سلطنت رضیہ کے اوائل میں یہ حادثہ عظیم رونما ہوا“ ترکوں کے اغوا سے قرامطہ کا ایک گروہ اطراف ہند گجرات،سندھ اور دوآبہ گنگا و جمنا وغیرہ سے آ کر دہلی میں جمع ہو گیا۔انہوں نے ترکوں کے اغواء سے اہل اسلام پر حملہ کا ارادہ کیا،اس کے سردار نے علماء اہل سنّت کو ناصبی اور خارجی کہنا شروع کیا،اور عوام الناس کو علماء

احناف اور رضیہ سلطانہ پر برانگیختہ کرتا۔

آخر قرمطی ماہ رجب ۶۳۴ھ بروز جمعہ ایک ہزار آدمی شمشیر و خنجر و تیر لے کر جامع مسجد دہلی پر چڑھ آئے اور مسلمانوں کا قتل کرنا شروع کیا۔ سلطانہ کے مبارز نصیر الدین اور ناصر ہتھیار لگائے جوشن پہن کر خود سر پر رکھ کر نیزہ و سپر ہاتھ میں لے کر مع سواروں کے آئے اور ملاحدہ و قرامطہ کو قتل کرنا شروع کر دیا، ایک قرامطی کو بھی زندہ نہ رکھا۔ گو ملحدین کے ہاتھوں چند ہزار مسلمان بے گناہ شہید ہوئے، مگر اس ظالم گروہ میں سے ایک بھی نہ بچا۔ (تاریخ ملت ۴۷۴)

صفوی حکمران: فاروقِ اعظمؓ کے مبارک عہد میں اسلام کے زیر نگیں ہونے والے سنی اکثریت کے کشور حسین ایران میں لاکھوں سنیوں کو تہ تیغ کرانیوالے لاکھوں کو جلاوطن کرنے والے، لاکھوں کو بالجبر شیعہ بنانے والے انسان نما خونخوار درندے صفوی حکمران شیعہ کے جھولی چک تھے، ترکی کے عثمانیؒ خلفاء اسلام جب بھی یورپ کو فتح کرنے کے لئے میدان عمل میں کودے تو ہمیشہ صفوی حکمرانوں نے پیچھے سے حملہ کر کے پیٹھ میں چھرا گھونپا۔

تیمور لنگ: یورپ کے فاتح بایزید یلدرم عثمانی کے ساتھ ظلم کرنے والا تیمور لنگ شیعہ تھا ایشیائے کوچک میں مسلمانوں کی عظیم سلطنت تاخت و تاراج کرنے کی مذموم جسارت کی، مفتوحہ یورپ اسی کی بدقماشی سے مسلمانوں کے ہاتھوں نکل گیا۔

جعفر و صادق: بنگال کا جعفر اور دکن کا صادق دونوں شیعہ تھے، جو انگریز کے گماشے اور ایجنٹ تھے، ٹیپو سلطان کے ساتھ غداری کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا، نادر شاہ درانی شیعہ نے لاکھوں مسلمانوں کو دہلی کی جامع مسجد میں شہید کیا، بادشاہ اور اس کے لڑکوں کی لاشوں پر تخت بچھا کر ناشتہ کیا اور دہلی کا خزانہ لوٹ کر فرار ہوا۔

یحییٰ خان: ''ادھر تم ادھر ہم'' کا نعرہ لگا کر پاکستان کو دولخت کرنے والا قومی غدار جنرل یحییٰ شیعہ تھا۔ جس نے مشرقی پاکستان کو اقتدار کے لئے مغربی پاکستان سے الگ کر دیا۔ شراب کے نشے میں دھت رہنے والا یحییٰ خان شیعہ تھا، جس نے فوجی ایکشن کے ذریعہ لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کرا کر اسے ہمیشہ کے لئے ہم سے الگ کر دیا۔

خمینی: ایران کے شیعی انقلاب کے دوران سنیوں کو قتل کرانے والا راہنما خمینی شیعہ ہی تو تھا،

اس طرح پاکستان میں درجنوں سنی مسلمانوں کو شہید کرنے والے شیعہ ہیں، بیت اللہ کے حج کے دوران گڑبڑ اور ہنگامہ کرنے والے شیعہ تھے، کوئٹہ، کراچی، دینہ اور لاہور میں دھماکے اور بدمعاشیاں کرنے والے شیعہ ہی تھے۔ (آتش ایران، آل عمران مشہدی)

یہ تھیں شیعیت کی تاریخ کی مختصر سی جھلکیاں، تاریخ کے سینے ان کی سیاہ کاریوں کو محفوظ رکھتے ہیں، چشم فلک نے یہ نظارے دیکھے، آخر ظالموں کے انجام کا بھی ایک دن آنا ہے

وقت کہتا ہے کہ اب باطل فنا ہونے کو ہے
اور زمانہ رازِ حق سے آشنا ہونے کو ہے

ہمارے اسلاف کا موقف: اہل سنّت والجماعت کے اکابر نے شیعہ مظالم سہے، ان کے الزامات، اتہامات کا مثبت جواب دیا، منفی طرز عمل سے گریز کیا، چونکہ شیعہ مذہب کی بنیاد ہی صحابہ کرامؓ کی مخالفت پر رکھی گئی ہے، اس لئے ہر دور کے اہل تشیع نے سبّ صحابہؓ کا کام کیا، تبرے پڑھے۔ علماء حق نے صحابہ کرامؓ کی عظمت کے ترانے گائے اور صحابہ کرامؓ کی طرف سے دفاع کیا۔ کتابیں تصنیف کیں، خطوط کی شکل میں امت کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا، خطبات و مواعظ میں امت کی اصلاح کی۔ ایک طرف آپ نے اندازہ کیا کہ کفر کے مظالم چشم فلک کو دعوت نظارہ دے رہے ہیں، پوری پوری سلطنتوں کی پشتیبانی پر اس مذہب نے کام کیا، دوسری طرف بے سروسامانی اور کسمپرسی کے عالم میں مجاہدین اہل اللہ نے امت کے بیڑے کو صحیح سمت پہ چلایا، امت کی کشتی ساحل مراد پہ پہنچی، باد مخالف سے چلنے والے جھونکوں کی کوئی پرواہ نہیں کی، ان شخصیات میں امام ابن تیمیہ نے منہاج الکرامۃ کے جواب میں منہاج السنہ لکھ کر دنیائے شیعیت میں ایک تہلکہ مچادیا تھا۔ مجدد الف ثانیؒ نے ''ردرفض'' کتاب ایک شیعہ کی تردید میں لکھی، آپ کے مکتوبات میں جابجا تائید اہلسنّت اور تردید شیعیت کے حوالہ جات ملتے ہیں۔ ''تائید اہلسنّت'' کے نام سے آپ نے ایک کتاب لکھی، جس میں عظمت صحابہ کرامؓ کو واضح کیا۔ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے ''تحفہ اثنا عشریہ'' لکھی پہلے بزرگوں میں پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ''غنیۃ الطالبین'' میں شیعیت کی خوب خبر لی۔ اسی طرح ''الناھیہ'' علامہ عبدالعزیز فرہاروی نے لکھی، ''صواعق المحرقہ'' علامہ ابن حجر نے لکھی، علامہ ابن عبدالبرؒ نے ''الاستیعاب'' لکھی، ''قاضی عیاض'' نے ''الشفاء'' میں منقبت صحابہؓ بیان کی۔

عبدالکریم شہرستانی نے الملل والنحل لکھی اور صحابہ کرامؓ کی عظمت بیان کی، حضرات علماء دیوبندؒ نے شان صحابہؓ پر بے شمار کتابیں تحریر فرمائیں۔ بریلوی مسلک کے بانی مولانا احمد رضا خان نے رد الرفضہ لکھ کر شیعی تابوت میں آخری کیل گاڑنے کی کوشش کی، مولانا عبدالشکور لکھنوی نے با قاعدہ مدح صحابہؓ پر کتابیں لکھیں اور شیعی اعتراض کا مدلل جواب دیا۔

راہِ اعتدال: غرضیکہ اہل سنتؒ اکابر نے جارحیت سے ہٹ کر افراط و تفریط کی راہوں کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کی اور خیر الامور اوسطھا کے تحت اپنی بساط و ہمت کے مطابق احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے رہے، انہوں نے قافلہ امت کو منزل مقصود دکھانے میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں کیا اور اسلام دشمن فرقہ کا ہمہ تن مصروف ہو کر تعاقب کیا، میرے خیال میں ہم اور آپ جو آج مسلک حق کے داماں کے ساتھ پیوست اور وابستہ ہیں، یہ انہی اکابرینؒ کی محنتوں اور شبانہ روز کاوشوں کا ثمرہ ہے، جنہوں نے ٹھیک ٹھیک امت کی اصلاح کی اور انہیں کسی کی محبت اور عداوت میں راہ حق چھوڑنے سے بچایا۔

تمہارے ذکر میں سرگرم دنیا کی زبانیں تھیں
تمہی تم تھے، زمانہ میں تمہاری داستانیں تھیں



باب ۴

شیعیت ہندوستان میں

ارضِ ہندوستان پر سدا حق وصداقت کی آواز گونجتی رہی اور رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ومنقبت کے ساتھ ساتھ ان کے جانثاروں کا ذکر خیر بھی ہوتا رہا۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکروں کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی شان بھی بڑے حسین پیرائے اور عمدہ طریقے سے بیان کی جاتی رہی۔ مغل تاجدار ظہیر الدین بابر سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک کبھی بھی کسی عہد میں روافض کی حکمرانی نہیں رہی، اور نہ ہی کسی مقام پر ان کی دال گلتی تھی، مغل تاجدار ظہیر الدین بابر دار فانی سے رختِ سفر باندھ کر ابدی گھر کی جانب روانہ ہوئے، تو ان کا ناخلف بیٹا ہمایوں سریر آرائے حکومت ہوا تو ایک گہری سازش کے تحت اس خطۂ ارض کو دشمنانِ صحابہؓ کے لئے ہموار کیا گیا، پھر یہ سلسلہ موم کی طرح دراز ہوتا چلا گیا۔

ہمایوں تختِ حکومت پر: ہمایوں کچھ مدت تک حکمران رہا، مگر اسلام کے عظیم فرزند شیر شاہ سوری کی فتوحات کا حلقہ وسیع ہوتا گیا، شیر شاہ سوری کی عظیم مدبرانہ سوچ اور حکمت عملی کے باعث ہمایوں کو شکست و ہزیمت سے دو چار ہونا پڑا، اسے تخت وتاج سے ہاتھ دھونا پڑا، راجپوتانہ اور سندھ کے ریگزاروں پہ سرگرداں رہنا پڑا، بالآخر یہ وسیع وکشادہ زمیں ہمایوں کے لئے تنگ ہوگئی ہمایوں دم دبا کر دشمنان اسلام کے مرکز ضلالت ایران پہنچا جہاں ہمایوں کا گرمجوشی اور تپاک سے استقبال کیا گیا، اس وقت صفوی خاندان کے شیعہ برسر اقتدار تھے، جنہوں نے بزور شمشیر مسلمانوں کی گردن میں شیعی مذہب کا حلقہ معلق کر رکھا تھا، ان لوگوں نے ہمایوں کو شاہی مہمان

بنایا، اوراس کی خواہش ومنشاء کے مطابق اسے نوازا۔ کچھ عرصہ ہمایوں وہیں اقامت پذیر رہا، اگر چہ وہ ایرانی شاہوں کے نظریات وعقائد کا علمبردار نہیں تھا مگر شاہِ ایران اُس سے کوئی بڑا کام لینا چاہتا تھا، وہ اس کی وساطت سے برصغیر کے گوشہ گوشہ میں شیعی عقائد ونظریات اور خیالات کی فصل اُگانا چاہتا تھا۔

کچھ مدت کے بعد ہندوستان واپسی کا خیال انگڑائیاں لینے لگا، چھینے ہوئے تاج اور مفتوح شدہ دارالسلطنت کے خوابوں کا حصول اسے پل بھر چین سے نہیں بیٹھنے دے رہا تھا، جب ہمایوں واپس آنے کے لئے عازم سفر ہوا، تو ایرانی حکومت نے اسے اکیلے نہیں آنے دیا، جانے والا ہمایوں اکیلا پہنچا تھا، اب واپس آنے والے ہمایوں کے ساتھ ایک پورالشکر جرار ہمسفر وہمرکاب تھا، جس میں بڑے بڑے ادباء بھی تھے، شعراء بھی، نثر نگار بھی تھے اور انشاء پرداز بھی، نظم مملکت کی اونچ نیچ سمجھنے والے بھی تھے، اور اسے کنٹرول کرنے والے جنگجو سالار بھی تھے۔

ہمایوں اس لشکر کے ہمراہ چیختا چنگھاڑتا افغانستان میں داخل ہوا، کابل و قندھار فتح کرتے کرتے اسی قہر وغضب کے ساتھ ہندوستان میں گھس آیا، دہلی اور آگرہ کو زیرنگیں کیا، اور کئی دوسرے علاقے اپنے قلمرو میں شامل کر لئے، ایران کی تائید وحمایت سے ہمایوں کو چھنا ہوا اقتدار دوبارہ حاصل ہوا، ابھی اس کی حکومت مستحکم نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی سارے ہندوستان پر اس کا سکہ چلنے پایا تھا، ہمایوں کی تدبیر پر تقدیر الٰہی غالب آگئی، ایک دن کتب خانے کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا، چڑھتے چڑھتے پاؤں پھسل گیا، دھڑام سے گرا اور داعیٔ اجل کی دعوت پہ لبیک کہہ کر عالم آخرت کی جانب چل بسا۔ اگرچہ ہمایوں اس منصوبے کے تحت اپنے مقصود کو پانے میں ناکام رہا، جس کی پینگیں ہندوستان سے ایران تک پہنچی ہوئی تھیں، تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستان کی دھرتی پہ شیعیت کی آمد، اس کا آغاز اور مذہب کا تعارف ہمایوں کی وساطت سے ہوا، اور ایک خاص پلاننگ اور منصوبہ بندی کے تحت ہوا۔

بیرم خان: بیرم خان ہمایوں کا وزیر اعظم تھا، جس کی رگ وپے میں شیعیت سرایت کی ہوئی تھی اور اس کی رگ رگ میں شیعی خون گردش کر رہا تھا، وہ شیعی مذہب کی تشہیر وترویج کی خاطر عسکری پلاننگ کے تحت کام لینا چاہتا تھا، اس وجہ سے ہمایوں کی اچانک وفات کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا، اور وہ

شمشیر وسنان لے کر میدان میں اترا، عادل شاہ سوری کے وزیر ہمایوں بقال کے ساتھ دو بدو، دست بدست لڑنے کے لئے میدان کارزار میں کودا، پھر شمشیروں کی کاٹ تھی، اور میدان کارزار تھا۔ بیرم خان نے اس کے وزیر کو موت کے گھاٹ اتار کر، اسے شکست فاش دیتے ہوئے خاندانِ سور کا ہمیشہ کے لئے اقتدار سے صفایا کر دیا، اور شیعی مذہب کی اشاعت کے لئے متحرک ہو گیا، یہ شخص اکبر بادشاہ کا مربی تھا، جس سے اکبر بادشاہ امور سلطنت میں راہنمائی لیا کرتا تھا، بیرم خان ۳۱ رجنوری ۱۵۶۱ء کو پٹن میں قتل کر دیا گیا۔

اکبر بادشاہ: ۹۶۳ھ سے لے کر ۱۰۱۴ھ تک جلال الدین اکبر ہندوستان کا بادشاہ رہا، ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' کے مؤلف حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رقمطراز ہیں ''اکبر بادشاہ ۱۵۴۲ء، ۹۵۰ھ میں سندھ کے ریگستان میں ''امرکوٹ'' کے مقام پر اس وقت پیدا ہوا، جب اس کا باپ ہمایوں، شیر شاہ افغانی کے ہاتھ سے بھاگتا پھر رہا تھا، ہمایوں کی جب وفات ہوئی تو اس کی عمر ۱۳ سال ۴ ماہ تھی، تخت سلطنت پر اکبر کو بٹھا دیا گیا، اور اس کے اتالیق بیرم خان کے ساتھ حکومت کی باگ ڈور دے دی گئی۔ اس وقت اس کو عادل شاہ سکندر سوری کی افغانی فوجوں کا مقابلہ کرنا پڑا، کچھ دنوں اکبر بیرم خان کی تربیت میں رہا، اور جب زمام حکومت مستقل طور پر اس نے اپنے ہاتھ میں لی تو اس کی سیاست تین طاقتوں میں محصور تھی۔

(الف) افغان:۔ جن سے اس کا باپ شکست کھا کر ہندوستان سے جلاوطن ہو چکا تھا، اور پھر خود اکبر کو ان کے مقابلے کے لئے تیار رہنا پڑا تھا۔

(ب) شیعہ:۔ جن کا مرکز ایران تھا، اور جن کی بدولت ہمایوں کو دوبارہ دہلی کا تخت نصیب ہوا تھا۔

(ج) ہندو:۔ جو اگرچہ ہندوستان میں ۹۵ فیصدی اکثریت میں تھے، مگر شاہان گذشتہ کے رعب وشکوہ سے اس درجہ مقہور ہو چکے تھے کہ ان میں مقابلہ کی طاقت نہیں رہی تھی۔ اکبر اگر کسی ایک مذہب پر مستقل طور پر قائم رہتا تو اس کو دوسرے مذہبوں سے ٹکرانا پڑتا تھا، اور چونکہ افغان اس کے مقابل پر تھے، لہٰذا اکبر کے لئے شیعوں اور ہندوؤں کی دلداری کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، اس نے سیاست کو مذہب پر ترجیح دی، اور سنیوں کے سوا ہر ایک کی دلداری میں مشغول ہو گیا۔ اپنے دربار میں

ہر مذہب کے علماء کا اجتماع کرانا، مباحثے سننا، یہ اس کی سیاست تھی، تاکہ ہر ایک مذہب کی توقعات اس سے وابستہ ہوں، کاش وہ مذہب کا عالم ہوتا، تاکہ اس دلداری میں اسلامی حکومت کا نقشہ بھی قائم کر دیتا، ورنہ کم از کم بد دینی نہ اختیار کرتا، مگر وہ دستخط کرنے بھی نہ جانتا تھا، اس نے اصلاح کی بجائے افساد کی طرف قدم بڑھایا، اور ایک نئے مذہب کی ترتیب شروع کر دی، جس کا نام ''دین الٰہی'' تھا۔ (شاندار ماضی ص ۱۵ ج ۱)

اکبر بادشاہ کی قسمت کہ اسے ایسے سرکاری، درباری، دین فروش، ضمیر فروش اور مذہب فروش، خود غرض اور دنیادار ملاؤں سے پالا پڑا، جنہوں نے اچھے بھلے انسان کو انسانی حدود سے اٹھا کر آسمانوں کی بلندیوں تک پہنچا کر دم لیا، اس کے عقائد و نظریات پر شب خون مارا، مالی منفعت اور حصول زر کی خاطر اسے دین اسلام کا ناسخ اور دین الٰہی کا موجد بنا دیا۔ درباریوں میں ابوالفضل اور فیضی جیسے ضمیر فروش ہمہ وقت ایستادہ رہتے تھے، اور شاہ وقت کے اشارہ ابرو کی تعمیل کے لئے ہر وقت منتظر رہتے تھے اور اسلاف کے خلاف زبان درازیاں کرنے اور یاوہ گوئیاں کرنے سے ذرا نہیں ہچکچاتے تھے۔

مولانا محمد میاں صاحبؒ ملا عبدالقادر بدایونی کے حوالہ سے رقمطراز ہیں ''اگر کسی بحث و مباحثے کے درمیان ائمہ مجتہدین کی کوئی بات پیش کی جاتی تو ابوالفضل اس کے جواب میں کہتا، فلاں حلوائی، فلاں کفش دوز اور فلاں چمڑہ والے کے قول سے تم مجھ پر حجت قائم کرتے ہو؟

لیکن معاملہ ابھی صرف ائمہ مجتہدین تک پہنچا تھا، بدقسمتی سے ہمایوں کو چونکہ ایرانیوں کی امداد سے دوبارہ تخت و تاج میسر آیا تھا، اس لئے بتقاضائے منت شناسی عراق، عجم، اور ایران کے علماء و شعراء کو خود اس نے اپنے عہد میں اعزاز و اکرام سے سرفراز کیا، اور یہ دستور اکبر کے دربار میں بھی جاری رہا، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ایرانیوں اور عراقیوں کا ایک سیلاب تھا جو عہدِ ہمایوں سے مسلسل اختتامِ دولتِ مغلیہ تک ان ممالک سے ہندوستان آتا رہا۔

یہ ٹڈیوں کا بھوکا دل تھا، جو ہندوستان کی کشت زاروں کی طرف بے تحاشا چلا آرہا تھا، اور دولتِ مغلیہ کی طرف سے قدر افزائی کا یہ عالم تھا کہ ہر ادنیٰ ہندوستان پہنچ کر اس درجہ عالی ہو جاتا کہ بالآخر لوگوں کو کہنا پڑا:

پار بودم قطبک وامسال قطب الدین شدم
گر بیایم سالِ دیگر قطب دین حیدر شوم

اگر معاملہ اقتصادی نفع اندوزی تک رہتا، تب بھی شکوہ نہیں تھا، مگر بدقسمتی سے یہ گروہ وہ تھا، جو ائمہ دین و مجتہدین سے آگے بڑھ کر بے محابا شرفِ صحبت کے سعادت یافتوں (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) پر بھی حملہ کرنے میں قطعاً بے باک تھا، اکبر کو تاریخی واقعات کے سننے کا بے حد شوق تھا، حریفوں نے خصوصیت کے ساتھ اس کے سامنے ان ہی کتابوں کو، اور کتابوں کے بھی خاص ان حصوں کو پیش کرنا شروع کیا، جن کا تعلق مشاجراتِ صحابہؓ سے تھا۔ ملا صاحب کہتے ہیں:

''صحابہؓ کی شان میں سیر کی کتابوں کے پڑھنے میں جو الفاظ بادشاہ کی زبان سے نکلتے تھے، خصوصاً خلفاء ثلاثہؓ کی خلافت، قضیہ فدک، جنگ صفین وغیرہ کے ذکر کے وقت جو کچھ کہا جاتا تھا، کان اگر ان کے سننے سے بہرے ہوتے تو بہتر تھا، میں اپنی زبان سے ان کو ادا بھی نہیں کر سکتا''۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۴۴ ج ۱)

شیخ ابوالفضل، شیخ مبارک کا بیٹا تھا، جن لوگوں کی خوشنودی اور رضا جوئی کی خاطر اس نے حضرات آئمہ اسلام کو حلوائی، کفش دوز اور فلاں چمڑے والا کہا تھا نے ملا کو ۱۰۱۱ھ ۱۶۰۲ء میں قتل کرا دیا تھا۔

سیاہ بادل چھٹ گئے: اکبر بادشاہ جب برسر اقتدار آیا، تو بیرم خان نے اس کی حکومت کو مستحکم کیا، اسی بناء پر بیرم خان نے شیعیت کی اشاعت کا کام سبک رفتاری سے شروع کر دیا، رفتہ رفتہ ہندوستان میں پھیلے ہوئے شیعوں کو ایک لڑی میں پرونے اور انہیں یک جان کرنے کی کوشش کی، وہ چونکہ اکبر بادشاہ کا مربی اور اتالیق اور مشیر خاص بھی تھا، اس نے اپنے مربی سے شیخ الاسلام کے منصب کے لئے مشورہ لیا، اس نے مشہور شیعی عالم شیخ گرامی کا نام زبان سے نکال دیا، اکبر نے شیخ گرامی کو اس کے مشورے سے شیخ الاسلام کا منصب تفویض کیا، لیکن مبارک ہو ان سعید روحوں کو جنہوں نے اس ابھرتے ہوئے فتنے کو اپنی حکیمانہ تدبیروں اور بلند سوچوں کی بدولت کچل کر رکھ دیا۔ عہد اکبری میں شیخ عبدالنبی مرحوم علماء کے صدر الصدور ہوتے تھے، وہ شیعیت کے بارے میں بہت حساس تھے ان کی وجہ سے بیرم خان کے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے، ورنہ

بیرم خان تو بیرم خان تھا، ایک شیعی عالم ملا عالم شریف آملی نے اکبر کے دین الٰہی کی تائید کی اور اس نے لکھا ''نو سو نوے ہجری میں باطل کا مٹانے والا ایک شخص پیدا ہوگا، صاحب دین حق کے تمام اوصاف ''اکبر'' پر منطبق کردیئے، جو جمل کے قاعدے سے بھی نو سو نوے ہوتے تھے۔ (شاندار ماضی ص ۶۲ ج ۱)

اکبر کی بے دینی اور جہالت کی بناء پر سرکاری ملاؤں نے خوب من مانیاں کیں، شیعوں نے اثر رسوخ کمایا، اور کسی نہ کسی طرح اپنے مذہب کو پروان چڑھانے کی ناتمام سعی کی، مگر علماء حق کی موجودگی میں ان کی کاروائیاں پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکیں، انہی علماء حق کے کارہائے گنج گراں مایہ کی بدولت ہندوستان سے شیعی غلبے کے سیاہ بادل چھٹے ورنہ اکبر کے دور حکومت میں شیعوں کے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری تقیہ کی چادر اوڑھے قاضی القضاۃ کے اہم منصب پر بیٹھے ہوئے تھے۔

جہانگیر بادشاہ: نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ ضلع آگرہ کے قصبہ سیکری میں ۷ اربیع الاول ۹۷۷ھ میں پیدا ہوا، ۳۸ سال کی عمر میں ۸ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ کو سر پر آرائے دولت مغلیہ ہوا، اکبر کی وفات کے بعد اسے تاج و تخت ملا، تاریخ ہند میں جہانگیر بادشاہ کے عقائد و نظریات کو آئینے کی طرح صاف دکھایا گیا ہے، اور یہ وضاحت کی گئی ہے، کہ اکبر جس الحاد اور زندقہ کی راہ پر چل پڑا تھا، جہانگیر اس سے کوسوں دور تھا، وہ نیک لوگوں کی صحبت میں رہتا تھا، اور علماء کرام سے حضرت حق جل مجدہٗ کا نام لکھوا کر اس کا ورد کیا کرتا تھا، شراب کے قریب تک نہیں بھٹکتا تھا۔ جمعرات اور جمعہ کو علمائے کرام کی صحبت اختیار کرتا تھا۔ عبادت میں شب بیدار تھا، سکوں پر کلمہ شہادت نقش کروایا تھا، مذہب کا بے حد احترام کرتا تھا، اکبر کے دربار میں جماعت منع تھی، اور اس نے صفیں بھی اٹھا کر پھینکوا دی تھیں، مگر جہانگیر نے ہرنوں کی کھال کی صفیں بنوا کر دیوان خاص اور دیوان عام میں بچھوا دی تھیں، تاکہ ان پر نماز ادا کی جاسکے، اس قسم کی بے شمار خوبیاں جہانگیر میں تھیں۔ (شاندار ماضی ج ۱)

نور جہاں کا عشق: نور جہاں ایران سے آئی تھی، خاندانی شیعہ تھی، اس کا باپ مرزا غیاث بیگ شیعہ تھا، اس کا دادا خواجہ محمد شریف طہرانی صفوی حکمران ''طہماسپ'' کا وزیر تھا۔ مغل حکمرانوں میں جہانگیر وہ واحد حکمران تھا، جو پہلی مرتبہ کسی کے حسن و جمال اور کسی کی زلفوں کی بناوٹ اور کسی کے گالوں کی چمک سے متاثر ہو کر اس کا دلدادہ اور عاشق بن گیا تھا۔ حضرت مولانا محمد میاں

صاحبؒ ''افسوس نور جہاں'' کے زیرعنوان یوں نقشہ کشی فرمار ہے ہیں۔

''ان سب تعلقات اور جذبات سے بالا وہ تعلق تھا، جو جہانگیر کی زندگی میں سب سے زیادہ دلچسپ اور دلفریب ہے، اور جس کی بناء پر جہانگیر تمام سلاطین مغلیہ میں ایک انوکھا اور نرالا امتیاز رکھتا ہے، یہ نور جہاں کا عشق ہے، جس نے اس آزاد بادشاہ کو عہد طفولیت ہی میں گرفتار کرلیا تھا، مہر النساء کا نکاح جب شیر افگن سے کر دیا گیا، تو اگرچہ جہانگیر نے دل پر پتھر رکھ کر دائمی مفارقت پر صبر کرلیا تھا، اور عتاب رقابت کی بجائے شیر افگن کی حسن خدمت کی قدر کر کے اس کو بنگالہ کا گورنر بنا دیا تھا، مگر جب اس نے بغاوت کا قصد کیا، حتیٰ کہ جہانگیر کے فرستادہ قطب الدین خاں کو قتل کر کے اسی نبرد آزمائی میں قطب الدین خاں کے ہمراہیوں کے ہاتھ سے مارا گیا، مہر النساء کا سہاگ ختم ہو گیا، اور چار سال تک بیوگی کا زمانہ بھی ختم کرلیا، تو پرانی الفت نے پھر جہانگیر کے دل میں گداز کیا، مہر النساء کی قسمت جاگی، حتیٰ کہ وہ نور محل اور پھر نور جہاں بن گئی، اس وقت وہ واقعی جہانگیر کی آنکھوں کا نور اور اس کے دل و دماغ کی مالک تھی۔ (شاندار ماضی ج۱ص۱۰۸)

حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ لکھتے ہیں

جہانگیر بھی کہتا تھا کہ نور جہاں میری مالک ہے، میرے عدل وانصاف کی مالک نہیں، مگر جب دل کے جذبات اور دماغ کے تخیل پر بھی اپنا قبضہ نہ ہو تو عدل وانصاف کی پاسداری صرف رسمی اور ضابطہ کی چیز ہے، خوش قسمتی سے نور جہاں قابل باپ کی بیٹی اور مدبر بھائی کی بہن تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت جہانگیری کا انحصار اس طرح ہو گیا'' دولت و پادشاہی من حالا دردست ایں سلسلہ است، پدر دیوان، پسر وکیل مطلق، دختر ہمراز و مصاحب'' میری حکومت وسلطنت اس وقت اس سلسلہ کے ہاتھ میں ہے، باپ دیوان کل، بیٹا وکیل مطلق، لڑکی ہمراز و مصاحب۔ (شاندار ماضی ج۱ص۱۰۸،۱۰۹)

میاں صاحب لکھتے ہیں:

''اور پھر یہ دائرہ بھی صرف ایک مرکز میں سمٹ آیا تھا، چنانچہ جہانگیر کے بخشی معتمد خان کا بیان ہے رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ بادشاہت کا صرف نام رہ گیا اکثر فرمایا کرتے تھے، میں نے سلطنت نور جہاں کو بخش دی، ایک سیر شراب اور آدھ سیر گوشت کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔''

نور جہاں میں وہ کونسی خوبیاں اور کون سی صفات تھیں، جن کی وجہ سے جہانگیر نور جہاں کے افسوں کا شکار ہوا اور سب کچھ اس کے حوالے کر دیا، اس کے بارہ میں میاں صاحب رقم طراز ہیں:

"نور جہاں اگرچہ سنجیدہ، شریف طبع، قابل اور دانش مند عورت تھی، اس کے رحم و کرم اور دست فیض سے ہزاروں بے کس اور نادار عورتیں فیض یاب ہوئیں، سینکڑوں نادار لڑکیوں کے نکاح اور جہیز وغیرہ کا انتظام اس کے خزانہ خاص سے ہوا کرتا تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے انہی اوصاف نے جہانگیر کی گرویدگی کو بندگی کی حد تک پہنچا دیا تھا لیکن وہ بسا اوقات اپنی ذاتی منشاء کو پورا کرنے کے لئے تباہ کن فتنہ بھی کھڑا کر دیا کرتی تھی۔ (شاندار ماضی ص ۱۰۹ ج ۱)

یہ تھی نور جہاں اور جہانگیر کے عشق کی داستان، اور یہی منصوبہ تھا ایرانی شاہوں کا کہ کسی نہ کسی طرح ہندوستان میں شیعہ مذہب کو تقویت پہنچے، چنانچہ نور جہاں کی آمد ان کے مشن کی کامیابی کی ضمانت خیال کی گئی"۔

بھارت کے مشہور عالم دین مولانا اسیر ادرویؒ لکھتے ہیں:

"سلطنتِ مغلیہ پر ہمیشہ اہل سنت والجماعت کا قبضہ رہا، بابر سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک ہندوستان کی مرکزی حکومت پر کبھی بھی شیعوں کا قبضہ نہیں رہا، نہ کوئی شیعہ وارث تخت و تاج بنا، لیکن جہانگیر کے زمانے میں ایران سے آنے والے شیعوں کو نور جہاں کی بدولت مغلیہ حکومت میں کلیدی عہدے ملنے شروع ہو گئے، اور ہندوستان کے مختلف خطوں میں حاکمانہ جاہ واقتدار کیساتھ داد حکمرانی دینے لگے تھا، اکثر مقامات پر وہ زمیندار اور جاگیردار بنا دیے گئے، اور کہیں کہیں ان کی نوابیاں بھی قائم ہونی شروع ہو گئی تھیں، بہت سی ریاستوں میں وہ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو چکے تھے، حتیٰ کہ دہلی حکومت اپنے دور میں شیعہ گردی اور ان کی آماجگاہ بن گئی، اور اس کے نتیجے میں حکومت بتدریج مائل بہ زوال ہو گئی، اس طرح دہلی سے مسلمانوں کا اقتدار ختم کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ دہلی حکومت پر شیعوں کا غلبہ ہی ثابت ہوا"۔　　(دار العلوم دیوبند احیاء اسلام کی عظیم تحریک ص ۲۹۶)

مولانا محمد میاں مرحوم "نور جہاں کا مذہب" کے زیر عنوان لکھتے ہیں۔

نور جہاں شیعہ تھی، خواجہ محمد شریف کی پوتی تھی، جو شاہ ایران "طہماسپ صفوی" کا وزیر تھا، ایران شیعیت کا مرکز رہا ہے، اور اس زمانہ میں خصوصیت کے ساتھ شیعہ سنی جذبات پورے

اشتعال پر تھے۔ کیونکہ یہی زمانہ تھا جس میں آئے دن ترکوں سے جنگ رہتی تھی، خطبہ میں خلفاء راشدین کا تذکرہ وقت کا سب سے بڑا اختلافی مسئلہ تھا۔ ایران تو درکنار ہندوستان میں بھی جنوبی ہند کے عادل شاہی اور دیگر شیعہ سلاطین اس مسئلہ سے بہت گہری دلچسپی رکھتے تھے۔'' (ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ ج ۳)

میاں صاحب لکھتے ہیں

'' اسی زمانہ میں ایران میں سنیوں کو جبراً شیعہ کیا گیا (اکمال السعادت)

مغل سلاطین کی منشاء وخواہش یہی ہوتی تھی، کہ وہ اس خطہ میں بسنے والے تمام مذاہب کے لوگوں کو ایک جان کے مختلف اعضاء خیال کریں ظہیر الدین بابر جو مغلیہ سلطنت کا بانی تھا، اس کا خیال بھی یہی تھا، اکبر بادشاہ نے ہندو مسلم سب کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا تھا، شیعہ سنی مل کر ایک ہی جگہ عبادت کیا کرتے تھے، مسلم ہندو ایک ہی جگہ نظر آتے تھے، یہ ایک خاص پالیسی تھی جس کے تحت ان لوگوں کو اپنے رعایا کی مخالفت خواہ مخواہ مول نہیں لینا پڑتی تھی، اور یہ لوگ کئی کئی سالوں تک حکمرانی کے مزے لوٹتے رہتے تھے، اکبر قریباً پچاس سال تک اسی پالیسی کے تحت تخت حکومت پر فائز رہا۔

میاں صاحب لکھتے ہیں

بابر بادشاہ (بانی سلطنت مغلیہ) کی وصیت اگرچہ یہ تھی کہ شاہان مغلیہ کو اس اختلاف سے بالا رہ کر ہندوستان کی بسنے والی تمام قوموں کو ایک نظر سے دیکھنا چاہیے، اور بدن کے مختلف عناصر کی طرح ان کو آپس میں ملا جلا کر رکھنا چاہیے مگر کیا اس سے انکار ہو سکتا ہے کہ سلطنت ایران کی مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ ہندوستان کی سلطنت پر شاہان ایران کا سیاسی تسلط رہے تاکہ افغانوں کی طرف سے بے فکر ہو کر ترکوں کے ساتھ اطمینان سے جنگ میں مشغول رہ سکیں، نور جہاں جیسی فرزانہ عورت ہندوستان کی ملکہ ہو، اور شاہ ہندوستان کے دل ودماغ پر قابو حاصل کیے ہوئے ہو، یہ سلطنت ایران کی بہت بڑی کامیابی تھی، کون نہیں جانتا کہ اس قسم کی ڈپلومیسی بڑے بڑے مقاصد میں وہ کامیابی پیدا کر دیتی ہے جو لاکھوں نفوس کی قربانیوں سے بھی حاصل نہیں ہوتی، سلطنت مغلیہ میں فوجی قانون عموماً بادشاہوں کے ہاتھ میں ہوتا تھا مگر دیوانی، فوجداری، یا مذہبی حقوق کے عام

معاملات عدالتوں میں طے پاتے تھے، جن کے جج قاضی صاحبان ہوتے تھے اب غور فرمائیے محکمہ عدلیہ پر تسلط اور قبضہ کتنا بڑا اور کتنا اہم مقصد ہے، لیکن نور جہاں ڈپلومیسی یا شیعہ اقتدار کا نتیجہ کہ نوراللہ شوستری کو قاضی القضاۃ بنا دیا گیا، نوراللہ شوستری شیعوں کے نزدیک "شہید ثالث" ہے، مگر سنیوں کو اس سے اسی درجہ نفرت تھی، جتنی ایک متعصب شیعہ سے ہونی چاہیے، جو کسی خاص پالیسی کے ماتحت قاضی القضاۃ بنا دیا گیا ہو (شاندار ماضی ج ا ص ۱۱۱، ۱۱۲)

جہانگیر کی نور جہاں کے ساتھ وارفتگی اور گرویدگی کی وجہ سے شاہی نظام اتھل پتھل ہو گیا، اختیارات کی مالکہ نور جہاں تھی، جس نے شیعوں کی ہر طرح سے راہنمائی کی، نوراللہ شوستری متعصب شیعہ تھا جس نے ہندوستان میں اصحابِ رسول ﷺ کیخلاف زہریلا قلم اور مسموم زبان سب سے پہلے استعمال کی، نور جہاں اس شیعی عالم کی بہت بڑی معتقدہ تھی وہ اپنے تعصب کی بدولت عوام الناس کی نظروں سے گر چکا تھا، لوگ نفرت وحقارت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے تھے۔ شاہ کو جب اس کی ساری داستانیں سنائی گئیں تو اس نے اسے قاضی القضاۃ کے منصب سے سبکدوش کرنے کا ارادہ کرلیا، چونکہ نور جہاں کے دل میں اس کی عقیدت تھی، اس لئے اس نے بادشاہ کو اس اقدام سے روک دیا۔ اندریں حالات جب جہانگیر برائے نام حکمران تھا، حکمرانی کی زمام نور جہاں کے بے نور ہاتھوں میں تھی، جس کی آنکھوں کے نیچے اور اس کے وجود نا مسعود کے زیر سایہ شیعیت کا درخت برگ و بار لا رہا تھا، اور شیعہ مذہب پروان چڑھ رہا تھا۔

پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب لکھتے ہیں۔

نور جہاں کے ذریعے شیعیت پھر ہاتھ اٹھانے لگی، قاضی نوراللہ شوستری جو اکبر کے عہد میں ردائے تقیہ اوڑھے قاضی کے منصب پر آ گیا تھا، اب اس نے تقیہ کی چادر اتار دی اور پھر اپنے کیفر کردار کو پہنچا، اس کی قبر آگرہ میں گندے نالے کے پاس ہے، جہانگیر کی فوج میں شیخ بدیع الدین ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے خلفاء میں سے تھے، اور اس سلطنت میں رفض و الحاد کی مسموم فضاؤں کا پوری ہمت سے سد باب کر رہے تھے، یوں سمجھئے جس طرح نور جہاں یہاں شیعیت کا نشان تھی حضرت امام ربانی یہاں رفض و الحاد کے خلاف حق کا پہلا نشان تھے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تاامروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بو لہبی

قاضی نوراللہ شوستری کے شاگرد شرار بولہبی اٹھائے مسلمانوں کے علم ویقین کو جلانے پر تلے ہوئے تھے اور حضرت امام ربانیؒ کے خلفاء اور متوسلین چراغ مصطفوی ہاتھ میں لیے پورے برصغیر میں اندھیروں سے ٹکرا رہے تھے، اور حق کی روشنی پھیلا رہے تھے۔آپ کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ آپ نے ہندوستان کو ایران کی طرح شیعہ مملکت نہ بننے دیا، ورنہ علماء تو ہر باطل سے سمجھوتہ کرنے پر تیار بیٹھے تھے، حضرت مجدد الف ثانی نے پوری قوت اور علمی سطوت سے اہل بدعت کی تردید کی۔(خلفائے راشدین ۱۸)

نور جہاں کے دم قدم سے شیعوں کو مراعات ملتی رہیں، اور جہانگیری عہد میں انہیں کافی اثر ورسوخ حاصل ہو گیا تھا، اسی بناء پر نوراللہ شوستری کے ہاتھوں میں شرار بولہبی کا گولہ تھما دیا گیا، پھر اس نے اسی سے شرارت پھیلانے کی نامراد کوشش کی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں:

''اس زمانہ میں اس بد اندیش جماعت نے بہت زیادہ غلبہ حاصل کر لیا ہے، اور اطراف وجوانب میں پھیل پڑی ہے''۔(مکتوبات)

ہمایوں نے ایرانی شیعوں کی آمد کے راستے ہموار کیے، اور ادباء و شعراء کی ایک کھیپ ہمراہ لا کر ہندوستان میں پھیلا دی۔اس کے بعد جہانگیر کی بے جا عشق بازی اور فریفتگی کی بدولت ہندوستان میں شیعیت کو پھلنے پھولنے اور پروان چڑھنے کا موقع ملا۔نوراللہ شوستری پر نور جہاں نے اعتماد کیا، اسے نوازا، پھر نور اللہ شوستری کے عقیدت مندوں اور نیاز کیشوں نے حضرات خلفاء راشدینؓ کے خلاف ہرزہ سرائیاں اور خامہ فرسائیاں کیں، اس کے ردعمل میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کو میدانِ عمل میں کودنا پڑا۔انہوں نے ان کی خامہ فرسائیوں کے جواب میں علم وحکمت سے، دلائل وبراہین سے قرآن وسنت کی روشنی فراہم کی۔پھر شیخ سلیم چشتی ایک خدا ترسیدہ شخصیت تھی، جس کے توسل سے جہانگیر نور جہاں کے عقائد ونظریات کا شکار نہ ہو سکا، ورنہ وہ اس حد تک نور جہاں کے عشق میں گرفتار ہو چکا تھا، قریب تھا کہ وہ اس کے مذہب کو بھی تسلیم کر لیتا، مگر خدا نے اسے بچا

لیا۔ ۲۹؍اکتوبر ۱۶۲۷ء کو کشمیر سے واپسی پر راہی ملک عدم ہوا، خدا نے اس کا ایمان بچالیا، لاہور میں شاہدرہ کے قریب مدفون ہے، مقبرہ جہانگیر اسی کی یادگار ہے۔

حضرت امام ربانی کے ساتھ شیعوں کا بغض و حسد، انتقامی کاروائیوں اور ان کا پابند سلاسل ہونا یہ تذکرہ انشاءاللہ آئندہ آرہا ہے۔

شاهجهان بادشاه: ۲۹؍اکتوبر ۱۶۲۷ء، ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ کو جہانگیر نے داعی اجل کو لبیک کہہ کر دارِ فانی سے رخصتِ سفر باندھا، ۸ جمادی الثانی ۱۰۳۷ھ کو شاہجہان نے شاہی تاج اپنے سر پر سجایا۔ شاہجہان، مغلیہ خاندان کے سربراہانِ ریاست سے کہیں درجے بہتر حکمران تھا۔ مولانا محمد میاں صاحب شاہجہان اور ایران کے بارہ میں رقمطراز ہیں:

"اکبر اور جہانگیر کا تعلق ایران سے نہ صرف دوستانہ تھا، بلکہ نیاز مندانہ رہا، لیکن شاہجہان کے زمانہ میں تعلق دوستانہ کے بجائے حریفانہ ہو گیا، البتہ شاہجہان نے ترکوں سے اپنے تعلقات بڑھائے، چند مرتبہ ہدیئے بھی بھیجے گئے، پھر حکومت ایران دارا کی حامی اور اورنگزیب کی مخالف تھی"۔ (شاندار ماضی ص ۴۳۵ ج ۱)

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک سنی العقیدہ اور راسخ الایمان بادشاہ ایران کے شیعی حکمرانوں کو کس نظر سے دیکھتا تھا، ان کی غداری اور دغا کی وجہ سے وہ ان کا حریف اور مخالف تھا۔ ایران کی شہ پر جہاں کل تک حضرات صحابہ کرامؓ کو برا کہا جاتا تھا، اس دور میں صحابہؓ کو اسلامی تاریخ کا ہیرو کہا جانے لگا۔ جہاں کل تک صحابہؓ پر سب وشتم اور گالم گلوچ ہوتی رہی، آج شاہجہان کے ارشاد پر حضرات صحابہؓ کے خلاف بھونکنے والی زبان بند اور دشمنان صحابہؓ کو لگام دی گئی ہے ۔شاندار ماضی کے مولف تاریخ ہندوستان کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

۱۔ "۸ ذی قعدہ کو بلدہ قندھار کے باہر اپنا خیمہ لگایا، سکان قندھار بلکہ سارے اہل دیار بادشاہی لشکر کے غلبہ سے خوش ہوئے، جس کے سبب سے ان کو قزلباشوں کے ظلم و تعدی سے رہائی ہوئی، مساجد و معابد میں جن کے اوراد و اذکار سوائے سبِّ اصحاب و شتم احباب کے کچھ اور نہ تھے اب ان میں خلفاء راشدینؓ کے مناقب بیان ہونے لگے۔ (تاریخ ہندوستان بحوالہ شاندار ماضی ج ا ص ۴۳۵)

۲۔ "پھر شاہجہان کا وہ تاریخی کارنامہ بھی آج کتابوں کے سینے میں موجود ہے، جب دکن

کے شیعی حکمرانوں کے قلمرو میں حضرات خلفاء راشدینؓ کے ذکر خیر پر پابندی عائد تھی، اس عظیم انسان نے ان حکمرانوں سے صلح و آشتی کی اولین شرط یہ رکھی کہ حضرات خلفاء راشدینؓ کے ذکر اور منقبت بیان کرنے پر تمام پابندیاں ہٹائی جائیں"۔ (شاندار ماضی ص ۴۴۵ ج ۱)

۳۔ اس سے بڑھ کر ایک اور تاریخی کارنامہ یہ تھا کہ اس نے سکوں پر اسلام کا اصلی کلمہ رقم کروا دیا، اور یہ تاثر دیا کہ اصلی کلمہ اسلام یہی ہے جو اس سکہ پر نقش ہے۔ اس کے علاوہ تمام وہ کلمے جعلی ہیں، جو کسی خاص گروہ کا شعار ہیں، اور اسی طرح اس عظیم فرزند اسلام نے چار یاروںؓ کے اسماء مبارکہ بھی سکے پر نقش کرادیئے تھے، جس سے عیاں ہوتا تھا کہ یہ حکمران ایران کی کسی بھی سازش اور شرارت کا شکار نہیں ہوسکا۔ مولانا محمد میاں لکھتے ہیں:

"شاہ جہاں نے سکہ کے ایک رخ پر بیچ میں کلمہ طیبہ اور حاشیہ پر اسماء خلفاء راشدین اور دوسرے رخ پر ابوالمظفر شہاب الدین محمد صاحب قرن ثانی شاہجہان بادشاہ غازی کندہ کروایا۔" (شاندار ماضی ج ۱ ص ۴۴۵)

۴۔ شاہجہاں وقت کا فرماں روا تھا، عقائد و نظریات کتاب و سنت کے مطابق رکھتا تھا، خوب سے خوب تر کی تلاش میں تھا۔ وصول الی اللہ کے لیے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ کے مکتوبات زیر مطالعہ رکھتا تھا۔ مصائب و آلام سہنے اور حق گوئی و بیباکی کی وجہ سے حضرت سرہندیؒ سے محبت و عقیدت رکھتا تھا، اسی بناء پر شاہی دربار کے اڑوس پڑوس میں ہونے والی تمام خرافات بدعات، شرکیات اور رسومات کو بیک حکم موقوف کر دیا تھا، اس کی بیوی بانو مشہور شیعی خاتون نور جہان کی بھتیجی تھی جس کے ساتھ شاہجہان کو حد درجہ محبت تھی لیکن اس کے باوجود اس کی محبت مسلک و مذہب پر کسی طرح سبقت نہ لے سکی۔ اس کے ہاں مذہب [illegible] حیثیت حاصل رہی اور بیوی کی محبت ثانوی حیثیت میں رہی، وہ بیوی کے مسلک میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔

شاہجہان کے عہد حکومت میں شیعی فتنہ بہر صورت موجود تھا، لیکن اپنے عزائم بد اور مسموم ارادوں کے مطابق اس حد تک آگے نہ جا سکا، اس کی وجہ مجدد الف ثانیؒ کی شبانہ روز محنت تھی، اور وہ آہ و بکاء اور گریہ وزاری تھی، جو شب دیجور کی تاریکی اور ظلمت میں وہ سپہر رفعت کے مالک و خالق کے سامنے کیا کرتے تھے۔ ان کی ادعیہ صالحہ اور آہ سحر گاہی کا ثمر اس صورت میں سامنے آیا کہ ایک

پوری سلطنت کا حکمران ان کا معتقد اور محب بن گیا تھا، اوران کے عقائد ونظریات پر عمل پیرا تھا، بلکہ اس سے بڑھ کر شاہ وقت نے ان کے موقف ونظریئے کی اشاعت وتشہیر اس انداز میں کی، کہ ریاستی سکے پر حضرات خلفاء راشدین کے اسمائے متبرکہ کندہ کروادیئے تھے، جو دشمنان صحابہؓ کے قلوب و اذہان اور ابدان واجسام کی گہرائیوں میں ایک تیر کی چبھن سے زیادہ چبھتے تھے، عین ممکن ہے، کہ شاہ وقت نے مجدد الف ثانیؒ کی زبان سے یہ ربانی فیصلہ سن لیا ہو کہ صحابہ کرامؓ کی اس انداز میں شان و منقبت بیان کرو، کہ دشمنان صحابہؓ غیظ وغضب کا شکار ہو جائیں۔ شاہجہان کی تاریخ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر وہ محلات، عمارات اور قلعوں کی تعمیرات، آرائش اوران کی زیبائش میں مصروف نہ ہو جاتا تو دشمنان صحابہؓ کے سینوں پر بھی صدیقؓ کی صداقت، فاروقؓ کی عدالت، عثمانؓ کی سخاوت، علیؓ کی شجاعت اور سیدنا امیر معاویہؓ کی سیاست نقش کروادیتا۔

اورنگزیب عالمگیرؒ: سلطان اورنگزیب عالمگیرؒ عظیم باپ کا عظیم فرزند ارجمند تھا، جو رزق حلال اور صدق مقال کا عادی تھا، جو صاحب علم وحکمت تھا، کتابت کرتا اور ٹوپیاں بنا بنا کر فروخت کرتا تھا، اس سے گزراوقات ہوتی تھی، فقر سے غناء، غریبی سے امیری، ایک عام شہری سے حکمرانی کے منصب تک پہنچا لیکن اس عظیم انسان کی ساری زندگی اسلام اور دین کی خاطر صرف ہوئی اس کی زندگی کا لڑکپن بھی قابل ستائش، شباب بھی قابل رشک، بڑھاپا بھی قابل ستائش تھا، اسلامی تاریخ میں اورنگزیب عالمگیر کا اسم گرامی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

مولانا محمد میاں صاحب "تاریخ اورنگ زیب" کے حوالہ سے "شاندار ماضی" میں لکھتے ہیں:

"اورنگزیب کی تاریخ عملاً ہندوستان کی شصت سالہ تاریخ ہے، خود اس کا عہد حکومت ۱۶۵۸ تا ۱۷۰۷ استرھویں صدی کے منصف آخر پر حاوی ہے، اور ہمارے ملک کا اہم ترین تاریخی زمانہ ہے، یہ اسی بادشاہ کا ورود مسعود تھا، جب کہ حکومت مغلیہ اپنے انتہائی عروج کو پہنچی اور ابتداء عہد تاریخ سے برطانوی حکومت کے قیام تک کے زمانہ میں شاید یہ واحد حکومت ہے، جس نے اتنی وسعت حاصل کی، غزنی سے لے کر چاٹگام تک اور کشمیر سے کرناٹک تک تمام ملک ایک ہی بادشاہ کے زیر نگیں تھا، اور لادک و مالابار کے دور ودراز مقامات پر بھی اسی بادشاہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، اسلام کی آخری سب سے بڑی ترقی کا یہی زمانہ تھا، اس طرح سے جو حکومت قائم ہوئی تھی، ایک سیاسی و

حدت تھی، اس کے مختلف قطعات پر ماتحت حکمرانوں کا تسلط نہ تھا بلکہ بلاواسطہ بادشاہ کے ماتحت تھے اور اس حیثیت سے اورنگ زیبؒ کی ہندوستانی حکومت اشوک، سمدر گپت یا ہرشوردھن کی حکومت سے وسیع تر تھی، اس وقت تک کسی صوبہ کے گورنر نے سر نہ اٹھایا تھا، اگرچہ کہیں کہیں علمِ بغاوت بلند ہوتا تھا لیکن کسی صوبہ میں کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا، جو شہنشاہ دہلی کے حکام کی سرتابی کر سکتا۔ (اورنگزیب جلد اول، بحوالہ شاندار ماضی ص ۴۶۷ ج ۱)

اورنگزیب عالمگیرؒ کی ولادت کے زیر عنوان مولانا مرحوم رقمطراز ہیں:

''یوں تو شاہجہاں کی اولاد کی تعداد سولہ ہے، لیکن اس کی محبوب ترین بیگم ممتاز محل بنت آصف خان، اس کے چودہ بچوں کی ماں تھی اور اورنگ زیب کو باعتبار ترتیب چھٹا درجہ حاصل تھا...... جس طرح اورنگزیب کی تمام عمر گھر سے باہر اور دارالسلطنت سے دور گزری، اسی طرح اس کی ولادت و موت دونوں پردیس میں واقع ہوئیں۔'' (ایضاً ص ۴۶۷ ج ۱)

مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

''جہانگیر احمد نگر کے سپہ سالار ملک عنبر کو شکست دے کر آگرہ کی طرف اطمینان سے واپس آرہا تھا کہ مالوہ اور گجرات کی انتہائی سرحد پر بمقام دوحد سنیچر کا دن گزر کر رات کے وقت ۱۵ر ذی قعدہ مطابق ۲۴ ر اکتوبر ۱۶۱۸ء کو ہندوستان کے سب سے بڑے تاجدار نے کتم عدم سے عالم وجود میں قدم رکھا، شاہجہاں بھی جہانگیر کے ساتھ تھا اور اس نے دیرینہ رسم کے مطابق ایک ہزار اشرفی کی نذر گزاری، جہانگیر نے اسے قبول کرتے ہوئے اس مولود مسعود کا نام اورنگزیب رکھا، گویا اسی وقت قضاء وقدر کے کارکنوں نے خود دادا کے منہ سے اس پیشین گوئی کو ظاہر کر دیا، جو چالیس سال بعد پوری ہونے والی تھی۔'' (شاندار ماضی ص ۴۶۸ ج ۱)

اورنگزیب عالمگیرؒ جب سریر آرائے سلطنت ہوئے تو چہار سو پھیلے ہوئے شیعی فتنے کو خوف دامن گیر ہوا، کہ اس عظیم اور دین دار بادشاہ کے دور میں ہماری سرگرمیاں عروج پر نہیں پہنچ سکتیں، چنانچہ انہوں نے اپنی پرانی روش اختیار کر لی، اور تقیہ کی چادر اپنے منحوس اجسام پر اوڑھ کر، سی عالم میں سرگرداں رہے، انہیں اس عہد میں پنپنے اور پروان چڑھنے کا موقع نہیں ملا۔''

مولانا محمد باقر جامی صاحب لکھتے ہیں:

''شاہجہاں کے بعد جب عالمگیر تخت نشیں ہوا، تو یہ بڑا دیندار اور متشرع آدمی تھا، اس نے ہندوستان کا نقشہ بدل ڈالا، دربار میں جو بچی کچی رسمیں باقی رہ گئی تھیں، انہیں فوراً موقوف کر دیا۔ بڑے بڑے گویوں، ڈوموں اور کلاونتوں کو دربار سے نکال دیا، اسلامی شعائر پر بڑی سختی سے زور دیا جانے لگا، علماء سے دینی خدمت کا کام بڑے وسیع پیمانے پر لیا جانے لگا، اور تمام فقہی کتابوں کو جمع کر کے ان سے ایک جامع کتاب تیار کی گئی جو ''فتاویٰ عالمگیری'' کے نام سے مشہور ہوئی، بادشاہ کی دین سے والہانہ محبت اور اس کی اشاعت کے لئے بھرپور کوششوں کو دیکھ کر الحاد کو پسینہ آ گیا، کسی ملحد کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ بادشاہ کے ان دینی اقدامات کی راہ میں رکاوٹ بن سکے مگر اس کے باوجود شیعوں کا شاہی دربار میں تھوڑا بہت ضرور اثر رہا، مثلاً اس وقت دربار میں سب سے زیادہ نمایاں شخصیت محمد سعید اشرف مارقدوائی کی تھی، جو شیعہ تھا، اور بادشاہ کی صاحبزادی زیب النساء کا استاد بھی تھا، دربار کا وقائع نگار نعمت خان غالی شیعہ تھا، اس دور کا سب سے بڑا مورخ شیعہ تھا، جسے دربار میں کافی رسوخ حاصل تھا، علاوہ ازیں کئی شیعہ ایسے تھے، جو مختلف عہدوں سے وابستہ تھے، مگر عالمگیر کی بے پناہ دینی محبت اور اصول پسندی کی وجہ سے کسی شیعہ کو یہ جرات نہ ہوئی کہ وہ اپنے مذہب کے فروغ کے لئے کام کر سکے''۔ (ماہنامہ خلافت راشدہ شمارہ ۹ ج ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۲ء ص ۱۶)

مغلیہ خاندان کے سربراہوں کا دورِ اقتدار، ان کی حکمرانی میں فروغ پانے والی شیعیت کا مختصر نقشہ پیش کیا گیا ہے کہ اس خاندان کے سربراہوں نے کس انداز میں حکومت کی، اور کیسے ان کی آنکھوں کے نیچے شیعیت پھیلتی پھولتی اور پروان چڑھتی رہی، ان لوگوں نے اپنے اقتدار کی خاطر ٹھوس منصوبہ بندی نہیں کی، کرسی اور اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے سب اچھا کی پالیسی پر گامزن رہے، شاہجہاں اور اورنگزیب عالمگیر نے تھوڑا سا کام کیا، لیکن وہ بھی کسی خاص ترتیب و منصوبے سے نہیں کیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اورنگ زیب عالمگیر کے سانحہ رحلت کے بعد شیعوں نے مختلف علاقوں میں شیعی مذہب کے فروغ کے لئے بڑے زور شور سے کام شروع کر دیا، پھر جب برصغیر پر انگریز قابض ہو گئے، تو شیعوں نے ان کے ساتھ ساز باز کی، اور رہی سہی کسر بھی نکال دی، کئی جگہوں پر مسلمانوں کو ہزیمت و شکست انہی کی سازشوں کی بدولت اٹھانا پڑی مغلیہ خاندان کے حکمران اپنے اپنے ادوار حکومت میں کام کرتے رہے، اورنگزیب عالمگیر باوجودیکہ عظیم صفات کا مالک تھا، مگر جب

دار فانی سے آخرت کی طرف روانہ ہوا، تو اس کی وہی مصلحت اس کی آخری وصیت نامے کی زینت بنی، جو مغل حکمرانوں کی ہمیشہ روافض کے ساتھ روا رہی۔ اپنی وصیت کے دوسرے نمبر پر اس نے یہ کہا:

''چہار روپیہ دو آنہ وجہ کلاہ دوزی نزد آیہ بیگم محل دارست بگیرند و صرف کفن بیچارہ نمایند، و سہ صد و پنج روپیہ از وجہ کتابت قرآن مجید در صرف خاص است، روز وفات بفقراء دہند، ازیں راہ زرِ کتابتِ قرآن نزد فرقہ شیعہ حرمت دارد، بکفن و مایحتاج آں صرف نہ کنند''

ترجمہ: ''چار روپیہ دو آنے جو ٹوپیوں کی سلائی سے حاصل ہوئے تھے، یہ بیگم محل دار کے پاس ہیں، ان سے تجہیز و تکفین ہو، تین سو پانچ روپیہ قرآن نویسی کی اُجرت کے صرفِ خاص کی مد میں محفوظ ہیں، وفات کے روز مساکین میں تقسیم ہوں۔ چونکہ فرقہ شیعہ کے نزدیک کتابتِ قرآن کی اُجرت حرام ہے، لہٰذا اس کو تجہیز و تکفین میں صرف نہ کریں''۔ (وقائع عالمگیری بحوالہ ماضی ص ۵۴۴ ج ۱)

اس میں ریب و تردد نہیں ہے کہ ایک طویل عرصہ تک برصغیر میں مسلمانوں کی حکمرانی رہی۔ وہ مسلمان حکمران جو اس فتنہ ضالہ کی فتنہ انگیزیوں سے آگاہ تھے انہوں نے اپنی بساط کے مطابق اس سلسلہ میں کام کیا، اور بعض جاننے کے باوجود اس لئے چشم پوشی کرتے رہے، تاکہ ملک میں کسی قسم کی گڑھ بڑھ نہ ہو، اس مصلحت اور چشم پوشی کا ثمر بد یوں نکلا کہ ہندوستان پر سفید چمڑی والے انگریز قابض ہو گئے، اور انہوں نے مسلمانوں کو شہید کیا، مساجد شہید اور مدارس مسمار کر دیئے، مسلمانوں کی تعمیرات کو منہدم اور ملیا میٹ کر دیا۔

انگریزی حکومت

ایک مسلمان بچی کی چیخ و پکار سن کر ۷۱۲ء میں محمد بن قاسمؒ کراچی سے چند میل کے فاصلے پر دیبل کی بندرگاہ پر پہنچا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی پرچم لہراتا ہوا یہ نوجوان پورے سندھ پر چھا گیا، سندھ فتح کیا، ملتان تک پہنچا، اور اپنے نیک عزائم کی تکمیل کے لئے کوشاں رہا، جس عظیم مقصد کی بنیاد محمد بن قاسمؒ نے رکھی۔ اس کے بعد بزرگان دین کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا، کہیں حضرت علی

ہجویریؒ علم وعرفان کی شمعیں روشن کرتے دکھائی دے رہے ہیں، کہیں میراں حسین زنجانیؒ اور کہیں بختیار کاکیؒ، کسی خانقاہ میں سخی سرور اور کسی میں بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ، کسی مقام پر حضرت نظام الدین اولیاءؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، پیر مکیؒ اور دوسرے اولیاء انسانی قلوب کی صفائی کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔ اسلام کے عظیم فرزند محمود غزنویؒ نے سومنات کے پجاریوں کے دلوں پر مونگ دلنے کے لیے ہندوستان پر سترہ حملے کیے، وشنو دیوتا کے اصنام پاش پاش کرڈالے، ہندو راجہ پرتھوی کو شکست فاش دے کر تازیانۂ عبرت بنا دیا، اس کے جرأت مند جرنیل علاؤالدین خلجی مرحوم نے بیشتر علاقے فتح کر کے وہاں اسلامی پرچم بلند کیا۔

سلطان شہاب الدین غوری کی وفات کے بعد سلطان ایبک نے ۱۲۰۶ء میں سلطنت دہلی کی طرح ڈال دی، بعد ازاں خاندان خلجی تغلق اور خاندان غلاماں اس سرزمین پر حکمرانی کرتے رہے، ۱۵۲۶ء میں بابر نے سلطنت مغلیہ خاندان کی بنیاد رکھی، اس کے بعد ہمایوں، اس کے بعد اکبر، اس کے بعد جہانگیر، اس کے بعد شاہجہان اس کے بعد اورنگزیب عالمگیر کے لئے تاج وتخت زینت بنا اورنگزیبؒ کی وفات کے بعد ناخلف اور عاقبت نا اندیش جانشینوں اور بہادر شاہ ظفر کی نا اہلیوں، اسلامی اصولوں سے انحراف اور خرمستیوں کی وجہ سے پرتگیزیوں اور فرانسیسوں نے اس خطہ پر قدم رکھا اور انگریزیوں اس خطہ ارض پر قابض ہو گیا جیسے ہندوستان طشتری میں ڈال کر اسے تحفہ میں دے دیا گیا۔

مولانا محمد میاں مرحوم رقمطراز ہیں:

''فروری ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب عالمگیرؒ کی وفات کے بعد وہ قیامت برپا ہوئی کہ شیرازۂ ملک کا ایک ایک ورق جدا ہو گیا اور یورپ کی وہی سفید فام طاقتیں جن پر عالمگیر کے دادا پردادا نے مہربانیوں اور شاہانہ عنایات کی بارش کی تھی جن کو عالمگیر کے باپ (شاہجہاں) نے شکنجہ تادیب میں کسا تھا جن کو عالمگیر نے پہلے ملک بدر کیا تھا پھر معاف کر کے تجارت کی اجازت دی تھی ابھی سو سال پورے نہیں ہوئے تھے کہ عالمگیرؒ کی راجدھانی پر اس کا تسلط اور عالمگیر کا پوتا شاہ عالم اس کا وظیفہ خوار تھا۔

مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

دوسرے الفاظ میں اس صدی کے مدو جزر کا خلاصہ یہ ہے کہ سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کی شہنشاہانہ عظمت سے اس کا آغاز ہوا اور خاتمہ اس فداء ملک وملت کی شہادت پر ہوا جس کو دنیا سلطان ٹیپو کے نام سے پہچانتی ہے۔ جس کے خون شہادت میں لتھڑے ہوئے جنازے کو دیکھ کر انگریز فاتح کی زبان بے ساختہ پکار اٹھی تھی
''آج ہندوستان ہمارا ہے''　(شاندار ماضی ج ۲ ص ۲)

انگریز ہندوستان میں وارد ہوا، وہ تجارت کی غرض سے آیا تھا یہاں پہنچ کر اس نے لوگوں کے ضمیر کا سودا کیا بعض عاقبت نااندیش اس کے دام فریب میں پھنس گئے اس کی دغا بازی اور منافقت کی وجہ سے اسلام کے عظیم سپوتوں کو اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر سرزمیں ہند کو لالہ زار بنانا پڑا، کون نہیں جانتا کہ سلطان ٹیپو شہیدؒ کی جانکاہ اور دلدوز شہادت کے پیچھے کس نمک حرام کا دست تظلم کارفرما تھا تاریخ بولتی ہے تاریخ بولتی نہیں بلکہ دھاڑیں مار مار کر چیخ چیخ کر بتاتی ہے کہ وہ ظالم کون تھا؟ جس نے اپنے مربی، محسن اور سپہ سالارِ اسلام کے خلاف سازش کی اور اُسے شہید کروادیا۔

انگریزوں سے ساز باز

اپنے راہنماؤں اور اسلام کے جرنیلوں کو جن ظالموں نے شہید کروایا کل تک وہ ظالم انہی عظیم لوگوں کے دستر خوان کے کھانوں سے شکم سیر ہوتے رہے آج وہ نوٹوں اور انگریزی سکوں کی چمک دمک دیکھ کر اپنے سربراہوں کا حق نمک ادا نہ کر سکے ان لوگوں نے انگریزوں سے ساز باز کی اور اپنے سربراہ کو ان کی توپوں اور گولیوں کے حوالے کر دیا۔

سلطان ٹیپو کے ساتھ غداری

مولانا اسیر ادروی لکھتے ہیں:

''ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ ہی سے شیعوں نے انگریزوں سے ساز باز کر لی تھی تاریخ کے پاس اس کے بہت واضح ثبوت نظیریں مثالیں اور حقائق ہیں اور ناقابل تردید دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ کئی مستحکم اور مضبوط ترین مسلم حکومتیں انگریزوں کے قبضہ میں شیعوں کی انگریزوں سے سازش کی وجہ سے چلی گئیں اور انہوں نے اپنے آقا اپنے وطن اور اپنی قومی حکومت سے غداری

کی سلطنت خداداد میسور جو ہندوستان میں ایک طاقتور اور مستحکم حکومت تھی اس کے پاس ایک طاقتور فوج تھی اس کے کارخانوں میں یورپ سے بہتر اور اس سے معیاری بندوقیں تیار ہوتی تھیں حیدر علی اور سلطان ٹیپو فرمان روایان میسور نے تین لڑائیوں میں انگریزوں کو ذلت آمیز شکستیں دی تھیں حتیٰ کہ ایک بار مدراس کے ساحل تک وہ انگریزوں کو کھدیڑ چکے تھے اور سمندروں میں کھڑے انگریزوں کے جہازوں پر بمباری کر چکے تھے۔ یورپ کے کئی مایہ ناز فوجی کمانڈروں کو میدانِ جنگ میں شکست دے کر قید کیا جا چکا تھا اور ان کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا انگریزوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ سلطان ٹیپو کو میدان میں شکست دے دیں، لیکن یہ ان کے بس کی بات نہیں تھی، انگریزوں کو یقین تھا کہ اگر ہندوستان کی سرزمین میں سلطان ٹیپو کو شکست دے دی گئی تو پورے ہندوستان پر قبضہ آسان ہو جائے گا لیکن ہزاروں تدبیروں کے باوجود جب اس کو میدان جنگ میں شکست نہ دی جا سکی تو ان کی نگاہ ان لوگوں پر گئی جو سلطان ٹیپو کی حکومت میں کلیدی عہدوں پر قابض تھے ان میں میر صادق کا نام سرفہرست ہے جو سلطان ٹیپو کا وزیر اعظم بھی تھا اور وزیر جنگ بھی۔ انگریزوں نے پہلے اس کے ایمان اور ضمیر کا سودا کیا اور اس کو سلطان ٹیپو سے غداری پر آمادہ کیا دوسرا فوجی سپہ سالاروں میں میر غلام علی لنگڑا، میر قمر الدین، میر معین، میر قاسم علی جو سب کے سب شیعہ تھے ہر ایک کو سلطان ٹیپو سے غداری پر آمادہ کر لیا گیا۔ خفیہ طور پر انگریزوں سے ان کی ملاقاتیں ہوئیں صلاح ومشورے ہوئے انگریزوں کو نقشہ جنگ وقت اور حملہ کی جگہ انہیں غداروں نے بتائیں چنانچہ اسی کے مطابق انگریزوں نے قلعہ سرنگاپٹم پر اس رخ حملہ کیا جو قلعہ کا سب سے کمزور حصہ تھا جس کو ایک شب قبل ان غداروں نے انگریز افسران کو بلا کر دکھایا تھا چنانچہ سازش کے مطابق حملہ ہوا سلطان نے مذکورہ بالا سپہ سالاروں کو انگریزوں کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے مختلف منزلوں پر تعینات کر رکھا تھا لیکن انگریز فوجوں کی راہ میں کہیں کوئی مزاحمت نہیں ہوتی ہے بلکہ ان غداروں نے انگریزی افواج کا خیر مقدم کیا اور وہ سیدھی دارالحکومت پہنچ آئیں اور قلعہ سے تھوڑی دور ایک باغ میں مقیم ہو گئیں اور سلطان کو اس کی خبر تک نہیں دی۔ جب گولہ باری شروع ہوئی تو سلطان کو پتہ چلا کہ دشمن سر پر آ چکا ہے سازش کے مطابق حملہ ہوتے ہی فوج کو تقسیم تنخواہ کے بہانے سے مورچہ سے ہٹا دیا گیا، اتنی کھلی غداری کے بعد سلطان ٹیپو اپنی حکومت کو کیونکر بچا سکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میدان

جنگ میں لڑتے ہوئے سلطان ٹیپو کو شکست ہوگئی۔اس کا ردعمل اتنا شدید ہوا کہ کئی سو برس گزر جانے کے بعد آج بھی جو سیاح میر صادق کی قبر سے گزرتا ہے تو وہاں ٹوٹے ہوئے جوتوں کا انبار دیکھتا ہے کیونکہ اس زمانہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جب کوئی مسلمان اس کی قبر سے گزرتا ہے تو اس کو جوتوں سے پیٹتا ہے یہ اہانت یہ تحقیر آمیز سلوک اس کی غداری کی سزا ہے"

(احیاء اسلام کی عظیم تحریک ص ۲۹۸)

اس طویل اقتباس کی روشنی ہمیں ان لوگوں کے بھیانک چہرے دکھا رہی ہے جنہوں نے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گونپا اور مسلمانوں کی بغلوں میں سانپ بن کر انہیں ہر محاذ پر ڈسنے کی کوشش کی اور انگریزوں سے مراعات اور انعامات کے مستحق قرار پائے لیکن ان کورہ بخت اور بد نصیب نمک حراموں کو اس پر ترس نہ آیا کہ وقت کا عظیم انسان شہادت کے وقت بھی پیاس کی شدت سے تڑپتا رہا خادموں اور غلاموں کے پاس پانی موجود پانی کے چھاگل موجود مگر نہ اس عظیم شہید کو پانی ملتا ہے اور نہ چھاگل انڈیلا جاتا ہے اور نہ ہی بد قسمت ساقی اپنے آقا کی طرف متوجہ ہو رہا تھا۔

سلطان کے خدام بھی بک گئے

مولانا محمد میاں مرحوم لکھتے ہیں

"ٹیپو سلطان اور مرہٹے مخالف تھے مگر بدقسمتی سے یہ دونوں آپس میں دست وگریباں تھے انگریزوں نے پہلے میسور کا رخ کیا مرہٹوں کو کچھ تھپک کر خاموش کیا نظام کی فوجیں ساتھ لیں میر صادق وغیرہ سلطان کے غدار ساتھیوں نے خفیہ ساز باز کر لی اب ایک معرکہ کی ضرورت تھی جس میں اس شیر بیشہ حریت کو سب طرف سے گھیر کر شہید کر دیا جائے۔ ۴ رمئی ۱۷۹۹ء کو اس منصوبہ کی کامیابی کی آخری تاریخ تھی دن کا ایک بجا تھا کہ جنگ آزادی کے اس شیر دل کمانڈر نے اپنے مخصوص جانثاروں کے ساتھ جن میں فدائے وطن خواتین بھی تھیں انگریز حملہ آوروں کی مدافعت شروع کی۔سب طرف سے گھر جانے کے باوجود ماہ مئی کی دہکتی ہوئی گرمی میں بھوکے پیاسے سات گھنٹے کی جنگ کے بعد غروب آفتاب کے وقت اس بہادر سلطان نے پپڑیاں جمے ہوئے ہونٹوں کو جام شہادت سے تر کیا اور تاریخ جبر وقہر کی پیشانی پر خون شہادت سے یہ فقرہ لکھ دیا:

''شیر کی زندگی کا ایک لمحہ گیڈر کی صد سالہ زندگی سے بہتر ہے''

مگر جب لارڈ ہارس نے سلطان کی خون آلودہ لاش دیکھی تو اس کا نعرہ یہ تھا ''آج ہندوستان ہمارا ہے'' (سلطنت خداداد میسور ص ۳۰۲، ۳۴۹ بحوالہ شاندار ماضی ج ۲ ص ۷۵)

مولانا مرحوم غداروں کی غداری اور ضمیر فروشی کو المناک داستان قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ سلطان کے ساتھی حتیٰ کہ خادم بھی جس کے پاس پانی کا چھاگل تھا، انگریزوں کے ہاتھ بک چکے تھے۔ دربار کے ذمہ داروں نے نشاندہی کر کے انگریزی فوج کو قلعہ میں داخل کیا اور جب باڈی گارڈ کے چند ساتھیوں کو لے کر یہ بہادر جرنیل اپنے ملک کی عزت وعظمت پر قربان ہونے کے لیے فوج کے سامنے سینہ سپر ہو گیا تو باڈی گارڈ کے یہ ساتھی بھی پست ہمت یا غدار ثابت ہوئے۔ سلطان سپاہیانہ جوہر دکھا کر دشمنوں کو کھیت کر رہا تھا مگر جب گرمی کی شدت اور تشنہ لبی سے پریشان ہو کر اپنے خادم سے پانی طلب کرتا تھا تو افسوس نہ ساقی کے ہاتھ ملتے تھے نہ چھاگل اندر تھا، مختصر یہ کہ بہادر سلطان شدید زخمی ہوا پانی مانگتا ہوا گھوڑے سے گرا اس وقت بھی اس پر رحم نہیں کیا گیا یہ غریب مسافر تشنہ لب ہی اس دنیا سے رخصت ہوا۔ (شاندار ماضی ص ۷۵ ج ۱۲)

سراج الدولہ کے ساتھ غداری

میر صادق اور میر جعفر دونوں غداروں اور منافقوں کے سرغنے تھے، جنہوں نے غداری کر کے دشمن کو کوڑیوں کے عوض اپنا ضمیر اور ایمان فروخت کیا اور تاریخ کی پیشانی پر اپنا نام گوبر اور لید سے رقم کروایا آج ان کے نام اور علاقے منافقت، غداری، دغا بازی اور شیطنت کے لئے ضرب المثل بن چکے ہیں۔ یہ دونوں شیعی کردار ننگِ دین، ننگِ ایمان اور ننگِ وطن ثابت ہوئے۔ میر صادق نے سلطان ٹیپو کے ساتھ غداری کی اور میر جعفر نے نواب سراج الدولہ کی فوج کی توپوں میں بھوسہ بھر کر انگریز کے ہاتھوں اسے پسپا کروایا۔

مولانا اسیر ادروی لکھتے ہیں:

''شیعوں کا دوسرا تاریخی کارنامہ میر جعفر نے بنگال میں انجام دیا بنگال میں علی وردی سراج الدولہ کی حکومت کو چاٹ جانے والا اور انگریزوں کے ہاتھوں فروخت کرنے والا میر جعفر تھا

جس نے سپہ سالار جنگ ہو کر سراج الدولہ کی فوجوں کی توپوں میں بھوسے بھروائے تھے اور سراج الدولہ کی چالیس ہزار فوج کو انگریزوں کے چند ہزار سپاہیوں نے چند گھنٹوں میں شکست فاش دے دی اور اس طرح میر جعفر نے پورے بنگال پر انگریزوں کا قبضہ کرا دیا، یہ تو تاریخ کے دو نا قابلِ فراموش شیعی کردار ہیں جن کے بارے میں ڈاکٹر اقبال کا شعر ضرب المثال بن چکا ہے۔

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ ایماں ننگِ دیں ننگِ وطن

(احیاء اسلام کی ایک عظیم تحریک ص ۲۹۸)

غیروں سے وفا اپنوں سے جفا

ہندوستان کے شیعوں نے برچھا گردی اور مظالم کی انتہا کر دی، نادر شاہ درانی حملہ آور ہوا۔ اس کے دست و بازو بنے، اس کی لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت میں شریک و سہیم ہوئے، لاکھوں افراد کے بے گناہ لہو کی رنگینی سے اپنے ہاتھ رنگین کئے، انگریزوں سے ساز باز کی، ان کے ہاتھ مضبوط کئے، سربستہ رازوں سے گھونگھٹ اٹھائے، اپنے راہنماؤں کو بے دست و پا کیا، اور حملہ آوروں کی توپوں کے حوالے کر دیا، یوں ان نمک حراموں نے غیروں سے وفائیں کیں، اور اپنوں سے جفائیں اور دغا بازیاں کیں، جس کی مثال تاریخ میں ملنی شاذ و نادر ہے۔

مغل شہنشاہیت کا آخری چراغ ٹمٹما رہا تھا، آخری مغل حکمران سادات بارہہ کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا، جو شیعہ تھے، ان کی خود غرضیاں، خود پرستیاں اور غداریاں انتہا کو پہنچ چکی تھیں، مغل حکمران بے بس و مجبور تھا، شیعہ اس دور میں بادشاہ گر سمجھے جاتے تھے، مغلیہ سلطنت کا وزیر حسین علی شیعہ تھا، اس نے اپنے اقتدار کی بقاء اور کرسی کے تحفظ کی خاطر اہل اسلام کے بدترین دشمنوں مرہٹوں کے تعاون سے دہلی پر حملہ کر دیا، فرخ سیر بادشاہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اور بذاتِ خود بغاوت کی شاہراہیں ہموار کرنا شروع کر دیں، تاکہ دہلی حکومت کے تخت پر براجمان ہو کر تاج شاہی اپنے سر پر سجائے"۔ اسی زمانہ میں نجف علی شیعہ بھی وزیر تھا، جس نے خفیہ خفیہ انگریزوں کی ملی بھگت سے شاہ عالم کو بہار میں ہزیمت سے دو چار کیا، اس تاریخی غداری کی بناء پر اور نجف علی کی حرام زدگی

کی بدولت آسام سے الہ آباد تک کا علاقہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر انگریز سرکار کے زیر نگیں ہو گیا۔ (ایضاً ص ۲۹۹)

اٹھارہویں صدی کی شام ہو رہی تھی، ہندوستانی عظمت کا آفتاب عالم تاب غروب ہو رہا تھا، غلامی کے مہیب غار، اور بھوت منہ کھول رہے تھے، غلامی کی شب دیجور سبک رفتاری سے ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل رہی تھی۔ انگریز سامراج کی حکمرانی کا بگل بج رہا تھا، اور اس کی فرمانروائی کی صبح کاذب نمودار ہو رہی تھی۔ یہ مسلمانوں کی افراتفری اور احمقانہ روش کا نتیجہ اور شیعی غداروں کی خواہ مخواہ کی خود غرضیوں اور دشمنوں سے پینگیں بڑھانے کا نتیجہ تھا۔ شیعوں نے مغل حکمرانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپا، اس میں اچنبھے کی کون سی بات ہے؟ ان لوگوں نے اپنے مفادات اور مراعات کے حصول کی خاطر اپنے ہم مسلک کو بھی معاف نہیں کیا، مالک رام کی قلم حقیقت رقم سے سنئے:

''علی نقی واجد علی شاہ کی تخت نشینی کے وقت امین الدولہ وزیر اعظم اودھ تھے، واجد علی شاہ نے چندے انتظار کیا، اور اس کے بعد انہیں الگ کر کے علی نقی خان کو وزارت اعلیٰ کا منصب عطا کر دیا۔ حالات جس طرح کے تھے، ان میں کوئی شخص بھی کامیاب نہیں ہو سکتا تھا، آخر وہی ہوا، جو ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ علی نقی خان کی انگریزوں سے ساز باز تھی، اور واجد علی شاہ کی معزولی میں ان کا بھی ہاتھ تھا۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ان کی بیٹی واجد علی شاہ سے بیاہی تھی۔'' (تاریخ اودھ بحوالہ غبار خاطر ص ۴۸۶)

اہل سنت سے بغض، انگریز سے محبت

اہل تشیع کو شروع ہی سے حضرات صحابہ کرامؓ کے جانثاروں سے عداوت ہے، کسی دور میں بھی یہ عداوت محبت میں نہیں بدلی۔ پہلی صدی کے وسط میں اس فتنہ نے سر اٹھایا، اور ہر دور میں شر و فتن کی آلودگیاں بکھیرتا رہا، ہندوستان میں انگریز یونہی نہیں داخل ہوئے، وہ تو تجارت کی غرض سے آئے تھے، اور دلجمعی سے اپنا کام کر رہے تھے، مگر جب انہوں نے دیکھا کہ یہاں نفرت و عداوت کے بیج بکھرے ہوئے ہیں، ان میں اتحاد و یگانگت کا فقدان ہے، تو کیوں نہ اس سونے کی چڑیا کو آسانی سے اپنے قبضے میں لیا جائے۔ آپ اس ذیل کے اقتباس سے اندازہ لگائیں کہ ہندوستان

کے کسی علاقہ میں جب شیعوں کو منصب حکومت ملا، تو انہوں نے اہل سنت والجماعت کو کس نظر حقارت سے دیکھا اور انہیں کس درجے کا شہری خیال کیا، کیا یہ حقیقت اب چھپ سکتی ہے، کہ اودھ کے شیعی فرمانروا امجد علی شاہ، سید حسن بن دلدار حسین سے مشورے لیا کرتا تھا۔ اہل سنت والجماعت اور ہندوستان کے ہندو ایک ہی تھیلی کے دو چٹے بٹے سمجھے جاتے تھے، اہل سنت والجماعت نفرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، ان کی جاگیریں ضبط کر کے شیعوں کے حوالے کر دی جاتی تھیں۔ امجد علی شاہ کے دور میں اہل سنت والجماعت اتنے ناپاک خیال کئے جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اپنے ہاتھ سے نہیں لکھ سکتے تھے پنجتن پاک کا نام اپنے ہاتھ سے نہیں لکھ سکتے تھے، اماموں کے نام اپنے ہاتھ سے نہیں لکھ سکتے تھے اپنی تحریروں میں یہ نام نہیں لکھ سکتے تھے اگر کسی جگہ ضرورت پیش آتی تو باقی ساری تحریر سنی خود لکھتا اور مقدس نام والے الفاظ شیعہ لکھا کرتے تھے۔ اس سے بڑا ظلم اہل سنت پر اور کیا ہوگا؟ اک طرف اہل سنت کے ساتھ یہ ناروا سلوک اور دوسری طرف سفید فام یورپین لوگوں کو صاحب بہادر خیال کیا جاتا اور ان سے محبت کی پینگیں بڑھائی جاتی تھیں۔

مولانا اسیر ادروی رقم طراز ہیں:

"امجد علی شاہ غالی شیعہ تھے، ان کے زمانہ حکومت میں شیعیت کا فروغ اس درجہ ہوا کہ اہل سنت والجماعت کا شمار ہنود میں ہوتا تھا، ان کا ہر کام مجتہد العصر سید حسن بن سید دلدار علی کے مشورہ سے ہوتا تھا، اور خود مجتہد صاحب کا حال یہ تھا کہ وہ سنیوں کے عروج کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس کا نتیجہ تھا کہ جو جاگیریں اور شاہی وظائف سنیوں کو دیئے جاتے وہ سب ضبط کر کے شیعوں کی طرف منتقل کر دیئے گئے، انہی کے مشورے سے پوری حکومت میں اعلان کر دیا گیا کہ کسی بھی سرکاری دفتر میں کوئی ہندو یا سنی مسلمان اسماء مبارکہ خالق کائنات، پنجتن پاک، ائمہ اطہار اپنے ہاتھ سے نہیں لکھ سکتا۔ اس کام کے لئے ہر دفتر میں شیعوں کی تقرری کی گئی، اگر کوئی ہندو یا سنی سرکاری کاغذ مرتب کر رہا ہے اس میں یہ نام جتنی بار آئے وہ ہر بار کسی شیعہ سے اس نام کو لکھوا کر آگے کی تحریر لکھتا تھا۔ اس جبر و تشدد کی وجہ سے جو سرکاری ملازم ہندو یا سنی تھے، وہ سب کے سب شیعہ ہو گئے۔ یہ قانون بہت دنوں سے جاری تھا کہ اتفاقاً ایک ایسا واقعہ ہو گیا کہ یہ قانون منسوخ کرنا پڑا۔ تاریخ اودھ کے مصنف ہمیں یہ واقعہ سناتے ہیں کہ "اتفاقاً ایک دن آدھی رات کے وقت پرچہ اخبار سے خبر

آئی کہ راجہ ہردت سنگھ تعلق دار بونڈی مقید نظامت بہرائچ فرار ہو گیا، امجد علی شاہ نے بہ لحاظ قرب بودوباش راجہ بال کرشن بہادر کو طلب کیا اور شقہ لکھنے کا حکم دیا، مہاراجہ مذکور تعمیل ارشاد میں مصروف ہوئے اور کئی بار اسماء خدا اور رسول حسب عرض مہاراجہ صاحب بہادر امجد علی شاہ نے اپنے ہاتھ سے تحریر کئے۔ جب ہر شقہ میں یہی نوبت آئی تو اس حکم سابق کو منسوخ فرمایا اور ہر کچہری اور دفتر میں علی الصباح احکام روانہ ہوئے اور مومنین نو بھرتی (شیعوں) کا رزق جاتا رہا۔

(تاریخ اودھ بحوالہ احیاء اسلام کی عظیم تحریک ص ۳۰۱)

صحابہؓ پر تبرا، شاہ وقت کو خراجِ تحسین

امجد علی شاہ کی مرگ کے بعد اس کا بیٹا علی شاہ اودھ کا حکمران بنا، ۱۳ فروری ۱۸۴۷ء کو اقتدار کی کرسی سنبھالی، حضرات صحابہ کرامؓ کے ساتھ بغض وعداوت کی وجہ سے اس کا ظاہر و باطن سیاہ ہو چکا تھا، حکمرانی کیا خاک کرتا تھی، اس کی نحوست کی وجہ سے نظام سلطنت درہم برہم ہو گیا، انگریز پہلے ہی اودھ میں قدم جما چکے تھے، ۹ سال تک تخت حکومت کے ساتھ چمٹنے کے بعد اسے معزول کر کے کلکتہ بھیج دیا گیا۔ پندرہ لاکھ روپے مشاہرہ مقرر کیا گیا تھا، مگر شومئی قسمت کہ اس کم بخت کی عادات مسرفانہ تھیں۔ یہ خطیر رقم بھی اس کے خرچ کو کفایت نہیں کرتی تھی، اس کے عہد حکومت میں جہاں اور کئی بد تماشیاں شروع ہوئیں، وہاں تاریخ کے حسین چہرے پر ایک بدنما داغ یہ بھی لگایا گیا کہ حضراتِ صحابہ کرامؓ پر سب وشتم اور تبرا قانونی شکل پا گیا۔ شیعوں کا تبرا کرتے ہوئے جلوس نکلتا تھا، اور وقت کے نام نہاد مجتہد، ایمان فروش اور ضمیر کا سودا کرنے والے لوگ واجد علی شاہ کو خراج تحسین پیش کرتے، اور اسے یوں داد دیتے کہ اس نے تبرا کو قانونی شکل دے کر ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ وقت کے مجتہدوں کے گھروں سے جو کاغذات برآمد ہوتے ان پر واجد علی شاہ کے لئے یوں تعریف کی جاتی تھی، تاریخ اودھ کے مصنف کی زبانی سنئے۔ مجتہد العصر بادشاہ کو لکھتے ہیں:

"آپ نے اپنے عہد مبارک میں اجرائے تبرا پر خصوصی توجہ فرمائی ہے، اور مراسم تعزیہ داری بہ اطمینان وشان وشوکت سے ادا کی جانے لگی ہیں، جس کی وجہ سے تمام سادات اور مومنین، ترقیٔ درجات اور ازدیادِ جاہ سلطنت وعمر ودولت میں

مصروفِ دعا ہیں۔خداوند کریم حضور والا جیسے شاہ دین پناہ مروج دین مبین،شیعیانِ آلِ طٰہٰ ویٰسین کی عمر دراز فرمائے کہ حضور کے حکم اور حکومت کی اعانت سے پوری قوت کے ساتھ تبرا کا ہم کو اختیار حاصل ہوا۔“ (تاریخ اودھ ج۵ ص ۱۶۵)

چوری پھر سینہ زوری

دشمنانِ اصحابؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چوری اور پھر سینہ زوری کا عالم یہ تھا، کہ اولاً خود اس قبیح جرم کے مرتکب ہوئے، پھر تبرا کرتے کرتے اہل سنت والجماعت کی بستی میں پہنچے، اہل سنت نے اس ذلت اور دیدہ دلیری پر مزاحمت کی، وہاں مڈبھیڑ ہوئی، ہاتھاپائی اور لڑائی جھگڑے سے بڑھ کر جیب و دامن چاک کرنے تک نوبت پہنچ گئی۔ صحابہ کرامؓ کے بارہ میں گندی زبان استعمال کرنے پر حضرات اہل سنت نے صدائے احتجاج بلند کی، تو رہزنانِ اسلام اور قزاقانِ مذہب نے اس پر بھی آسمان سر پہ اٹھالیا، واویلا کیا، چیخ و پکار کی، اودھم مچایا، واجد علی شاہ کو قرارداد پیش کی، اہل سنت کو گرفتار کرنے اور سخت سے سخت سزا دینے کے مطالبات پیش کئے، شیعوں نے واجد علی شاہ کو یوں لکھا:

”حضور والا! جیسے عظیم المرتبت بادشاہ جو ترویج دین مبین اور اجراء تبرا وعزاداری از شرق تا غرب مشہور ہیں، شیعوں کی بے حرمتی کیونکر گوارا فرمائی، ہمیں یقین ہے کہ اس طرح کے واقعات کا اس طرح سد باب فرمایا جائے گا تاکہ آئندہ مراسم تعزیہ داری اور تبرا یوماً فیوماً ترقی پذیر رہے“۔ (تاریخ اودھ ص ۱۶۶ ج ۵)

اہل سنت پر شیعی اثرات

یوں تو ہندوستان کے عام لوگوں کا ذہن اہل سنت کا تھا، لیکن جہانگیر کی چہیتی نور جہان کی وجہ سے شیعیت دور دور تک پہنچی، جہاں جہاں ممکن ہوسکا وہاں وہاں شیعہ حکمران بنادیئے گئے، لکھنؤ پر شیعی حکمران مسلط کیا گیا، جس کا حدود اربعہ کافی وسیع تھا، لکھنؤ ہمیشہ سے اہل سنت کا مرکز چلا آرہا تھا۔مگر بڑوں کی مہربانیوں سے یہاں شیعیت نے زور پکڑا، اہل سنت بے بس ہوگئے، شیعوں نے پوری طاقت اور قوت سے یہاں اپنی رسومات کو عام کیا۔ ماتم، سینہ کوبی، اور تعزیہ داری کی رسومات

عام ہونے لگیں۔ یہ سلسلہ ہندوستان کے اکثر و بیشتر مقامات پر پھیلا، وہاں بھی جہاں کوئی اکا دکا شیعہ ہوتا تھا، اور وہاں بھی اس سلسلہ کو رواج دیا گیا جہاں شیعہ آبادی نہیں ہوتی تھی، مگر قومی دولت سے عام اور سادہ لوگوں کے ضمیر کو خریدا جاتا تھا، بزور بازو اور حکومتی مشینری کے ذریعے لوگوں کو ان رسومات کی ادائیگی پر آمادہ کیا جاتا تھا، غریب لوگوں کے پاس کسی قسم کا ذریعۂ معاش نہیں ہوتا تھا، وہ حرص اور آز کی بنا پر تعزیئے بناتے، ان کی تعظیم کرتے اور انہیں اٹھا کر جلوس والے دن گھماتے، کربلائے معلیٰ کی شبیہیں اور ضریح کی صورت بناتے، اور مصنوعی تلواروں کو لہرا لہرا کر تماشے کئے جاتے تھے، شیعہ لوگ تو ایک طرف رہ گئے، ان سنی لوگوں کو دیکھئے جو شیعی حکومت کے جبر و قہر اور دہشت و بربریت کے خوف سے خائف ہو کر اپنے مذہب کا جنازہ اٹھاتے اور شیعی رسومات میں یوں پڑ جاتے، جیسے ان کی ادائیگی میں کئی سو نوافل کا اجر و ثواب ان کو ملے گا۔

لکھنؤ رسومات کا مرکز

لکھنؤ میں شیعی رسومات کے بارہ میں محترم محمد باقر لکھتے ہیں۔

''ہندوستان میں شیعیت کا سب سے بڑا مرکز شمالی ہند کا مشہور شہر لکھنؤ رہا ہے، شیعیت کے فروغ میں اس شہر نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے، جب تک اس کی پوری تاریخ نگاہوں کے سامنے نہ لائی جائے، تو یہ بات سمجھ نہیں آسکتی کہ آخر اس شہر کو مذہبی لحاظ سے اتنی زیادہ اہمیت کیوں حاصل ہوئی، دولت اودھ کے بانی میر محمد امیں خان ایرانی نژاد تھے، اور نیشاپور سے ہندوستان آئے تھے۔ انہوں نے دربار دہلی سے تعلق قائم کیا، اور کچھ عرصہ بعد صوبہ اودھ کی صوبیداری کا حکم نامہ حاصل کیا اور شیخ زادوں کو شکست دے کر اقتدار پر قابض ہو گئے، میر صاحب شیعہ تھے، اس لیے عنانِ اختیار ہاتھ میں لینے کے بعد انہوں نے شیعیت کو لکھنوی تمدن کا ایک اہم عنصر بنا دیا، ان کے بعد نواب آصف الدولہ نے اس مذہب کی اشاعت کے لئے اپنا زور اقتدار استعمال کیا، اور ہزاروں سنی گھرانوں کو شیعہ بنا دیا، جو خاندان شیعہ ہوئے انہیں جاگیروں سے نوازا۔ نواب حسن رضا نے اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھایا کہ جمعات و عیدین کو سنیوں سے الگ کر لیا، اور مشہور لکھنوی مجتہد مولوی دلدار علی کو اپنا خطیب مقرر کر لیا۔ نواب غازی الدین حیدر کی بیوی نے امام العصر کی چھٹی کی

رسم شروع کردی، اور پھر رسومات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا، ان نوابوں نے شہر میں کئی خوب صورت امام باڑے تعمیر کرائے، مجالس عزا کا خاص اہتمام ہونے لگا، نواب اور ان کی بیگمیں ان رسموں میں بڑے اہتمام سے شرکت کرتیں۔ کئی مذہبی اصطلاحیں وضع کی گئیں، جن میں یہ دو زیادہ مشہور ہوئیں۔ ایک تولا جس کا مطلب یہ تھا کہ تعریف و تعظیم کے مستحق صرف حضرت علیؓ اور ان کی اولاد ہے۔ دوسری تبرّا، جس کا مطلب یہ تھا کہ جن لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں، ان کے حقوق سلب کئے، یا ان کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو اپنا خلیفہ بنایا، اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی، یہ سب کے سب نعوذ باللہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، انہیں برا بھلا کہنا اور ان پر لعنت بھیجنا نعوذ باللہ مذہبی فریضہ ہے۔

(بحوالہ ماہنامہ "خلافت راشدہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۲ء ص ۱۷)

اودھ میں شیعی رسومات

اودھ میں شیعی رسومات کے سلسلہ میں ہندوستانی عالم مولانا اسیر ادرویؒ رقمطراز ہیں: "دو شیعوں کی آبادی پورے ہندوستان میں چند مخصوص شہروں میں تھی، اور ان کی تعداد بھی محدود تھی، لیکن شیعی عقائد کے اثرات تمام ہندوستان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئے، اور عقیدوں کی سرزمین میں مشرکانہ رسم ورواج کے زہریلے پودے بو دیئے گئے۔ آپ صرف ممالک متحدہ آگرہ و اودھ جو آج اتر پردیش کے نام سے موسوم ہے اس کا جائزہ لیں، پندرہ کروڑ کی آبادی والے اس صوبے میں شیعوں کی تعداد ڈیڑھ دو لاکھ سے کسی طرح زیادہ نہیں ہے، لیکن اتر پردیش کا کون سا ضلع یا شہر کا قصبہ اور گاؤں ہے جہاں محرم کا تعزیہ اسلامی اور مذہبی تہوار نہ سمجھا جاتا ہو، اور اسی عقیدت واحترام کے جذبات کے ساتھ مراسم تعزیہ داری نہ ادا کیے جاتے ہوں، جو شیعوں میں پائے جاتے ہیں، حتیٰ کہ اس دور افتادہ گاؤں میں بھی صرف ایک یا دو گھر کسی نام کے مسلمان کے ہیں لیکن اس گاؤں میں بھی تعزیہ کے لئے ایک چوک ایک امام باڑہ اور ایک دو بیگہ زمین اس چوک پر وقف ملے گی، ڈھول اور تاشئے دیوار کی کھونٹیوں پر لٹکے ہوئے ملیں گے، اور پوری عقیدت و احترام کے ساتھ کاغذ کے تعزیئے بنا کر چوک پر رکھے جاتے ہیں، اور ان کاغذی کھلونوں کو امام

صاحب کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔اس پر نذر و نیاز اور چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں،شربت کی سبیل حسینؓ کے پیاسوں کے نام پر چلتی ہے۔(احیاءاسلام کی عظیم تحریک)

دکن پر رسومات کے سیاہ بادل

دوسرے علاقوں کی طرح دکن پر بھی شیعی رسومات کے سیاہ وتاریک بادل چھائے ہوئے تھے،رسومات کو عام کرنے،ماتم،سینہ کوبی اور تعزیے اٹھانے میں شیعہ جبراً اہل سنت کو اپنے ساتھ شریک کرتے تھے،اسی جبر وقہر ظلم و جور سے بچنے کے لئے سنی مسلمان بھی ان تعزیوں کی تعظیم کرتے تھےان کے ماتم میں شریک ہوتے تھے۔محمد باقر جامی لکھتے ہیں:

”لکھنؤ کے علاوہ دکن ہندوستان میں شیعیت کا ایک بڑا مرکز بنا،اس کی وجہ یہ تھی کہ میر محمد مومن استر آبادی جو ایران سے صفوی طہماسپ کے دربار میں بڑا رتبہ رکھتا تھااور ایک شہزادے کا اتالیق بھی تھا،شمالی ہند کے راستے سے ہندوستان میں داخل ہوااور دکن میں اقامت پذیر ہو گیا۔کچھ عرصہ بعد والی گولکنڈہ سلطان محمد علی خان کی ملازمت اختیار کر لی اور رفتہ رفتہ وکیل السلطنت ہو گیا۔اس کی آمد سے اور بھی کئی بڑی بڑی ایرانی شخصیتیں دکن میں آ کر آباد ہوئیں جنہوں نے شیعیت کے لئے زبردست کام کیا،اور دکن کو اپنے مذہب کی اشاعت کا ایک بڑا مرکز بنا دیا۔

(ماہنامہ خلافت راشدہ ص ۱۷،اکتوبر ۱۹۹۲ء)

دکن میں بڑھتے ہوئے شیعی اثرات کے بارے میں مولانا اسیر ادرویؒ رقمطراز ہیں:

”تاریخ سلطنت خداداد کا مصنف اپنے چشم دید حالات بیان کرتا ہے۔دکن کی اسلامی سلطنتیں جیسے احمد آباد،گول کنڈہ بیجاپور،بہ لحاظ عقیدہ شیعہ سلطنتیں تھیں،انہوں نے محرم کو بہت زیادہ فروغ دیا۔علموں اور تعزیوں کے لئے عاشور خانے بنوائے،اور انہیں جاگیریں دی گئیں۔اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آج بھی اننت پور،بلاری،کڈپہ،میسور،گدک اور ہوبلی وغیرہ ضلعوں میں ہر جگہ گاؤں دیہات میں مسجد تو نہ ہوگی لیکن عاشور خانے ضرور ملیں گے،جس کے لئے جاگیریں وقف ہیں۔حکومت کی تقلید میں مرہٹے اور ہندو بھی محرم کی رسومات میں شامل ہونے لگے،جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہولی اور دسہرہ کی بہت سی رسومات محرم میں شامل ہو گئیں۔(تاریخ سلطنت

خداداد مصنفہ محمود بنگلوری ص ۴۰۵، ۴۰۶)

یہی مصنف دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"لارڈ کارنوالس نے مسلمانوں کی اسی ذہنیت سے فائدہ اٹھا کر مذہبی آزادی کا اعلان کرتے ہوئے خاص طور پر محرم منانے کی اجازت دی، اور خود بھی تعزیوں اور علَموں کی تعظیم کی۔ (ایضاً)

مرشد آباد میں شیعی کام

"دوسرے علاقوں کی طرح مرشد آباد میں بھی شیعی مذہب کا کام زور وشور سے ہونے لگا اور وہاں پر امامیہ مذہب کی کتابوں کے اقتباسات پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سنائے جانے لگے، محمد باقر لکھتے ہیں"

"شمالی ہندوستان میں شیعیت کا ایک اہم مرکز مرشد آباد بھی رہا ہے اس میں علی دیردی اور کئی ایرانی شیعہ جمع ہو گئے جنہوں نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے بڑا کام کیا علی دیردی نہایت با اثر اور دولت مند آدمی تھا۔ سیر المتاخرین کی روایت کے مطابق وہ اپنے ہاں مجالس عزا منعقد کرواتا، اور اس میں کئی شیعہ علماء کو بلاتا۔ قہوہ نوشی کے بعد ایک بڑا تکیہ لایا جاتا، جس پر مذہب امامیہ کی کوئی کتاب رکھی جاتی، سید الافاضل میر محمد علی اس کے اقتباسات پڑھ کر سناتا، درس کے بعد بعض مسائل پر گفتگو ہوتی"۔ (خلافت راشدہ۔ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

عظیم آباد میں شیعی نقل وحرکت

شیعوں نے اپنے مذہب کی چادر پھیلا دی، مرشد آباد کے اثرات اور جراثیم عظیم آباد میں بھی پہنچ گئے جو ایک وڈیرے کے نام منسوب ہے۔ محمد باقر لکھتے ہیں: "مرشد آباد کی شیعیت کا اثر عظیم آباد بھی پہنچا۔ کیونکہ یہ اس کی عمل داری میں تھا۔ ۱۷۰۲ء میں جب حاکم بنگالہ شہزادہ عظیم الشان نے ڈھاکہ کی بجائے پٹنہ کو اپنا صدر مقام بنایا تو اس کا نام اپنے نام پر عظیم آباد رکھا، تو مرشد آباد کے کئی شیعہ خاندان اس میں آباد ہو گئے اور انہوں نے شیعیت کے فروغ کے لئے بڑا کام کیا۔ ان کے علاوہ ہندوستان کی بعض مسلم ریاستوں میں بھی شیعہ خاندانوں کی حکومت رہی، انہوں نے نہ صرف

شیعیت کے لئے کام کیا، بلکہ اپنی ریاستوں کو شیعیت کا گھوارہ بنادیا۔ جیسے ریاست رام پور اور صوبہ سندھ کی ریاست خیر پور میرس۔ (خلافت راشدہ ص ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

سورت میں شیعیت کی اشاعت

شیعیت نے ایران سے تجارت کی غرض سے رخت سفر باندھا، اور ہندوستان پہنچی۔ یہاں شیعوں نے کاروباری لحاظ سے زرخیز جگہ سورت کو اپنا مرکز قرار دیا، اور یہاں ہی رہ کر انہوں نے اپنے کاروبار و تجارت کو فروغ دیا، اور رفتہ رفتہ یہاں کے لوگوں کے ایمان وایقان کو بھی خریدنا شروع کردیا، پھر شیعوں نے یہاں اپنے مسلک کی اشاعت کے لئے برق رفتاری سے کام کیا، محمد باقر لکھتے ہیں:

اٹھارویں صدی کے آغاز میں جب شیعہ تاجروں نے کاروبار کے لئے ایران سے ہندوستان کا رخ کیا تو سورت اور ہگلی میں رہائش اختیار کی، یہ شہر کاروباری لحاظ سے بڑی اہمیت کے حامل تھے، انہوں نے ان علاقوں میں نہ صرف تجارت کو فروغ دیا، بلکہ شیعیت کی اشاعت کے لئے بڑا کام کیا اور تجارتی میل جول اور کاروباری آمد ورفت سے شیعہ مذہب کو دور دور تک پہنچادیا، آج بھی ان علاقوں میں خوجے بوہرے اور اسماعیلی لاکھوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں، جو تجارت پر چھائے ہوئے ہیں۔ (خلافت راشدہ ص ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

اگر تاریخ کی کتابوں کا سینہ چاک کیا جائے تو اندازہ ہو جائے کہ شیعوں نے دین اسلام کی تاباں اور درخشاں پیشانی پر کس حد تک رسومات، اور بدعات کی کالک وسیاہی پھیر دی ہے، حضرت رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر دین کا حسین چہرہ گرد وغبار سے اٹا ہوا نظر آتا ہے، اصل کی جگہ نقل، سنت کی جگہ بدعت اور محبت والفت کی جگہ نفرت، بغض اور حقارت نے لے لی ہے، یہ ساری کارستانیاں شیعہ مسلک کی بدولت چور دروازے سے داخل ہو کر آئی ہیں، جس کی کچھ جھلکیاں ہم نے پیش کردی ہیں۔

شیعیت کے جراثیم

شیعیت کے جراثیم کے زیر عنوان مولانا محمد اسیر ادرویؒ رقمطراز ہیں:

ہمارے ضلع میں ایک قصبہ ہے، جس کی آبادی لاکھ سوا لاکھ ہے، اتنے بڑے قصبہ میں صرف ایک شیعہ خاندان ہے، جو چند افراد پر مشتمل ہے، اور صرف دو گھروں میں آباد ہے، لیکن اس قصبہ میں چالیس کے قریب تعزیئے بڑے اہتمام سے بنائے جاتے ہیں۔ تعزیئے کے جلوس میں کئی ہزار مسلمان اسی مذہبی جوش وخروش کے ساتھ شریک ہوتے جیسے شیعہ اپنے مرکزی مقامات پر تعزیوں کے جلوس میں شرکت کرتے تھے، سارے تعزیئے ایک قطار میں چار چار مزدوروں کے کندھوں پر سوار رہتے، تعزیوں کے آگے آگے ایک پارٹی بڑے بڑے ڈھول موٹی موٹی چوب سے پیٹتے چلتے، تاشے بجانے والے اس چابک اور تیزی کے ساتھ چوب چلاتے کہ ایک شور قیامت برپا ہو جاتا، تاشوں کی کڑکڑاہٹ اور ڈھولوں کی ڈھما ڈھم میں کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی، پھر اس کے بعد ایک پارٹی سینوں پر دو ہتھڑ مارتی ہوئی انیس و دبیر کے لکھے ہوئے مرثیے پڑھتی اور پچاسوں زبانوں سے بیک لہجہ اور بلند آہنگی کے ساتھ مصرعے اٹھائے جاتے جیسے قیامت کی چیخ و پکار شروع ہوگئی۔ پھر نو خیز لڑکوں اور لڑکیوں کا غول بیابانی ہوتا جو یا حسینؓ ہائے حسینؓ چیخ چیخ کر کہتے اور سینہ کوبی کرتے۔

اس کے بعد ایک اور پارٹی اکھاڑے کے نام سے ہوتی، ایک ٹھیلہ پر ٹین کی زنگ خوردہ تلواریں، پٹے، بانے، لاٹھیاں، گتکا پھری ہوتی، اور ہر دس قدم پر رک رک کر اکھاڑہ جمتا، لاٹھی، بنوٹ، شمشیر زنی کے کرتب، گتکا پھری کے مقابلے ہوتے، اس طرح حسین و یزید کی جنگ کا عملی مظاہرہ کرنے کی کوشش کی جاتی، ان تمام کاموں میں صرف سنی مسلمان ہوتے ایک بھی شیعہ اس میں کہیں نظر نہیں آتا۔ اس سج دھج، شان وشوکت اور عقیدت واحترام کے جذبات کے ساتھ یہ تعزیئے امام باڑے یا کربلا نام کی ایک عمارت تک پہنچائے جاتے جو شہر کے کنارے واقع تھا، دن بھر غم حسین میں کسی کے گھر چولہا نہیں جلتا، تجہیز و تکفین سے دن ڈوبتے فراغت حاصل ہوتی تب زندگی کے دوسرے مسائل کی طرف توجہ کی جاتی۔ کہنے کے لئے یہ صرف ایک قصبہ کی مثال ہے، جہاں صرف سنی مسلمان تعزیہ داری کرتا ہے، لیکن یہ مثال آئینہ ہے، پورے ہندوستان کے حال کا، ہر جگہ شیعوں سے زیادہ سنی مسلمان تعزیہ داری میں پیش پیش تھے، اور بدعقیدہ اور گمراہ شیعوں کے سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھال دیا تھا، بات وہی ہے کہ۔

اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

تعزیہ کے جلوس میں اکثر کسی درخت کی شاخ کاٹنے پر کسی نوتعمیر بڑھے ہوئے سائبان، بارجہ کے گرانے، کسی کا چبوترہ کھدوانے کے مسئلہ پر تعزیئے روک دیے جاتے، پولیس آتی جھگڑے ہوتے، گرفتاریاں ہوتیں، اوران گرفتار ہونے والوں اور جیل جانے والوں میں صد فی صد صرف سنی مسلمان ہوتے اور وہ یہ سمجھتے کہ ہم دین کا کام کررہے ہیں۔ (احیاء اسلام کی عظیم تحریک ص ۳۰۸)

جس دور میں سنی مسلمان شیعی رسومات کی پاسداری کرتے تھے، تعزیئے اٹھاتے تھے اور علم لہراتے تھے، گھروں پر پنجے آویزاں کرتے تھے، اس دور میں شیعی حکمران یوں کرواتے تھے، کہ دوسری بات یہ ہوتی تھی کہ سرمایہ دار اور مالدار شیعہ سنی مسلمانوں کے ایمان وضمیر کو دولت کے بل بوتے پر خریدتے تھے، پھر سنی بھی سن ہو کر ان کے مشن کو عام کرتے رہتے۔ ان کے ہاں علم اٹھانے اور پنجے لہرانے پر نہ ہینگ لگتی تھی اور نہ پھٹکڑی لیکن اس سے ان کی معاشی حالت سدھر جاتی تھی۔ پھر ستم ظریفی اور جفا کاری کا عالم یہ تھا، کہ جب کسی مقام پر ان تعزیوں اور علموں اور تبرابازیوں کی وجہ سے نزاع ہو جاتا، لڑائی شروع ہو جاتی تو سنی مسلمان ہی قربانی کا بکرا بنتے تھے، انہیں ہی دھرلیا جاتا تھا۔

یہ وہ منظر تھا جس کی موجودگی میں یوں محسوس ہوتا تھا کہ اہل تشیع سے زیادہ اہل سنت ان کی رسومات کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس وقت کے اہلسنت پر یہ افتاد اس لئے پڑی کہ وہ سنی علماء سے دور دور رہتے تھے اور شیعوں کے زیر اثر ہوتے تھے۔ شیعوں کی مجلسوں میں بیٹھتے تھے، ان کے افعال وحرکات سے متاثر ہوتے تھے۔ ان کی دروغ گوئیوں اور کذب بھری داستانوں سے متاثر ہوتے تھے، حضرت سیدنا حسین ابن علیؓ کی شہادت کے بارہ میں تاریخ کی من گھڑت روایات سنا سنا کر بین کئے جاتے اور ماتمی جلوس نکالے جاتے۔ حضراتِ صحابہ کرامؓ کے خلاف اہل تشیع غلیظ زبان استعمال کرتے اور اہل بیتؓ کو مظلوم بنا کر پیش کرتے اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے کہ ان لوگوں نے حضراتِ اہل بیتؓ پر مظالم ڈھائے۔ دوسری طرف مسلمان ایسے تھے جو حقائق سے بے بہرہ ہوتے تھے۔ انہیں اصل حقائق کا علم نہ تھا اور نہ ہی ان فرسودہ کہانیوں کو پرکھنے

اور تولنے کا پیمانہ ہی ان کے پاس تھا، اور دشمنانِ صحابہؓ شاطرانہ چالوں اور مکارانہ طریقوں سے صحابہ کرامؓ کے خلاف زہر افشانی کرتے۔ کبھی اذان میں حضرت علیؓ کی خلافت کا ذکر کر دیا جاتا اور حضرات خلفاء ثلاثہؓ کی خلافتوں کا انکار کیا جاتا، کلمہ اسلام کو نامکمل سمجھ کر اس میں تیسری جزو کا اضافہ کردیا گیا، سنی مسلمان حیران و پشیمان تو رہے کہ یہ کیا ہو گیا، لیکن چونکہ بظاہر اس سے حضراتِ صحابہ کرامؓ کیخلاف کچھ نہیں سمجھا جاتا، اس لئے وہ لوگ اغماض و چشم پوشی سے کام لیتے۔ اسی طرح دشمنانِ صحابہؓ بڑی ہوشیاری کے ساتھ روزمرہ کی زندگی میں اپنے شیعی جراثیم پھیلانے میں ایک حد تک کامیاب ہو گئے کہ ان کے حمایتی بھی ان کا راگ الاپتے، اور اہل سنت بھی ان کی سمجھائی ہوئی باتوں میں مست و مگن ہوتے تھے۔

روزمرہ زندگی اور شیعی جراثیم

مولانا محمد اسیر ادرویؒ علم و تعزیئے اور دیگر رسومات کی نشاندہی کرنے کے بعد شیعوں کی مکارانہ سازشوں سے مزید پردہ اٹھاتے ہیں، جن کے پس پردہ وہ اپنے مشن کو فروغ دے کر سنی گھرانوں میں اپنا پروگرام داخل کرنے میں کسی حد تک کامیاب ہو گئے اور ان کی معمولی سی محنت کے بعد سنی گھرانوں میں ان کی آواز بولنے والے، ان کے بول بولنے والے سنی نوجوان اٹھ کھڑے ہو گئے۔

وہ لکھتے ہیں "بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ پورے اسلامی معاشرہ میں، ناخواندہ عوام سے لے کر تعلیم یافتہ طبقہ تک شیعی عقائد کے جراثیم پھیلے ہوئے تھے، اور اس طرح دلوں پر ان کے اثرات چھا گئے تھے کہ یہ احساس بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہ صحبت ناجنس کے غلط اور دین و شریعتِ اسلامیہ کی حقیقی تعلیمات و روایات کی منشاء کے خلاف ہیں۔ آج ہر شخص "حضرت حسینؓ" کے بجائے "امام حسین علیہ السلام" بلا تکلف کہتا ہے، لغوی معنیٰ کے لحاظ سے اس میں کوئی قباحت نہیں، لیکن شیعوں کے اثر سے یہ لفظ ہماری زبانوں پر آیا ہے۔

لفظ امام کا استعمال

امام کا لفظ خاص شیعوں کی ایجاد کردہ اصطلاح ہے، اور ان کے بنیادی عقیدہ کا حقیقی ترجمان ہے، وہ امام کے لفظ کو ایک خاص اصطلاحی مفہوم میں استعمال کرتے ہیں، وہ "امام" کو انبیاء

کی طرح معصوم مانتے ہیں، ان کے لئے دین وشریعت میں تصرف کا حق تسلیم کرتے ہیں، اسی وجہ سے ان کو فرقہ "اثناء عشریہ" کہا جاتا ہے۔ حضرت حسین ﷺ کو امام وہ اسی معنیٰ میں کہتے ہیں، جبکہ حضرت حسینؓ کا شمار صحابہ صغار میں ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر چھ سات برس کے قریب تھی۔

لفظ "علیہ السلام" کا استعمال

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ شیعوں کے یہاں "علیہ السلام" کا اضافہ بھی ایک معنیٰ رکھتا ہے، جبکہ لغوی اور معنوی اعتبار سے اس کا استعمال ہر مسلمان پر کیا جاسکتا ہے، لیکن مسلمانوں کی کچھ مخصوص مذہبی اصطلاحیں ہیں اور اجماعِ اُمت نے اس کو تسلیم کیا ہے، اور ان اصطلاحات کے محلِ استعمال بھی متعین ہیں، دوسری جگہ ان کا استعمال نہیں کیا جاتا۔ انہی میں سے "علیہ السلام" کی اصطلاح بھی ہے، جو اسلامی اصطلاح کے اعتبار سے انبیاء کے لئے مخصوص ہے جس طرح "صلی اللہ علیہ وسلم" کا جملہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے خاص ہے دوسروں کے لئے اس کا استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن سنی مسلمان شیعوں سے متاثر ہو کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بجائے ہمیشہ امام "حسین علیہ السلام" ہی کہتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح قادیانی مرزا غلام احمد کو نبی ماننے کی وجہ سے اپنی ہر تحریر میں اس کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھتے ہیں اور اس کی بیوی کو "ام المومنین" اور "رضی اللہ عنہا" کا جملہ ضرور کہتے اور لکھتے ہیں، جو اسلام کی خاص اصطلاحیں ہیں۔ ازواجِ مطہرات ہی کو "ام المومنین" اور صحابہ کرام کے لئے "رضی اللہ عنہ" کا جملہ خاص ہے، قادیانی ان اسلامی اصطلاحوں کو استعمال کر کے دوسرے لوگوں کو یہی تاثر دینا چاہتے ہیں کہ یہ جملے ٹھیک اسلامی اصطلاح کے مطابق ہی استعمال کئے گئے ہیں، کیونکہ ان کے عقیدہ میں ان کو وہی مقام حاصل ہے۔

یا حسین اور مولیٰ علی مشکل کشا

اسی طرح ایامِ عزا میں "یا حسین" کی صدا سنائی دے گی، اسی طرح "مولیٰ علی" اور "علی مشکل کشا" ہر خاص وعام کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔ جوش وجذبہ کے اظہار کے موقع پر اکھاڑے

میں اُترنے والے پہلوانوں کی زبان سے ''یاعلی'' کانعرہ لگوایا گیا۔

پنجتن پاک

شیعوں نے دوسری اصطلاحوں کی طرح پنجتن پاک کی اصطلاح بھی بنائی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں ''جب وبائیں چلتی تھیں تو دعاو استغفار کی بجائے ان کو تلقین کی جاتی تھی کہ یہ شعر لکھ کر اپنے گھروں میں لگادیا جائے تو گھر وباؤں سے محفوظ رہے گا۔

لی خمسة اطفی بها حر الوباء الحاطمه

المصطفی والمرتضی وابناهما والفاطمه

ہر سال لاکھوں کی تعداد میں ایسے کیلنڈر شائع کیے جاتے رہے، جن کو ''پنجتن پاک'' کا کیلنڈر کہا جاتا ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنھم کے اسماء گرامی لکھے ہوتے ہیں۔ مسلمان اس کو اسلامی کیلنڈر سمجھتے ہیں اور عام و خاص کے گھروں کی زینت بنتے ہیں۔ ''پنجتن پاک'' فارسی لفظ ہے، اور شیعوں کی خاص اصطلاح ہے، اور یہ شیعیت کے عقائد کی فیکٹری میں ایران سے ڈھل کر ہندوستان آیا ہے، یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں اس کا بدل نہیں ہے۔ (احیاء اسلام کی عظیم تحریک ص ۳۱۰)

محرم صفر میں شادی ممنوع

ایک چیز جو چور دروازے سے سنی گھرانوں تک پہنچی وہ یہ ہے، کہ محرم اور صفر ۲ دو مہینوں میں شادی ممنوع قرار دی گئی ہے۔ محرم الحرام میں کربلا کی خاک پر سبط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاک و خون میں تڑپا دیا گیا تھا، اس لئے شیعوں کے نزدیک یہ عزاداری، ماتم اور سوگ کا مہینہ ہے، اسی طرح صفر کی ۲۰ کو حضرت حسینؓ کی شہادت کا چہلم ہوتا ہے، اس بناء پر ان دونوں مہینوں میں شادی کرنا جرم تصور کیا جاتا ہے، شرعی اعتبار سے ان مہینوں میں شادی کرنا منع نہیں ہے، مگر ایران کی خانہ ساز روایات، اور عقائد و خیالات کی فیکٹریوں نے ایک عقیدہ یہ بھی تیار کر کے مسلمانوں تک پہنچایا ہے کہ وہ ان دو مہینوں میں کسی قسم کی خوشی بالخصوص شادی بیاہ نہیں کر سکتے۔ مولانا اسیر ادرویؒ لکھتے ہیں:

''شیعوں ہی کے اثر سے اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے یہاں شادی بیاہ یا اور کوئی

خوشی کی تقریب ماہ محرم میں ہرگز نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ غم اور عزاداری کا مہینہ ہے، اور صفر کا مہینہ بھی ۲۰ تاریخ تک انہی ممنوع ایام میں شمار کرتے ہیں کیونکہ حضرت حسینؓ کا چالیسواں اسی مہینہ میں ۲۰ صفر کو پڑتا ہے۔ اس طرح پورے ہندوستان میں سنی مسلمانوں کے یہاں ان دونوں مہینوں میں کوئی تقریب ناممکن ہے، اور شیعیت کا یہ اثر آج تک کچھ نہ کچھ پایا جاتا ہے۔ (ایضاً ص ۳۱۰)

ان مختصر سی جھلکیوں سے اندازہ لگانا مشکل نہیں رہا، کہ اہل تشیع نے اپنے دور عروج میں اپنے مذہب کو کہاں کہاں اور کس کس انداز میں عام کیا وہ مسلمانوں کے قلوب واذہان پر اپنے من گھڑت، خود ساختہ اور خانہ ساز مسائل وافکار کی گہری چھاپ لگا کر دین اسلام کے چہرہ تاباں کو ہمیشہ کے لئے مسخ کرنے پر آمادہ ہوئے، لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علماء اسلام کو جو اِن اندھیروں میں روشنی کی کرن بن کر ابھرتے رہے، اور صدائے حق سے مسلمانوں کے لہو گرماتے رہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کے ایمان ونظریات کے گرد پہرہ دیتے رہے، اور انہیں چاہِ ضلال میں گرنے سے بچاتے رہے۔ آج جو دینِ اسلام کا آفتاب عالم تاب ہے، اور اس کی روشنی اور کرنیں پورے عالم پر محیط ہیں، یہ اہل حق کی محنتوں قربانیوں اور جانفشانیوں کا ثمر ہے۔

علماء حق میدان میں

ہر دور میں شرار بولہبی کے مقابل چراغِ مصطفوی فروزاں رہا، ہندوستان میں بھی شرار بولہبی کے شرارے اٹھے اور اہلِ ہند کو جلا کر خاکستر کرنا چاہتے تھے۔ قاضی نور اللہ شوستری جیسا غالی شیعہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغض وعناد اور حسد کی وہ آگ تھی، جو ہندوستان میں پہلی بار شعلہ زن ہوئی۔ اس کی تحریروں نے حضراتِ صحابہ کرامؓ کے خلاف زہر افشانی کی، جس سے ایک پوری کھیپ اس کے گرد جمع ہوگئی، اسی طرح حضرات اہل سنت اپنے کنج خلوت سے باہر آئے، اور خوابیدگانِ غفلت مستیٔ خواب سے بیدار ہوئے، اور ان لوگوں کا تعاقب کیا جو مذہب اسلام کے معماروں کے خلاف زہر اگل رہے تھے، اور پوری جرأت وپامردی سے ان لوگوں کا مقابلہ کیا، جو کسی چور دروازے سے گلشن اسلام کے مہکتے پھولوں کے خلاف زبان درازیاں کر رہے تھے۔"

یہ بات اظہر من الشمس ہے، کہ اگر ماضی قریب یا بعید میں علماء حق رفض والحاد کے سیلاب کے آگے

بند نہ باندھتے جو خاموشی سے امنڈا چلا آرہا تھا، تو آج صفحہ ہستی پر دین اسلام کا کوئی پرستار نہ ہوتا، کہیں دور دور تک توحید وسنت کے نشانات نظر نہ آتے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے شیدائی اور جدائی مفقود ہوتے، اور اس کرہ ارض پر حضرات اہل بیتؓ کے نام الاپ الاپ کر رافضیت صحابہ کرامؓ کے خلاف زہر افشانیاں کرتی رہتی، اور صحیح معنوں میں اصل دین ہمیں نصیب نہ ہوتا۔ لیکن "لِکُلِّ فِرْعَوْنٍ مُوْسٰی" ہر فرعون کے لئے موسیٰ کلیم حق کا نمائندہ بن کر جلوہ گر ہوتا ہے۔ یہ قانونِ فطرت ہے کہ ہر باطل کے مقابل آوازۂ حق گونجتا ہے، ہندوستان میں جب رفض والحاد نے نشۂ حکمرانی میں مست ہو کر ایرانی طرز کی شیعی حکومت قائم کرنے کی کوششیں شروع کیں، بزور بازو رافضیت کے علم لہرانے اور تعزیئے پجوانے کے منصوبے بنے۔ ایک خاص پلان اور منصوبے کے تحت اصحابِ رسولَ صلی اللہ علیہ وسلم پر نقد وتنقید کے نشتر چلانے کی نامراد مساعی کی گئیں۔ قاضی القضاۃ کے منصب تک پہنچ جانے والے مسموم خیالات کے حامل نور اللہ شوستری نے صحابہ کرامؓ کو اپنے قلم اور اپنی نارسا عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہا۔ صدیقؓ کی صداقت کو پرکھنا چاہا، عمرؓ کی عدالت کو پرکھنا چاہا، عثمانؓ کے حلم وحیاء کو اپنے معیار پر تولنے کی کوشش کی، اور ان میں نقائص اور عیوب تلاش کرنے کے زہریلے قلم چلانے شروع کئے، اور ملت اسلامیہ کے درمیان انتشار واختلاف کا بیج بونے کی کوشش کی تو پھر وقت کے عظیم انسان، سادہ منش اور آزاد خیال مجدد الف ثانیؒ کو میدان میں آنا پڑا۔ اس وقت کا یہ تقاضا تھا کہ کوئی صاحب اٹھے اور باطل کی کھوپڑی پر حق کی ضربیں لگائے۔

شیعیت اور مجدد الف ثانیؒ

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ میدان میں آئے، بے خوف وخطر آتش عشق میں کود پڑے، بلا خوف لومۃ لائم رفض والحاد کی چٹانوں سے ٹکرا گئے، اس سیلاب کے سامنے بند باندھنے اور اس کا رخ موڑنے کی کوشش شروع کردی۔ اسلاف کی طرز پر ہندوستان میں مجدد الف ثانیؒ حق وصداقت کی پہلی کرن تھے، جنہوں نے قرآن وسنت کی مشعل لے کر لوگوں کو راہ حق پر چلانے کی سعی اور جدوجہد کی۔ مفکر اسلام علامہ خالد محمود نے خوب نقشہ کشی فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

"جس طرح نور جہاں یہاں شیعیت کا پہلا نشان تھی، حضرت امام ربانیؒ یہاں رِفض

والحاد کے خلاف حق کا پہلا نشان تھے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

قاضی نوراللہ شوستری کے شاگرد شرار بولہبی اٹھائے مسلمانوں کے علم ویقین کو جلانے پر تلے ہوئے تھے، اور حضرت امام ربانیؒ کے خلفاء اور متوسلین چراغ مصطفوی ہاتھ میں لئے پورے برصغیر میں اندھیروں سے ٹکرارہے تھے۔ آپ کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ آپ نے ہندوستان کو ایران کی طرح شیعہ مملکت نہ بننے دیا، ورنہ علماء سوء تو ہر باطل سے سمجھوتہ کرنے پر تیار بیٹھے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے پوری قوت اور علمی سطوت سے اہل بدعت کی تردید کی۔

علامہ صاحب لکھتے ہیں:

''نوراللہ شوستری کے معتقدوں نے تفریق بین المسلمین کے لئے خلفاء راشدین کے خلاف ایک رسالہ لکھا۔ امام ربانیؒ نے اپنی مجالس میں اس کا خوب رد کیا، پھر آپؒ نے اس کے جواب میں ایک تحریر سپرد قلم کی، جس نے آگے چل کر ''ردّ روافض'' نام پایا۔ آپ اس کے شروع میں لکھتے ہیں ''ایں قدر رد الزام کفایت نمے کرد وسوزش سینہ بے کینہ تشفی نیافت و بخاطر فاتر قرار یافت کہ اظہارِ مقاصد ایشاں تا درز مانے کہ در قید کتابت نہ آید فائدہ تام ونفع عام نہ بخشد فشرعت ''مستعیناً باللہ الصمد''

تحفظِ ناموس صحابہؓ پر برصغیر پاک وہند کی پہلی تحریر ہے، سوآپ اس تحریک کے سرخیل قرار پائے اور متوسلین اس محنت میں بروبحر پر دوڑے، یہ گیارہویں صدی کے مجدد اعظم کا تجدیدی کام ہے ''آپ کی رگِ فاروقی پورے جوش میں تھی لیکن پورے ہوش میں تھی''۔ (خلفاء راشدین ص ۱۸ ج ۱)

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے قول وفعل سے عمل اور کردار سے اپنی تحریر وتقریر سے دشمنانِ صحابہؓ کے خلاف اپنی آواز اٹھائی، جس کی گونج دور دور تک پھیلتی چلی گئی، اور دور دراز کے علاقوں میں لوگ آپ کی عقیدت کا دم بھرنے لگے۔ پھر مختلف الخیال لوگ اور متوسلین خطوط کے ذریعے اپنے خیالات کی کنجلکوں کو دور کرنے لگے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے پورے شرح صدر سے شیعیت پر لکھا۔ قدحِ صحابہؓ کی مذمت کی اور مدحِ صحابہؓ پر دلائل وبراہین کا انبار لگادیا۔ ''مکتوبات

امام ربانی'' اور'' روافض'' نامی دو کتابوں میں آپؒ نے اہل سنت کے لئے ایک قیمتی سرمایہ جمع کر دیا اور اہل تشیع پر اتمام حجت قائم کر دی، مشتے از خروارے چند عبادات ملاحظہ فرمایئے۔

کفر شیعہ

شیعیت کے خلاف حضرت مجدد الف ثانیؒ یوں فرماتے ہیں:

'' کافر کی صحبت سے بدعتی کی صحبت کا فساد بڑھا ہوا ہے، تمام بدعتوں میں سب سے بدتر بدعتی وہ جماعت ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بغض رکھے، خداوند عالم قرآن پاک میں خود ان کو کافر فرماتے ہیں ''لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ'' (مکتوبات ج ا ص ا ۷)

مدحِ صحابہؓ

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مدحِ صحابہؓ کے لئے رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی اپنے مکتوبات میں صراحت کے ساتھ نقل فرمایا ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جب فتنے ظاہر ہوں، بدعتیں پھیل جائیں، اور میرے اصحابؓ کو برا کہا جائے تو عالم پر لازم ہے کہ اپنے علم پر غور کرے اس کے بموجب عمل کرے، جو ایسا نہ کرے اس پر خدا کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت، نہ اس کے فرض قبول ہوں گے اور نہ ہی اس کے نوافل قبول ہوں گے۔''

(مکتوبات امام ربانی ج ا ص ۲۷۵)

اس ارشاد کو نقل کرنے سے مجدد صاحب کی غرض یہ تھی کہ علماء دین اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کریں اور دشمنان صحابہؓ کا تعاقب کریں۔

خطبہ میں تذکرۂ خلفاء راشدینؓ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کو پتہ چلا کہ شہر سامانہ کے خطیب نے عید قربان میں حضراتِ خلفاء راشدینؓ کا تذکرہ ترک کر دیا ہے، اس دلخراش اور روح فرسا خبر سننے سے حضرت مجددؒ کی رگ فاروقی جوش میں آ گئی، انہوں نے شہر سامانہ کے عمائدین اور زعماء کو اپنے ایک مکتوب میں یوں لکھا:

''معلوم ہوا ہے کہ آپ کے یہاں خطیبِ شہر نے عید قربان میں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر مبارک چھوڑ دیا ہے، جب کچھ لوگوں نے امام صاحب کو توجہ دلائی تو بجائے اس کے کہ فراموشی وغیرہ کا کوئی عذر کرتا، نہایت سختی اور متمردانہ انداز میں جواب دیا اور کہا کہ اگر خلفاء راشدینؓ کے نام نہیں لئے گئے تو کیا ہوا، نیز معلوم ہوا ہے کہ وہاں کے حضرات نے بھی اس معاملہ میں چشم پوشی اور نرمی اختیار کی ہے، سختی کے ساتھ اس خطیب بے انصاف سے باز پرس نہیں کی، وائے نہ یکبار کہ صد بار وائے''

خلفاء راشدین کا ذکر اگرچہ شرائط خطبہ میں داخل نہیں، مگر اہل سنت والجماعت کا شعار ہے۔ **شکر اللہ تعالیٰ سعیہم۔**

خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر مبارک قصداً صرف وہی شخص چھوڑ سکتا ہے، جس کا دل مریض ہو اور باطن خبیث ہو مان لو، اس خطیب نے تعصب اور عناد سے ذکر مبارک نہیں چھوڑا، تاہم چھوڑنے والوں کے ساتھ مشابہت تو ہوئی۔ **"مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"** کا کیا جواب ہوگا، نیز ارشاد ہے **"اتقوا مواضع التهم"** تہمت کے مواقع سے بچو، تو اس صورت میں موقع تہمت سے کس طرح یہ خطیب نجات پا سکتا ہے؟

اگر اس خطیب کو حضرات شیخین رضوان اللہ علیہم کی افضلیت میں توقف ہے تو طریقۂ اہل سنت کا تارک ہے، اور اگر حضرات شیخین کی محبت میں تردد ہے، تب بھی اہل حق سے خارج ہے، اور چونکہ یہ بے حقیقت خطیب کشمیری ہے، تو بعید نہیں کہ کشمیر کے بدعتیوں سے یہ طریقہ اخذ کیا ہو۔ اس کو معلوم کرنا چاہیے کہ جیسا کہ اکابر ائمہ نے نقل فرمایا ہے حضرات شیخینؓ کی افضلیت اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں:

''اس بے انصاف خطیب سے کہنا چاہیے کہ تمام صحابہ کرامؓ کی محبت کا ہم کو حکم دیا گیا ہے، اور ان کے بغض و ایذاء کے ممانعت وارد ہوئی ہے، اور حضرات شیخینؓ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہیں، لامحالہ محبت و مودت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے حضرت حق جل مجدہٗ ارشاد فرماتے ہیں "قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی" آپ کہہ دیجیے کہ اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ محبت کا مطالبہ تو میں کرتا ہوں، اس کے علاوہ اپنی تبلیغ وراہنمائی پر کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَللّٰہ اَللّٰہ فِیْ اَصْحَابِیْ......"

میرے اصحاب اور دوستوں کے بارے میں خدا سے ڈرو، میرے بعد ان کو نشانہ مت بنالینا، جو اِن سے محبت کرتا ہے، درحقیقت اس کو مجھ سے محبت ہے، جس کے باعث ان سے محبت کرتا ہے، اور جو اِن سے بغض رکھتا ہے درحقیقت اس کو مجھ سے بغض ہے، جس کے سبب ان سے بغض رکھتا ہے، جو ان کو تکلیف دیتا ہے وہ درحقیقت مجھے تکلیف دیتا ہے، اور جو مجھے تکلیف دیتا ہے وہ خدا کو تکلیف دیتا ہے، اور جو خدا کو تکلیف دے، لامحالہ خداوند عالم اس کو پکڑ لے گا۔"

ہمیں معلوم نہیں کہ ابتداء اسلام سے اس وقت تک ہندوستان میں اس قسم کا گل کھلا ہو، بہت ممکن ہے اس معاملہ سے تمام شہر متہم ہو جائے، بلکہ پورے ہندوستان سے اعتماد اٹھ جائے، سلطان وقت سنی اور حنفی المذہب ہے اس زمانے میں اس قسم کی بدعت درحقیقت بہت بڑی جرأت ہے بلکہ سلطان وقت سے منازعت اور اولی الامر کی اطاعت سے بغاوت ہے۔ (مکتوبات ج۲ص ۲۸، ۲۹ بحوالہ علماء ہند کا شاندار ماضی ج اص ۱۵۱)

پسِ دیوارِ زنداں

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی حق گوئی، بے باکی جرأت ایمانی، اور حمیت ہی کا نتیجہ تھا، کہ ہندوستان میں ایک ذہنی انقلاب برپا ہوا، مجدد الف ثانی کی کھری کھری باتوں سے بڑے بڑے لوگ آپ کے حلقہ بگوش عقیدت ہو گئے تھے، دوسری طرف حاسدین کو حسد کی آگ اندر ہی اندر بھسم کئے جارہی تھی۔ پھر وقت کے حکمران شیعوں کی کاسہ لیسی میں مصروف تھے ان کی خوشنودی اور رضا جوئی کی خاطر وہ مجدد الف ثانی کے لئے خطرہ کا الارم ثابت ہو سکتے تھے، حاسدین کوئی موقع ہاتھ

سے جانے نہ دیتے تھے، جس سے فائدہ اٹھا کر وہ مجدد الف ثانیؒ کو نقصان پہنچاتے، چنانچہ انہوں نے معاندانہ کارروائیاں شروع کر دیں، بادشاہ کو کہنے لگے یہ آپ کا گستاخ ہے، آپ کے سامنے سجدہ تحیت بجا نہیں لاتا۔ مجدد الف ثانی نے غیر خدا کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے انکار کر دیا۔ اس جرم کی پاداش میں آپ کو پس دیوار زندان بھیج دیا گیا، مجدد الف ثانی جیل میں پہنچ کر بھی سنت یوسفی پر عمل پیرا رہے، اور وہاں بھی اپنا مشن عام کرتے رہے۔

حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے ساتھ وابستہ علماء و شیوخ نے رد رفض پر خوب خوب کام کیا، آپ کے نور چشم خواجہ محمد معصومؒ اپنے باپ کے نقوش پاء پر گامزن رہے، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مشن کی تکمیل کی خاطر تا زیست سرگرم عمل رہے، خواجہ صاحب کی تحریر میں حضرت مجدد صاحب کا جوش، اور اثر تھا، انہوں نے وقت کے فرمانروا اورنگ زیب عالمگیرؒ کے نام ایک تفصیلی خط لکھا، جس میں شاہ وقت کو بتایا کہ دشمنان صحابہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے سلسلہ سے وابستہ حضرات ہندوستان سے کشمیر کی جانب عازم سفر ہوئے، وہاں سنی شیعہ تنازعے اور کشمکش عروج پر تھی، وہاں سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ خواجہ خاوند محمود اور ان کے خلف الرشید خواجہ کمال الدین نے اہل سنت والجماعت کی خوب ترجمانی کی اور ردشیعیت پر مدلل مباحثے کئے، جس سے اہل سنت کو فروغ ملا اور ان کا کام آگے بڑھا، سنی المسلک لوگ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے، بالآخر شیعوں نے اپنے سر پہ لٹکتی تلوار کو ہمیشہ کے لئے کند کر دیا، اور خواجہ صاحب کو شہادت کا جام فرحت انگیز نوش جان کروا کر ابدی نیند سلا دیا۔ ان کی شہادت کو پندرہ ہی سال بیتے تھے کہ اس سلسلہ کے عظیم بزرگ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کو شہید کر دیا گیا۔ یہ سلسلہ مشکلات و مصائب کے دریا عبور کر کے اور خون کے سمندر سے گزر کر مسلک حق کی آبیاری کرتا رہا۔

شیعیت اور شاہ ولی اللہؒ

اورنگ زیب عالمگیرؒ کی حکمرانی کا آفتاب لب بام تک پہنچنے والا تھا، کہ اس دھرتی پہ علم و عرفان کا ایک اور آفتاب شاہ ولی اللہ کی شکل میں طلوع ہوا، حضرت شاہ صاحب نے مجدد الف ثانیؒ

کی طرح تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے دشمنان صحابہؓ کی دسیسہ کاریوں اورمکاریوں سے نقاب اٹھائے، امت مسلمہ کوصراط مستقیم کی طرف راہنمائی کی، آپ نے بے راہ روی اور طوائف الملو کی کے دور ظلمت میں علم وعرفان کے چراغ روشن کئے، آپ نے بے دینی کے پر ہول ماحول میں اقامت دین کا کام شروع کیا، اوراصحاب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی عظمت اور ناموس کو اپنے پروگرام میں سرفہرست رکھا۔

علامہ خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے روحانی سلسلہ سے ایک اور بزرگ اٹھے یہ بارھویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ ہیں۔ آپؒ بھی فاروقی نسبت رکھتے تھے، آپؒ کی آفاقی نظر نے اقامت دین کی محنت میں سب سے پہلے تحفظ ناموسِ صحابہؓ کو موضوع بنایا اور ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' جیسی شہرہ آفاق کتاب لکھی۔ آپ اس موضوع میں اتنے حساس واقع ہوئے تھے کہ مسئلہ افضلیت کو بھی آپ نے اصولی درجہ میں اہم سمجھا اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے افضل الناس بعد الانبیاء ہونے پر ایک گرانقدر کتاب ''قرۃ العین فی تفضیل الشیخین'' لکھی۔ (مقدمہ خلفاء راشدین ص ۱۹)

حضرت شاہ صاحبؒ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے مشاجرات پر بڑے احسن اور محتاط انداز میں بحث کی ہے، اور دشمنانِ صحابہ کرامؓ کے خلاف ایسی موثر قلمی جنگ لڑی ہے کہ آنے والے اسی خوان کے ریزہ چین بنے۔ ازالۃ الخفاء میں صحابہؓ کے فضائل ومناقب حکیمانہ انداز میں لکھ کر دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا، آج بھی یہ کتاب علماء اور عوام کے لئے مشعل راہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تگ ودو، جدوجہد اور اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے لئے مساعی جمیلہ دشمنان صحابہؓ کی آنکھوں میں کانٹے بن کر چبھ رہی تھیں، وقت کے حکمران شیعی وزراء کے جتھے میں قید بے زنجیر تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ وقت کی حکومت، رائج شدہ نظام اور فرسودہ قوانین مملکت کو یکسر بدلنا چاہتے تھے۔ وہ فک کل نظام کے علمبردار تھے۔ حکومتِ وقت کی کاسہ لیسی اور خوشامد ان کے ہاں بہت بڑا جرم تھا، لیکن روافض وقت کے حکمران کی جی حضوریوں اور کاسہ لیسیوں پر پل کر جوان ہورہے تھے۔ ایک رافضی نجف علی خان کا دہلی پر تسلط تھا، اس نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پہونچے اتروا دیئے تاکہ ان کا ہاتھ ناکارہ ہو جائے اور یہ لکھنے کے قابل نہ رہیں۔ مولانا

محمد اسیر ادرویؒ لکھتے تھے:

''شیعی وزراء اور روافض کی حکومت کا غلبہ تھا، نجف علی خان کا دہلی پر مکمل تسلط تھا، اس نے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے پہونچے اتروا کر ہاتھ بے کار کر دیئے تھے، تاکہ وہ کوئی کتاب اور مضمون نہ لکھ سکیں۔'' (احیاء اسلام کی عظیم تحریک ص۲۹۹)

شیعیت اور شاہ عبدالعزیزؒ

حضرت شاہ ولی اللہؒ دارِفانی سے رخت سفر باندھ کر عالم برزخ کے باسی ہو گئے، ان کے سانحۂ رحلت کے بعد نوجوان عالم حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کو ان کی جانشینی کا جامہ اور کلاہ پہنا دیا گیا۔ عنفوان شباب پر اپنے عظیم تر باپ کی مسند پر بیٹھنے والے، اور دہلی کی جامع مسجد کے منبر پر رونق افروز ہونے والے خطیب آتش نوا کی شعلہ بیانی، بے باکی، جرأت ایمانی اور آتش نوائی کا بے باکانہ منظر دیکھنے کے لئے پورا دہلی امنڈ آتا تھا، جو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے مواعظ وارشادات سے مستفیض و مستفید ہوتا تھا۔ اس وقت چونکہ شیعی جراثیم اور نظریات عام گھروں میں گھس چکے تھے، رفض والحاد نے اپنی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے وقت کی حکومت کا سہارا لیا، اور حکومتی بیساکھیوں پر اپنے لڑکھڑاتے پروگرام لے کر بڑھنے لگے، مگر ادھر نصر من اللہ اور فتح قریب کی صدائیں مسلسل آرہی تھیں۔ حضرت شاہ صاحب نے حضرات صحابہ کرامؓ کی شان ومنقبت ببانگ دھل بیان کرنا شروع کر دی، اور دشمنان صحابہؓ کے مکائد وعقائد سے پردہ اٹھانے کی مساعی تیز سے تیز تر کر دیں۔

آپ نے اثنا عشری شیعوں کے بارے میں ایک کتاب ترتیب دی، جس نے ''تحفہ اثناء عشریہ'' کے نام سے علمی دنیا میں شہرت پائی۔ جب یہ کتاب منصۂ شہود پہ آئی تو دنیائے رفض پر سکتہ طاری ہو گیا، اہل تشیع کے بڑے بڑے گرو گھنٹال قلمیں اور کاغذ لے کر اپنے اپنے امام باڑوں میں بیٹھ گئے۔ شیعوں کے مجتہدوں اور ذاکروں نے ایڑی اور چوٹی کا زور لگا کر تحفہ اثنا عشریہ کا جواب لکھنے کی ناتمام کوششیں کیں، مولوی دلدار علی میدان میں کودے، میر افضل حسین نے خامہ فرسائی کی، مرزا محمد کامل نے زہر افشانیاں کیں، لیکن یہ سارے مجتہد سٹپٹا کر رہ گئے، تحفہ اثناء عشریہ کا جادو ان کے سر چڑھ چڑھ کر بول رہا تھا۔ سب اس نتیجے پہ پہنچے کہ ابھی تحفہ کا جواب نہیں دیا جا سکا، اسی لئے ہر مجتہد

نے اپنا اپنا زور قلم صرف کیا، ہندوستانی شیعہ جواب نہ لکھ سکے، جسے تحفہ اثناء عشریہ کا جواب کافی کہا جا سکے۔ پھر وہاں کا ایک شیعہ سرمایہ دار میر اشرف علی میدان میں اترا، اس نے عراقی شیعوں کو دس ہزار روپے بھیجے کہ وہاں کا کوئی علامہ تحفہ اثناء عشریہ کا جواب لکھے، مگر پھر بھی شاہ صاحب کی تحریر کا جواب نہ بن سکا۔

باطل کی خوئے بد دیکھئے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی تحریر کا جواب جو جواب سمجھا جائے وہ نہ بن سکا، انہوں نے حضرت شاہ صاحب پر مصائب و آلام کے پہاڑ ڈھا دیئے۔ آوارہ گردوں نے انہیں ستایا، ایک طوائفہ نے عاشقانہ اشعار پڑھ پڑھ کر دہلی کی جامع مسجد میں رقص کیا۔ حضرت شاہ صاحب کا مکان ضبط کر لیا گیا، پھر انہیں شہر بدر کیا گیا، انہیں زہر دیا گیا، اور قتل کرنے کا گھناؤنا منصوبہ تیار کیا گیا۔

حضرت شاہ صاحب کا بیان ملاحظہ فرمایئے:

''جب میں پرانے شہر میں تھا، تو خود اپنوں کے ہاتھوں مجھے بہت تکلیف پہنچائی جاتی، آبرو باختہ آوارہ گردوں کو اکسا دیا جاتا تھا، وہ میرے مکان کے قریب چھت پر تعزیہ رکھ دیتے تھے اور تبرا وغیرہ کی ایذا رساں حرکتوں سے ناطقہ بند کر دیتے تھے۔ رمضان شریف میں مسجد میں تراویح ہو رہی تھی ایک بازاری عورت کو شراب پلا کر وہاں پہنچا دیا گیا۔ وہ حافظ شیرازی کا ایک شعر پڑھ رہی تھی اور غنڈوں کا غول ڈھول بجا رہا تھا، اور طرح طرح کے آوازے کس رہا تھا، وہ شعر یہ ہے۔

در کوئے نیک نامی مارا گزر نداند
در تو نمے پسندی تغیر کن قضارا

(ملفوظات ص ۵۴۔ بحوالہ شاندار ماضی ج ۲)

جائیداد و مکان ضبط

''تحفہ اثناء عشریہ'' لکھنے کے جرم کی پاداش میں حضرت شاہ صاحب کا مکان ضبط کر لیا گیا، حضرت کو دہلی بدر کر دیا گیا، حضرت شاہ فخر الدین مرحوم نے شاہ صاحب کے قیام کا انتظام کیا، اور اپنے اثر و رسوخ کی بناء پر شاہ صاحب کو حویلی واپس دلوائی، مناقب فخریہ میں یہ لکھا ہے:

''فرزندانِ شاہ ولی اللہ مغفور را درآنچہ متصدیانِ سلطانی از حویلی علیحدہ ساختہ و حویلی را بہ ضبط آوردہ بودند، آں حضرت (شاہ فخر الدین) بحویلی مبارک جادادند، غم خواری فرمودند و حویلی مذکور راز جناب سلطان بالشان رہانیدند و با اعزاز و اکرام در آنجا رسانیدند۔'' (مناقب فخریہ ص ۳۱ بحوالہ تاریخ مشائخ چشت)

شہر بدری

وقت کے فرعون اعظم نجف علی خان کی فرعونیت، اس کا جبر و قہر، اس کا ظلم و بربریت، اس کے غیظ و غضب کی آگ حضرت شاہ صاحب پر سب و شتم کرانے پر ٹھنڈی نہیں ہوئی، ان کے سامنے کنجری کا ناچ کرانے سے اس کی آتش غضب سرد نہ ہوئی، ان کو اپنی جائیداد و مکان سے بے دخل کرنے سے اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا، تو اب ایک اور مرحلہ آتا ہے، جب وقت کے سفاک اور خونخوار درندے نجف علی خان نے حضرت شاہ صاحب اور حضرت شاہ رفیع الدین کو دہلی چھوڑنے پر مجبور کر دیا، یہ دونوں بزرگ دہلی سے شاہدرہ تک اپنی مستورات سمیت پیدل گئے، پھر مستورات کی سواری کا انصرام ہو گیا، وہ بھلت ضلع مظفر نگر روانہ ہو گئیں، مگر ان دونوں کے لئے سواری کا بندوبست نہ ہو سکا، شاہ رفیع الدین بھی شیعی غیظ و غضب کا شکار ہوئے۔ شاہ رفیع الدین لکھنؤ تک پا پیادہ پہنچے، اور حضرت عبد العزیز جون پور تک برہنہ پا پیادہ سفر کرتے رہے، نجف علی خان نے ان دونوں حضرات کو مستورات سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا، اور پیدل سفر کرنے کا حکم بھی معاً جاری کیا۔

قتل کی سازش

دشمنانِ صحابہ کرامؓ حضرت شاہ صاحب کے جانی دشمن بن گئے تھے، وہ کسی موقع کی تلاش میں تھے۔ جس دن حضرت کا سر تن سے جدا کر دیا جائے، مگر مارنے والے سے بچانے والا قوی ہے، لیکن روافض کی قہرمانیت دیکھئے کہ دو دفعہ رافضیوں نے حضرت کو زہر کھلایا، ایک دفعہ چھپکلی کا اُبٹن ملوا دیا گیا تھا، جس سے حضرت کو برص اور جذام ہو گیا تھا، سفر جونپور میں آپ کو لُو بھی لگ گئی تھی، جس سے خون میں حدت پیدا ہو گئی تھی، ان تمام سزاؤں کی بناء پر حضرت شاہ صاحبؒ کی

۱۔ بینائی رخصت ہو گئی تھی ......

۲۔ آپ کو برص ہو گیا تھا......

۳۔ خون میں حدت ہو گئی تھی......

۴۔ مختلف بیماریاں لگ گئی تھیں جن کی وجہ سے ہمیشہ بے چین رہتے تھے۔

(بحوالہ شاندار ماضی، ج ۲ ص ۷۴، احیاء اسلام کی عظیم تحریک ص ۳۰۰)

شیعیت اور مولانا قاسم نانوتویؒ

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور انگریزی اقتدار نے شیعی حکمرانوں کی گردنیں مروڑ دیں۔ انگریز ریاستوں پر قابض ہوا، لکھنؤ کی شیعہ حکومت کا انگریز نے بوریا بستر گول کروایا، اور شیعی حکمران واجد علی شاہ کی دوڑ لگوادی، اسے لکھنؤ سے چلتا کیا۔ کل تلک شیعوں کے جو تیر اہل سنت پہ برستے تھے، اب وہ تیر ختم ہو چکے تھے، کمانیں ٹوٹ چکی تھیں اسلحہ اور بزور شمشیر کل تک اہل سنت کو دھمکایا اور مرعوب کیا جاتا تھا، آج وہ سلسلہ مفقود نظر آتا ہے، جن گردنوں میں کل تک اقتدار کا سریا تھا، آج وہ سامراج کی قہرمانیت کے سامنے موم بن چکی تھیں اسلحہ شمشیر اور تیغ و تفنگ کی جنگ ختم ہو گئی، اب علمی میدان میں شیعیت اچھلنے، کودنے اور تھرکنے کے لئے پر تولنے لگی، لکھنو سے چل کر میرٹھ پہنچنے والے شیعی مجتہد فرزند حسین نے حضرات خلفاء راشدین کے خلاف مسموم کتابچہ لکھ کر جلتی پر تیل کا کام کیا، بڑے بڑے شیعہ نوابوں نے ذاکروں اور مجتہدوں کو اپنے ڈیروں پہ پناہ دے دی، ان نوابوں کی پشتیبانی روافض کو کھل کھیلنے اور زہر اگلنے کا اچھا خاصہ موقع ملا۔ شیعوں میں میر حامد حسین اہل سنت کے خلاف ننگی تلوار مانے اور سمجھے جاتے تھے، شیعوں کے لئے حجت تھے، ادھر سنی علماء کل ہی انگریز کی جلائی ہوئی بھٹیوں کے حوالے کئے گئے، ہزاروں علماء اہل سنت انگریز کے عتاب کا ہدف بنے، علماء اہلسنت کے سرتن سے جدا کر کے درختوں کی شاخوں پر لٹکا دیئے گئے، کئی ہزار علماء کو جلتے کوئلوں کی سرخی پر ڈال دیا گیا، علماء پک گئے، جو بچے تھے، انہوں نے ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے لئے تگ و تاز جاودانہ شروع کر دی، انہی میں ایک شیر دل شخصیت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تھی، جنہوں نے انگریزوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی، اور مسلمانوں کے لئے دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ایک محفوظ قلعہ بنایا، جو ایک طرف علمی تشنگی بجھانے اور دوسری طرف اسلام کے سپہ سالار اور

جرنیل تیار کرنے کے لئے جانب منزل رواں دواں رہا۔

حامد حسین سے علمی مباحثہ

شیعوں کے مجتہد العصر میرٹھ میں ایک نواب محمد علی کے ڈیرے پر رہتے تھے، حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ان دنوں میرٹھ آئے ہوئے تھے، انہوں نے احقاق حق اور ابطال باطل کے جذبہ سے میر حامد حسین سے بات چیت کرنے کا عزم کرلیا، چنانچہ حضرت نانوتویؒ اور حامد حسین کی باہمی گفتگو اور ملاقات کا حال حضرت نانوتویؒ کی زبانی ملاحظہ فرمایئے۔

ایک دن میں بغیر عمامہ اور رومال اور چادر کے جیسا کہ میری عادت ہے، اس کے مکان پر پہنچ گیا، جہاں مولوی حامد حسین لکھنوی شیعی فروکش تھے، جنہوں نے ''منتہی الکلام'' کے جواب میں ایک مضبوط کتاب ''استقصاء الافحام'' تصنیف کی ہے، اور شیعوں کے خیال میں زمین وآسمان کے درمیان اس کی نظیر ومثال نہیں ہے اور اس کو آفتابِ زمانہ اور بدرِ منیر بے مثال سمجھتے ہیں۔ میں نے ان کے پاس پہنچ کر شیعوں کی طرح ''سلامٌ علیکم'' لفظ سلام کے میم کی تنوین کے ساتھ کہا، اور پھر میں نے ان سے کہا کہ حضرت! میں جہاں کا رہنے والا ہوں، وہاں شیعہ اور سنی ملے جلے رہتے ہیں اور آپس میں شادی بیاہ بھی کرتے ہیں، دونوں فرقوں کے لوگوں میں بڑے اچھے تعلقات ہیں اسی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلفانہ گفتگو ہوتی رہتی ہے، اور ہر طرح کی گفتگو ہوتی رہتی ہے، اور کبھی کبھی مذہبی گفتگو بھی چھڑ جاتی ہے، چونکہ وہاں سنی علماء بہت ہیں اور اس طرف نہیں ہیں۔ اس لئے شیعہ ان کا جواب نہیں دے پاتے ہیں۔ ویسے تو بہت سے مسئلے ہیں مگر خصوصیت کے ساتھ سنی علماء تین مسئلوں میں زیادہ زبان درازی کرتے ہیں۔

میں گردش زمانہ سے مجبور ہوکر اسی شہر میں پڑا ہوا ہوں، اور جناب والہ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ اب میرا مقصد پورا ہو جائے گا، اور حضور والا سے ان تینوں مسئلوں کا جواب معلوم کرلوں گا، جو سنیوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں، ازراہ کرم ان کے جوابات اس طرح ارشاد فرمائیں کہ میرے دل میں نقش ہو جائیں، اور وقت ضرورت میں ان سے کام لے سکوں۔

۱۔ مجھے سب سے پہلے یہ بتا دیا جائے کہ ”فدک“ کس چیز کا نام ہے؟ وہ مسکرائے اور فرمایا کہ اس سلسلہ میں بڑی مبسوط کتابیں لکھی گئی ہیں، اور موجود ہیں انہیں ہی آپ دیکھ لیجئے، میں نے عرض کیا کہ حضور! میں پریشان حال آدمی کہاں دیکھ سکوں گا، اور نہ علمی استعداد ہے کہ پوری طرح سمجھ سکوں، میرا دیکھنا کیا، آپ کا ارشاد فرمانا بڑی بات ہے، لوگوں نے خواہ مخواہ مجھ کو مولوی کہنا شروع کر دیا ہے۔

مجتہد صاحب نے دریافت فرمایا کہ آپ کا اسم گرامی؟ تو میں نے اپنا تاریخی نام ”خورشید“ بتا دیا پھر انہوں نے فرمایا کہ ”فدک“ ایک زمین کا نام ہے، میں نے کہا وہ زمین کیسے آئی تھی؟ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین نے خریدا تھا؟ تو آپ نے فرمایا، نہیں وہ غنیمت میں آئی تھی۔ غنیمت میں اس کا ہونا غلط تھا، یا شاید ان کو غلط ہی معلوم تھا، یا ہوسکتا ہے انہوں نے مجھے جاہل سمجھا ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ یہ جاہل آدمی غنیمت اور فے کے فرق کو کیا سمجھے گا، اس لئے یہ بات کہی ہو اور صراحۃً ان کی غلطی پر میرے لیے ان کو ٹوک دینا خلافِ مصلحت تھا، اس لئے میں نے کہا کہ ہم لوگوں نے غزوہ فدک کے نام سے کسی غزوہ کا نام نہیں سنا ہے، اگر فدک غنیمت میں سے ہوتی یقیناً کوئی غزوہ اس نام سے ضرور ہوتا اور سب جانتے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ فدک خیبر کے نواح میں تھی، اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ مخدوم محترم ”فے“ کیا چیز ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ غنیمت کو کہتے ہیں۔ بغیر شیعہ سنی کا اظہار کیے میں نے کہا کہ ایک آدمی کہتا تھا کہ کلام اللہ کے دیکھنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فدک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں نہیں تھی، جب میں نے یہ بات کہی، وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھے، اس سے پہلے وہ بڑی بے فکری سے گفتگو کر رہے تھے، بہر حال انہوں نے پوچھا، پھر کیا ہے؟ تو میں نے ان کے جواب میں ”مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ“ والی آیت پڑھ دی، اس کے جواب میں انہوں نے کچھ کہا اور میں نے اس کا جواب دیا تو فوراً اٹھ گئے، یعنی انہوں نے اپنی گفتگو ختم کر دی۔ (فیوض قاسمیہ ص ۵،۶)

تعزیہ داری کے خلاف جدوجہد

اہل تشیع کے ہاں تعزیہ داری باعث برکت کام ہے، اور تعزیہ پرستی ایک کار عظیم خیال کیا

جاتا ہے، یہ ایسا خطرناک اور زہریلا کام ہے، جس سے توحید باری تعالیٰ پر کاری ضرب پڑتی ہے، اور شرک و بت پرستی کو فروغ ملتا ہے، پھر اہل تشیع نے خفیہ خفیہ اس کے زہریلے اثرات اہل سنت کے گھروں میں پہنچا دیئے، ایک وقت وہ بھی تھا، جب شیعوں سے زیادہ سنی ان بدعات میں مبتلا تھے، شیعوں سے زیادہ ان قبوں اور بانس کی لکڑیوں کی تعظیم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اکابر علماء اہلسنت کو جزائے خیر دے جنہوں نے ان رسومات، بدعات اور شرکیات کے خلاف بلا خوف لومۃ لائم جدوجہد کی۔ وہ خویش و اقارب کی ناراضگی کی پرواہ کیے بغیر اسلام کے لئے میدان جدوجہد میں کود پڑے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے جب شیعی رسومات کے خلاف آواز اٹھائی تو سب سے پہلے اپنے قریبی لوگوں سے پھڈا پڑا، کیونکہ اس وقت شیعی اثرات ہر گھر میں پہنچ چکے تھے۔

حضرت نانوتویؒ اور ان کے مرید خاص حاجی محمد یٰسین عرف دیوان جی نے مل کر تعزیہ تابوت کے خلاف کام کیا، دیوان جی نے عزم کرلیا کہ اب اس شرک پرستی کے تار پود بکھیر کے رہوں گا۔ ان کی مسجد محل کی مسجد کے نام سے مشہور تھی، جس میں تعزیہ رکھا جاتا تھا، تعزیہ اسی مسجد سے اٹھایا جاتا اور اسی مسجد میں رکھا جاتا تھا، اور اٹھانے والے اور رکھنے والے سب سنی ہوتے تھے ایک بھی شیعہ نہیں ہوتا تھا، یہ جرأت و پامردی کی بات تھی، کہ دیوان جی نے واشگاف اعلان کر دیا، کہ اس سال مسجد سے تعزیہ نہیں اٹھایا جاسکتا، اس اعلان سے شیعہ تو ایک طرف رہے، خود سنی برہم ہو گئے۔ محلّہ کے شیوخ نے کہا کہ تعزیہ ضرور اٹھے گا، اگرچہ ہمارے سر قلم ہو جائیں، سارے محلے دار ایک طرف، مگر حضرت نانوتویؒ کے اس مرید باصفاء کے پایہ استقلال و ثبات میں ذرا بھر حرکت و جنبش نہ آئی۔ انہوں نے محلّہ کے شیوخ کے جواب میں اعلان کر دیا کہ اگر تعزیہ گزرا تو میری لاش کے اوپر سے گزرے گا، میں جیتے جی تعزیہ نہیں نکلنے دوں گا، دوسری طرف سارے محلے داروں نے دیوان جی کے خلاف آسمان سر پر اٹھالیا، واویلا کیا، شور مچایا، مگر یہ مرد میدان اپنی بات پر قائم رہا۔ ادھر حضرت نانوتویؒ تک یہ خبر پہنچ گئی کہ دیوان جی اپنی جگہ قائم ہیں اور محلّہ دار اپنی جگہ بضد ہیں لیکن نانوتویؒ کو احساس ہو گیا کہ اس رسم بد کے خلاف قربانی کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے دیوبند کے قصبہ میں چند سر برآوردہ شخصیات کے

سامنے بابانگ دہل یہ اعلان کیا، کہ دیوان جی کی لاش سے تعزیہ گزرا تو پھرسن لو کہ نانوتویؒ کی لاش سے تعزیئے کو گزرنا پڑے گا۔ جب تک ہم دونوں زندہ ہیں، تعزیہ نہیں نکالا جاسکتا۔ حضرت نانوتویؒ کا اعلان صدا بصحرا ثابت نہیں ہوا، بلکہ نوجوانوں کی ایک غیرت مند جماعت حضرت نانوتویؒ کے دفاع میں کھڑی ہوگئی، اور خرقہ پوش جوانوں نے کہا دیوبند کے بوڑھو اور تعزیہ پرستو، اگر نانوتویؒ نے یہ اعلان کردیا کہ تعزیہ نہیں اٹھے گا تو پھر اسے ہرگز نہیں اٹھنا چاہیے۔ اگر تم نے اس عظیم انسان کے ساتھ کسی بھی قسم کی بدسلوکی کی تو ہم پوری قوت سے مقابلہ کریں گے، یوں ان خدا پرستوں نے تعزیہ اور تابوت کے جنازے میں آخری کیل گاڑ دیا۔ (ملخص از سوانح قاسمی ۲ مولفہ مولانا مناظر حسین گیلانی)

شیعوں کے بارہ میں فتویٰ

اہل سنت پر شیعوں کی چھاپ لگنا شروع ہوگئی تھی، لیکن اہل حق کی شبانہ روز کاوشوں کی بدولت ایک خوش قسمت طبقہ اپنے ایمان وایقان کو بچانے میں کامیاب ہوگیا، لیکن اس کے باوجود وہ رسومات جو کچھ عرصہ تک رائج رہیں، اہل سنت کے دماغوں میں کھٹک رہی تھیں وہ اپنی تشفی اور تسلی کے لئے اہل حق کے دارالافتاء کا دروازہ کھٹکھٹاتے تھے، حضرت نانوتویؒ سے شیعوں کے کفرو اسلام کے بارہ میں دریافت کیا گیا، اور آپ نے جواب ارشاد فرمایا۔

”شیعہ وخوارج نہ مومن اند نہ کافر، وہم مومن اند وہم کافر الغرض قسم دیگر اند۔“ شیعہ خوارج اور اہل بدعت وغیرہ نہ مسلمان ہیں اور نہ ہی کافر ہیں۔ وہ مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی ہیں، الغرض وہ کوئی دوسری قسم ہیں۔

مسلمان اس وجہ سے نہیں کہ وہ کتاب وسنت کے تابع نہیں ہیں، کافر اس وجہ سے نہیں کہ وہ توحید رسالت کے منکر نہیں ہیں، اور نہ ہی قرآن وسنت کی تکذیب کرتے ہیں، وہ زبان سے کلمہ شہادت ادا کرتے ہیں اور ان کے دل میں بھی ہے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اسلامی احکام بجا لاتے ہیں۔ (فیوض قاسمیہ)

تلوار ذوالفقار

حضرت قاسم نانوتویؒ نے مرزا قاسم علی بیگ کے ایک مکتوب کے جواب میں یوں ارشاد

فرمایا:

''ذوالفقار'' کے متعلق شیعوں کے خودتراشیدہ افسانے ہیں، جو کچھ بھی اس کے متعلق وہ بیان کرتے ہیں، سب غلط ہیں، اس کی اصل حقیقیت بس اتنی سمجھنی چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے صحابہؓ کے جم غفیر نے بیعت کی، اور کاروبار خلافت اور بیت المال کی حفاظت اور اوقاف کی دیکھ بھال کو انہوں نے اپنا فرض منصبی جانا، چونکہ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ پہلے ہی سمجھ رکھا تھا، اس لئے انہی کے سامنے آپ نے اپنے تمام ترکے وقف فرما دیے تھے، تاکہ وفات کے بعد کوئی الجھن نہ ہو، اور حقیقت حال سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی دوسرا انتظام کرنے لگیں۔ اسی لئے آپ نے جو کچھ فرمایا، حضرت ابوبکرؓ کے سامنے فرمایا، کہ ''نحن معاشر الانبیاء لانورث درھم ولا دینارا ...... ما ترکنا صدقة'' ہم جو کچھ چھوڑ کر جائیں، وہ صدقہ ہوگا نہ کہ میراث، یعنی خدا کی راہ میں مناسب سمجھیں دے دیں۔ اسی کے پیش نظر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اراضی کو ازواج مطہرات اور اہل بیت کے نان نفقہ کے لئے خاص کر دیا، اور اشیاء منقولہ کو بطور تبرک لوگوں میں تقسیم کر دیا، انہی میں سے چند چیزیں حضرت علیؓ کے حصہ میں بھی آئیں، اس میں وہ تلوار بھی تھی جس کو ''ذوالفقار'' کہتے ہیں۔ حضرت زین العابدین تک اس تلوار کا پہنچنا کتب حدیث سے بظن غالب معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی وفات کے بعد وہ کس کے ہاتھ میں گئی؟ اس کا علم نہیں، شاید کسی نے بغرض تبرک مانگا ہو اور آپ نے ان کو دے دی، واللہ اعلم۔ (فیوض قاسمیہ بحوالہ احیاء اسلام کی تحریک ص ۳۳۱)

اصحاب ثلثہ اور جنت

شپرہ چشم کور باطن اور بد بخت اہل تشیع نے کسی مقام پر یہ ہرزہ سرائی کی کہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم اہل بیت عظامؓ کی شفاعت کے بدوں بخشے نہیں جائیں گے، اس پر حضرت نانوتویؒ نے ایک خط کے جواب میں یوں تحریر فرمایا۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے اصحاب ثلثہ نے جنت کی بشارت پائی ہے۔ جس کو اللہ کے رسولؐ نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت

دے دی ہو اس کو دوسروں کی شفاعت کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے علاوہ خداوند قدوس نے قرآن پاک کے متعدد مقامات میں ان کی دین میں استقامت، دین کے سلسلہ میں ان کے عظیم الشان کارنامے اور ان کی قربانیوں کی مدح فرمائی ہے، جو اہل بیت میں سے سوائے بعض افراد کے دوسروں کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض دوسرے شرف ان کو حاصل ہیں، ایسی صورت میں کسی مسلمان کا یہ تصور بھی نہیں ہوسکتا کہ صحابہ کرامؓ بالخصوص اصحاب ثلثہؓ اہل بیت کی شفاعت کے محتاج ہوں گے۔ اس طرح کے خیالات شیعوں کی من گھڑت باتیں ہیں، کیونکہ وہ حدیث وقرآن سے بے خبر ہیں۔ سورہ توبہ کی آیت ہے: ''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَo یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ''

خداوند قدوس کے اس قدر وعدوں کے باوجود اگر اہل بیت کی شفاعت کی ضرورت صحابہ کرامؓ بالخصوص اصحاب ثلثہ کو ہے، تو اس وعدے کا حاصل یہ ہوگا کہ معاذ اللہ قول وقرار اور عہد و پیمان الٰہی کا کوئی اعتبار ہی نہیں ہے اور اہل بیت کی قدرت وطاقت خدا کی قدرت وطاقت پر قیامت کے دن غالب ہوگی۔ اس لئے اصحاب ثلثہ کو اہل بیت کی شفاعت کی ضرورت پڑے گی۔ (بحوالہ ایضاً)

آنحضرت ﷺ کی میراث

اہل تشیع حضراتِ خلفاء راشدینؓ پر ایک الزام یہ لگاتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحہ رحلت کے بعد ان کی جاگیر قابو کر لی تھی، حضرت بی بی فاطمہ الزہراءؓ کا حق غصب کر لیا تھا، اس پر حجۃ الاسلام حضرت قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں:

''حضرت فاطمہ کی حق تلفی اس وقت متصوّر ہوسکتی ہے، جب حضور صلی اللہ کو مردہ جان تصور کریں، اور حیات نبی کو تسلیم نہ کریں۔ یہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مستند دلائل سے ثابت ہے، اس طرح کے خیالات وہی لوگ رکھتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدومنزلت کو نہیں سمجھتے۔ شیعوں کی بدعقیدگی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی ذات گرامی کے ساتھ بدعقیدگی رکھنے لگے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی زندہ ہیں، اور اس جسم اطہر کے ساتھ جو مسلمانوں کی آنکھوں کا نور ہے۔ جب حیات النبیؐ ثابت ہے، میراث کا کیا سوال ہے؟ اسی وجہ سے ازواج مطہرات کا نکاح بھی حرام ہے، کسی شخص کی زندگی میں نہ اس کے مال میں میراث جاری ہوسکتی ہے، اور نہ ہی اس کی بیوی سے دوسرے کو نکاح کرنا جائز ہے۔'' (فیوض قاسمیہ بحوالہ ایضاً)

شیعیت اور مولانا خلیل سہارنپوریؒ

حضرت نانوتوی کے بعد ایک اور شخصیت شیعیت کے خلاف میدان عمل میں اتر تی ہے، جسے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کہا جاتا ہے۔ حضرت سہارنپوریؒ شمشیر براں لے کر میدان میں اترے، اور اشہب قلم کو حق وصداقت کی راہوں پر گامزن کردیا۔ رہروان ضلالت اہل تشیع کے ایک سرکردہ نام نہاد مجتہد نے اپنی تحریر علماء اہل سنت کے پاس بھیجی۔ سنی علماء نے اپنی فہم و فراست اور اپنے علم کی سطح پر قرآن وسنت کی روشنی میں اس جھوٹ کے پلندے اور غلاظت کے چیتھڑے کا جواب باصواب رقم کیا، لیکن باطل کی پرانی ضد اور ہٹ دھرمی، ''میں نہ مانوں کی رٹ'' اور تنقید برائے تنقید کی پرانی روش ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ فرزند حسین ماتمی نے ایک اور رسالہ لکھ مارا، جس میں غلاظت ہی غلاظت تھی، تنقید ہی تنقید تھی، اس رسالے نے جلتی پر تیل کا کام کیا، علماء اہل سنت کے رسائل کا رد کیا، حضرت سہارنپوریؒ کی خدمت میں جواب الجوب پیش کیا گیا، تو آپ نے اپنی ساری مصروفیات کو بالا طاق رکھ کر شبانہ روز محنت شروع کردی، سات آٹھ ماہ کی قلیل مدت میں شیعوں کے کتابچوں کا دندان شکن، مسکت، مدلل اور مکمل جواب تحریر فرمایا، جس سے شیعی ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی، بوسیدہ گھروندوں میں دراڑیں پڑنا شروع ہوگئیں، اور نام نہاد مجتہد کی علمیت اور اجتہاد کے تار پود فضائے آسمانی میں بکھر گئے، اور اس کے ٹکڑے گنگا اور جمنا کی موجوں کے حوالے ہوگئے۔

مولانا مشتاق احمد مرحوم سے اس زبان دراز اور بے لگام مجتہد کا مناظرہ ہوا، جس سے اس کی جہالت کی قلعی کھلی۔ مولانا سہارنپوریؒ نے اس تائید غیبی کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے کتابچوں

کا جواب ترک کر دیا، لیکن حضرت نانوتویؒ کے ارشاد پر آپ نے اپنی تحریر پایہ تکمیل تک پہنچائی، جس نے مستقبل میں "ھد ایات الرشید الی افحام العنید" نام پایا، اور آج بھی دشمنانِ صحابہؓ کے سروں پر تیغِ برہنہ کی طرح آویزاں ہے۔ دنیائے شیعیت اس علمی بحرِ ذخار کا جواب دینے سے قاصر اور عاجز ہے۔

حضرت سہارنپوریؒ نے شیعوں کی نایاب کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا، جوں جوں آپ عمیق نظر سے مطالعہ کرتے گئے، آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ شیعیت کے خلاف اقدامی کام کرنا اس وقت کا سب سے بڑا جہاد ہے، چونکہ اس وقت کے علماء کرام شیعوں کی نایاب کتابوں کو حاصل کرنے اور پھر ان کے مطالعہ پر دسترس نہیں رکھتے تھے، لیکن شیعوں نے حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف کبھی سے پروپیگنڈہ مہم شروع کر رکھی تھی۔ علماء کرام صحابہ کرامؓ کے دفاع میں ان کے پروپیگنڈہ کا جواب دے رہے تھے، اگر اس دور میں اقدامی کارنامہ کسی عالم نے سرانجام دیا، تو وہ حضرت سہارنپوریؒ کی شخصیت تھی، اسی دوران آپ نے "مطرقۃ الکرامۃ" کے نام سے ردشیعیت پر ایک اور کتاب لکھی، جو اپنی مثال آپ ہے، تالیف وتصنیف کے ساتھ ساتھ مناظرے میں ایسی فتح ملی کہ شیعہ مناظر راتوں رات امروہہ کی سرزمین چھوڑ کر بھاگ گئے۔

شیعیت اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بھی ردشیعیت پر خوب کام کیا، آپ مختلف علاقوں سے آنے والے مختلف سوالات کے شافی جواب رقم فرماتے تھے، انہی سوالات میں بعض سوالات شیعی رسومات سے متعلق ہوتے تھے، حضرتؒ ان کا جواب باصواب رقم فرما کر مسلک حق اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کرتے اور شیعی پروپیگنڈے اور اشکالات کا رد کرتے تھے، تعزیہ سے متعلق آپ سے پوچھا گیا، کہ "تعزیوں کے ساتھ بہ نیت تماشا غیر اعتقاد سے جانا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ زیارت کرنا تعزیوں کا اچھا ہے، جیسے خانہ کعبہ کا نقشہ لاتے ہیں، اور اس کی زیارت کرتے ہیں، ایسے ہی یہ بھی ایک مکان کا نقشہ ہے اس کی زیارت میں کچھ نقصان نہیں، مسئلہ کیا ہے؟

حضرت گنگوہیؒ نے جواب عنایت فرمایا کہ:

تعزیہ بت ہے، کعبہ کا نقشہ مثل نقشۂ مکان کے ہے اس کی کوئی پرستش نہیں کرتا، اگر اس کی پرستش کرے گا، تو بھی کفر ہو جائے گا، (فتاویٰ رشیدیہ)

ماتم اور ذکر شہادت

محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو سبطِ رسولؐ، جگر گوشۂ بتول حضرت سیدنا حسین بن علیؓ کو وادیٔ کربلا میں خاک وخون میں لت پت کر دیا گیا۔ آپ کے بہتر ۷۲/ اصحاب کو بے دردی سے شہادت کا جام شیریں نوشِ جان کروادیا گیا۔ اس سانحۂ فاجعہ کی یاد میں ایک فرقہ غیر اسلامی سوگ مناتا ہے۔ رسومات بدعات پر یاد حسین ماتم، سینہ کوبی، اور زنجیر زنی کو عین اسلام سمجھتا ہے، حضرات اہل سنت والجماعت اس دن میں حضرت حسینؓ کی یاد اور ان کی شہادت کے تذکرہ کو بھی خلاف مصلحت سمجھتے ہیں، اور شیعوں کے ساتھ مشابہت اور مماثلت سے اجتناب کرتے ہوئے اس دن تذکرۂ شہادت کو مناسب خیال نہیں کرتے۔

حضرت گنگوہیؒ سے پوچھا گیا کہ "یوم عاشورہ شہادت حسینؓ گمان کرنا احکام ماتم ونوحہ و گریہ وزاری و بے قراری کے برپا کرنا، گھر گھر مجالس شہادت منعقد کرنا، واعظین کو ان ایام میں شہادت نامہ بیان کرنا، ایصالِ ثواب وصدقات کرنا، اور تعیین آب بھی مثل شربت ہے؟ کھچڑا ہر غنی و فقیر کو لینا اور تبرک جاننا کیسا ہے؟ حضرت گنگوہیؒ نے اس سوال کے جواب میں یوں ارشاد فرمایا:

ذکر شہادت کا ایام عشرہ میں کرنا بہ مشابہت روافض کے منع ہے، ماتم ونوحہ حرام ہے، خلافِ روایات بیان کرنا سب ابواب میں حرام ہے، تقسیم صدقات بہ تخصیص ان ایام میں کرنا اگر یہ جانتا ہے کہ آج ہی زیادہ ثواب ہے، تو بدعت ضلالہ ہے علیٰ ہذا کسی طعام کی تخصیص کسی یوم کے ساتھ کرنا لغو ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۳۹)

آپؒ شیعوں سے اور ان کے عقائد سے نفرت کرتے تھے، ان کی مشابہت اپنانے کو بھی ناجائز خیال کرتے تھے، آپ نے دسویں محرم کو آہ وبکاء، ماتم ونوحہ، گریہ وزاری، دودھ و پانی کی سبیل، مجالس عزا کے چندے ان تمام چیزوں کو حرام لکھا ہے، مولانا نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ دسویں محرم کو حضرت حسینؓ کا شہادت کی ذکر بھی نہ کیا جائے، کیونکہ یہ روافض کا شعار اور ان کی پہچان بن

چکی ہے۔

شیعیت اور مولانا حسین احمد مدنیؒ

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے اپنے اسلاف کی طرح ردشیعیت پر خوب خوب کام کیا، اگرچہ آپ کا نشیب وفراز اسلامی سیاست رہی، لیکن آپ دین اسلام کے دشمنوں کی دسیسہ کاریوں سے بھی پوری طرح آگاہ تھے۔ حضرت سید حسین احمد مدنیؒ دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث تھے، تلاوت حدیث کے دوران جب حضرات صحابہ کرامؓ کے اسماء گرامی سامنے آتے تو تمام شاگردوں کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہنے کی سختی سے تلقین کرتے تھے۔ کوئی شاگرد صحابہ کرامؓ پر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہے بغیر عبارت نہیں پڑھ سکتا تھا۔

حضرت مدنیؒ کے سینکڑوں شاگرد دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت لے کر نکلے، آپ انہیں فتنوں کا تعاقب کرنے کی تلقین فرماتے تھے، اور آپ اس بات پر بھی زور دیتے تھے کہ مدحِ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم واجب ہے۔ لکھنؤ کی وہ تبرا تحریکیں جو شیعہ پُرامن فضاء میں زہر گھولنے کے لئے چلاتے تھے، ان تحریکوں کے خلاف مدح صحابہؓ کے جلوس نکلتے تھے۔ اہل سنت کے علماء نے مدحِ صحابہؓ کی باقاعدہ تحریک چلائی، جس میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ اور حضرت سیدنا حسین احمد مدنیؒ کے نقش قدم پر چلنے والے ان کے تلامذہ کے وجود باجود دکھائی دیتے ہیں، جو فتنہ تشیع کے خلاف لنگوٹ کس کر میدان کارزار میں سرگرم عمل ہیں۔

شیعیت اور مولانا لکھنویؒ

امام اہلسنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی آواز، لب ولہجہ اور گھن گرج نصف صدی تک سنی مسلمانوں کی پہچان کے طور پر ابھری رہی، ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنی آواز مولانا لکھنویؒ کی زبان سے گونجتی رہی، آپ نے مناظروں کے میدان میں روافض کو شکست وہزیمت سے دوچار کیا، کتابوں کے میدان میں ہزاروں صفحات ردشیعیت پر لکھے، ''النجم'' نام سے ایک آرگن جاری کیا، جس نے اپنوں اور غیروں سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، آج جو لوگ اس میدان میں شبانہ روز کام کر رہے ہیں، وہ اسی مردِ حق آگاہ کے خوانِ علم کے خوشہ چین ہیں۔ مولانا

لکھنویؒ کی تحریریں، تقریریں اور جرأت مندانہ مناظرے آج بھی علماء اہل سنت کے لئے مشعل راہ اور روشن چراغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت لکھنویؒ مرحوم نے اسلاف کے نقوش قدم پہ گامزن رہ کر شیعی کاخ ومحلات میں زلزلے برپا کئے، مسلک کا دفاع کیا، صحابہ کرامؓ کی عظمت، منقبت، شان، اور مدح عمدہ سے عمدہ پیرائے میں بیان کی، آپ کی ولولہ انگیز قیادت سے سنی مسلمانوں کے حوصلے بلند سے بلندتر ہو گئے، شیعی ایوانوں میں تھرتھلی مچ گئی۔

''مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے مشہور تبراباز مولوی مقبول احمد سے مباحثہ کر کے جب رد شیعیت کی مہم کا آغاز کیا تو آگے چل کر انہوں نے ان کے بڑے بڑے مجتہدوں کی طلاقت لسانی فراموش کرادی، اور سوالات کے ایسے مضبوط شکنجوں میں ان کو کسا کہ تلملانے کے سوا اس سے نجات کی ان کے پاس کوئی صورت نہیں تھی۔ امام اہل سنتؒ نے شیعوں کی شہ رگ کو چٹکیوں میں پکڑ لیا، اور ان ہی کی کتابوں سے ثابت کیا کہ شیعوں کا ایمان قرآن پاک پر نہیں ہے، اور اس کے ثبوت میں شیعوں کی کتابوں سے اتنے دلائل فراہم کئے اور ان کے علماء کی ایسی تشریحات پیش کیں جن کی تکذیب ان کے بس کی بات نہیں تھی، اور جب ''ایمان بالقرآن'' ثابت نہیں کرتے تو ان کے مذہب کی ساری عمارت ہی زمین بوس ہو جاتی ہے۔ آپ نے شیعوں کی مستند اور معتبر کتابوں سے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا، اور اس کا نتیجہ بھی نکال دیا کہ جب ان کا قرآن پر ایمان نہیں ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت پر بھی ایمان نہیں ہے، انہی دونوں باتوں کا وہ حقدار بنے ہوئے ہیں۔ اسی لئے وہ کبھی کھلے بندوں ان باتوں سے انکار نہیں کرتے۔ کیونکہ ان میں سے کسی بات کا وہ صراحتاً انکار کر دیتے ہیں تو اُمت مسلمہ نے متفقہ طور پر جس طرح قادیونیوں کو غیر مسلم قرار دے کر مسلمانوں کی فہرست سے خارج کر دیا اور اسلام کو محفوظ کر لیا، اسی طرح شیعوں کو بھی غیر مسلم اقلیت کی فہرست میں داخل کر کے ان سے نجات حاصل کر لیتی، اسی لئے کوئی بھی شیعہ مجتہد ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہیں کرتا، جبکہ ان کی کتابوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ان کا قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ مولانا عبدالشکور صاحب نے دلائل سے ثابت کر کے کہ ''ان کا قرآن پر ایمان نہیں'' ان سے جواب طلب کیا کہ وہ بتائیں کہ اسلام میں ان کے لئے کوئی گنجائش کیسے ہو سکتی

ہے؟ (احیاء اسلام کی عظیم تحریک ص ۳۳۹)

النجم کا اجراء

''النجم'' رسالہ مولانا لکھنویؒ کے خیالات و نظریات، جذبات و احساسات کا آئینہ دار تھا، یہ رسالہ جہاں حقائق، براہین اور دلائل سے معمور ہوتا تھا، وہاں دشمنان صحابہؓ پر اتمام حجت بھی خیال کیا جاتا تھا۔ اپنے اور غیر بھی اس بات کے معترف تھے کہ ''النجم'' حقائق پر مبنی ہے۔ بالخصوص ''النجم'' کے وہ مقالات و مضامین جو حضرت کے ہاتھوں سے لکھے جاتے تھے، ان کی تاثیر ہی جدا ہوتی تھی، چونکہ حضرت بھرپور مطالعہ، تحقیق اور تفتیش کے بعد مضامین لکھا کرتے تھے، سطحی مضامین اور مقالات سے گریز کرتے تھے۔

شیعوں کے ہاں بارہ امام معصوم ہیں ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، جس طرح انبیاء سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ ''النجم'' میں اس موضوع پر تحقیقی مضمون شائع ہوا، جس کو دیکھنے کے بعد ایک شیعہ افسر نے شیعہ علماء کو خطاب کیا کہ ہمارے مذہب کی بنیاد ہی ''عصمت امام'' کے عقیدے پر ہے، اگر ہم عصمت آئمہ ثابت نہ کرسکیں تو ہمیں یہ مذہب چھوڑ دینا چاہئے۔ پھر یہ بھی کہا کہ اگر شیعہ علماء نے ''النجم'' کے مضمون کا جواب تسلی بخش اور ناقابل تردید نہ دیا تو میں خودسنی ہوں جاؤں گا، یہ ''النجم'' کا وہ جادو بھرا کلام تھا، جو شیعوں کے سر چڑھ چڑھ کر بول رہا تھا۔

تصانیف

امام اہل سنت نے اپنی شعوری زندگی میں شیعوں کے خلاف ہزاروں صفحات پر مشتمل کتابیں لکھ کر دنیائے سنیت پر احسانِ عظیم کیا۔ حضراتِ خلفاء اربعہؓ کی سوانح اور احوالِ حیات پر ''خلفاءِ راشدینؓ'' نامی کتاب تحریر فرمائی۔ علاوہ ازیں موسویہ، القول المحکم، آیات محکمات، قاتلانِ حسین کی خانہ تلاشی، تحریف خانہ ساز حقیقت کا جواب تنبیہ الحائرین، ابوالائمہ کی تعلیم، تحقیق آل و اہل بیت، نصرت غیبیہ، قاطع اللسان شرح حدیث ثقلین، مقدمہ جائس، مذہب شیعہ کے دوسو مسائل، تفصیل آیات قرآنیہ، اور تاریخ مذہب شیعہ نامی کتاب اہل تشیع اور ان کے غلط عقائد و نظریات کی تردید اور اصحابؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں تحریر فرمائیں۔

مناظرے

امام اہل سنتؒ نے شیعہ مناظروں سے بڑے بڑے مناظرے کئے، شیعہ مجتہدین اوٹ پٹانگ باتوں سے اپنے لوگوں کو بے وقوف بناتے رہتے تھے، امام اہل سنت نے نصرت خداوندی سے تقیے کا بھانڈا سر عام پھوڑا، اور شیعی کتب سے مغلظات اور بکواسات کو عالم آشکار کیا، جو تقیہ کے پردوں میں مستور رہتے تھے، جب بر سر عام شیعہ مجتہد اپنی رسوائی کے مناظر دیکھتے تو ان کو پسینہ چھوٹ چھوٹ جاتا تھا۔

شیعیت اور پتافیؒ

سردار احمد خان پتافی مرحوم جیسے زمیندار کے قلب وجگر میں رد شیعیت پر کام کرنے کا شوق ابھرا، انہوں نے اس حساس موضوع پر کام کرنا شروع کیا، سردار احمد خان پتافی مرحوم کی تحریک اور کام سے روشناسی کے لئے مفکر اسلام علامہ خالد محمود صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

''جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان کے زمیندار سردار احمد خان پتافی مسلمانوں کے ملی تحفظ کے لئے نہایت دردمند اور حساس دل رکھتے تھے۔ قدرت نے آپ کو روشن دماغ سے بھی نوازا تھا، آپ اس احساس میں گھلے جارہے تھے، کہ حوزۂ ملت کو ہر چار طرف سے نقب لگی ہے۔ آریہ سماج شدھی تحریک چلا رہے ہیں، اور مسلمانوں کو شدھ ''پھر سے ہندو'' کر رہے ہیں۔ قادیانی ایک نئی نبوت کو لا کر مسلمانوں سے لوگوں کو نکال رہے ہیں اور مسلمانوں کی مرکزیت توڑ رہے ہیں۔ فتنۂ رفض مسلمانوں کو اپنی تاریخ کا دشمن بنا کر انہیں اپنے ماضی سے کاٹ رہا ہے، اور انگریزی دور اہل سنت کو دو دھڑوں میں تقسیم کرنے کے درپے ہے، امت کو بچایا جائے تو کیسے بچایا جائے؟ یہ احساس کہ مسلمانوں کا داخلی تحفظ کس طرح کیا جائے، آپ اس میں بہت فکر مند تھے، یہ ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ کی بات ہے۔ (خلفاء راشدین ص ۲۱)

پتافی مرحوم اسی فکر کے ساتھ ہندوستان بھر کے دورے کرتے رہے، علماء اہل سنت سے مشورے لیتے رہے، بڑے بڑے حضرات سے ملاقاتیں کرتے رہے، علماء کرام نے ان کے سر پہ دست شفقت رکھا، انہوں نے کمر ہمت باندھ لی، اور میدان عمل میں اترے۔ ۱۹۴۳ء کا سورج

چمک رہا تھا کہ جام پور میں تنظیم اہل سنت کی بنیاد رکھ دی گئی، جس کا صدر سردار محمود خان لغاری اور سیکرٹری جنرل سردار احمد پتافی کو بنا دیا گیا۔ ۱۹۴۴ء کو امرتسر میں اس نومولود جماعت کا دفتر کھول دیا گیا، مولانا نور الحسن بخاری مرحوم جیسے بلند پایہ عالم دین کو اس دفتر کا ناظم مقرر کیا گیا، ردشیعیت اور قادیانیت کے لئے ”تنظیم“ کے نام سے ایک تنظیمی آرگن شروع کیا گیا۔ تنظیم کی تشہیر اور تعارف کے لئے دہلی دروازہ میں ایک عظیم الشان کانفرنس کا اہتمام کیا گیا، جس سے مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ جیسے بڑے علماء مدعو تھے۔

ادھر تنظیم کا کام شروع ہو گیا، اس کی کانفرنسوں اور جلسوں میں لوگ آنا شروع ہو گئے، ادھر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، علامہ قاری محمد طیبؒ اور خواجہ نظام الدین تونسویؒ جیسے بڑے بڑے شیوخ نے اس جماعت کی حمایت شروع کر دی۔ پھر رفتہ رفتہ اخبارات نے اس جماعت کو کوریج دینا شروع کر دی باطل کے ایوانوں میں کھلبلی مچنا شروع ہو گئی، ان دنوں قادیانیت عروج پر تھی، تنظیم نے پہلے پہل قادیانیت کا تعاقب کیا، پھر روافض کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا۔

قیام پاکستان اور شیعیت

۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشہ پر پاکستان اسلامی ملک کے نام سے ابھرا، کچھ لوگ بھارت میں رہ گئے، اور کچھ پاکستان آ گئے، پہلے پاکستان ہندوستان ایک ہی ہوتے تھے، تقسیم کے بعد پاکستان کی کلیدی آسامیوں پر مرزائی اور شیعہ قابض ہو گئے، جنہوں نے اپنے مشن کے لئے آہستہ آہستہ کام شروع کر دیا۔ تنظیم اہل سنت کے نام پر جو کام پہلے امرتسر سے ہو رہا تھا، اب اسے لاہور لانے کا فیصلہ کر لیا گیا، چنانچہ تنظیم نے امرتسر سے اپنی فائلیں سمیٹ کر لاہور میں دفتر کھول لیا، جہاں سے ہفت روزہ ”تنظیم“ جاری ہوا۔ پھر بعد میں تنظیم کا دفتر ملتان میں قائم کیا گیا، لیکن رسالہ لاہور سے چھپتا رہا، بعد ازاں ہفت روزہ ”دعوت“ کے نام سے ایک مفید عام پرچہ شروع کیا جس کے ذریعے ان لوگوں نے نظریاتی سرحدوں کے گرد پہرہ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

شیعیت اور مولانا تونسوی

ردّ شیعیت میں تنظیم اہل سنت کے سربراہ مولانا عبدالستار تونسوی صاحب نے خوب کام کیا، تحریروں اور مناظروں کی صورت میں انہوں نے ایک ذہنی انقلاب بپا کیا۔ کراچی سے پشاور، ساحل مکران سے وادئ بلتستان تک تونسوی صاحب کی تقریروں کی دھوم اٹھی ہوئی تھی، آپ نے ردّ شیعیت پر حرمتِ ماتم، جنازۃ الرسول، بنات الرسول، ازالۃ الشک، وغیرہ رسائل لکھ کر ملک بھر کے لوگوں تک پہنچانے کی سعی کی، آپ نے مبلغ، مقرر، مناظر تیار کئے جنہوں نے آگے چل کر رَدِّ قدحِ صحابہ کا سٹیج سنبھالا۔

شیعیت اور مولانا قریشیؒ

تنظیم اہل سنت کے سٹیج سے مولانا علامہ دوست محمد قریشیؒ نے بھی خوب خوب کام کیا۔ آپ کی چند تصانیف بھی ہیں جنہوں نے ایک ذہنی انقلاب برپا کیا ہوا ہے۔ ان کتابوں میں (۱) اہل سنت پاکٹ بک (۲) براہین اہل سنت (۳) مخزن التقاریر (۴) مصباح المقررین (۵) منہاج التبلیغ (۶) تعارف خلفاء راشدین (۷) جلاء الافہام (۸) جلاء الاذہان (۹) ”شیعہ پر ہزار اعتراضات“ شامل ہیں۔

شیعیت اور مولانا چکڑالویؒ

مولانا اللہ یار خان مرحوم چکڑالویؒ نے ردّ شیعیت پر ایک خاص انداز میں کام کیا۔ عنفوانِ شباب پر تھے تو اہل تشیع کے ساتھ مناظرے اور مباحثے کرتے رہے، جب شیوخیت کی دہلیز پہ قدم رنجہ ہوئے تو اپنے تجربات اور مشاہدات کو نوک قلم سے قرطاس پر نقش کر دیا۔ ردّ شیعیت پر آپ نے سینکڑوں صفحات تحریر کئے، آپ کی تصانیف میں ایمان بالقرآن، تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین، الدین الخالص، حقیقت فقہ جعفریہ، بنات رسولؐ، شکست اعداء حسینؓ، تفسیر آیات اربعہ، حضرت امیر معاویہؓ، مناظرہ شاہ سلجوق کی تحقیق، حرمت ماتم مشہور ہیں۔

شیعیت اور مولانا کرم الدینؒ

مولانا کرم الدین دبیر مرحوم متبحر عالم دین تھے، جن کا شباب مشرب بریلویہ کی ترجمانی میں بیتا، لیکن دیوبند بریلوی مناظرہ میں بریلوی عالم کی ہزیمت اور شکست کے بعد انہوں نے اپنا مشرب تبدیل کرلیا، اور علماء دیوبندؒ کے مسلک کے ترجمان بن گئے۔ آپ نے ردّ شیعیت پر تاریخ ساز کام کیا، آپ بیک وقت دو محاذوں پر کفر کے خلاف برسرپیکار تھے، قادیانیت اور رافضیت ایسے عظیم فتنوں کے تعاقب میں آپ نے تحریری کام کیا، ''آفتاب ہدایت'' کے نام سے ردشیعیت پر آپ کی تصنیف آفتاب عالم تاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

شیعیت اور مولانا قاضی مظہر حسینؒ

وطن عزیز پاکستان میں سبائیت اور خارجیت کے خلاف کام کرنے والے اکابر میں وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ اسلاف کے نقوش پاء پر گامزن ہوکر روافض کے خلاف علمی بنیادوں پر ٹھوس منصوبہ بندی سے کام کرتے رہے۔ آپ کی شبانہ روز محنت و جانفشانی سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے استفادہ کیا، آپ کی تحریر، تقریر، تبلیغ اور تحریک سے نوجوان نسل کی خوب ذہن سازی ہوئی۔ تحریک خدام اہل سنت کے نام سے آپ شہر شہر قریہ قریہ دینی پروگرام منعقد کر کے نوجوانوں کے عقائد و نظریات کی اصلاح کرتے رہے۔ حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ جیسے عظیم اور صالح بزرگ آپ کے مشن کے علمبردار رہے۔ آپ نے ملک گیر سطح پر چھا جانے کی بجائے علمی لحاظ سے مشن عام کرنے کے لئے مضبوطی سے کام کیا، آپ نے ردّ شیعیت پر ہزاروں صفحات پر مشتمل تحریریں قوم مسلم کو عنایت کیں۔

تحریر، تقریر، تحریک اور تبلیغ کے علاوہ آپ نے سنی قوم کو دو نعرے دیئے، یا اللہ مدد اور خلافت راشدہ حق چار یارؓ، یہ دونوں نعرے ایٹم بم سے کم نہیں ہیں۔ آج ان نعروں کی گونج پاکستان کے ہر شہر میں سنی جا سکتی ہے۔ یہ مثبت انداز میں شیعی ایوانوں پر زلزلہ برپا کرنا ہے، آپ نے ردشیعیت پر بشارت الدارین، ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟ تجلیات صداقت پر ایک اجمالی نظر، سنی مذہب حق ہے، عظیم فتنہ...... جیسی کتابیں لکھ کر اہل سنت پر احسان کیا ہے۔

شیعیت اور دیگر علماء

• ردّ شیعیت پر اس وقت پاکستان کے گوشے گوشے میں کام ہو رہا ہے، علماء کرام ایک نئے لب ولہجہ میں رد شیعیت پر اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہیں، کچھ عرصہ سے چند ہستیوں کے نام سننے میں آ رہے ہیں۔ جو نمایاں خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔

ان علماء کرام میں حضرت مولانا محمد نافع صاحب کا نام بھی آتا ہے، جنہوں نے حدیث ثقلین، رحماء بینھم، مسئلہ اقربا نوازی، بنات اربعہ اور حضرت ابوسفیانؓ جیسی کتب لکھ کر اہل تشیع پر اتمامِ حجت کیا۔

میانوالی کے مولانا مہر محمد صاحب نے بھی تحریری انداز میں کام خوب کیا ہے، آپ کی کتابوں میں شیعہ حضرات سے ایک سو سوالات، شیعہ کے اعتراضات کا مدلل جواب، "تحفہ امامیہ" ہم سنی کیوں ہیں، شیعہ سوالات کا جواب، فضائل صحابہؓ، حرمت ماتم، سنی مذہب سچا ہے، مسلمان کے کہتے ہیں فقہ جعفریہ اور مسلمان، سیف الاسلام، عقائد الشیعہ، اور مقام اہل سنت جیسی ضخیم اور لاجواب کتابیں دیکھنے میں آئی ہیں۔ جناب اختر کاشمیری صاحب نے بھی آتش کدۂ ایران نامی کتاب لکھ کر شیعیت کی صحابہ دشمنی کو بے نقاب کیا ہے۔

ہندوستان کے ممتاز اور جید عالم دین مولانا منظور نعمانیؒ نے ایرانی انقلاب لکھ کر ایک سنہری کارنامہ سرانجام دیا، اس کے بعد برصغیر پاک و ہند کے علماء اور مفتیوں کے فتاویٰ تکفیر کو بھی اپنے مشن کا حصہ بنایا، مولانا نعمانی کے اس اقدام سے عالمی سطح پر شیعی عزائم بے نقاب ہوئے ہیں۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مہتمم مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے بھی سنی شیعہ کی دو متضاد تصویریں شائع کر کے شیعیت کے خلاف اپنے خیالات و نظریات کا اظہار کیا ہے۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے شیعہ سنی اختلاف اور صراط مستقیم نامی کتاب لکھ کر اس عظیم مشن میں اپنا وافر حصہ شامل کر دیا ہے۔

پروفیسر علامہ خالد محمود صاحب نے خلفائے راشدین، عبقات، اور مختلف رسائل رد شیعیت پر لکھے ہیں۔

سپاہ صحابہؓ پاکستان کے سربراہ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے پاکستان اور بیرون پاکستان اپنی تقریروں کے ذریعہ اس فتنہ کی دسیسہ کاریوں کو بے نقاب کیا۔ آپ کی تصنیفات ''خمینی ازم اور اسلام''، ''صحابہ کرامؓ کی آئینی حیثیت'' جیسی اہم کتابیں بھی منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

شیعیت اور جماعتیں

دشمنانِ اصحابِ رسولؐ کے تعاقب میں علماء کرام انفرادی سطح پر میدان عمل میں آئے، پھر علماء حق نے جماعتوں اور تنظیموں کی صورت میں اہل تشیع کا پیچھا کیا، اور ان کے عقائد و مکائد کے بارے میں عوام الناس کو آگاہ کیا، ان جماعتوں میں مولانا عبدالشکور دین پوریؒ کی تنظیم مجلس تحفظ حقوق اہلسنت، کراچی کی سنی کونسل، سنی تنظیم، مولانا اسفند یار کی سرپرستی میں سواد اعظم اہلسنت، یوم فاروق اعظم آرگنائزنگ کمیٹی، ڈیرہ اسماعیل خان کی انجمن محبان صحابہ کرامؓ، پنڈ دادنخان کی مجلس تحفظ ناموس صحابہ، ٹیکسلا کی انجمن غلامان خلفاء راشدین، اسلام آباد کی جمعیت اہل سنت، خیر پور میرس کی سپاہِ فاروقِ اعظمؓ، چکوال کی تحریک خدام اہل سنت، مولانا عبدالستار تونسوی کی تنظیم اہل سنت، مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ کی مجلس تحفظ حقوق اہلسنت اور ملک گیر جماعت سپاہ صحابہؓ نے خوب خوب کام کیا۔

شیعیت اور حق نواز شہیدؒ

ردّ شیعیت پر لکھنے والوں نے لکھا، محرکین نے تحریکیں چلائیں، مناظروں نے خوب خوب مناظرے کیے، لیکن میری ناقص رائے کے مطابق اس دور میں جس شخص نے دشمنانِ صحابہؓ کو ناکوں چنے چبوائے، اور ان کے سینوں پر مونگ دلے، اور دن کے اجالوں میں انہیں تارے دکھائے۔ وہ مولانا حق نواز شہید تھے، جنہوں نے اپنی جان کی بازی لگا کر صحابہ کرامؓ کا قصیدہ رقم کیا، آپ کے سانحۂ شہادت کے بعد مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ نے اسی مشن کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ اسی مشن کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل رہے اور اپنی جانیں چھلنی چھلنی کروا کر شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہو گئے۔

ہندوستان میں علماء کی سرگرمیوں، کاوشوں اور کوششوں کا طویل سلسلہ پیش کرنے کا

مقصد امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ کی جدوجہد اور مشن تک رسائی حاصل کرنا ہے۔ اکابرین کی تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فتنۂ رفض کے خلاف ہمارے اکابر نے خوب محنت کی، اور اس کی ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کیا، اس جدوجہد کی روشنی میں ہم اس نتیجے پہ پہنچے کہ مولانا حق نواز نے جس جوش اور ولولہ سے پرانے لوگوں کی یاد تازہ کی اور سنی مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کی کوشش کی یہ عین وقت کا تقاضا تھا۔ آگے چل کر ہم قائد اہل سنت امیر عزیمت مولانا حق نواز شہید کے مشن موقف اور پروگرام پر تاریخ اکابر کی روشنی میں تفصیلی گفتگو کریں گے، تا کہ وقت کا قاری اس عظیم مشن سے آگاہ ہو سکے۔



باب ۵

شیعیت کا تاریک ترین دور جھنگ میں

اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو

اہلِ جھنگ کو دو طبقوں میں منقسم کرنا بے جا نہ ہوگا۔ اہل جھنگ میں ایک وہ طبقہ تھا، جو غریب تھا، ایک وقت کا کھانا تناول کرتا، تو دوسرے وقت نان جویں کو ترستا تھا۔ ایک طبقہ ایسا تھا جو خود بھی شکم سیر ہو کر کھاتا تھا اور اس کے کتے بھی پیٹ بھر کر کھاتے تھے۔ ایک طبقہ خالص اسلامی ذہن وفکر رکھتا تھا، دوسرا اس کے برعکس۔ ایک میں انسانی محبت کا جذبہ کارفرما تھا، دوسرے میں ظالمانہ سرشت کارفرما تھی۔ ایک میں ہمدردی و پیار تھا، دوسرے کے ماتھے پہ بل اور شکن تھے، ایک انسانوں کی بستی کو آباد دیکھ کر شاداں وفرحاں ہوتا، دوسرا انسانوں کے چمن میں اخگر پھینک کر اسے شعلہ سوزاں بنانے کی سوچتا، ایک کا دین سے گہرا رشتہ تھا، دوسرا دین سے کوسوں دور تھا، ایک طبقہ دینداروں سے محبت رکھتا تھا، دوسرا اہل دین کو بنظر حقارت دیکھتا تھا، اس طبقہ کی تقسیم اگر مذہبی رنگ میں دیکھی جائے، تو سنی شیعہ دو قومیں جدا جدا اپنے خدّ وخال کے ساتھ بے نقاب ہو کر سامنے آئیں گی، شیعہ کی تاریخ کی جھلکیاں ''اہل سنت کی دل فگار مظلومیت'' کے زیر عنوان پیش کی جا چکی ہیں، اسی آئینہ میں جھنگ کے شیعہ کی تصویر دیکھ لی جائے، مزید اس فرقہ ضالہ ناریہ کی بات چھیڑنے سے وقت کا زیاں ہوگا۔

انگریز سے شیعہ کے مراسم

ہم سیاسی اعتبار سے جھنگ کے شیعہ زمینداروں کی سیاہ تاریخ کی چند جھلکیاں پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں، ہمیں یہ بات ثابت کرنا ہے کہ انگریز نے مسلمانوں کو لڑانے اور ان میں پھوٹ ڈالنے کے لئے کس فرقہ کو ساتھ ملایا؟ کس کو مراعات دیں؟ کس کی پشتبانی کی؟ کس کے سر پہ ہاتھ رکھا؟ مؤلفِ تاریخ جھنگ رقمطراز ہیں "نواب اسماعیل نے انگریزی حکومت کے نمائندے کے طور پہ جیس کل کا مقابلہ کیا، کبھی میں ان کے درمیان کئی بار تصادم ہوا اور نواب اسماعیل بالآخر کامیاب ہو گیا۔ جیس کل نے راہ فرار اختیار کی، مگر اس شخص نے اس قدر روپیہ اور سونا لوٹ لیا تھا کہ سات خچروں پر لاد کر تھل کی طرف بھاگ گیا۔ ادھر سے فارغ ہونے کے بعد نواب اسماعیل خان اپنی فوج لے کر ملتان گیا، جہاں دیوان مولراج کے مقابلہ میں انگریزوں کی حمایت کی تھی، ان سب کو ۱۸۲۰ء کے بندوبست مال میں جاگیریں عطاء کی گئیں اور جن لوگوں نے انگریزوں کی مخالفت کی تھی، ان کی جاگیریں بھی جو مغل عہد سے چلی آرہی تھیں ضبط کر لی گئیں، جھنگ شہر کے نواب اسماعیل سیال کو انہی خدمات کے صلے میں مزید پانچ سو روپے کی خلعت خان بہادر کا خطاب اور دو ہزار روپے کی مستقل جاگیر دی گئی"۔

جاگیروں کی الاٹمنٹ

پنجاب پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے مختلف اضلاع کے زمینداروں روساء اور دیگر صاحبان اثر کی فہرستیں مرتب کیں، جھنگ میں سیالوں، سیدوں، کاٹھیوں، کھرلوں، اعوانوں، چنیوٹ کے خوجوں اور بعض رؤساء کے نام کمشنر ملتان کو بھیجے گئے، جنہوں نے برطانوی حکومت سے مکمل وفاداری کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں کو سرکاری قافلہ میں ملتان پہنچایا گیا، جہاں پر کمشنر ایڈورڈ نے نام بنام ہر شخص کی حیثیت متعین کر کے چیف کمشنر پنجاب کرنل لارنس کو آگاہ کیا، جنوری ۱۸۵۷ء میں پنجاب کے ان امراء کو لاہور چیف کمشنر کے سامنے پیش کیا گیا، جہاں اس نے ان خوشامدیوں اور ملک دشمن عناصر کو جاگیریں عطا کیں۔ رائے بہادر، خان صاحب وغیرہ کے خطابات دیئے گئے، کچھ صوبائی درباری بنائے گئے، اور کچھ ڈسٹرکٹ درباری مقرر ہوئے اور کچھ

کرسی نشین ٹھہرے، چنانچہ ان غداروں کے ذریعے انگریزوں نے اس علاقہ کا نظم ونسق چلایا، ضلع جھنگ کے جن رؤساء کو انعام یافتہ قرار دیا، ان میں نواب اسماعیل خان سیال اور اس کے بھائی مہر رجب خاں محمد حسین قریشی دولت خان اعوان، احمد خان ہراج، احمد یار لشاری بلوچ محمد احمد اور رجوعہ کے حیدر شاہ وغیرہ شامل تھے۔

شیعہ کی ہمدریاں انگریز سے

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں رؤسائے جھنگ کا کردار ملاحظہ کیجئے ''جس وقت دیوان مولراج کے مقابلہ میں انگریزوں نے قلعہ ملتان پر فتح پائی تھی، اس وقت ملتان جھنگ، ساہیوال، اور مظفر گڑھ کے روساء کی ہمدردیاں انگریزوں کے ساتھ تھیں''۔

شیعہ نے انگریز کا ساتھ دیا

ستمبر ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمگیر جنگ شروع ہوئی، جرمنی کا ڈکٹیٹر ہٹلر برطانیہ اور امریکہ سے ٹکرا گیا، ہندوستان کا متاثر ہونا بھی ضروری تھا، چنانچہ آل انڈیا مسلم لیگ نے برطانوی فوج کے لئے چندے اور رنگروٹ فراہم کئے، اس طرح اعزازی میجر و کرنل کے عہدوں سے نوازے گئے''۔

کعبہ پر گولیاں

انگریزی دور میں جبکہ برطانوی حکومت مسلمان ملکوں کو غلام بنانے میں مصروف عمل تھی اور ہندوستان کے غلام مسلمانوں کا ٹوڈی طبقہ چندہ اور بندہ کی غلامانہ اور خوشامدانہ مہم میں شامل تھا۔ جھنگ سے بھی کچھ خاندانوں کے افراد اس مہم میں شریک ہوئے، ان میں ایک صاحب پہلی عالمگیر جنگ کے وقت برطانوی حکومت میں پولیٹیکل افسر تھے بعد میں فوج میں شامل ہوئے، اور خانہ کعبہ پر گولیاں برسانے والوں میں شریک ہوئے اور اس خدمت کے عوض اعلیٰ مراعات حاصل کیں۔ ان کے علاوہ ضلع کے آٹھ افراد کو غیر اسلامی خدمات کے صلے میں وکٹوریہ کراس کے برابر اعزاز عطاء کئے گئے تھے، اوران کو اراضی کے عطیات بھی ملے، جواب تک ان کی اولاد کے پاس ہیں۔ (تاریخ جھنگ ص ۵۱۴)

تبرا تحریک میں شرکت

ہندوستان کے صوبہ یوپی میں پنڈت گوبند بلبھ نے کانگرس وزارت سنبھالی، اس نے صوبہ میں لکھنؤ کے اہل تشیع کے مطالبہ پر بعض صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی پر برسرعام بولنے یا لکھنے پر پابندی لگادی۔ مجلس احرار نے اس کے خلاف تحریک شروع کی، مولانا مظہر علی اس تحریک کے قائد تھے۔ کانگرس حکومت نے شاہ جیؒ کی تحریک سے خوفزدہ ہوکر اپنا حکم واپس لے لیا، لیکن اس دوران پنجاب کے شیعہ بھڑک اٹھے اور نہوں نے تبرا ایجی ٹیشن شروع کر دی۔ پنجاب سے ہزاروں شیعہ لکھنؤ گئے اور گرفتار ہوئے، اس ایجی ٹیشن کو جھنگ میں میجر مبارک علی شاہ نے منظم کیا، اور ایک ہزار کے قریب شیعہ جھنگ سے یوپی پہنچے اور گرفتار ہوئے، یہ ایسی تحریک تھی، جس سے انگریز کو فائدہ پہنچا۔ (تاریخِ جھنگ ص ۳۷۱)

بابِ عمرؓ کا دل فگار واقعہ

جھنگ و گردونواح میں شیعہ مذہب کے متوالوں کی کارستانیاں، چنگیز خانیاں اور بربریت دیکھ کر انسانی دل لرز جاتے ہیں، ان واقعات میں تاریخی اہمیت کا حامل باب عمرؓ کا دل فگار قضیہ بھی ہے۔ اس کا قصہ یوں ہے، کہ ۱۹۶۸ء میں احمد پور سیال میں علامہ عبدالستار تونسوی صاحب اور شیعہ کے علامہ اسماعیل صاحب کی دھواں دار تقریریں ہوتی تھیں، علامہ تونسوی صاحب شیعہ کی کتب معتبرہ سے شیعہ کی اصحابؓ دشمنی واضح کرتے اور ان کی تخریب کاریوں سے عوام الناس کو آگاہ کرتے۔ اسماعیل صاحب (شیعہ) مثبت جواب نہ دے سکتے تھے، اور نہ ہی مثبت جواب دینا شیعہ کی تاریخ کا حصہ ہے، بلکہ ہفوات، ہرزہ سرائیاں، اور لن ترانیاں بکنا اس مذہب کا خاص شیوہ ہے۔ اسماعیل صاحب نے جارحانہ اور سوقیانہ زبان استعمال کی، سنی شیعہ نفرت انگیز جدائیاں تو پہلے ہی ہوچکی تھیں، اب اسماعیل صاحب کی لچھے دار اور اشتعال انگیز تقریروں سے علاقہ بھر کی فضا آلودہ ہوگئی۔ لوگوں میں لڑائی جھگڑے اور مقدمہ بازی شروع ہوگئی، نوبت ہائی کورٹ رسید، پیشیاں اور تاریخیں دونوں فریق بھگتنے لگے۔ علامہ تونسوی صاحب اور اسماعیل صاحب کو ان مقدمات میں شامل کیا گیا۔ (ماہنامہ سانجھ وچار لاہور مئی ۱۹۹۲ء ص ۱۶۲)

۷ محرم کا ماتمی جلوس

۱۹۶۹ء میں سنی شیعہ آگ شعلہ زن ہو کر خوب بھڑک چکی تھی، سات محرم کو کرنل عابد حسین (شیعہ) کی قیادت میں ماتمی جلوس نکالا گیا، جھنگ کے بڑے دروازے (Main Gate) پر خلیفۂ ثانی، مرادِ رسولؐ حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ کا نام لکھا ہوا تھا اور اس پر یہ الفاظ مسلمانوں کو دعوت نظارہ دے رہے تھے۔

"باب عمرؓ"

کرنل عابد حسین کی آگوائی و قیادت میں نکلنے والے ماتمی جلوس کے شرکاء نے اس باب کے نیچے سے گزرنا اپنی موت سمجھا اور ایک بدقماش، بدفطرت انسان نے الفاظ کی ہتک کی تو اہل سنت کے لہو گرما گئے، سنیوں کا خون کھول اٹھا، جام صبر چھلک گیا، اہلسنت نے خشت باری سے اپنے بے قابو جذبات کو قابو میں لانے کی کوشش کی اتنے میں پولیس کے سفاک ہاتھوں سے گولی چلوائی گئی۔ چونکہ جھنگ پر وڈیرہ شاہی، برچھا گردی اور شیعہ زمینداروں کا راج اور سرزمین جھنگ ان کے پاپا انگریز کی عطا کردہ جاگیر تھی۔ شیعہ کے ایماء پر پولیس نے گولی چلائی، دیکھتے ہی دیکھتے ۵ سنی مسلمانوں کے بے گناہ خون سے سرزمین جھنگ لالہ زار بنا دی گئی۔ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور خون شہیداں کی سرخی سے زمین رنگین کر دی گئی، شیعہ اس سفاکیت و ظلم پہ شاداں و فرحاں ہوئے اور گھی کے چراغ جلائے، حضرت عمرؓ کا نام شیعہ نے مٹا دیا۔

مولانا شیریں کی حسرت انگیز شہادت

"باب عمرؓ" کے سانحہ پر جہاں شیعیت نے بربریت اور برچھا گردی پورے جھنگ میں پھیلا دی تھی، اہل سنت کو ستایا گیا، انہیں پیٹا گیا، اور ان پر مظالم کے کوہ غم ٹوٹے، اسی اثناء میں مولانا محمد شیریں خطیب مسجد تقویٰ کو شیعہ نے جام شہادت نوش کروا کر خوابِ جاوداں کے حوالے کر دیا۔ تنظیم اہل سنت پاکستان اس وقت ایک فعال اور متحرک جماعت تھی، پورے ملک کے تنظیمی رضا کار و کارکن سراپا احتجاج بن گئے۔

باب عمرؓ کی تحریک:

تنظیم اہل سنت کے سٹیج سے پورے ملک میں باب عمرؓ کی تحریک چلائی گئی، مولانا نورالحسن صاحب بخاریؒ، علامہ دوست محمد قریشی صاحب، حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب اس وقت تنظیم اہل سنت والجماعت کے کرتا دھرتا تھے۔ مولانا عبدالستار تونسوی صاحب اور تنظیم کے مبلغین نے احتجاجی جلسے منعقد کیے، تنظیم اہل سنت جلوس سے ہمیشہ کنی کتراتی رہی، بہر حال جلسے ضرور ہوتے تھے اور مثالی ہوتے تھے۔ حکومت نے باب عمرؓ کی پُر امن تحریک کو دبانے اور سنی مسلمانوں کے جذبات ٹھنڈے کرانے کے لئے پابندیاں عائد کیں، ضلع بندیاں اور نظر بندیاں یہ سب کچھ حکومت نے کیا۔ یوں باب عمرؓ کا معاملہ سرد خانے میں چلا گیا، اور کسی دوسرے مرد مجاہد کی انتظار کرنے لگا، جو اس مسئلہ کو اولین ترجیح دے۔

حکیم محمد صدیق کی شہادت:

"باب عمرؓ" کی تحریک کے سرگرم، فعال، پرعزم، جرأت بہادری، استقلال و عزیمت اور اخلاص کے جبل احد، سنی طبیب، ماہر حکیم، حکیم محمد صدیقؒ صاحب نے اس تحریک میں بڑی گرمجوشی دکھائی، مولانا شیریں کے مقدمہ کی مکمل پیروی کی، جان و مال اور وقت کی قربانی، وکلاء کو مواد دیا، شیعہ کو حکیم صاحب کی سرگرمیوں کا علم تھا، ایک دن شیعہ سفاکوں کے دل میں یہ بات آئی کہ ہم اگر حکیم صدیق کو ٹھکانے لگا دیں تو شاید تحریک رک جائے، احتجاج کا سلسلہ شاید ختم ہو جائے، اور ہماری پیشیاں ختم ہو جائیں۔ رات کے سناٹے اور تاریکی میں شیعہ اسلحہ سے لیس ہو کر آئے اور حکیم صدیقؒ پر وار کیے، جس سے حکیم صدیق صاحب شہید ہو گئے، حکیم صاحب کی المناک شہادت نے باب عمرؓ کی تحریک کو مزید قوت بخشی، تحریک نے خوب سرگرمی دکھائی، چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ ۱۹۷۰ء میں جب عام انتخابات ہوئے، کرنل عابد حسین صاحب جو عرصہ سے جھنگ کے گرو سمجھے جاتے تھے، بری طرح ناکام اور شکستِ فاش کا شکار ہو کر گھر بیٹھ گئے۔ اس الیکشن میں سنی شیعہ بنیاد پر اہل سنت نے بہت حد تک مذہب کی پاسبانی، حق بیانی، دیانت داری اور ایمانداری کے ساتھ سنی امیدواروں کی حمایت کی، نتیجہ یہ نکلا کہ شیعیت کے تانے بانے ادھڑ گئے۔ یہ صرف خونِ شہیداں

تھا، جس سے آناً فاناً یہ انقلاب بپا ہوا۔

حافظ محمد نوازؒ کی المناک شہادت

شیعیت کی سفا کی کی ایک آدھ مثال ہو تو ذکر کی جائے، یہاں تو پوری تاریخ سیاہ ہے، پوری تاریخ کی ردائے ابیض شیعیت کی کارستانیوں پر چھا گردیوں اور سفا کیوں سے تار تار اور داغ داغ ہے، تاریخ کا تن داغ داغ ہے، کہاں کہاں انسان پنبہ رکھ کر زخموں کو مندمل کرے، کلکی نو تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے، اس قصبہ کی مسجد کے امام حافظ محمد نواز صاحب اللہ انہیں غریق رحمت کرے، محض نماز پہ اکتفا نہ کرتے تھے، بلکہ قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نغموں سے انسانی قلوب کو سیراب و معطر بھی کرتے تھے، اور اصحابِ رسولؐ کا تذکرۂ خیر بھی کرتے تھے۔ شیعیت کے گھروندوں اور ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی کہ حافظ جی یہ کیا بیان کرنے لگ گئے؟ محلّہ کے لوگوں کی عادت ہوتی ہے، وہ امام مسجد کو کہہ دیتے ہیں کہ آپ صرف نمازیں پڑھائیں، لوگ جو کرتے ہیں انہیں کرنے دیں اور کہنے دیں، امام صاحب اپنے نمازیوں کے کہنے پہ کسی کو کچھ نہ کہتے تھے، صرف اصحابِ رسولؐ کا ذکر خیر کرتے تھے۔ اب اپنی مسجد کے نمازی کیا جانیں کہ اب کچھ نہ کہنے میں بھی بعض سینوں میں آگ کے الاؤ اور پیٹ میں مروڑ اٹھتی ہے۔ حافظ محمد نوازؒ کسی کو کچھ نہ کہتے، صرف وہ مدحِ اصحابِ رسولؐ کرتے تھے۔ مدحِ اصحابِ رسولؐ سے شیعہ کو چڑ تھی۔ انہوں نے حافظ نوازؒ کی آواز کو دبانے کی کوشش کی، آواز نہ دبی، اسے محلّہ کی مسجد سے نکالنے کی کوشش کی گئی وہ نہ نکلا، بالآخر حربہ سوچا کہ صدائے حق کو کیسے بند کر دیا جائے کہ آواز نہ آنے پائے، حافظ محمد نواز صاحب آیات ربانی کی تلاوت کر رہے تھے کہ شیعہ ظالموں نے حافظ محمد نوازؒ پر پے در پے وار کئے، اور انہیں شہید کر دیا۔

مولانا دوست محمدؒ کی دردناک شہادت

روڈو سلطان جھنگ کا مضافاتی علاقہ ہے، روڈو سلطان کی مسجد میں مولانا دوست محمدؒ قرآن وسنت کی آوازِ حق سے لوگوں کے دلوں کو گرماتے، خود بھی تڑپتے لوگوں کو بھی تڑپاتے تھے۔ سنی قوم کی من حیث المجموعہ غفلت اور بے حسی پر اشکِ خون بہاتے، جھنگ میں بڑھتے ہوئے شیعہ

زمینداروں کے مظالم کا تذکرہ بڑے دھڑلے سے کرتے۔ اہل سنت کے ایمان کو جِلاء دیتے اور انہیں اس کفر کی سیاہ کاریوں سے آگاہ بھی کرتے۔ جمعیت علماء اسلام کے سیاسی اسٹیج سے دین حق کی سربلندی کے لئے آواز اٹھاتے، شیعہ نے اس آوازِ حق کو ہمیشہ کے لئے ساکت کر دینے کا پروگرام بنا لیا، مولانا دوست محمدؒ کو شیعہ نے بڑی بے دردی وسفاکی سے شہرِ خموشاں کا باسی بنا دیا۔ مولانا دوست محمدؒ رتبۂ شہادت پر فائز ہو کر شہداء جھنگ کی تاریخ میں ایک اور باب کا اضافہ کر گئے۔

تمہی سے اے شہیدو دین کا ثبات ہے
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پتلا

حسو بلیل ضلع جھنگ شیعہ زمینداروں کی آبادی پر مشتمل ہے، شیعہ زمینداروں نے علماء و حفاظ کو قتل کیا، ظلم کئے، ہلاکو چنگیز اور ہٹلر کی داستانیں جھنگ کی تاریخ میں رقم کیں حجاج بن یوسف کے ظلم وستم از سرِ نو زندہ کئے، لیکن ان کے دلِ ناصبور کو چین نہ آیا، اس دل میں آگ لگ چکی تھی، وہ آگ بجھتی نہ تھی، شیعہ نے مسلمان حفاظ کو تہ تیغ کیا، ان کے خون سے زمین کو رنگین کیا، مزید ظلم یہ کیا کہ مرادِ رسولؐ حضرت عمر فاروقؓ کا پتلا بنا کر جلایا، اس المناک سانحہ سے پورے جھنگ بلکہ پورے ملک میں تشویش کی ایک نئی لہر دوڑ گئی، مسلمانوں کے لئے یہ مذموم حرکت ایک دل فگار و دل گداز المیے سے کم نہ تھی۔

قرآن پاک آگ میں

گڑھ مہاراجہ جھنگ میں بھی شیعہ زمینداروں کی اکثریت تھی، یہاں کے زمینداروں کے خمیر میں شرارت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ زر خرید مولویوں، نوحہ کرنے والے ذاکروں، سوزیوں ڈوم ومراثیوں کو بلا کر مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف زہر اگلوایا جاتا تھا، صحابہ کرامؓ پر تبرے پڑھے جاتے تھے، دین کے ساتھ کھلا مذاق کیا جاتا تھا، ماتمی جلوس کی آڑ میں بدمعاشی وبد قماشی کی تمام حدود کو مات کر دیا جاتا تھا۔ ایرانی انقلاب کے بعد یہاں کے شیعہ وڈیروں کی زندگی میں بھی حرکت آ گئی، انہوں نے یہاں ایرانی انقلاب کی راہ ہموار کرنے کا پروگرام بنایا، ایران کے

تربیت یافتہ علی، بجی اور آقائے ایمانی نے اس جگہ کا معائنہ کیا ور یہاں کے وڈیرے کسی بڑے گرو کو بلوا کر گھناؤنے منصوبے تیار کرتے تھے۔

اہل تشیع محرم الحرام میں بڑے بڑے ماتمی جلوس ایک ہی جگہ جمع ہو کر نکالا کرتے تھے، زنجیر زنی، سینہ کوبی، بلیڈ زنی، اور چھریوں کا بے تحاشا استعمال ہوتا تھا۔ عام طور پر کرائے پر لائے جانے والے چوڑوں، میراثیوں اور بھنگیوں سے زنجیر زنی کا کام لیا جاتا تھا، وڈیرے شیعہ فقط سینہ پر ہاتھ مارتے تھے۔ گڑھ مہاراجہ کا دل سنور سانحہ احتراق قرآن بھی شیعہ کے ان گھناؤنے منصوبوں کا حصہ تھا، جو انہوں نے گڑھ مہاراجہ میں بڑے گرو کو بلا کر تیار کئے تھے، گویا قرآن جلانے کے واقعہ میں شیعہ کے بڑے بڑے ذاکر اور نوحہ خواں بھی شامل تھے۔

محرم کے بعد صفر المظفر میں حضرت حسینؓ کے چہلم کے نام پر بھی شیعہ بدمعاشی کرتے تھے۔ یہاں اہل سنت کی جامع مسجد تھی، شیعہ نے پروگرام ترتیب دے دیا کہ بہر صورت اس مسجد کے مین دروازے کے سامنے سے گزرنا ہے، اس جگہ خوب تبرا کرنا ہے، چنانچہ اپنے مذموم پروگرام کے تحت انہوں نے صحابہ کرامؓ کے خلاف مسجد کے سامنے تبرابازی کی، نعرے لگائے، مسجد پر حملہ کر دیا، مسجد کی ٹیوب لائٹس توڑ ڈالیں، لاؤڈ سپیکر کو نقصان پہنچایا، مسجد کی تاریں کھینچ ڈالیں، الماریوں سے قرآن اٹھالیے اور باہر آگ جلا کر سارے قرآن اس جلتی آگ میں پھینک دیئے۔ جوتوں سمیت مسجد میں گھس گئے اور مسجد کے تقدس کو پامال کیا، مسلح تربیت یافتہ شیعوں نے مسلمانوں کو مارا، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو لہولہان کیا، ان کے خون کو پانی کی طرح بہایا اور ظلم وسفاکیت کی بدترین کہانی گڑھ مہاراجہ کی پیشانی پر لکھ دی۔ دو ہزار سے زائد سنیوں کا سامان لوٹ کر لے گئے۔ سنیوں کی دوکانوں سے مال اٹھالیا، چوری کی پھر سینہ زوری کی، جبر کیا، الله ان پر قہر برسائے، سنیوں کو کاروبار سے ہاتھ دھونا پڑا، دکانیں جلاڈالیں، کھوکھے تباہ کر دیئے، ریڑھی بانوں کی ریڑھیاں اٹھا کر لے گئے اور شیعوں کے حوالے کر دیں، کسی سنی مسلمان نے آواز لگادی کہ کھوکھے میں قرآن رکھا ہے اٹھانے دو، ایک شیعہ نے سر میں ڈنڈا دے مارا، اس کا سر دو ٹکڑے کر دیا اور کہنے لگا جلنے دو قرآن، شرابیوں کی کتاب ہے اہل بیت کی نہیں ہے۔ سنیوں کو خون کے سمندر میں نہلا دیا اور پھر ان کے خون کی رنگینی پر کھڑے ہو کر نعرے لگائے، خمینی زندہ باد۔ مسجد میں موجود پچیس آدمیوں کو بری طرح پیٹا اور انہیں

زخمی کیا۔ان زخمیوں میں بوڑھے بھی تھے بچے بھی اور نوجوان بھی تھے،اور عورتیں بھی تھیں،مگر ظالموں نے نہ بوڑھے ضعیفوں کی پرواہ کی اور نہ عورتوں کا خیال کیا۔

تنگ آمد بجنگ آمد

جھنگ کی تاریخ سیاہ ہوچکی تھی،اہل تشیع کی پھیلائی ہوئی گندگی سے ماحول آلودہ ہوتا جا رہا تھا،چہار سو تعفن پھیل رہا تھا،شفاف ماحول میں تعصب و بربریت کا گند گھولا جارہا تھا،

جھنگ شیعہ کا کفر گڑھ بنتا جارہا تھا،قرآن سوزی کے بھیانک واقعات رونما ہو رہے تھے،سنیوں کو شہید کیا جارہا تھا،جھنگ شیعہ کی راجدھانی اور ان کا مرکز ضلالت بنتا جارہا تھا۔جب سارے حالات سامنے تھے،تو پھر قدرت کی کرشمہ سازی بھی عجیب ہے،قدرت نے ایسے تاریک عالم میں جھنگ کی سرزمین پر مولانا حق نواز جھنگویؒ کو پیدا فرمایا۔مولانا جھنگوی کی آمد،تنگ آمد بجنگ آمد کا نقشہ پیش کررہی تھی اور خدا کا قانون بھی ایسا ہی ہے۔**لکل فرعون موسیٰ** جب ظلم و سفاکیت بربریت وتشدد اپنی حدود سے متجاوز ہوجائے،خدا کی بنائی ہوئی زمین پر خدائی کے دعوے ہونے لگیں،الٰہی قوانین اپنے ہاتھوں میں لینے کی ناتمام ونامسعود کوششیں ہونے لگیں تو پھر اس فرعونیت کے گندے دماغ توڑنے کے لئے کوئی نہ کوئی موسیٰ خدا کا نمائندہ بن کر میدان کارزار میں کود جاتا ہے۔جب شیعیت نے ظلم،بربریت اور سفاکیت کی حدود پھلانگ ڈالیں تو مولانا جھنگویؒ نے آکر مظلوم سنیت کو ڈھارس دی،سسکیاں لینے والوں کو سہارا دیا،رونے والوں کے آنسو پونچھے، بے حال لوگوں کو بحال کیا،مظلوم سنیت کا ساتھ دیا اور ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوئے۔مولانا جھنگویؒ کی آواز سے پہلے بھی آواز لگتی تھی،لیکن وہ ناکافی تھی،محدود تھی،شہر کی جامع مسجد سے اٹھنے والی آواز سے گڑھ مہاراجہ کے مسلمانوں کو اتنا فائدہ نہ تھا،اس آواز سے ککی نو کے مسلمانوں کو فائدہ نہ تھا۔مولانا جھنگویؒ نے ایسی پلاننگ اور منصوبہ بندی کی،کہ نہ صرف جھنگ و مضافات کے لوگوں کو قوت وحوصلہ دیا جائے،بلکہ پوری دنیائے سنیت کو گردابِ بلا سے نکالا جائے،انہیں سہارا دیا جائے،اہل تشیع کا زور توڑا جائے،ان کا منہ موڑا جائے،مسلمانوں کو آپس میں جوڑا جائے،اہل تشیع کو اپنا زور بازو دکھایا جائے۔

کہکشاں پر ڈال دیں بڑھ کر ارادوں کی کمندیں
پھر زمانے کو دکھا دیئے زور بازو ایک بار

تاریخ شاہد ہے اگر مولانا حق نواز جھنگویؒ اس سیلاب کے آگے بند نہ باندھتے ،اس طوفان کے مقابلے میں جرأت و استقلال نہ دکھاتے ،ہوا کا رخ نہ موڑتے ،شیعیت کے زور کو نہ توڑتے ،سنی مسلمانوں کو باہم متحد نہ کرتے ،تو جھنگ کی تاریخ میں ایک ایسا تاریک ترین دور آنا تھا، جب جھنگ پوری دنیا کے شیعوں کا مرجع و مرکز بن جاتا ،مسلمانوں کو مولی اور گاجر کی طرح کاٹنے، دین اسلام کو بدنام کرنے ،پوری دنیا کے دلوں سے قرآن کی عظمت ختم کرنے ،صحابہ کرامؓ کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کرنے کی ساری پلاننگ اسی مقام پہ تیار کی جاتی اور یہاں شیعہ جاگیرداروں کے پاس اتنی دولت تھی ،جس سے وہ حکمرانوں اور ملکوں کو خرید سکتے تھے،وہ ایک ایک آدمی کا مول لگانے کی طاقت رکھتے تھے،لیکن مال و دولت ،جاہ وحشمت کے بت پاش پاش کر دیئے گئے، کبرو نخوت کے سر جھکا دیئے گئے، کفر کا غرور توڑ دیا گیا،اور ہمیشہ کے لئے اس ظلم وتحکم سے مسلمانوں کو آزاد کرالیا گیا۔اگر مولانا حق نواز جھنگویؒ بروقت اور برمحل شیعی کفر کے خلاف آواز نہ اٹھاتے تو شیعہ قوم پاکستان کے مصلحت کوش نیم شیعوں سے مل کر پاکستان کی دھرتی پہ سیاہ علم لہرادیتی اور یہاں ''لاشرقیہ لاغربیہ،خمینیہ خمینیہ'' اور''لا سنیہ لاسنیہ،شیعہ شیعہ'' کے دل فگار نعرے گونجتے۔سنی قوم دب جاتی ،سنی ہمیشہ ظلم وستم کی چکی میں پستے چلے جاتے۔لیکن اسلام کے ہمدرد ومحب صادق نے مسلمانوں کو اس طوفان کے سامنے بنیانِ مرصوص بنا دیا،کفر کی موجوں کے سامنے انہیں چٹانِ منجمد بنادیا۔

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم اِن کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ اِن کی ہیبت سے رائی



باب ۶

حق نواز شہیدؒ کی آمد آمد

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے

حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے احوال زندگی مولف نے ''امیر عزیمت کی داستان حیات'' میں سپرد قلم کئے ہیں۔ بعض احباب کے ایماء پر یہاں بھی حضرت مولانا جھنگویؒ کے مختصر احوال نظر قارئین کروں گا۔

ولادتِ جھنگویؒ

حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ چاہ کھچی والا موضع چیلہ تھانہ مسن ضلع جھنگ میں ۱۹۵۲ء میں جنم افروز ہوئے۔ ضلع جھنگ دریائے جہلم اور چناب کے سنگم پر واقع ہے، آپ سپرا خاندان کے چشم و چراغ تھے، آپ کے والد بزرگوار کا نام ولی محمد تھا۔

خاندانِ جھنگویؒ

مولانا حق نواز صاحبؒ کے دو بھائی ہیں اور سات بہنیں، آپ کی عمر ایک سال کی تھی، کہ والدہ کا سایۂ عاطفت سر سے جدا ہو گیا، آپ کے والد صاحب نے دوسری شادی کی، آپ کی سوتیلی ماں سے ایک بیٹا ہے، جن کا نام شمس الحق ہے، آپ کے والد محترم اپنے علاقہ کے مشہور کھوجی تھے۔ قیافہ شناسی میں مہارت رکھتے تھے، ڈاکوؤں اور چوروں کی نشاندہی کرنے میں منفرد مقام رکھتے

تھے۔ ۸/ ایکڑ رقبہ ہے، جس میں مولانا شہید سمیت ۳ بھائی اور سات بہنوں کا حصہ ہے۔ مولانا کے برادران اس رقبہ میں اپنے ہاتھوں سے کاشتکاری کرتے ہیں، آپ کے والد بزرگوار کا سانحہ وفات ۲۴/ اکتوبر ۱۹۸۷ء میں ہوا۔

شادی

مولانا جھنگویؒ کی شادی ننہال میں ہوئی مولانا کے ۳ صاحبزادے ہیں بڑے کا نام اظہار الحق اس سے چھوٹا حسن معاویہ، اور سب سے چھوٹا مسرور نواز ہے، ان تینوں بچوں کی ولادت کے وقت مولانا جھنگویؒ قید و بند کی صعوبتیں زندان میں برداشت کر رہے تھے۔ ان میں سے بڑے بیٹے اظہار الحقؒ کو ۲۰۰۲ء میں شہید کر دیا گیا۔

عمر

حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ ۱۹۵۲ء میں پیدا ہو کر ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء بروز جمعرات جام شہادت پی کر ابدی نیند سو گئے، مولانا کی عمر ۳۸ سال بنتی ہے۔

فضیلت

مولانا جھنگویؒ کی سعادت ہے کہ فضیلتوں والی رات یعنی شب جمعہ میں آپ کو شہادت کا رتبہ ملا اور سید الایام یوم الجمعہ بوقت عصر آپ کا جنازہ پڑھا گیا، اور عظیم فضیلتوں والی رات، شب معراج میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

تعلیم و تربیت:

جب حق نوازؒ چھ سال کی عمر کو پہنچے تو آپ کے والد بزرگوار نے انہیں موضع چیلہ کے پرائمری سکول میں داخل کروا دیا، ایک ہی سال کے عرصے میں پہلی اور دوسری جماعت پاس کر لی اور تیسرے سال میں پہنچ گئے، بس یہی دو چار جماعتیں عصری تعلیم کی پڑھی ہوں گی کہ قدرت نے کسی

دوسری سمت ان کا رخ موڑ دیا۔ (''امیر عزیمت کی داستان حیات'' ص ۱۲۔ از مؤلف)

پرائمری تعلیم کے بعد اپنے گاؤں میں اپنے ماموں حافظ جان محمد سے دو سال میں قرآن پاک حفظ کیا۔ پھر مسجد شیخاں والی عبدالحکیم تحصیل خانیوال میں قاری تاج محمود صاحب سے علم قرأت حاصل کیا اور اس کے بعد ملک کی معروف دینی درس گاہ دارالعلوم کبیر والا ضلع ملتان سے تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، تاریخ، فلسفہ، منطق، صرف ونحو کے علوم حاصل کئے۔ آپ نے ۱۹۷۱ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل معروف دینی ادارہ جامعہ خیر المدارس ملتان سے کی۔ دورانِ تعلیم ہی آپ نے کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ میں رئیس المناظرین حضرت مولانا دوست محمدؒ اور مولانا عبدالستار صاحب تونسوی سے علم مناظرہ حاصل کیا۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب (کہروڑ پکا) شیخ الحدیث مولانا علی محمد صاحب، مفتی عبدالستار صاحب، حضرت مولانا محمد شریف کاشمیری صاحب، حضرت مولانا محمد صدیق صاحب (شیخ الحدیث) صوفی محمد سرور صاحب، مولانا منظور الحق صاحب، مولانا ظہور الحق صاحب جیسے علم وعمل کے بحر بیکراں آپ کے مشہور اساتذہ ہیں۔ (''مولانا حق نواز شہیدؒ کی جدوجہد'' ص ۶)

حق نواز شہیدؒ اور قیام سپاہ صحابہؓ

شیعیت کا جال بچھا ہوا تھا، سادہ لوح مسلمان شیعیت کی مکاریوں اور ان کے دام فریب کا شکار تھے، ملاح ست اور خوابِ خرگوش میں مدہوش تھے، کوئی نہ تھا جو مسلم امہ کی ناؤ کو خوش اسلوبی کے ساتھ ساحلِ مراد تک پہنچاتا، شیعیت کے مظالم سب کے سامنے تھے، شیعیت کی داستانیں پیش نظر تھیں۔ شیعیت کے طوفان اٹھ رہے تھے، ایران کے شیعہ انقلاب کے بعد پوری دنیا کے مسلمان آزمائش سے گزر رہے تھے، ایران میں معصوم بچوں، بوڑھوں، جوانوں، اور عورتوں کو تہ تیغ کر دیا گیا تھا۔ پاکستان میں ہلڑ بازی اور دھماکوں کا آغاز کر دیا گیا تھا، خانہ کعبہ کو شہید کرنے کی چالیں چلائی جا چکی تھیں پاکستان میں شیعہ انقلاب کی راہ ہموار کی جارہی تھی، شیعہ نے اصحاب رسولؐ کے خلاف تبرا شروع کر دیا تھا۔ کتابوں کی صورت میں ایرانی اور پاکستانی شیعوں کا غلیظ لٹریچر سر عام بک رہا تھا۔ علماء خاموش تھے، سیاسی زعماء اس انقلاب سے لرزاں و ترساں تھے۔ شیعہ بدقماشوں نے گوبر سے عائشہ صدیقہؓ کا نام سڑکوں پر لکھا، کتوں اور کتیوں کے گلے میں عائشہؓ اور عمرؓ کا نام لٹکا کر

بازاروں میں پھرایا گیا، سنیوں کو ہائی پیمانے پر قتل کرنے اور مسجدوں کو امام باڑوں میں بدلنے کے پروگرام بن رہے تھے۔ قرآن پاک جلانے اور سنی کتب خانے نذر آتش کرنے کی گھناؤنی سازشیں ہو رہی تھیں۔ روس کے ساتھ مل کر پاکستان کے افغان جہاد کو ناکام بنانے کا منصوبہ بن رہا تھا، اور اس طرح کے بے شمار منصوبوں کی فہرست مرتب کی جا رہی تھی، کہ مولانا حق نواز جھنگوی صاحب نے ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ بمطابق ۶ ستمبر ۱۹۸۴ء کو اپنی مسجد میں سپاہ صحابہؓ کی بنیاد رکھی۔

عجیب حکمت

مولانا حق نواز صاحبؒ نے ۶ ستمبر کو سپاہ صحابہؓ کی بنیاد رکھنے میں بڑی حکمت، سمجھ اور دانشمندی سے کام لیا۔ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاکستان کے جیالوں نے انڈیا سرکار کی فوجوں کے دانت مختلف محاذوں پر کھٹے کئے تھے۔ گویا کہ ۶ ستمبر کو پاکستان کے دفاع کی جنگ لڑی گئی تھی، جس میں پاکستان کے وفادار سپاہیوں نے جان کا نذرانہ پیش کیا، گویا وہ فوج پاکستان کی سرحدوں کا دفاع کر رہی تھی اور جو فوج مولانا جھنگویؒ ۶ ستمبر کو مسلح کر رہے ہیں یہ نظریاتی سرحدوں کا تحفظ اور دفاع کرے گی اور اصحابؓ کے دشمنوں سے برسر پیکار ہوگی۔

دفاعِ صحابہؓ کانفرنس

۱۰ فروری ۱۹۸۵ء کو جھنگ کی تاریخ میں ایک عظیم "دفاعِ صحابہؓ کانفرنس" منعقد ہوئی اس دوران مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب جیل میں تھے، سپاہ صحابہؓ نے اعلان کیا کہ اگر آج رات تک مولانا کو رہا نہ کیا گیا تو ہم سڑکیں بلاک کر دیں گے، چنانچہ مولانا کو رہا کر دیا گیا۔ جب مولانا کو رہا کیا گیا تو اس کانفرنس میں آخری خطاب آپ ہی کا تھا، جو رات ۲ بجے سے ۳ بجے تک جاری رہا۔

پہلی سازش

سپاہِ صحابہؓ اسی ایک کانفرنس سے مقبول ہونا شروع ہو گئی، شیعہ بوکھلا گئے، انہوں نے ۳۱ مئی ۱۹۸۶ کو خود اپنا آدمی قتل کیا اور یہ کام شیعہ کے لئے کوئی مشکل نہیں تھا اور اس قتل کا مقدمہ

مولانا حق نوازؒ، سپاہ صحابہؓ کے مرکزی صدر شیخ حاکم علی، مرکزی سیکرٹری نسیم صدیقی، ایم پی اے جھنگ شیخ محمد یوسف کے دو صاحبزادوں سمیت سترہ افراد کے خلاف درج کرادیا، اور ان لوگوں کو جھوٹے کیس میں ملوث کر کے فیصل آباد جیل میں پابند سلاسل کر دیا گیا۔

تبرا بند ہوا

ان لوگوں کی گرفتاری سے شدید غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی، محرم قریب آرہا تھا، شیعہ کو تشویش ہوئی، شیعہ نے دستخط کئے ہم صحابہؓ پر تبرا نہیں کریں گے، اور یہ بات سپاہ صحابہؓ کے لئے باعث مسرت تھی۔ چنانچہ سپاہ صحابہؓ نے اقدامی پوزیشن سنبھال لی، اور تبرا بازوں کے سامنے اس کے کارکن ڈٹ گئے، نتیجہ یہ نکلا کہ شیعوں نے اس جرأت مندی کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرامؓ پر تبرا بند کر دیا۔

سپاہِ صحابہؓ کا پرچم

پرچم خواہ کسی بھی پارٹی، تنظیم تحریک یا جماعت کا ہو، خواہ جماعت سیاست کی علمبردار ہو، مذہب کی پاسبان، سب کے نزدیک پرچم کا تحفظ مشن کا تحفظ ہوتا ہے، صحابہ کرامؓ کے ہاتھ میں جو علم تھما دیئے جاتے تھے، جان چلی جاتی تھی، لیکن پرچم سرنگوں نہ ہونے دیتے تھے۔ پرچم کے رنگ جماعت کے منشور اور نصب العین کی عکاسی کرتے ہیں۔

پرچم کے رنگ سنت کے سنگ

سپاہِ صحابہؓ کا پرچم اپنے منشور اور نصب العین کی پوری طرح عکاسی کرتا ہے، پرچم کو پر کشش بنانے کے لئے اس میں مختلف رنگ جمع نہیں کئے گئے اور نہ کسی دوسری جماعت کو خوبصورت وحسین پرچم دکھانے میں مات دی بلکہ قائد سپاہ صحابہؓ نے اپنے فکری ذوق کے مطابق رنگوں کو اپنے جماعتی علم میں یکجا کیا۔ سبز رنگ کی پٹی اپنے جھنڈے میں اس لئے رکھی کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر جو اسلامی پرچم تیار کروائے گئے، ان میں ایک سبز پرچم بھی تھا، سرخ رنگ اس لئے رکھا گیا کہ ایک موقع پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم کا رنگ سرخ تھا۔ (مجمع الزوائد) اور سیاہ وسفید دھاری اکابر علماء دیوبند کی عظیم سیاسی جماعت جمعیت علماء اسلام کے پرچم میں موجود ہے۔ ترنگ

شریف کی روایت کے مطابق ایک موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید اور سیاہ دھاریوں والا پرچم تیار کروایا تھا۔

پرچم کے رنگوں میں قائدؒ کی حکمت

سپاہ صحابہؓ کے پرچم کے سرخ سفید، سیاہ اور سبز چار رنگ ہیں ان چار رنگوں سے خلفاء اربعہ کی خلافت منصوصہ راشدہ کی طرف واضح اشارہ ہے کہ سپاہ صحابہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چار یاروں کے دفاع، ان کی عزت وحرمت کی خاطر منظم جدوجہد کرے گی اور اعداء چار یارؓ سے ٹکرائے گی۔

سرخ رنگ کی حکمت

مولانا حق نواز شہیدؒ نے سرخ رنگ کی پٹی پرچم میں لگائی، اس کی حکمت یہ تھی کہ جس پروگرام کو اب سپاہ صحابہؓ اٹھا رہی ہے، یہ نرمی، سہولت اور آرام والا کام نہیں، بلکہ جہد مسلسل اور عمل پیہم قوت اور یلغار کا کام ہے، اس مشن کی ترویج واشاعت میں سنگریزے ہیں، کانٹے ہیں، خارزار وادیاں ہیں۔ سنگلاخ چٹانیں ہیں، نوکیلے پتھر ہیں، اس راہ کے آگے رافضیت کی زنجیریں ہیں، طوفان ہیں، خنجر ہیں، شمشیریں ہیں، ۱۳ سو سال کی خون آشام داستانیں رقم ہو چکی ہیں، اے سپاہی دیکھ تو آسانی سے کیسے گزرے گا؟ جب اس پرچم کو اٹھائے گا، اس راہ پر چلے گا، تو خون کی بوند ٹپکے گی، جسم سے فوارے چلیں گے، خون بہے گا، پھر منزل ملے گی، اور خون کا نذرانہ دیکر امت مرحومہ اس مقام تک پہنچی ہے۔

سیاہ رنگ کی حکمت

سپاہ صحابہؓ کے پرچم میں سیاہ رنگ کی حکمت اس بات کی علامت ہے، کہ شیعیت نے ماحول تاریک کر دیا ہے، آگے اندھیرے ہی اندھیرے ہیں، اندھیروں کو صاف کرنا سپاہ صحابہؓ کے ہر سپاہی کا کام ہے۔

سفید رنگ کی حکمت

سیاہ رنگ کے اوپر سفید رنگ اس بات کی علامت ہے کہ کوئی بات نہیں ہم اندھیروں کو

ہٹانا جانتے ہیں ہم ان اندھیروں کا رخ پلٹنا جانتے ہیں، سپاہ صحابہؓ رشد و ہدایت کے دیپ روشن کرنے کا عزم بالجزم کر چکی ہے۔ اب ضلالت کے اندھیرے چھٹنے والے ہیں۔

سبز رنگ کی حکمت

قائد سپاہ صحابہؓ مولانا جھنگویؒ نے پرچم پر سب سے بڑی پٹی جو لگائی وہ سبز رنگ کی ہے، اس میں چاند کی شکل بنائی جس کے گرد ستارے بنائے، اور چاند پر حدیث مبارکہ " اصحابی کاالنجوم " اس بات کی علامت ہے کہ مصائب و آلام جھیلنے، عدو کی سختیاں سہنے کے بعد منزل مراد ملتی ہے، اور اس رنگ کو گنبد خضریٰ کے رنگ کی نسبت سے پرچم میں رکھا ہے، چاند اور ستاروں میں یہ اشارہ ہے کہ جو چاند بطحاء کی افق پر طلوع ہوا تھا، صحابہ کرامؓ اس چاند کے تابندہ اور درخشاں ستارے ہیں، ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و حسنؓ اور معاویہؓ کے اسماء تبرک کے لئے شامل کئے ہیں۔ شاعر اہل سنت طاہر جھنگوی کہتے ہیں ۔

سپاہ صحابہؓ کا پرچم اٹھائے چلا چل   قدم آگے آگے بڑھائے چلا چل
یہ صدیقؓ کی ہے صداقت کا جھنڈا   یہ فاروقؓ کی ہے عدالت کا جھنڈا
یہ عثمانؓ کے تاجِ شہادت کا جھنڈا
یہ پرچم علیؓ کی شجاعت کا جھنڈا

سپاہِ صحابہؓ کا منشور

جو جماعت بھی میدانِ عمل میں سرگرم ہوتی ہے اس کا کوئی منشور پروگرام، اور نصب العین ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح سپاہ صحابہؓ کا بھی ایک منشور اور نصب العین ہے، جس کو الگ کتابی شکل میں سپاہِ صحابہؓ نے شائع کر دیا ہے، ہم اسی منشور کا خاکہ اس جگہ لانا چاہتے ہیں۔

نظام خلافت راشدہ

خلافت راشدہ کا نظام سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تیئیس (۲۳) سالہ دور نبوت کا عملی اور پریکٹیکلی دور تھا، خلفاء راشدین کا دور حکومت ۳۰ سالوں پر مشتمل تھا، سپاہ صحابہؓ پاکستان

حکمرانوں کی اس بے حسی کا، مکاری اور فریب دہی کا پردہ چاک کر رہی ہے، جوانہوں نے یہاں کے سادہ لوح مسلمانوں کو دیا، ۴۵ سال سے برسر اقتدار آنے والے اقتدار اور کرسی کے بھوکوں نے ہر دور میں اسلام کا نام لیا، لیکن عملی طور پر صفر بٹا صفر تھے۔

پاکستان کے کسی گوشے میں اسلام یا اس قسم کے کسی دستور کا وجود نہ تھا، سپاہ صحابہؓ چاہتی ہے کہ یہاں سے رشوت، ڈاکے، زنا، شراب و کباب کی محافل، قحبہ خانے اور ہیرہ منڈیاں ختم ہو جائیں۔ یہاں سے غیر اسلامی طور طریقے ختم ہو جائیں اور اُن تمام طرقِ ضالہ کو ختم کرنے کا واحد راستہ نظام خلافت راشدہ کے احیاء کی جدوجہد کرنا۔ اس نظام کو اسلامی کہہ لیں، نظام مصطفیٰ کہہ لیں یا نظام خلافت راشدہ ایک ہی بات ہے، لیکن اس کا نفاذ از حد ضروری ہے، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی مثالی حکومتوں کے سنہری کارنامے نوجوان نسل کو بتائے جائیں، ان سے انہیں آگاہ کیا جائے اور اس نظام کے لئے نوجوان نسل کو تیار کیا جائے۔

پاکستان سنی اسٹیٹ

پاکستان میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے، اور شیعہ سنیوں کے مقابلے میں آٹے میں نمک کے برابر ہیں اور بین الاقوامی اصول ہے کہ ہر ملک کا پبلک لاء اس کی اکثریت کا ہوتا ہے، اور پرسنل لاء ہر مذہب کا جدا جدا ہوتا ہے۔ دیگر ممالک میں جب صدر وزیر اعظم عہدے کا حلف اٹھاتے ہیں تو کہتے ہیں، کہ ہم اکثریتی پارٹی کے حقوق کا خیال رکھیں گے، آپ اس بین الاقوامی اصول کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

ا۔ انگلینڈ کا سرکاری مذہب

انگلینڈ کا سرکاری مذہب عیسائی ہے، جو چرچ آف انگلینڈ سے متعلق ہے، بادشاہ حلف اٹھاتا ہے، کہ جہاں تک ممکن ہوگا، وہ مقاصد انجیل اور سرکاری مذہب کی ترجمانی کرے گا۔ اگر کوئی حکمران پوپ کے نہ ماننے والے فرقہ سے شادی کرے تو وہ حکمرانی کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے، یہ بات انگلینڈ کے بل آف رائز کے دفعہ میں درج ہے۔ (دو قانون، محمد انور قریشی، انجمن خدام

(الاسلام لاہور)

۲۔آئرلینڈ

آئرلینڈ کے قانون کے مطابق حکومت شہریوں کی اکثریت کے عقیدہ کو تسلیم کرتی ہے، جو رومن چرچ کے مطابق ہے، اور حکومت اس مذہب کی محافظ ہوگی۔

۳۔سپین

سپین کے آئین کے مطابق وہاں کا بادشاہ مرد سپینی ہوگا، اور وہ کیتھولک چرچ کا عقیدہ رکھے گا، کیتھولک مذہب سرکاری مذہب ہوگا، اس کو حکومت کا تحفظ حاصل ہوگا، کیتھولک مذہب کے مطابق رسوم کی ادائیگی ہوگی، دوسرے کسی مذہب کے مطابق رسوم ادا نہیں ہوں گی۔

۴۔پرتگال

پرتگال کے آئین کے مطابق کیتھولک مشنریوں کو قانونی حیثیت حاصل ہوگی، اور حکومت کا تحفظ ہوگا، اور ان کو مالی امداد بھی حاصل ہوگی۔

۵۔یونان

یونان کے آئین کے مطابق وہاں کا مذہب ایسٹرن ارتھوڈکس چرچ آف کرائسٹ ہے، اور اس مذہب سے ارتداد اور اس میں کسی قسم کی مداخلت ممنوع ہے۔

۶۔سویڈن

سویڈن کے بادشاہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ خالص ایونجیکل مذہب اختیار کرے اور وہاں کی کونسل اس مذہب کے افراد پر مشتمل ہوگی، یونیورسٹی کے پروفیسر غیر ملکی ہو سکتے ہیں مگر وہ عیسائی مذہب نہیں پڑھا سکتے، اور عیسائی مذہب صرف وہی لوگ پڑھا سکتے ہیں جو خالصتاً سرکاری عقیدہ رکھتے ہیں۔ جو اشخاص اس عقیدہ کے نہ ہوں وہ مذہبی تعلیمات اور امور میں کسی بحث یا فیصلہ میں حصہ لینے کے مجاز نہیں ہوں گے۔

۷۔کولمبیا

کولمبیا کے آئین کے مطابق تمام ایسے عقائد کی اجازت ہے جو عیسائی عقیدہ اور قانون کے مخالف نہ ہوں جو کام عیسائی عقائد اور امن عامہ کے مخالف ہو ان کو مذہبی رسوم کے نام پر ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی بلکہ ان پر عام مکمل قوانین کا اطلاق ہوگا۔

۸۔ارجنٹائن

ارجنٹائن کے آئین کے مطابق وہاں کی فیڈرل حکومت کیتھولک چرچ کے عقائد کو اپنائے گی، وہاں کا صدر اور نائب صدر کیتھولک عقیدہ کا ہوگا۔

۹۔ناروے

ناروے کے دستور کے مطابق مملکت کا سرکاری مذہب ایونجیکل لوتھرن یعنی پروٹسٹنٹ ہوگا، بادشاہ اسی مذہب کا پیروکار ہوگا، وہ اسی مذہب کو برقرار رکھے گا۔

۱۰۔افغانستان

افغانستان کے آئین کے مطابق سرکاری مذہب ''اسلام'' ہے، اور وہاں کا سرکاری اور عوام کا اکثریتی مکتب فکر حنفی ہے۔

۱۱۔ایران

جب ایران میں سنی اکثریت تھی، اس وقت یہاں کا پبلک لاء بھی سنی عقیدہ پر مبنی تھا۔ پھر جب اسماعیل صفوی کے عہد میں یہاں جبراً شیعیت مسلط کی گئی، تب سے ایران کا سرکاری مذہب شیعہ اکثریت کے اصول پر اثنا عشری ہے۔ صدر اور وزیر اعظم بلکہ کابینہ کے ارکان بھی ''اثنا عشری'' ہونے ضروری ہیں، کسی سنی کو وہاں کوئی عہدہ نہیں ملتا۔ (آتش ایران، آل عمران مشہدی)

ان مندرجہ بالا ممالک میں اکثریتی مذہب کی حکمرانی ہے، تو سپاہ صحابہؓ یہ چاہتی ہے کہ ملک خداداد کو سنی اسٹیٹ بنا دیا جائے۔ کیونکہ پاکستان میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے، اور

پبلک لاء حنفی ہونا چاہیے، اس لئے کے یہاں کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کو مانتی ہے اوران کی مقلد ہے۔

ماتمی جلوس

سپاہِ صحابہؓ کے منشور میں ایک شق یہ بھی ہے، کہ شیعہ کے خنجر بردار، ماتمی جلوسوں کو بند کیا جائے، اس لئے کہ ان ماتمی جلوسوں کی اسلام میں گنجائش ہے، اور نہ ہی مذہب شیعہ میں۔ نیز ایران، شام، لبنان اور عراق میں شیعہ ماتمی جلوس، دلدل اور گھوڑا، ذوالجناح اور دیگر خرافات نہیں کرتے، تو پاکستان میں کیوں کرتے ہیں اور مزید ظلم یہ کہ شیعہ کے ان ماتمی جلوسوں میں ایسا طریقہ واردات اختیار کیا جاتا ہے جس سے ذریتِ ابلیس فرحت وانبساط محسوس کرتی ہے، جبکہ اہل سنت والجماعت گالم، گلوچ، بے ہودگی، بے حیائی اور تبرا بازی، شرکیہ جملوں کا بے دریغ استعمال اور ٹٹو گھوڑے کی پرستش سے مشتعل ہوجاتے ہیں دشمنان صحابہؓ جونہی بے شمار تماش بینوں کو دیکھتے ہیں، تو ان کی بے لگام زبانوں سے وہ جملے نکلتے ہیں کہ انسان تو انسان شیطان بھی شرما جاتا ہوگا محض جلوس پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اہل سنت کی مساجد کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ مزید ستم یہ کہ سنی عبادت گاہوں کے پاس صحابہ کرامؓ پر تبرا بھی پڑھتے ہیں۔ یہ ماتمی جلوس لڑائی جھگڑے کا سبب بنتے ہیں۔ نوبت قتل وجدال تک پہنچتی ہے، محرم الحرام کے دنوں میں حکومت کی ساری مشنری کا رخ انہی فضول کاموں کی طرف موڑ دیا جاتا ہے، سپاہ صحابہؓ یہ چاہتی ہے، کہ یہ ماتمی خنجر بردار جلوس جو شر و شرارت کی جڑ ہیں، ختم کردیئے جائیں بلکہ انہیں امام باڑوں تک محدود کردیا جائے، اور یہ اہل سنت کا حکومت سے دیرینہ مطالبہ بھی ہے، اور انہی جلوسوں کو بند کروانے کے لئے سپاہ صحابہؓ نے ۲۲ر جمادی الثانی اور یکم محرم الحرام کا جلوس نکالنا شروع کیا ہے کہ حکومت سپاہ صحابہؓ کو جلوس نکالنے سے روکے گی تو ان کے سامنے یہ موقف پیش کیا جائے گا کہ شیعہ کے جلوس بھی روکو۔ اگر شیعوں کے جلوس رک جائیں تو پھر سپاہ صحابہؓ جلوس نہیں نکالے گی۔ یہ موقف میرے خیال میں درست ہے، بعض علماء کو اس سے اختلاف ہے کہ سپاہ صحابہؓ نے جلوس نکال کر بدعت کا ارتکاب کیا ہے، حالانکہ یہ بدعت نہیں ہے۔

تعطیل

سپاہ صحابہؓ کے منشور میں یہ بات بھی ہے، کہ وہ ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ اور علیؓ کے ایام ہائے رحلت وشہادت پر حکومت پاکستان سے چھٹی منظور کروائے، کہ ان مقدس اور برگزیدہ شخصیات کے بارہ میں عوام الناس کو پتہ چلے کہ ان کی اسلام کے لئے کیا کیا خدمات تھیں۔ سپاہ صحابہؓ جس چیز پر زیادہ افسوس کا اظہار کرتی ہے وہ یہ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان بنایا تو پاکستان میں ان کے یومِ ولادت ووفات پہ تعطیل ہوتی ہے، علامہ اقبال نے خطبہ الہ آباد پیش کیا ان کے ایام وفات پہ تعطیل ہوتی ہے، لیکن حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ نے اسلام دیا، اور اسلام کا عملی نمونہ پیش کیا، اور علاقوں کے علاقے اسلام کے زیر نگیں کر دیئے، ان کے ایام ہائے وفات وشہادت پہ تعطیل کیوں نہیں؟ اور معقول وجہ بھی یہ ہے، کہ ان محسنین نے مسلمانوں کو بہت کچھ دیا۔

فوجی نشاناتِ جرأت

سپاہ صحابہؓ کے منشور میں یہ بات بھی ہے، کہ جس طرح فوج کا اعزاز ''نشان حیدر'' ہے حضرت علیؓ کی یاد کے لئے۔ اسی طرح فوج میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے ناموں پر نشانِ صدیقؓ، نشانِ فاروقؓ، نشانِ عثمانؓ اور نشانِ خالدؓ بھی دیئے جائیں۔ انہوں نے بھی جرأت وبسالت کی انمٹ داستانیں رقم کیں۔ تاریخ شاہد عدل ہے، ان بزرگوں کے نام کے نشانات بھی فوجیوں کو ملنے چاہئیں۔ یقیناً سپاہ صحابہؓ کی اس سوچ سے ہم سب کو اتفاق ہے اور اس سلسلہ میں جدوجہد بھی ضروری ہے۔

خانہ فرہنگ ایران کی سرگرمیاں

خانہ فرہنگ ہائے ایران کے نام پر شیعہ کے ملا باقر مجلسی اور خمینی کا غلیظ لٹریچر پاکستان میں تقسیم کیا جاتا ہے، ایران سے سب صحابہؓ پر مبنی لٹریچر، اور اسلحہ انہی خانہ فرہنگوں کے ذریعہ پاکستان میں پھیلتا ہے۔ سپاہ صحابہؓ کا منشور یہ کہتا ہے، کہ ان خانہ ہائے فرہنگ ایران کو بند کر دیا جائے اور یہ ایک معقول تجویز ہے، جس سے حکومت کو اتفاق کرنا ضروری ہے۔

گستاخِ صحابہ کو سزا

سپاہِ صحابہؓ کے منشور میں یہ بھی ہے کہ گستاخِ صحابہؓ کے لئے سزائے موت کا قانون پاس کیا جائے۔ جب حکومت اس قسم کا اقدام کرے گی، تو کوئی بھی اصحاب رسولؐ پر سب وشتم نہیں کرے گا، بلکہ ہر کوئی لرزاں وترساں رہے گا۔ کیونکہ سنی مساجد میں وعظوں، تقریروں اور بیانات میں تو صحابہؓ کی منقبت بیان کی ہی جاتی ہے، اور ان کے فضائل بیان کیئے جاتے ہیں لیکن مثل مشہور ہے، ''لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے''...... جن کی فطرت ہی الٹ گئی ہو ان کا علاج آئین جانتا ہے، یا پھر نار جحیم۔ شیعہ مذہب کے عقائد میں تبرا اور تولی دو چیزیں ہیں۔ تبرا سے مراد صحابہؓ پر سب اور لعنت بھیجنا اور تولی سے مراد اھل بیت کی محبت کا اظہار کرنا۔ کوئی شیعہ اس وقت تک شیعہ نہیں ہوسکتا جب تک وہ صحابہ کرامؓ کو برا بھلا نہ کہے یا نہ سمجھے۔ سپاہِ صحابہؓ کے منشور میں گستاخانِ صحابہؓ کو سزائے موت دلوانے کا مطالبہ موجود ہے اس سلسلہ میں سپاہ صحابہؓ پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں اہم کردار ادا کر رہی ہے، اور ناموسِ صحابہؓ بل کے ذریعہ اس قانون کو پاس کروانا چاہتی ہے، اس لئے دوسری سیاسی ودینی جماعتوں کے راہنماؤں کے ساتھ رابطے شروع کر دیئے گئے ہیں۔

دفاعِ صحابہؓ

سپاہ صحابہؓ کا اہم الاہم منشور صحابہ کرامؓ پر ہونے والے حملوں کا جواب ہے، صحابہ کرامؓ کی منقبت بیان کرنا، صحابہ کرامؓ کے شرعی تقدس کا احترام کرنا، صحابہ کرامؓ کے حالات سے نئی روشنی کو روشناس کرنا ہے، اور شیعی فقہ کی چادر پاش پاش کرنی ہے، اور شیعہ کو پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا ہے، جس طرح ایران میں سنی اقلیت میں رہ رہے ہیں۔

مغالطہ

بعض سیاسی جماعتیں یہ اعتراض کرتی ہیں، اور مغالطہ دیتی ہیں، کہ سپاہ صحابہؓ کا مشن وقتی اور عارضی ہے، اگر شیعہ غیر مسلم قرار دے دیئے گئے تو سپاہ صحابہؓ کا مشن ختم ہو جائے گا۔

جوابِ مغالطہ:

یہ مغالطہ سراسر دھوکہ دہی پر مبنی ہے کیونکہ جب علماء کرامؒ مرزائیت کے خلاف کام کررہے ہیں اور انہیں غیر مسلم قرار دینے کے مطالبات کے رہے تھے، اس وقت بھی کہا جاسکتا ہے، کہ تحریک ختم نبوت کا مشن اس وقت ختم ہو جائے گا، جس وقت انہیں کافر قرار دیا جائے گا، لیکن اس تحریک کے لوگ آج بھی ختم نبوت کے نغمے گا رہے ہیں، اور مرزائیت کا تعاقب کررہے ہیں۔ تو عرض یہ کرنا ہے کہ اگر شیعہ کافر قرار دے دیئے جائیں تو سپاہ صحابہؓ کا مشن ختم نہ ہوگا، اس کا سب سے بڑا مشن تو دفاع صحابہؓ ہے، جو بحر بیکنار ہے، قیامت کی صبح تک ختم نہیں ہوسکتا۔ شیعہ شبہات سے مسلمانوں کو بچانا سپاہ صحابہؓ کا مستقل کام رہے گا۔

اسلاف کا طریقہ کار اور مولانا جھنگویؒ کی سوچ

ردّ شیعیت پر بہت سے علماء کرام نے کام کیا، لیکن شیعیت کے بارہ میں مجددانہ موقف مولانا جھنگویؒ کا ہی تھا۔ پہلے بزرگ صرف دفاعی جنگ لڑتے رہے۔ شیعہ نے صحابہ کرامؓ کو گالی دی تو بزرگوں نے اس کے جواب میں حضرات صحابہؓ کے فضائل بیان کرنے شروع کردیئے۔ شیعہ نے صحابہ کرامؓ پر اعتراض کئے تو بزرگوں نے جواب میں کتاب لکھ دی اور یہ طریقہ آج بھی رائج ہے اور بزرگوں کا یہ بھی طریقہ رہا کہ شیعہ نے چیلنج کردیا، تو مناظرہ کے لئے تیار ہوگئے۔ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے لکھنؤ پہنچ کر خود مقبول حسین دھلوی کو خط لکھا کہ میں نے سنا ہے تم اہل سنت کے مشن اور مسلک پر اعتراض کرتے ہو، اگر واقعی یہی بات ہے تو تم اعتراض لکھ کر مجھے روانہ کرو۔ لیکن مقبول حسین دھلوی نے جرأت نہیں کی۔ علامہ عبدالشکور لکھنویؒ نے بھی شیعہ کے اعتراضات کے رد میں کتابیں لکھیں۔ جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم نے حضرت لکھنویؒ کی کتاب کو "تحفہ خلافت" کے نام سے گزشتہ کئی سالوں سے شائع کر کے ملک میں پھیلا دیا ہے۔

شیعہ نے صحابہ کرامؓ پر الزامات لگائے، مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ نے ان کے جواب میں "صحابہ پر اعتراض کا جواب" کتاب لکھی۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے عمار علی شیعہ کے جواب میں "ھدیۃ الشیعہ" لکھی۔ مولانا عبدالعزیز محدث دھلویؒ نے "تحفہ اثناء عشریہ" لکھ کر دنیائے شیعیت کو عالم حیرانی میں ڈال دیا۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے شیعہ کے جواب میں "ہدایت الشیعہ" لکھی۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے شیعہ کے جواب میں ''ہدایت الرشید'' لکھی، مولانا عبدالشکور لکھنوی نے اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں، مولانا عبدالستار تونسوی اور علامہ خالد محمود نے کتابیں بھی لکھیں اور مناظرے بھی کیے۔ پاکستان میں مضبوط بنیادوں پر مولانا مظہر حسین صاحب نے بھی شیعہ کی تحقیق اور ان کے مغلطات کے جواب میں کتابیں لکھیں، اور اب باقاعدہ ماہنامہ ''حق چار یار'' میں وہ شیعہ کا نوٹس لے رہے ہیں۔ مولانا مہر محمد میانوالی نے بھی ردشیعیت پر کتابیں لکھیں۔ علماء تقریریں کرتے رہے، سب کچھ ہوا، مولانا حق نواز جھنگویؒ نے ایک عجیب سا ذہنی وفکری انقلاب برپا کیا ہے، اور صرف آپ یا میں اس کو انقلاب نہیں کہتے بلکہ سارے دانشمند، ہوشمند، اپنے اور پرائے اسے ایک ذہنی وفکری انقلاب کہتے ہیں۔

مولانا حق نوازؒ کا تجدد

آج ایک غلط سی رسم چل پڑی ہے کہ اپنے مؤقف کے ثبوت کیلئے بزرگوں کے بارہ میں آنکھیں نیچے کر کے کہہ دیا جائے کہ ہمارے بزرگ شیعہ پروپیگنڈے سے متاثر تھے۔ سرگودھا کے ایک مولوی صاحب نے یزید کی حمایت میں کتاب لکھی، اور یزید کو فاسق و فاجر کہنے والے بزرگ کے بارہ میں یہ لکھ دیا کہ ان پر شیعہ کا اثر تھا، لیکن حاشا وکلا ایسی کوئی بات ہمارے بزرگوں میں نہ تھی۔ اگر ہمارے بزرگ شیعیت کا تعاقب نہ کرتے تو خدا جانے آج ہم کس امام باڑے میں اپنا ایمان بگاڑ رہے ہوتے، خدا جانے کس جگہ اپنا منہ کالا کر رہے ہوتے۔

صورت معاملہ یوں ہے کہ پاکستان میں تنظیم اہل سنت کے بزرگوں نے شیعیت کے خلاف کام کیا، اور اپنا حق ادا کیا، سواد اعظم اہل سنت کراچی نے کام کیا اپنا حق ادا کیا، خدام اہل سنت نے جہلم و چکوال میں کام کیا، اپنا حق ادا کیا، مولانا عبدالستار تونسوی صاحب اور مولانا مظہر حسین صاحب نے جن بنیادوں پر سنی مسلک کا کام کیا اور افرادی قوت بنائی وہ قابل تقلید ہے، ان بزرگوں کے طریقہ کار سے شیعیت نے بال و پر نکالے اور شیعہ سمجھنے لگے کہ ہم ان لوگوں کا مقابلہ کریں گے۔ دست بدست نہ سہی لیکن علمی میدان میں شیعیت نے ان سے مار کھائی اور ان کی مضبوط حکمت عملی سے شیعہ بری طرح مستر دہوئے۔

مولانا حق نواز جھنگوی ؒ اسی چنگاری کا نام تھا، جو رفتہ رفتہ اپنی خاکستر میں سلگ رہی تھی، جب یہ چنگاری اپنی خاکستر سے شعلہ زن ہوئی، تو ساری شیعیت کو گھیرے میں لے لیا، پھر جو الاؤ مسلمانوں کے قلب و دماغ میں پک رہے تھے، وہ بھڑ کے اور مسلمان اس نوجوان عالم کے گرد ہالہ بن گئے۔

مولانا حق نواز ؒ انہی خطوط پر چلے جوان بزرگوں نے کھینچے تھے، ہمارے بزرگ دفاعی جنگ لڑتے رہے، صحابہ کرامؓ کی شخصیات پر گفتگو ہوتی رہی، مولانا حق نواز ؒ فرمانے لگے، کہ یہ صحابہ کرامؓ والا معاملہ مسلمانوں کے آپس اندر کا معاملہ ہے، تم مسلمان ہی نہیں، تمہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ تم صحابہ کرامؓ سے متعلق لب کشائی کرو یا ہرزہ سرائی، صحابہ کرامؓ پر ہونے والے حملوں کو ایک طرف رکھ چھوڑا، شیعیت سے برسر پیکار ہو گئے اور جنگ کی جس طرح جنگ کرنے کا حق تھا۔ مولانا نے بارہا تقاریر میں فرمایا کہ شیعو صحابہ پر تبرا بند کرو، تم صحابہ کو گالی نہ دو، اگر تم صحابہ کو گالی دو گے، تو میں پوری دنیا میں تمہارے مذہب کو گالی بنا دوں گا اور جو کہا اس پر ڈٹ گئے۔ کافر کافر شیعہ کافر آپ کے اسی مؤقف کی صدا تھی۔

مولانا حق نواز ؒ نے جرأت کی، اپنے اس موقف کو سڑکوں، چوکوں، اور چوراہوں پر بیان کیا۔ ہمارے بزرگ منبر و مسجد میں وعظ و تبلیغ کرتے تھے، جلسہ ہائے عام میں شیعیت کو للکارنا مولانا حق نواز ؒ کا تجدیدی کارنامہ تھا، شیعہ کو تیرہ سو سال سے اکابر علماء کافر کہتے آئے ہیں، لیکن عام فضاؤں میں شیعہ کے کفر کو عالم آشکار کرنا یہ مولانا کا تجدیدی کارنامہ تھا۔

پاکستان میں بیٹھ کر ایران کے محلات میں زلزلہ بپا کرنا اور وہاں کے شیعہ کو جھنجھوڑنا یہ بھی ان کا تجدیدی کارنامہ تھا، اور یقیناً شیعہ زعماء ہل گئے، ان کے جسموں پر لرزہ طاری ہو گیا، برصغیر میں یہ پہلا شخص تھا، جس نے شیعہ کے ایوانوں میں ہنگامہ برپا کیا۔

حق نواز شہید ؒ:

۱۔ حق نواز شہید ؒ نے تجدد یہ پیدا کیا کہ اہل سنت نوجوانوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔

۲۔ صحابہ کرامؓ کی خاطر جینا سکھایا۔

۳۔ موت کو آسان بنادیا۔

۴۔ غیرت وجرأت سکھادی۔

۵۔ اعلانیہ بات کہنے کا گر سکھایا۔

بعض حلقوں سے یہ سمع خراش آواز بھی گوش سے ٹکراتی رہتی ہے، کہ مولانا حق نوازؒ کا مشن تشدد انگیز ہے، ان صلح کل، اور امن وامان کے علمبرداروں کی باتوں پر بعض اوقات بہت ترس آتا ہے۔ دشمنان صحابہ کرامؓ کی کتب مغلظہ کو دیکھنے سے انسان محو حیرت ہو جاتا ہے، کہ انسانوں کی بستی میں انسانوں کے قلم سے اعلیٰ ومقدس ہستیوں کو جارحانہ مغلظات اور دشنام طرازیوں کا ہدف بنایا جارہا ہے، مولانا حق نوازؒ کی تحریک کو تشدد سے نوازنا حسد وبغض کے سوا کچھ نہیں ہے۔ آج علماء کی ایک بہت بڑی تعداد نے مولانا حق نوازؒ کا لہجہ اپنالیا ہے، ورنہ ایک عرصہ تک تو علماء اشاروں وکنایوں سے شیعیت کی تردید کرتے رہے ہے، اب مولوی کو جرأت یہ ملی وہ جھنگویؒ کے لہجہ میں شیعیت کو دوٹوک گفتگو کر کے خاموش وساکت کر دیتا ہے، آج ساحل مکران سے وادی بلتستان تک، کراچی سے درۂ خیبر تک سپاہ صحابہؓ وہ جماعت ہے، جو دشمنان صحابہؓ کے لئے قہر خداوندی اور برقِ الٰہی بنی ہوئی ہے۔ نوجوانوں کا ایک ہجوم ہے اور اس ہجوم عاشقان میں شعور ومحبت کی رعنائیاں، خلوص ومحبت کے پھول اور عظمت صحابہؓ پہ جان نثار کرنے کا ولولہ موجود ہے، مولانا حق نوازؒ کی کاوشوں سے آج بچے بوڑھے اور جوان سب شیعہ کو کافر کہتے ہیں، اور ان کے قلوب میں شیعیت کے بارے میں کوئی نرم گوشہ نہیں ہے، اس سے قبل ایسا نہ تھا، اکٹھے اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے تھے، حتیٰ کہ ختم نبوت کی تحریک میں بڑے بڑے علماء کرام نے شیعہ کو ساتھ ملایا، اب بھی شیعہ کو بعض صلح کل نام نہاد لیڈر اپنی میزوں پر بلاتے ہیں اور شیعہ کے ساتھ جب تک مذاکرات نہ کریں ان کی روٹی دال ہضم نہیں ہوتی۔ اس میں مولانا حق نوازؒ، کا کوئی قصور نہیں، انہوں نے محنت پوری کی، ضد، حسد اور آنکھوں میں سیاہ موتیا اترنے کا کوئی علاج نہیں ہے۔

سپاہ صحابہ کی کہانی قائد کی زبانی

اب ہم مولانا حق نواز شہیدؒ کے اپنے الفاظ میں سپاہ صحابہؓ کے آغاز وطریقہ کار کو من وعن

لکھ رہے ہیں، یہ ایک جلسہ عام کی تقریر ہے، جو مولانا حق نوازؒ نے جھنگ میں کی اور سپاہ صحابہؓ کے ترجمان ''خلافت راشدہ'' میں بھی شائع ہو چکی ہے، جس میں شیعہ سے متعلق اور سپاہ صحابہؓ سے متعلق بڑی وضاحت سے بات کی گئی ہے۔

''معزز سامعین! آپ حضرات کو بخوبی علم ہے، کہ سپاہ صحابہؓ بہت قلیل عرصہ میں طویل سفر طے کر چکی ہے، ایک دو سال کا عرصہ کسی بھی جماعت کے لیے اتنی بڑی مدت نہیں ہے کہ اس مدت میں وہ پورے ملک میں پھیل جائے آپ کسی بھی جماعت کی تاریخ پڑھ لیں۔ جہاں تک میری معلومات ہیں، تو اتنی کم مدت میں کوئی جماعت ملکی لیول (سطح) پر نہیں آئی۔ اگر کوئی ہے تو شہری حد تک آئی ہے دیہاتوں تک نہیں پہنچ سکی۔

ایک طویل عرصہ محنت کرنے کے بعد جماعتیں ملکی سطح پر آتی ہیں اور خصوصی حیثیت ان کی یہ بھی ہوتی ہے، کہ ان جماعتوں کو بڑھانے والے اور ان جماعتوں کی بنیادیں رکھنے والی بڑی بڑی شخصیات ہوتی ہیں اور یہ ایک تاریخ سیاسی یا مذہبی جماعتوں کی ہے، جبکہ سپاہ صحابہؓ کی پوزیشن اس کے برعکس ہے۔ اس کی بنیاد میں نے ڈالی ہے، اور میری کوئی حیثیت نہیں۔ میں آپ کی طرح ایک مذہبی کارکن ہوں۔ دل میں ایک خواہش تھی، تڑپ تھی جسے لے کر اٹھا ہوں۔''

شیعیت کے خلاف کام کا آغاز

ایک عرصہ سے میں شیعہ جارحیت کے خلاف کام کرتا چلا آیا ہوں اور وہ کام بھی طالب علمی کے زمانہ سے بھی پہلے۔ میں نے ابھی دینی تعلیم باقاعدہ شروع نہ کی تھی۔ میرے والد صاحب ایک کسان تھے کچھ تھوڑا سا ہمارا اپنا رقبہ ہے، اس کے کاروبار کے لئے اپنے گھر کے آدمی تھوڑے تھے۔ اس لئے والد بزرگوار نے ایک ملازم رکھ لیا، جو عقیدہ کے لحاظ سے شیعہ تھا۔

ایک دن شام کو وہ ملازم اور میں اپنے جانوروں کو چارہ چروانے کے لئے کھیتوں میں گئے، تو اس خبیث نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نعوذ باللہ گالی دی۔ میں اتنا تو جانتا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ صحابیٔ رسولؐ ہیں۔ تو میں نے اسی وقت اسے کہا کہ میں اتنا مولوی ضرور بنوں گا کہ تمہارے کفر کا اعلان کر سکوں، تم تو کافر لوگ ہو۔ یہ ہے میری اس لائن میں آنے کی ابتداء۔

اسی دوران میں قرآن مجید پڑھنے لگ گیا، قرآن مجید پڑھنے کے بعد میرے دل میں خواہش آئی کہ کتابیں بھی پڑھوں۔ میرے گھر کا ماحول قطعاً یہ نہیں تھا کہ میں دین پڑھوں، پوری برادری میں کوئی ایسا نہیں تھا جس نے دینی تعلیم حاصل کی ہو بلکہ ظلم یہ تھا کہ میری برادری کے کچھ قریبی رشتہ دار عقیدہ کے لحاظ سے شیعہ ہیں۔

میں دینی تعلیم حاصل کرنے لگا، دورانِ تعلیم دارالعلوم عید گاہ کبیر والا کے کتب خانے میں کچھ رسالے موجود تھے۔ ''النجم'' یہ وہ رسالہ ہے جسے امام اہل سنت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ ہر مہینے نکالا کرتے تھے۔ مجھے اسباق سے کچھ فرصت ملتی تو میں دارالعلوم کے کتب خانے سے وہ رسالے نکلوا کر ان کو پڑھتا رہتا۔ اس سے میری گویا شیعہ جارحیت کے خلاف تربیت ہونے لگی اور میں اسی طالب علمی کے زمانہ سے ان کو کافر کہنے لگا۔ میری جماعت کے وہ ساتھی گواہ ہیں کہ میں اس وقت بھی کہتا تھا کہ شیعہ کائنات کا بدترین کافر ہے۔

بہر حال ایک ذہن بنتا رہا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کیونکہ میرا ضلع جھنگ تھا اور اس میں شیعہ جارحیت زوروں پر تھی اور جھنگ کو آج بھی ثانی لکھنو شمار کیا جاتا ہے اور واضح رہے کہ لکھنو شیعہ جارحیت کا گڑھ ہے، اسی دوران مجھے شیعیت کا مطالعہ وسیع کرنے کا موقع ملا جہاں شیعہ کتب کا مطالعہ کیا وہاں میری برادری کے جو لوگ شیعہ تھے، ان کو مسلمان بنانے کی کوشش کی کیونکہ میری برادری کے سب لوگ اَن پڑھ تھے اسی لیے میں نے سوچا کہ ان کو جلد ہی مسلمان کرلوں گا۔

شیعہ کا قول کہ قرآن محض لکیریں ہیں

آپ یقین کریں کہ جس کی وجہ سے میں شیعہ کو علی الاطلاق کافر کہنے پر مجبور ہو گیا، وہ یہ کہ ان کا ایک اَن پڑھ آدمی وہی تمام نظریات رکھتا ہے، جو ایک شیعہ مجتہد، عالم اور رہنما کے ہیں۔ مثلاً صاف لفظوں میں میری برادری کے ایک فرد نے جو اردو کا ایک لفظ نہیں پڑھا ہوا اس نے صاف صاف لفظوں میں مجھے کہہ دیا کہ مولوی صاحب تم یہ کیا باتیں کرتے ہو یہ قرآن تو محض لکیریں ہیں جو عثمان غنیؓ نے کھینچی ہیں یہ اصلی قرآن نہیں۔ (نعوذ باللہ) یہ ہے وہ حقیقت جو سارے حضرات پر اس لئے نہیں کھلتی کہ ان کا اتنا واسطہ شیعیت سے نہیں پڑا کہ جتنا مجھے پڑا ہے۔ برادری کے لحاظ سے

جھنگ کے حالات کے لحاظ سے تو ان کی یہ باتیں سن کر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ایک ان پڑھ آدمی (عام شیعہ) وہ میرے ساتھ گفتگو قرآن کے متعلق کر رہا ہے، تو ان کا ہر آدمی قطعاً یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ چاہے وہ اس کا اظہار کسی مجبوری کے تحت نہ کرے۔ یہ سب کچھ جب میرے سامنے آیا تو پھر ان کو کافر کہنا میں نے شروع کیا۔ ایک وقت تک میں شیعہ کو خطبہ جمعہ میں یا کسی جلسے میں دورانِ تقریر کافر کہہ دیتا، اس کو کوئی نعرے کی شکل نہیں ملی تھی۔ جس کی وجہ سے عام لوگوں کو معلوم نہیں ہوا تھا کہ میں کب سے ان کو کافر کہہ رہا ہوں۔

سپاہِ صحابہؓ کا آغاز

انہی دنوں ایک رات میں کسی جلسے سے واپس گھر آرہا تھا کہ راستے میں چوک پر ایک نوجوان مجھے ملا، میں نے اسے کہا کہ کتنی بہترین جوانی ہے، یونہی چوک پر کھڑے ضائع کر رہے ہو اگر اس جوانی کو کسی اچھے کام پر لگا دیتے تو کیا اچھا تھا۔ اس نے کہا کس کام پر لگاؤں۔ تو میں نے کہا دیکھو شیعہ کتنی جارحیت پر اترے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی تنظیمیں بنالی ہیں، اور خمینی کے انقلاب کے لئے راستے ہموار کر رہے ہیں۔ ہم لوگ کم از کم اکٹھے ہو جائیں کچھ کام ہمیں بھی کرنا چاہیے۔

خیر اس وقت تو اس نے میری بات سن لی اور میں گھر چلا آیا وہ نوجوان اب ہماری جماعت سپاہِ صحابہؓ کا آفس سیکرٹری ہے اشفاق نام ہے، اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اس نے راتوں رات اپنے کچھ ساتھیوں کو اکٹھا کر کے دیواروں پر لکھ دیا۔

صدیقؓ کا منکر کافر، عمرؓ کا منکر کافر، عثمانؓ کا منکر کافر علیؓ کا منکر کافر ہے۔ قرآن مجید کا منکر کافر ہے۔ امی عائشہ صدیقہؓ کا منکر کافر ہے۔ اور ان نعروں کے نیچے وہ ''سنی ایکشن کمیٹی'' لکھتے گئے۔ یہ باتیں انہوں نے پہلے جمعہ کی تقریروں میں سنی ہوئی تھیں۔

صبح جب لوگوں نے دیواروں پر دیکھا تو حیران ہو گئے، کہ راتوں رات یہ کمیٹی کہاں سے نکل آئی، میں نے جب دیکھا تو میں بھی حیران ہو گیا، اشفاق جب مجھے ملا مجھے کہنے لگا جی دیکھا آپ نے دیواروں پر کیا لکھا ہوا ہے، میں نے کہا ہاں میں یہی سوچ رہا تھا، کہ کام تو بڑا اچھا ہوا ہے کس نے کیا ہے؟ اور میں نے کہا کہ بس یہ کام اب ہونا چاہیے۔

اسی دن پھر ہم نے انجمن سپاہ صحابہؓ کی بنیاد ڈالی۔ پہلے پہل محلے تک محدود تھی، پھر شہر میں کام کرنا شروع کر دیا۔ مجلسوں میں ذہن بنانا شروع کیا نوجوانوں پر محنت شروع کی تو دو سال کے قلیل عرصہ میں یہ جماعت پھیلی کہ میں آج بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ ملک کا کوئی حصہ نہیں جہاں سپاہ صحابہؓ کی کوئی نہ کوئی شاخ نہ ہو، چھوٹی یا بڑی ضرور ہوگی۔ اگر کوئی جگہ ایسی بھی ہے، جہاں کوئی یونٹ نہیں ہے تو وہاں سپاہِ صحابہ کے ذہن کا ایک نہ ایک آدمی ضرور مل جائے گا جو سپاہِ صحابہ کا بیج لگاتا ہو، جذبات رکھتا ہو۔ دو سال کا قلیل عرصہ کسی بھی جماعت کے لئے بہت ہی تھوڑا وقت ہے، اور پھر میں نے کہا کہ اس جماعت کی بنیاد میں نے رکھی ہے، میری نہ تو کوئی پیری، بزرگی اور نہ کوئی استادی ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی میری اہمیت ہے۔

دل میں تڑپ صحابہؓ کی محبت

میں آپ لوگوں کی طرح کا ایک ادنیٰ سا رضا کار ہوں۔ ایک کارکن ہوں۔ دل میں تڑپ صحابہؓ کی محبت تھی۔ اس لئے ہر خطرہ مول لے کر اس کام کو کر رہا ہوں اور اس مقدس کام پر اپنا آخری خون کا قطرہ بہا دینا اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں۔

ایک تو اس جماعت کا اِس قلیل مدت میں اتنا زیادہ پھیل جانا اور اِس سے بڑھ کر اس قلیل عرصہ میں جماعتی کارکنوں نے جو قربانیاں دیں اور پھر بھی جماعت سے وابستہ رہے تو اس کو میں صحابہ کرامؓ کی کرامت کا نام دے سکتا ہوں اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔

تین کارکن ہمارے شہید ہوئے، تقریباً پانچ سو کے قریب ہمارے کارکن گرفتار ہوئے۔ انہیں تھانوں میں الٹا لٹکا کر اور ننگا کر کے مارا گیا، تشدد کیا گیا، جیلوں میں رکھا گیا۔ زخمی ہوئے اور کئی مرتبہ شیعوں کے مقابلہ میں مسلح ہو کر آئے۔ دو سال کے قلیل عرصہ میں اتنی زیادہ مشکلات میں سے گزرنا اور پھر یہ کہ جماعت نے اپنے کارکنوں کو اتنا تحفظ مہیا کیا ہے۔ الحمد اللہ لیہ کا واقعہ آپ نے سنا ہو گا وہاں جتنے کارکن ہمارے جیلوں میں تھے تقریباً اڑھائی سو کے قریب اس میں ہماری جماعت نے کیس لڑا، تقریباً ساٹھ رٹیں کیں۔ خود حکومت کے خلاف ہائی کورٹ میں اور ان تمام کے اخراجات برداشت کئے۔ ڈپٹی کمشنر پر ہم نے قتل کا پرچہ کیا، اے سی کے خلاف ایس پی کے خلاف،

اس سے وہ لوگ ہمارے آگے جھکے اور ان کو ہمارے ساتھ سمجھوتہ کرنا پڑا اور انہوں نے ہمارے کارکن جن پر تین سو دو کے جھوٹے مقدمات کئے تھے، یعنی آدمی بھی ہمارے قتل ہوئے اور الٹے مقدمات بھی ہمارے اوپر۔ اس کے بعد ہم نے ہائی کورٹ میں اپیل کی اور اس پر وہ لوگ ہمارے سامنے جھکے اور انہوں نے مقدمات واپس لئے۔

پھر جھنگ میں جھگڑا ہوا، اس میں بھی ہمارے تین سو آدمی گرفتار ہوئے، اس پر بھی ہم نے عدالتی لڑائی لڑی۔ مظاہروں جلوسوں اور اجتماع کرتے ہوئے اس سٹیج پر لے آئے کہ اب ہمارے صرف دو آدمی اندر ہیں اور بہت جلدی انشاء اللہ وہ بھی رہا ہو جائیں گے۔ تو کم مدت میں جماعت کا اس قدر پھیل جانا اس کی اتنی لڑائی لڑنا اور اخراجات کا برداشت کرنا، ظلم کا برداشت کرنا اور پھر کارکنوں کا نہ ٹوٹنا جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اصحابِ رسول کی کرامت ہی ہے ورنہ کوئی آدمی اس دور میں جماعت کے لئے اتنی مار، مصیبتیں برداشت نہیں کر سکتا اور سپاہ صحابہؓ کے جذبات و احساسات گویا دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ یہ تو ہے کیفیت اس جماعت کی مختصر مدت میں پھیلنے کی۔ جس سے آپ کو یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ الحمد للہ سپاہ صحابہؓ باقاعدہ ایک جماعت ہے، اور خلوص و دیانت داری سے کام کر رہی ہے۔

دیوبند کا فتویٰ

دوسری بات شیعہ کے کفر کی ہے، تو میں بڑی مسرت کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ اب تو دارالعلوم دیوبند نے شیعہ کے کفر کا علی الاعلان فتویٰ دیا ہے، اس کے بعد تو دیوبندی علماء کے لئے کسی قسم کی حجت باقی نہیں رہتی اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ شیخ العرب والعجم علامہ حسین احمد مدنیؒ کے فرزند ارجمند سید اسعد مدنی نے جو میرے مرشد ہیں۔ میں ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں اور انہوں نے بھی فتویٰ پر دستخط کئے اور یہ الفاظ لکھ کر کہا کہ علماء اور فقہاء نے شیعہ کے کفر کا فتویٰ دیا ہے میں اگرچہ فتویٰ دیا نہیں کرتا لیکن میں بھی اس فتویٰ کی تائید میں اس جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ تو جہاں تک شیعہ کے کفر کا مسئلہ ہے، علماء فقہاء نے شیعہ کے کفر پر مستقل دستخط کر دیئے ہیں اور یہ بات کہ شیعہ کافر کیوں ہیں؟ ان کے کفریہ عقائد کیا ہیں؟ تو ان کی دلیلیں پیش کرنے کے لئے کافی

وقت کی ضرورت ہے، اور یہ بہت لمبی چوڑی گفتگو ہے۔

مختصراً کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

قرآن مجید کے متعلق شیعہ کا اجماعی اور اجتہادی عقیدہ ہے کہ یہ قرآن مجید اصلی نہیں ہے اس میں کفر کے ستون کھڑے کر دیئے گئے۔ صرف ۴ آدمی ان کی تیرہ سو سالہ تاریخ میں ایسے ہیں جنہوں نے اس قرآن کی تائید کی ہے۔

حضرت عثمانؓ کے دور میں شیعہ فرقہ پیدا ہوا عبداللہ بن سبا یہودی کے اشارے پر شیعہ فرقہ کی بنیاد ڈالی گئی اور یوں حضرت علیؓ کی خلافت کا مسئلہ کھڑا کر دیا اور دوسرے مسائل وہاں سے پیدا ہوئے آج تقریباً تیرہ سو سال اس کی تاریخ کے بنتے ہیں۔ پھر اس دوران انہوں نے کن کن اسلامی سلطنتوں کے تختے الٹے کہاں کہاں سازش کی۔ یہ الگ داستان ہے۔

ہلاکو اور چنگیز کو دولت دینے والے یہ لوگ ہیں۔ ہندوستان میں انگریز کی حمایت کا انہوں نے کھل کر اعلان کیا کہ ہم انگریز کے ساتھی ہیں۔ یہ بھی ایک لمبی داستان ہے۔ بغداد کی تباہی میں ابن علقمی کا ہاتھ ہے، جو شیعہ ہے اور جس نے بغداد میں سینوں کے تقریباً دس لاکھ آدمی ذبح کرائے۔ یہ ان کی ایک خونی داستان ہے کہ شیعوں نے کہاں کہاں تباہی مچائی؟ کن کن سلطنتوں کے تخت الٹے اور کیا کیا سازشیں کیں؟

تاہم میں بنیادی طور پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کے متعلق شیعہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ یہ قرآن اصلی نہیں ہے۔ پورے تیرہ سو سالہ دور میں ان کے چار آدمی نکلے ہیں، جنہوں نے اس قرآن مجید کو اصلی قرآن مجید کہا ہے۔

یہ قرآن اصلی نہیں ہے

لیکن شیعہ کی کتاب ''انوار نعمانیہ'' میں مصنف قرآن کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے اس سوال کو اٹھاتا ہے کہ ''شیعہ کے ہاں یہ متفقہ مسئلہ تو نہ رہا کہ یہ قرآن اصلی قرآن نہیں کیونکہ شیعہ کے چار بزرگ اس قرآن مجید کی تائید کر چکے ہیں۔ جبکہ باقی شیعہ اس قرآن مجید کو اصلی قرآن مجید نہیں سمجھتے تو اس سوال کا جواب دیتے ہوئے وہ لکھتا ہے، کہ اصل میں وہ چار بزرگ اس قرآن مجید کو

اصلی قرآن مجید نہیں سمجھتے وہ لکھتا ہے کہ اصل میں وہ چار بزرگ بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں۔ البتہ انہوں نے اپنے حالات سے مجبور ہو کر مصلحتاً تقیہ کر کے کہہ دیا تھا کہ یہ قرآن اصلی قرآن ہے۔ حقیقت میں ان کا عقیدہ اس قرآن کے اصلی ہونے کا نہیں پھر وہ اس کی دلیل دیتا ہے کہ ان کا عقیدہ اس قرآن کے اصل ہونے کا اس لئے نہیں کہ ان کے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی یہ کتابیں محفوظ ہیں کہ جن میں لکھا ہوا ہے کہ یہ قرآن اصلی قرآن نہیں ہے اور یہ کتاب اصلی کتاب نہیں کہ جس میں اس قرآن کی تائید کی گئی ہے اس کو تبدیل کیا گیا ہے، اور وہ بھی ہمارے ساتھ اس مسئلے پر متفق تھے کہ یہ قرآن اصلی قرآن نہیں۔ یہ ہے ان کی عربی کتب کی کچھ تاریخ اور اب تو جارحیت یہاں تک آ گئی ہے کہ شیعوں نے اردو زبان میں لٹریچر شائع کرنا شروع کر دیا ہے کراچی سے ایک کتاب شائع ہوئی ''ایک ہزار تمہاری دس ہماری۔''

حضرت علامہ دوست محمد قریشی نے ایک ہزار سوال شیعہ سے کیا تھا، ان کی زندگی میں شیعہ کو جواب دینے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد مصنف نے جواب دیا اور قرآن مجید کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''سنیو جس قرآن کو تم مانتے ہو اس میں تو پاکستان کا ذکر نہیں اور جس قرآن کو ہم مانتے ہیں اس میں پاکستان کا ذکر ہے''۔

یہ کتاب کراچی سے شائع ہوئی اور دھڑا دھڑ بازاروں میں فروخت ہو رہی ہے اس پر نہ پابندی لگائی گئی اور نہ ضبط کیا گیا۔ الٹا اگر ہم نے اس کفر کے خلاف احتجاج کیا تو ہم کو تین سو دو کے جھوٹے مقدمات میں ملوث کر کے بالکل ختم کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ ہماری داخلہ بندیاں کی گئیں۔

اسی طرح اگر میں یہ کفریات پیش کرتا جاؤں تو وقت لگ جائے گا۔ میں نے اپنا پورا اطمینان حاصل کرنے کے بعد اس کفر کے خلاف زبان اٹھائی اور میں نے شیعہ کو کافر کہا، مجھے کوئی جھجک، کوئی خوف کوئی ڈر نہیں۔ میں نے اپنی قبر اور آخرت کو سنوارنے میں اسی میں خیر سمجھی ہے اور میں نے امت مسلمہ کو اس سے آگاہ کرنا شروع کیا اور اللہ کا فضل ہے کہ میں نے ہر موڑ، ہر چوک، ہر بازار، ہر جلسہ میں شیعہ کے کفر پر مدلل گفتگو کی ہے اور میں نے شیعہ کو چیلنج بھی کیا ہے کہ اگر تمہیں میرا یہ لفظ ''شیعہ کافر ہے'' چبھتا ہے تو میرے خلاف ہائی کورٹ میں پرچہ درج کرو اور مجھے ملزم کی حیثیت سے طلب کرو۔ اگر میں تمہارا کفر عدالت میں ثابت نہ کر سکوں تو میں عدالت عالیہ کو لکھ کر

دے دوں گا کہ مجھے برسرِعام گولی ماردی جائے۔

لیکن شیعہ کو جرأت نہیں ہوئی کہ وہ مجھے اس عنوان پر عدالتی چیلنج کرے اس عنوان پر مجھے عدالتی چیلنج نہیں کرسکتا۔اب تو الحمداللہ سنی وکلاء نے بھی ہمارے مشن کی تائید اور ہمارے موقف پر ہمارے ساتھ تعاون کی یقین دہانی کرادی ہے آپ کی خوشی کے لئے عرض ہے کہ کراچی میں مجھے وکیل ملا جس کی ایک لائبریری ہے اوراس لائبریری میں ہر قسم کی شیعہ کی کتاب موجود ہے تین منزلہ لائبریری ہے۔شاید دنیا کی کوئی ایسی کتاب شیعہ کی نہ ہو جو اس لائبریری میں نہ ہو۔وہ ہائی کورٹ کا وکیل ہے اوراس نے کہا کہ یہ کیس میں لڑتا ہوں اور پورے تعاون کا اظہار کیا۔

سپاہِ صحابہؓ کی بنیاد

ہم عوام کے سامنے ایک ثبوت لانا چاہتے ہیں جس کو عوام بخوشی قبول کرلے ہم کوئی پاگل تو نہیں کہ کافر کافر شیعہ کافر کہنے لگے۔ہمارے پاس اس نعرے کے دلائل موجود ہیں اور یہ بھی واضح کردوں یہ نعرہ ''کافر کافر شیعہ کافر'' سپاہ صحابہؓ کی بنیاد ہے اوراس کو سپاہ صحابہؓ کا منشور تصور کرلیں یہ الگ بات ہے کہ آج ہم کام کس انداز سے کررہے ہیں اورکل کس انداز سے کریں گے۔بہر حال ہمارا موقف یہی ہے کہ شیعہ کائنات کا بدترین کافر ہے۔اب ہمارا حکومت سے بھی یہی مطالبہ ہے کہ اسمبلی میں یا عدالت میں شیعہ کے کفر کا اعلان کیا جائے ،اوراگر یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو ہمارے ساتھ بات کریں اوراگر یہ غیر مسلم ہیں تو مسلم کی طرح حقوق حاصل کیوں کررہے ہیں؟ مسلم کی طرح ماحول اور معاشرے میں گھسے ہوئے کیوں ہیں؟اوران کے مسلم ہونے کی شہرت میں جو مسلم لڑکیاں ان کے نکاح میں جارہی ہیں اور یہ نکاح ہوتا ہی نہیں۔(نعوذ باللہ)زنا ہے۔ان کو بچانے کے لئے ہمارے پاس کیا طریقہ ہے کہ ہم سنی بچیوں کو اس عذاب سے بچالیں اور دوسرے حقوق جن پر وہ مسلم کی حیثیت سے غاصبانہ قبضہ کئے ہوئے ہیں۔اس کے لئے ہمارے پاس کیا دفعیہ ہے۔

شیعہ عمل ملیشیا

پھراب جو صورتحال ہے وہ یہ ہے کہ اب شیعہ زیرزمین تربیت حاصل کررہا ہے اوراس

فوجی تربیت کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ خمینی انقلاب کے لئے راستہ ہموار کر رہے ہیں اور یہ ساری تربیت خمینی کے ایماء پر ہو رہی ہے اور یہ ساری چالیں حکومت کی نظر میں ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے شیعہ عمل ملیشیا کے نام سے پاکستان میں تنظیم بنالی ہے جو کبھی کہیں اور بنی ہوئی تھی، اور اب اس کا دفتر یہاں بھی کھل چکا ہے، جس کا باقاعدہ منشور ہے جس کی فوٹو سٹیٹ کاپی ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں انہوں نے کھل کر لکھا ہے کہ ہم اپنی برادری کے تحفظ کے لئے مسلح ہو کر آئیں گے اور ہم پوری قوت کے ساتھ مظاہرہ کریں گے۔ ایک طرف انہوں نے فوجی تربیت حاصل کر لی ہے اور دوسری طرف شیعہ عمل ملیشیا بنا کر یہاں پر وہی کرتوت کرنا چاہتے ہیں۔ جو انہوں نے فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ کیے ہیں۔ آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ فسلطینیوں کو کتوں اور بلیوں کا گوشت کھانے پر مجبور کرنے والی تنظیم شیعہ عمل ملیشیا ہے۔

اسرائیل ضرور ظلم کر رہا ہے لیکن اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والی شیعہ عمل ملیشیا ہے اور یہ اخبار کے ریکارڈ میں موجود ہے۔ یعنی یہی حالات و واقعات تھے۔ جس کی بنا پر ہمارا غفلت میں رہنا ہماری اپنی تباہی کا باعث ہے۔ اگر ہم اس کو ایک فرقہ سمجھ لیتے ہیں کہ چلو جی جلوس نکال لیتے ہیں، ماتم کر لیتے ہیں۔ یہ نہیں ہے یہ باقاعدہ ایک سیاسی فتنہ ہے اور بین الاقوامی فتنہ ہے اور پوری تیاری میں ہے اور حکومت کی مشینری میں گھسے ہوئے ہیں اور یہاں بھی خمینی انقلاب لانا چاہتے ہیں ان تمام چیزوں کی روک تھام کے لئے ہمیں مزید سپاہ صحابہؓ کو منظم اور فعال کرنا ہوگا اور پوری سنی قوم کو بیدار کرنا ہوگا۔ ایک بات، وہ یہ ہے کہ دشمن (شیعہ) عرصہ دراز سے ایک ہتھیار استعمال کرتا آیا ہے اور کر رہا ہے اور یہ ہتھیار جلوس ہے اور ان جلوسوں کے ذریعے انہوں نے اپنے تعزیے اور گھوڑے (دلدل) کی وہ قدر منوالی ہے۔ جو آج تک کسی سنی نے اپنے کسی راہنما کی نہیں منوائی۔

گویا ان جلوسوں نے ایک ذہن بنا دیا ہے عوام کا کہ جن جن شخصیات کا جلوس نکلتا ہے وہ کوئی بڑی شخصیات ہوں گی اور ایسا ہے آپ کسی بچے سے بھی پوچھ لیں کہ ۲۵ دسمبر کا دن کیوں منایا جاتا ہے؟ تو وہ فوراً کہے گا کہ اس دن محمد علی جناح بانی پاکستان پیدا ہوئے تھے، اسی لئے یہ دن منایا جاتا ہے۔ اور اگر اسی بچے سے خلفائے راشدین کے نام تک پوچھے جائیں تو اسے نہیں آئیں گے۔ یہ اس بچے کا قصور نہیں یہ ہمارا قصور ہے کہ ہم نے صدیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ کا وہ مقام نہیں منوایا جو

شیعہ نے اپنے گھوڑے اور ٹٹو کا منوالیا ہے۔

جلوس نکالنے کا مقصد

اس کے توڑ کے لئے ہم نے بھی سپاہ صحابہؓ کی طرف سے ایک اعلان کیا ہے کہ ہم یومِ صدیق اکبرؓ کو جلوس کی شکل میں منائیں گے۔ آپ نے اگر دو چار سال تک اس کو نظم و نسق کے ساتھ نکال لیا تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جیسے محرم کے ایام میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، صدر اور وزیر اعظم اور دوسرے سرکاری وڈیرے بولتے ہیں کہ جی یہ مقدس ایام ہیں۔ انہیں مقدس طریقے سے منایا جائے، حسینؓ سب کا مشترک ہے، بھائی بھائی بن کر منالو۔ حسینؓ سب کا مشترک ہے ریڈیو، ٹی وی پر بس سب اسی پر لگے ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ سیاستدان مجبور ہو کر کہتے ہیں کہ حسینؓ سب کا مشترک ہے مل جل کر منالو۔

یہ ہم بھی کہتے ہیں کہ حسینؓ ہمارا بھی ہے لیکن جو ایام مقدس ہیں انہیں مقدس طریقے سے منایا جائے لیکن تم تو ان ایام میں بھی ماتم کرتے ہو۔ برچھی مارتے ہو، جلوس نکالتے ہو، صحابہ کرامؓ پر طعن و تشنیع کرتے ہو اس تمام تر تخریب کاری کو بھی تقدس کا لبادہ پہنا دیا جاتا ہے۔

تو ہم نے سوچا کہ جلوس اتنی بڑی طاقت ہے کہ حکومت مجبور ہے برقرار رکھنے پر اور امن کا درس دینے پر اور اگر ہم بھی یوم صدیق اکبرؓ کا جلوس تین چار سال نظم و نسق کے ساتھ نکال لیں گے تو یہی وزراء یہی گورنر یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ صدیق اکبرؓ مشترک ہستی ہے۔ اس یوم کو بھی امن و امان سے بھائی بھائی بن کر منالو اور اس پر بھی اخبارات کو مضامین لکھنے پڑیں گے کہ صدیق اکبرؓ جو یارِ غارِ رسولؐ ہے وہ بھی ایک اہم شخصیت ہے، جس نے سب سے پہلے نبیؐ کا کلمہ پڑھا اور جس کے لئے ہمارا عقیدہ بنا کہ:

اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ......

''انبیاء کے بعد افضل آدمی صدیق اکبرؓ ہیں''

تو اس صورت میں جلوس نکالنے میں ہمیں دو فائدے ہوں گے ایک تو ہم صدیق اکبرؓ کی ذات کو متعارف کرالیں گے اور صدیق اکبرؓ کے مانے جانے پر وہ سب لوگ خود بخود مانے جائیں

گے۔جنہوں نے صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تو اس طرح پوری خلافت راشدہ مانی جائے گی۔ گویا یہ جڑ ہے تمام اصحابؓ رسولؐ کی جماعت کی۔ پھر کسی شیعہ کو ان کے خلاف بھونکنے کا جرأت نہیں ہوگی۔ یا پھر دوسرا رزلٹ یہ نکلے گا کہ شیعہ کہے گا ہم بھی جلوس بند کرتے ہیں، یہ بھی جلوس بند کریں اور اسی طرح ہوا ہے کہ لکھنؤ میں اس کی مثال موجود ہے۔ لکھنؤ میں مولانا عبدالشکور لکھنویؒ مدحِ اصحابِؓ رسولؐ کا جلوس نکالتے تھے کچھ دن انہوں نے نکالا شیعہ ان میں بہت آتے تھے لیکن سنی تو سیلاب کی طرح اُمڈ آتے تھے اور پھر اس جلوس کی قیادت مولانا لکھنویؒ کرتے تھے اور جب وہ چوک پر کھڑے ہو کر شیعہ کا کفر بیان کرتے اور پھر اس کر رد کرتے تو گویا ایک طوفان ہوتا تھا۔ تو شیعہ نے مجبور ہو کر لکھ دیا کہ ہم محرم کا جلوس نہیں نکالتے، یہ مدحِ صحابہؓ کا جلوس نہ نکالیں تو جلوس لکھنؤ میں اس دن سے آج تک بند ہے۔

یا تو ہمارے جلوس نکالے جانے سے سارے جلوس بند ہو جائیں گے۔ یا اتنا ضرور ہوگا کہ مدح اصحابؓ رسولؐ عام پبلک کے سامنے تو کر سکیں گے۔ چوک پر کھڑے ہو کر جہاں صحابہؓ کا دشمن کھڑے ہو کر تبرا بازی کر رہا ہے۔ ہمیں تو مسجد کے محراب پر بات نہیں کرنے دی جاتی اور دشمن صدیقؓ چوک پر کھڑا ہو کر بکواس کر رہا ہے۔ اس بنیاد پر ہم نے اعلان کر دیا کہ ہم یوم صدیق اکبرؓ جلوس کی صورت میں منائیں گے اور جہاں کہیں سپاہِ صحابہؓ کا ایک کارکن بھی ہوگا وہ اکیلا جھنڈا لے کر اس دن سڑک پر نکل آئے گا۔

ہم چاہتے ہیں کہ اصحابؓ رسولؐ پر تبرا بازی کی زبان بند ہو۔ شیعہ کا کفر سنی پر واضح ہو۔ شیعہ جارحیت اور اس کی تخریب کاری سے سنی قوم مطلع ہو۔ ہر وقت اس کی انسدادی کارروائی قوم بھی کرے اور حکومت بھی کر سکے۔ ہم ختم نبوت کی طرز ہی پر سپاہ صحابہؓ کو لے کر چلنا چاہتے ہیں اور اس کو غیر متنازعہ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس مسئلہ کو آگے لے کر بڑھیں گے اور مزید زیادہ دیر نہیں سوچیں گے اور اسی طرح اگر ہم نیک نیتی سے کام کرتے رہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمارے شامل حال نہ ہو اور یہ نہیں کہ ہم جذبات کی رو میں بہہ کر شیعہ کو کافر کہنے لگے۔ یہ عقیدہ کی بات ہے اور ہم اس پر دلائل رکھتے ہیں اور سوچ بچار کے بعد ہم نے اس مسئلہ کو اٹھایا ہے اور نیک نیتی سے اٹھایا ہے اصحاب رسولؐ کی مدح اور ان کے دشمنوں کے کفر کے

مسئلہ میں اللہ گواہ ہے۔ ہمارے دل میں کسی قسم کی کوئی منافقت نہیں ہے۔ ہم جتنا کام بھی کر رہے ہیں، اپنی قبر و آخرت سنوارنے کے لئے کر رہے ہیں اور اس مسئلے پر ہم مار کھا چکے ہیں۔ مار کھانا آسان بات نہیں۔ اپنی زبان سے کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے پولیس ننگا گھر سے پکڑ کر لے گئی۔ صرف ایک چادر بنیان میں، کیا کوئی آدمی نہیں چاہتا کہ وہ عزت کی زندگی گزارے، نہ چور، نہ ڈاکو، نہ اُچکا، نہ بدمعاش، نہ سمگلر، کچھ بھی نہیں رات کے دو بجے پولیس گھر میں داخل ہو کر بغیر خبر کے اور رات کے دو بجے پولیس کا بغیر خبر کے داخل ہونا اس سے بڑھ کر بے عزتی اور کونسی ہو سکتی ہے اور پھر اس حالت میں کہ ایک بنیان اور چادر کے ساتھ اور ڈاڑھی سے پکڑ کر گھر سے گھسیٹتے ہوئے اور گلی میں گھسیٹ کر لے جانا اس سے زیادہ بے عزتی اور کون سی ہو سکتی ہے۔ پھر جیل میں مجھے ننگا کر کے مارا گیا اور الٹا لٹکا کر مارا گیا اور پھر بھی اللہ کے فضل سے میں اپنے موقف پر کھڑا ہوں اور میرے موقف میں ذرا بھی لچک نہیں آئی اور میں کہتا ہوں کہ شیعہ، قادیانی، سکھ، ہندو سے بڑا کافر ہے۔

یہی چند باتیں میں نے آپ سے کہنا تھیں۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ ان کو اپنے دلوں میں جگہ دیں گے اور مزید ہمارے ساتھ قوت بن کر چلیں گے۔ اور انشاء اللہ ایک نہ ایک دن ہم منزل پر پہنچ جائیں گے۔ ہماری زندگیوں میں یہ منزل نہ آئے بالفرض، جیسے امیر شریعت حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے دور میں قادیانیت کی منزل نہیں آئی اور حضرت کی وفات کے بعد یہ منزل آئی تو ایک نہ ایک دن یہ منزل بھی ضرور آئے گی چاہے ہماری زندگیوں میں آئے یا بعد میں آئے، انشاء اللہ آئے گی ضرور۔ اس لئے کہ مسئلے کے لحاظ سے شیعہ کے کفر میں کوئی خلجان نہیں ہے۔ اللہ رب العزت مجھے اور آپ کو نیک نیتی کے ساتھ کام کی توفیق بخشے۔ (آمین ثم آمین)

ہاں بات ختم کر رہا ہوں لیکن ایک بات ذہن میں آ گئی ہماری جماعت کا جو صدر ہے شیخ حاکم علی جو اَب جیل میں ہے تو اس کو خواب میں سیدہ عائشہؓ نے اپنے ہاتھوں سے پانی پلایا اس پر وہ آمادہ ہوا کہ یہ کام ساری عمر کروں گا۔ مجھے اس نے بیان کیا۔ انتہائی مبارک خواب تھا حالانکہ وہ دوکاندار ہے اور اس کی دکان تباہ ہو گئی ہے۔ سال ہو گیا ہے اسے جیل میں گئے ہوئے۔ لیکن الحمدللہ وہ اپنے موقف پر ڈٹا ہوا ہے۔ جو حالات ہمارے سامنے ہیں۔ بڑے مبارک ہیں اور یقیناً ہم سمجھتے ہیں کہ اس راستے سے ہمیں جنت ملے گی اور انشاء اللہ ضرور ملے گی۔ ہر آدمی کوشش کرتا ہے کہ عذاب

الٰہی سے چھٹکارا حاصل کر لے۔ گناہ ہر انسان سے ہوتے ہیں۔ کوشش یہی ہے کہ قیامت کے دن ہم اللہ کے غضب سے بچ جائیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے زبان بھی دی ہے جوانی بھی دی ہے۔ معلومات بھی فراہم کی ہیں اور اصحاب رسولؐ پر تبرا بازی بھی ہوتی ہو اور ہم اس کے لئے کوئی کارروائی نہ کریں تو میں سمجھتا ہوں پھر قیامت کے دن چھٹکارا مشکل ہوگا کہ ہم کر سکتے تھے اور کچھ نہ کیا۔ اس لئے میری آپ سے امید ہے کہ آپ اپنی جوانی کو کام میں لائیں گے اور نظم وضبط کے ساتھ اس کام کو سنبھالیں گے اور دن رات کوشش کر کے اسے زیادہ سے زیادہ منظم کریں گے، میں انہی الفاظ پر اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں۔ (والسلام)

اس بیان میں مولانا حق نواز شہیدؒ نے سپاہ صحابہؓ کے اغراض ومقاصد باحسن انداز بیان کئے اور یہ واضح کیا کہ سپاہ صحابہؓ کیا کرنا چاہتی ہے؟ آج بھی جماعت کی قیادت اسی انداز کو لے کر آگے چل رہی ہے۔ ہماری ٹکر شیعی کفر سے ہے، اور اس کفر کے بے نقاب کرنے کے جو طریقے شہید قائد نے بتائے، وہ جماعت کی زندگی اور بقاء کی ضمانت ہیں۔



باب ۷

حق نواز شہیدؒ آزمائشوں کے جال میں

ایک اک آیتِ قرآں سے محبت کرنا جان پر کھیل کر اظہار صداقت کرنا
جھنگ والے نے بتایا بہ زبانِ جرأت زندگی کیا ہے، تمنائے شہادت کرنا
اس نے جو لفظ سرِ سینۂ صحرا لکھا مٹ سکے گا نہ ہواؤں سے کچھ ایسا لکھا
اس نے ایماں کی چمکتی ہوئی پیشانی پر خون سے اپنے صحابہؓ کا قصیدہ لکھا

امیر عزیمتؒ کا خطاب

تنظیم کے ایک بزرگ اور معزز رکن اکرام الحق صاحب نے مولانا حق نواز کو ''امیر عزیمت'' کا لقب دیا اور پھر مولانا حق نواز شہیدؒ کو ہاؤس نے اس وقت متفقہ طور پر امیر عزیمت کا خطاب دیا، جس وقت شیعہ مظالم اور حکمرانوں کی طرف سے چلائی جانے والی ظلم کی چکیوں میں پس پس کر پھر اٹھتے اور اپنا موقف وہاں سے بیان کرتے جہاں سے چھوڑتے تھے۔ مولانا کی آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے حوادث کے طوفان آئے۔ آندھیاں چلیں، لیکن مولانا کے پایہ استقلال میں ذرا سی جنبش یا حرکت نہیں آئی۔ بلکہ آندھیوں کے طوفان دیکھ کر مسکرا دیتے۔ آپ نے احقاق حق اور ابطالِ باطل کی وجہ سے آنے والی تکلیفوں کو بسر و چشم قبول کر کے اپنے اکابر کی تاریخ میں ایک سنہری باب کا اضافہ کیا۔ آپ کی جرأت و بہادری، استقلال و عزیمت کی داستانوں کو آبِ زر سے لکھا جائے تو بھی کم ہے، آپ نے اپنی جان پر کھیل کر ایمان کی پیشانی پر صحابہؓ کا قصیدہ رقم کیا اور ثابت کر کے دکھایا کہ جو مومن ہوگا اس کے قلب و جگر میں صحابہؓ کی محبت ضرور ہوگی۔

مقدمات ونظر بندیاں

پا بہ زنجیر کرو یا دار پہ لٹکا دو
میں نے ہر دور کے آمر سے بغاوت کی ہے

مولانا حق نواز شہیدؒ نے سپاہ صحابہؓ کی بنیاد رکھی تو اس کے بعد مصائب کے گرداب میں مبتلا ہوئے۔آپ تمام آلائشوں کو خندہ پیشانی سے سہتے تھے، پورے ملک میں ۱۶ایم پی او، دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی دیگر سنگین دفعات کا ایک پورا جال ملک میں پھیلا دیا گیا تھا۔گرفتاریاں ،نظر بندیاں، زبان بندیاں ایک معمول بن گیا تھا، ایک وقت میں مقدمات کا شمار سو سے متجاوز ہو چکا تھا۔ یہ نہیں کہ مولانا ایک خطرناک یا ملک دشمن آدمی تھے، بلکہ مولانا کو شیعی کفر کے خلاف آواز بلند کرنے کے جرم میں اتنے مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور بے شمار مقدمات ایسے ہوتے تھے جو بالکل بے سروپا ہوتے تھے،لیکن سرکار ایران کی خوشنودی اور رضا کے حصول کے لئے صحابہ کرامؓ کے اس دیوانے کو پریشان کرتی اور ان پر تشدد کر کے انہیں سچے مشن کی تکمیل کی طرف بڑھنے سے روکتی تھی مگر حق کا شیدائی اپنے سچے مشن کی آواز لگانے سے باز نہ آیا۔

لیہ کا سانحہ فاجعہ

۱۳جون ۱۹۸۷ء کا سانحہ لیہ مولانا حق نواز صاحبؒ کی زندگی کا ایک عظیم سانحہ تھا۔جمن شاہ ضلع لیہ کے جامعہ رحمانیہ کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد میں مولانا شہید نے اپنے مخصوص انداز میں خطاب کیا۔جلسہ اختتام پذیر ہوا، لیہ کی نااہل اور عقل کی اندھی انتظامیہ نے بلا جواز رات کی تاریکی میں چھاپے مارنے شروع کر دیئے اور گرفتاریاں بھی کیں۔ مولانا حق نواز صاحب اور ان کے ڈرائیور محمد مقبول صاحب سپاہ صحابہؓ لیہ کے مولانا عبدالصمد آزاد صاحب اور سابقہ صدر سپاہ صحابہؓ قاری محمد منور صاحب سمیت کافی تعداد میں سپاہ صحابہؓ کے رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ مولانا حق نواز صاحب، مولانا عبدالصمد آزاد صاحبؒ اور قاری منور صاحب کو ملتان جیل میں پس دیوار زنداں کر دیا گیا۔ سپاہ صحابہؓ کے مرکزی صدر شیخ حاکم علی، سیکرٹری محمد یوسف مجاہد اور صوبائی کنوینر مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ نے لیہ کی ضلعی انتظامیہ کو ایک ہفتہ کا نوٹس بھیج دیا اور انتظامیہ کو حالات کی سنگینی کا

احساس دلایا۔ نا اہل انتظامیہ نے کوئی مثبت کارروائی نہ کی۔ جون ۱۹۸۷ء کو سپاہ صحابہؓ کی اپیل پر ایک بہت بڑا پرامن جلوس لیہ کی طرف مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی قیادت میں روانہ ہوا۔

راستہ میں چوبارہ کے مقام پر جلوس روکے جانے کی وجہ سے مشتعل ہجوم نے اسسٹنٹ کمشنر تحصیل چوبارہ کو اغوا کر لیا۔ تب ضلعی انتظامیہ لیہ کو حالات کی سنگینی کا احساس ہوا اور انہوں نے اپنے اے سی کے بدلے مولانا حق نواز کو فوراً رہا کرنے کا وعدہ کیا۔ یہ پرامن جلوس لیہ سے واپس جھنگ جا رہا تھا کہ چند شیعہ پولیس افسران نے چوک اعظم اور چوبارہ کے درمیان جلوس کو گھیرے میں لے کر جلوس پر انتہائی ظالمانہ طریقہ سے اندھا دھند فائرنگ کر کے تین افراد ضیاء الرحمٰن ساجد (فیصل آباد) محمد بخش (کبیر والہ) اور صوفی عبدالغفار آف عبدالحکیم کو موقع پر شہید کر دیا۔ اس ظلم و بربریت پر کراچی سے خیبر تک زبردست احتجاج ہوا۔

سپاہ صحابہؓ نے لیہ کی نا اہل انتظامیہ کے خلاف قانون کے دروازہ پر دستک دی، ڈی سی لیہ اور ضلعی انتظامیہ کو سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ انتظامیہ سپاہ صحابہؓ کے سامنے بے بس ہو گئی تھی، مولانا حق نوازؒ، مولانا عبدالصمد آزادؒ، مولانا منور صاحب کی رہائی کا فیصلہ سنا دیا گیا۔

ملتان کی ضلعی انتظامیہ اپنی نگرانی میں گاڑیوں کے ایک طویل جلوس کی شکل میں اپنی ضلعی حدود تک پہنچا کر گئی، مولانا حق نواز صاحب کو ملتان جیل سے مورخہ ۱۲۷ گست ۱۹۸۷ء کو رات ۸ بجے رہا کیا گیا تھا، راستہ میں جگہ جگہ کارکن استقبال کے لئے موجود تھے۔ مولانا کو جگہ جگہ کارکنوں سے ملنا پڑا۔ ۸ بجے رہائی ہوئی رات ۲ بجے جھنگ پہنچے۔ سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں اور رضا کاروں کا جذبۂ عقیدت اُس وقت قابل رشک اور قابل دید تھا، جب انہوں نے اپنے محبوب قائد مولانا حق نوازؒ کی کار اپنے کندھوں پر اٹھا لی۔

ضیاء الرحمٰنؒ کی شہادت

ضیاء الرحمٰن ساجد مولانا منظور احمد صاحب (فیصل آباد) کے صاحبزادے تھے۔ آپ نوعمر اور نوجوان تھے۔ لیہ پولیس کے ایک بدقماش شیعہ افسر نے کہا کہ اگر ہماری گولی سے بچنا چاہتا ہے تو

صحابہؓ پر تبرا پڑھ، لیکن ضیاء الرحمٰن ساجد نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا، اور ''حُبِ صحابہؓ رحمت ہے، بغضِ صحابہ لعنت اللہ'' کا ورد شروع کر دیا۔ شان صدیق زندہ باد، شان فاروق زندہ باد کا فلک شگاف نعرہ لگایا۔ بدبخت پولیس والے نے فائر کر کے عاشقِ صحابہؓ کو شہادت کی ابدی نیند سلا دیا۔

سفاک پولیس

لیہ کی سفاک پولیس نے ضیاء الرحمٰن ساجد کو بغیر نہلائے ایک چادر میں دفن کر دیا۔ مجاہد ختم نبوت، مولانا اشرف ہمدانی نے فیصل آباد انتظامیہ سے مل کر لیہ کی انتظامیہ سے ساجد شہید کی لاش وصول کی۔ علماء کرامؒ بتاتے ہیں کہ بڑی بے دردی سے ساجد کو مارا گیا اور پھر دفنا دیا گیا۔ لیہ سے میت کو لا کر سمن آباد (فیصل آباد) میں رات کے وقت جنازہ پڑھا گیا۔ تیس ہزار کے مجمع کی موجودگی میں ضیاء الرحمٰن ساجد کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی کو اس اندوہناک واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ بہت اندوہگیں ہوئے اور مولانا محمد اشرف ہمدانی کو ان کی کاوش پر شکریہ کا مستحق ٹھہرایا اور ساتھ یہ بھی دعا دی کہ کاش سارے ہی مولوی حسد و عناد کی دلدل سے نکل کر اس طرح کام کرنے والے بن جائیں۔

محمد بخش شہیدؒ

محمد بخش شہید کی عمر ۵۰ سال تھی، آپ کبیر والہ ضلع خانیوال کے ایک غریب مزدور تھے۔ سپاہ صحابہؓ سے والہانہ لگاؤ تھا۔ اصحاب رسولؐ سے گہرا عشق تھا، شیعہ تھانیدار کی سفاکی اور ظلم سے سر من لیہ میں آپ کو شہید کیا گیا اور بے غسل و کفن لیہ انتظامیہ نے گڑھے میں ڈال دیا۔ سپاہ صحابہؓ نے بسیار تلاش و جستجو کی لیکن کوئی سراغ نہ ملا کہ انتظامیہ نے انہیں کہاں چھوڑا؟

صوفی عبدالغفار شہیدؒ

صوفی عبدالغفار شہیدؒ ۴۰ سالہ سپاہ صحابہؓ کے فعال اور سرگرم کارکن تھے، ناموسِ صحابہؓ کے لئے جان قربان کرنے کی خواہش لے کر کیکے وتنہالیہ کی جانب روانہ ہوئے۔ واپسی پر جلوس میں

شمولیت کر لی، شیعہ پولیس والے نے بے دردی کے ساتھ انہیں شہید کر دیا اور سرزمین لیہ میں نا معلوم جگہ پولیس نے بے گور و کفن آپ کو دفن کر دیا، ان تینوں حضرات کو ۱۹ رجون ۱۹۸۷ء کو شہید کیا گیا۔

شیعہ کی ظالمانہ کاروائی

لیہ کے سانحہ میں شیعہ اور پولیس نے مل کر جارحیت، چنگیزیت، اور سفاکیت کی ناقابل بیان داستانیں رقم کیں، اس سانحہ جانکاہ میں تین سنیوں کے خون کو ارزاں سمجھ کر بہادیا گیا۔ ۱۰۰ کے لگ بھگ سنی مسلمان زخمی ہوئے۔ ۱۰۰ نوجوانوں پر جھوٹے مقدمات بنا دیئے گئے۔ گرفتار ہونے والوں پر بے پناہ تشدد کیا گیا۔ ان کو الف ننگا لٹکایا گیا، پانی مانگنے پر انہیں کہا گیا کہ تم پیشاب پیو، تین نوجوانوں کو شہید کیا، پولیس نے رات کی تاریکی میں گڑھے کھود کر بے گور و کفن بغیر جنازہ پڑھائے دفن کر دیا، قبروں کی لمبائی چوڑائی کا خیال نہیں رکھا گیا۔ شہداء کے ورثاء کو کفن دفن کی اطلاع تک نہیں دی گئی، لیہ میں داخل ہونے والوں سے بدسلوکی کی گئی، کسی داڑھی والے کو لیہ کی حدود میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔

علماء کا ردعمل

لیہ کی دلسوز داستان، مولانا حق نواز کی گرفتاری اور ۳ کارکنوں کی شہادت کے بعد مولانا خواجہ خان محمد صاحب کے ایماء پر مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے دفتر میں ۱۱ رجولائی ۱۹۸۷ء کو تمام دیوبندی علماء کی جماعتوں کا اجلاس بلایا گیا تاکہ اس بربریت و سفاکیت کے خلاف مشترکہ جدوجہد کی جاسکے۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے میزبانی کے فرائض سرانجام دیئے۔

دینی تنظیمیں

ملک بھر سے علماء کرام نے پورے جوش و جذبہ کے ساتھ اس اجلاس میں شرکت کی۔ جن جماعتوں نے شرکت کی ان میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ، جمعیت علماء اسلام درخواستی گروپ، تنظیم اہلسنت پاکستان، مجلس تحفظ حقوق اہلسنت، مجلس علماء

اہلسنت، سواد اعظم اہلسنت، سپاہ صحابہؓ پاکستان، مجلس علماء اسلام، شبانِ اہلسنت پاکستان، تحریک احیائے سنت، سنی مجلس عمل ڈیرہ اسماعیل خان، مجلس خدام صحابہؓ ملتان، انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی فیصل آباد، انٹرنیشنل خدام الدین شامل تھیں۔ اس مشترکہ اجلاس میں حضرت مولانا خان محمد صاحب کا تحریر کردہ خطبۂ صدارت تقسیم ہوا جس میں سانحہ لیہ کے چیدہ چیدہ واقعات کا ذکر تھا اور علماء کرام کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا گیا۔ یہ جہد و کاوش کسی فرد واحد کا کام نہیں بلکہ سب کو مل کر کرنی ہو گی۔ مولانا حق نواز اور ان کے ساتھیوں پر تشدد ایک دلسوز المیے سے کم نہیں ہے۔

علماء کرام

۱۱ر جولائی کے اجلاس میں شرکت کرنے والے علماء کرام کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔ مولانا خان محمد، مولانا عبدالشکور دین پوری، مولانا محمد حنیف جالندھری خیر المدارس ملتان، مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی، مولانا سلیمان طارق، مولانا منظور الحق، قاری حماد اللہ، مولانا عبد الخالق، مولانا عبدالقدوس، مولانا عبدالرؤف، مولانا سیف اللہ خالد، منیر احمد فاروقی، مولانا فیض احمد، مولانا عبدالغنی، مولانا محمد یوسف، مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا کرم الٰہی فاروقی، مولانا عبداللہ جھکڑ، مولانا رشید احمد لدھیانوی، مولانا مفتی محی الدین، مولانا عبدالحئی جام پوری، مولانا عبدالمجید ندیم شاہ، مولانا اسفند یار، مولانا محمد حسین حیدری، جناب محمد شکیل خان، مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی، مولانا محمد حسین، حافظ سلطان احمد پروفیسر دلاور حسین، مولانا محمد حسین حیدری، جناب محمد شکیل خان، مولانا غلام سرور شاکر، مولانا خدا بخش، مولانا سلطان محمود ضیاء، مولانا عزیز احمد، محمد سعید خان راولپنڈی، صاحبزادہ خلیل احمد کندیاں، صاحبزادہ محمد عابد کندیاں، ابو معاویہ احمد، ابو رشید غلام کبریا، مولانا عزیز الرحمٰن، مولانا عزیز الرحمٰن اشرف المدارس، مولانا اسلم نیازی، مولانا محمد اشرف، مولانا بشیر احمد خاکی شور کورٹ، مولانا حبیب اکرم، مولانا غلام حسین، مولانا ولی محمد، مولانا سید صادق، محمد اشرف، مولانا بشیر احمد خاکی شورکوٹ، مولانا محمد اکرم، مولانا محمد غلام حسین، مولانا ولی محمد، مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب شہیدؒ، مولانا اللہ وسایا، مولانا سید منظور شاہ، مولانا کفیل بخاری، جناب ریاض الحسن گنگوہی، مولانا محمد اجمل قادری، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا ایثار القاسمی

شہیدؒ، مولانا غلام قادر، قاری عبدالغفار۔

مولانا حق نواز کی رہائی، سانحہ لیہ کے دلدوز واقعات، شیعہ کی بڑھتی ہوئی جارحیت او اہلسنت کی طویل مہر خاموشی کے خاتمہ۔ کے لئے یہ اجلاس خاصی اہمیت کا حامل تھا، جس میں ملک بھ کی نمائندہ جماعتوں نے شرکت کی، اس اجلاس میں مولانا حق نواز کی غیر مشروط رہائی، کارکنان سے جھوٹے مقدمات کے خاتمے اور ملک میں بڑھتی ہوئی لاقانونیت کو ختم کرنے کی اپیل تھی۔

لیہ کی دلدوز کہانی پریس کی زبانی

سانحہ لیہ پر قومی اخبارات نے جو رپورٹنگ کی اس کو من وعن نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف جلی سرخیاں ملاحظہ فرمائیں۔ روزنامہ نوائے وقت ملتان کی سرخی یہ ہے کہ ''لیہ کے واقعات سے متعلق ملتان میں گیر کنونشن منعقد کیا جائے گا۔ لیہ کے واقعات کی ہائی کورٹ کے جج سے تحقیقات کرائی جائے''۔ مولانا ضیاء القاسمی کا مطالبہ (۲۹ر جون ۱۹۸۷ء) ''انجمن سپاہ صحابہؓ کے ۳ کارکنو کے قتل کے الزام میں سرکاری اہل کاروں کے خلاف مقدمہ درج کیا جائے، لیہ کے واقعات کے بع گرفتار کئے جانے والے تمام افراد کو رہا کیا جائے، ملتان میں سنی ایکشن کمیٹی اور انجمن سپاہ صحابہؓ نے احتجاجی جلسے کی قراردادیں (نوائے وقت ملتان ۱۲ جولائی ۱۹۸۷ء) ہائی کورٹ نے انجمن سپاہ صح کے لیڈروں کی نظر بندی سے متعلق ریکارڈ طلب کر لیا (۱۲ جولائی ۱۹۸۷ء) مولانا حق نواز جھنگو کے لئے ملک گیر تحریک چلائی جائے، لیہ کے واقعہ کی تحقیقات ہائی کورٹ کے جج سے کرائی جائے سنی ڈیفنس کمیٹی کی پریس کانفرنس (۲۹ جون ۱۹۸۷ سنگ میل ملتان) اور یہی مطالبہ روزنامہ آفت ملتان کی شہ سرخی بنا، مولانا سلیمان طارق مرحوم کا بیان روزنامہ سنگ میل میں اس طرح شائع ہو ''لیہ میں پولیس کی وحشیانہ فائرنگ کی تحقیقات کرائی جائیں۔''

جمعیت کی ۵ رکنی کمیٹی

جمعیت علماء اسلام نے سپاہ صحابہؓ پاکستان کے کارکنوں کے ساتھ ہونے والی ناقا فراموش زیادتی کے واقعہ سے حقائق معلوم کرنے کے لئے ۵ رکنی کمیٹی قائم کی۔ سروے کرنے کے بعد جمعیت نے رپورٹ مجلس علماء کے سامنے پیش کی، رپورٹ میں کہا گیا کہ لیہ میں سپاہ صحابہؓ

کارکنوں کو پولیس نے گھیرے میں لے لیا اور انہیں ہتھیار پھینکنے کا کہا، آنسو گیس کے گولے پھینکے اور بعدازاں گرے ہوئے لوگوں پر فائرنگ کی، جن میں سے تین افراد شہید ہو گئے۔ داڑھی والے شخص کو بہت تشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا، اس رپورٹ میں کہا گیا کہ اگر مولانا حق نواز کی نظر بندی ختم نہ کی گئی تو جمعیت ملک گیر کنونشن بلائے گی۔ (روزنامہ جنگ لاہور جولائی ۱۹۸۷ء)

ایک گمراہ کن الزام

حضرت مولانا حق نوازؒ کی پوری جدوجہد، تحریک اور کوشش پر پانی پھیرنے والا گمراہ کن الزام جو لگایا جاتا ہے، وہ یہ ہے، حق چار یارؓ جنتری کے مؤلف مولوی عبدالحق خان بشیر نے ایک سنی سنائی بات حق چار یارؓ جنتری میں گھسیڑ کر مولانا حق نواز کی شخصیت کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مؤلف مولوی عبدالحق بشیر صاحب لکھتے ہیں ”انجمن کی جذباتی پالیسی ہی کا نتیجہ تھا کہ مخالفین صحابہؓ نے مولانا جھنگوی کو مقدمہ قتل میں پھنسا کر گرفتار کرا دیا، مولانا کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا، حتیٰ کہ مولانا فضل الرحمٰن کی ذاتی دلچسپیوں اور کوششوں کی بنا پر مولانا کی رہائی کے لئے اتفاقی معاہدہ طے پایا۔ اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں آئندہ شیعہ کو کافر نہیں کہوں گا، اس پر مولانا کے دستخط ہوئے، اس کی تفصیلات انوار مدینہ بھکر میں شائع ہو چکی ہیں۔ (حق چار یارؓ جنتری سال ۱۹۹۰ء ص ۱۳۷)

اصل حقیقت

مولوی عبدالحق صاحب نے انوار مدینہ سے خدا جانے بات کیسے نقل کر دی، اس افواہ کی تردید بھی ہو چکی تھی، اس کے بعد جنتری میں یہ بات اور من گھڑت خبر شائع کرنا مناسب نہ تھا۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں ”روزنامہ نوائے وقت ملتان“ میں وضاحتی بیان یہ شائع ہوا تھا، ”سنی ڈیفنس کمیٹی پاکستان کے سربراہ مولانا ضیاء القاسمی، انجمن سپاہ صحابہؓ کے صدر شیخ حاکم علی مرکزی رہنما مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا ایثار قاسمی نے ایک مشترکہ بیان میں اس بات کی سختی سے تردید کی ہے کہ ضلع کی انتظامیہ اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے درمیان معاہدہ طے پا گیا ہے، انہوں نے مزید کہا کہ ضلعی انتظامیہ نے شیخ محمد یوسف کو انجمن سپاہ صحابہؓ کا نمائندہ ظاہر کر کے کوئی نام نہاد معاہدہ کیا ہو گا، جس کا

تعلق انجمن سے نہیں ہے۔انہوں نے کہا کہ اس قسم کا معاہدہ کرنا ان افراد کے ساتھ غداری کرنے کے مترادف ہے، جنہوں نے ناموس صحابہؓ پر اپنی زندگیاں قربان کر دی ہیں انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ لیہ کے واقعات میں ملوث سرکار کے خلاف قتل عمد کے تحت مقدمہ درج کیا جائے، تحقیقات کے لئے، عدالت کا جج مقرر کیا جائے۔(۳۰ جون ۱۹۸۷ء روزنامہ نوائے وقت ملتان)

۲۔ مولوی عبدالحق صاحب کو اس پر تعجب نہ ہونا چاہئے۔دشمنانِ اسلام نے ہر دور میں اہل حق کے ساتھ دشمنی کا سلوک روا رکھا ہے، مولانا حق نوازؒ کے ساتھ اگر انہوں نے ایسا کیا تو باعث تعجب نہیں، اس کا سارا کریڈٹ مولانا حق نوازؒ کو جاتا ہے، جوان آندھیوں میں بھی مسکرا کر صحابہ کرامؓ کا دفاع کرتے رہے۔

۳۔ ماہنامہ انوار مدینہ بھکر کو اپنا ریکارڈ درست کر لینا چاہئے، مرکزی قائدین کی وضاحت کے باوجود رسالہ میں خبر کو چھاپ دینا مناسب نہیں ہے، اس سے دشمن کو فائدہ ہوگا، یا پھر انوار مدینہ والوں کو اس تردیدی بیان کی خبر نہ ہوگی، اس لئے انہوں نے تصویر کا ایک رخ دکھا کر مولانا حق نوازؒ کی ساری عمر کی محنت پر پانی پھیرنے کا ارادہ کیا، اگر مولانا کے بارے میں یہ معاہدہ سچ ہوتا تو مولانا کسی موڑ پر اس کی توضیح ضرور کرتے، حالانکہ مولانا نے کبھی اس کا ذکر تک نہیں کیا، حق چار یار بجنتری اور انوار مدینہ دونوں کا الزام بے بنیاد اور غلط ہے۔

حکمرانوں کی رکاوٹیں

مولانا حق نوازؒ پر اہل تشیع اور شیعہ نواز پولیس والوں کی طرف سے جو ظلم ہوتا تھا، وہ عیاں راچہ بیان کا مصداق ہے، خود پنجاب حکومت بھی دھینگا مشتی سے کام لیتی رہی، جب حکومت کو علم ہو جاتا۔فلاں مسجد میں مولانا کا جلسہ ہے، دو دن پہلے اعلان کر دیا جاتا کہ فلاں علاقہ میں دفعہ ۱۴۴ ہے۔ فلاں جگہ مولانا کے داخلے پر پابندی ہے، اور پھر کئی مقامات پر حکومت رکاوٹ بنی رہی، مولانا حق نوازؒ ڈپٹی کمشنروں، اے سیوں، اور پولیس افسروں کو کہا کرتے تھے کہ صحابہؓ میرے لئے بھی مقدس ہیں اور تمہارے لئے بھی، عائشہ میری بھی ماں ہے تمہاری بھی راستہ کیوں روکتے ہو؟ داخلہ بند یاں کیوں کرتے ہو؟ ظلم کیوں کرتے ہو؟

چیچہ وطنی کا دلچسپ واقعہ

چیچہ وطنی کے اہل سنت نے مولانا حق نوازؒ کا پروگرام رکھا، مولانا حق نوازؒ کی آمد کے پوسٹر لگ گئے، انتظامیہ کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی، مولانا پر پابندی عائد کر دی گئی، رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں، جب مولانا حق نوازؒ اپنے رفقاء کیساتھ شہر کی حدود میں پہنچے تو ایک پولیس والے نے کہا تم میں مولانا حق نواز کون ہے؟ مولانا آگے ہوئے اور فرمانے لگے جی میرا نام حق نواز ہے، وہ کہنے لگا، آپ پر پابندی ہے، مولانا نے پابندی کے کاغذات طلب کئے، اور فرمایا ایک کاغذ پر دستخط کروا کر اپنے پاس رکھیں اور دوسرا مجھے دے دیں، پولیس کی مت ماری گئی، پولیس اہلکار کہنے لگا، جو کاغذ آپ کو دینا تھا وہ ساتھ لانا بھول گیا ہوں، مولانا فرمانے لگے آپ قانون کے محافظ ہیں، آپ ہم پر قانون لاگو کرتے ہیں اور خود قانون سے بالاتر، مولانا نے اس قانون کے محافظ کی خوب درگت بنائی اور اسے احساس دلایا کہ تمہاری ذمہ داری کیا ہے؟ خیر مولانا حق نواز وہاں سے واپس چلے گئے، اور جھاڑیاں اور ریتیلے میدان عبور کر کے گمنام راستوں سے جلسہ گاہ میں پہنچے، چونکہ آپ وہاں کے احباب سے وعدہ کر چکے تھے، آپ اپنے وعدہ کے مطابق چیچہ وطنی پہنچ گئے، وہاں خطاب کیا، شیعیت کو بے نقاب کیا، اور حقائق سے پردہ اٹھایا، پولیس حیران ہوگئی کہ حق نواز صاحب تو یہاں سے واپس چلے گئے، جلسہ گاہ میں کیسے پہنچے اور پابندی کے باوجود تقریر کیسے کر دی؟ انہوں نے اپنا گناہ چھپانے کے لئے مولانا حق نواز پر مقدمہ کر دیا۔

اپنوں کی ستم کاری

مولانا حق نواز شہیدؒ کو احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور کے اہل سنت نے جلسہ کے لئے دعوت دی، انتظامیہ نے مولانا پر پابندی لگا دی، پولیس نے ہر طرف ناکہ بندی کر دی، مولانا حق نواز نے دانشمندی کا مظاہرہ کیا، حکمت عملی کے تحت ایک عام آدمی کے ساتھ ذرا حلیہ تبدیل کر کے جلسہ گاہ میں پہنچ گئے، پولیس کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی، مولانا نے وہاں پہنچ کر تقریر شروع کر دی، دوران تقریر ہر طرف نعرے لگنے شروع ہو گئے، ''طلاق ہوگئی'' ''طلاق ہوگئی'' مولانا نے ایک لمحہ سکوت کیا، فرمانے لگے کیا مطلب؟ سامعین نے بتلایا کہ ایک مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ اگر

حق نواز آ گیا، تو میری بیوی کو طلاق، تو لوگوں کو علم تھا، اس لئے یہ نعرہ بازی کی۔ مولانا نے تبسم فرمایا اور نعرے لگانے والوں کو سختی سے روک دیا، کہ وہ اس طرح کے نعرے نہ لگائیں، میں معاف کرتا ہوں۔ اب یہاں اپنوں نے بھی ستم کیا اور پولیس نے بھی، پولیس نے ناکہ بندی کر کے مولانا کو پریشان کیا، اور مولوی نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر پریشان کیا۔ معاصرین کا یہ حسد خدا جانے کب تک چلتا رہے گا، جس نے مولانا سے حسد کیا اس کا کیا بنا؟ مولانا تو عزت کی بلندیوں پہ پہنچ گئے، مولوی صاحب کو سوائے عاقبت خراب کرنے کے کیا ملا؟

حاسدین کا حسد

راقم الحروف نے طالب علمی کے زمانہ میں دیکھا، جب جامعہ حنفیہ جہلم میں زیر تعلیم تھا، شیعہ نے ملک میں نفاذ فقہ جعفریہ کی مہم چلائی اور سابق وزیر اعظم محمد خان جونیجو صاحب سے مذکرات کیے۔ اہل سنت والجماعت کی مختلف تنظیموں نے مولانا عبدالستار تونسوی کی قیادت میں متحدہ سنی محاذ بنایا۔ ۱۹۸۵ء کی بات ہے، مولانا حق نواز صاحبؒ نے جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ پر متحدہ سنی محاذ کے جلسہ میں خطاب کیا، سنی متحدہ محاذ کے مقابلہ میں مولانا عبدالمجید ندیم صاحب نے سنی مجلس عمل بنائی ہوئی تھی۔ جہاں سنی محاذ کا جلسہ ہوتا تھا، ساتھ ہی کسی دوسری جگہ سنی مجلس عمل کا جلسہ بھی ہوتا تھا۔ خدا جانے تونسوی صاحب اور ندیم صاحب میں کچھ اختلاف تھا، یا کیا وجہ تھی؟ بہر حال تونسوی صاحب کے ساتھ تو بڑے بڑے مخلص علماء تھے، نیلا گنبد لاہور میں سنی محاذ کا دوسرا جلسہ ہوا، اب ایک دن قبل ندیم صاحب نے جامعہ مدنیہ کریم پارک میں جلسہ کیا، مولانا حق نواز صاحب نے ندیم صاحب کے جلسہ میں شیعہ کے خلاف تقریر کی اور صحابہؓ کی عظمت بیان کی، دوسرے دن نیلا گنبد میں سنی محاذ کا جلسہ تھا۔ اس جلسہ میں علامہ خالد محمود صاحب سٹیج سیکرٹری تھے، جلسہ مسجد کے صحن میں ہورہا تھا، علامہ صاحب نے مولانا جھنگویؒ کو دعوت سخن دی، جھنگوی صاحب نے ایک مخلص کارکن کی طرح جہاں صحابہؓ کی بات ہوتی چلے جاتے تھے، جب مولانا جھنگوی نے مائیک پر الحمدللہ، الحمدللہ دو مرتبہ کہا، تو ایک حاسد نے مولانا کا گریبان پکڑ لیا اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ اس نے رات کو ندیم کے جلسے میں تقریر کی ہے، اس لئے اسے یہاں تقریر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ میں اسے یہاں تقریر

نہیں کرنے دوں گا۔ خدا جانتا ہے، اس وقت جتنا افسوس ہوا، شاید کبھی نہ ہوا کہ نادان احمق لوگ شماتت اعداء کا باعث بنے، اور مزید افسوس ناک بات یہ کہ مولانا کو تقریر کرنے سے روک دیا، ان کا گریبان پکڑ لیا، بڑے علماء کی موجودگی میں یہ برا کام جس نے کیا اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ گریبان پکڑنے والوں اور تقریر سے روکنے والوں پر اسی وقت کپکپی طاری ہوئی کہ ہمیں سپاہ صحابہؓ انتقام کا نشانہ بنائے گی۔ لیکن انہیں علم نہ تھا کہ ہم احمق ہیں تو سپاہ صحابہؓ کے لوگ احمق نہیں، جو اصل مشن سے ہٹ کر ان خر دماغ بے وقوفوں سے ماتھا لگائیں۔ اسی رات مسلم ٹاؤن جامعہ اشرفیہ میں سنی کانفرنس ہونی تھی، بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تحریک خدام اہل سنت کی شرارت ہے، لیکن خدا گواہ ہے میں خود تحریک خدام اہل سنت کا ایک فرد تھا، خدامیوں نے یہ شرارت نہیں کی تھی، مولانا عبداللطیف صاحب جہلمیؒ بذات خود وہاں موجود تھے، جو خدام کے صوبائی امیر تھے، یہ شرارت ایک ہی شخص کی تھی، ساری جماعت کو ملوث کرنا درست نہ ہوگا، بعد نماز عصر جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن کے کمرہ نمبر ۱۹ میں مولانا عبداللطیف صاحب جہلمیؒ کے صاحبزادے قاری خبیب احمد عمر صاحب نے ساری صورتحال سے آگاہ کیا، رات کو مسجد الحسن جامعہ اشرفیہ میں جلسہ ہوا، جس میں علماء نے خطاب کیا، مولانا عطاء المحسن صاحب نے علماء کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کئے ان کی تقریر علماء کرام کے خلاف ہوئی تھی۔

عجیب دلچسپ واقعہ

ترنڈہ محمد پناہ کے قریب کسی پنڈ میں مولانا کی تقریر ہونا تھی، پولیس نے پابندی لگا دی، مولانا حق نوازؒ راستہ بدل کر حسبِ وعدہ جلسہ گاہ میں پہنچے، دن کا جلسہ تھا، مولانا نے خطاب کیا، جلسہ کے اختتام پر لوگ نماز عصر پڑھنے لگے، پولیس کو اب پتہ چلا کہ مولانا کی تقریر ہو چکی ہے، کسی نے بتلایا کہ مولانا نماز عصر پڑھ رہے ہیں، مولانا کو گرفتار کرنے کی غرض سے پولیس بے وضو جوتوں سمیت جماعت میں شامل ہوگئی۔ مولانا کسی گھر میں تھے اور نماز کی تیاری کر رہے تھے۔ کسی نے اطلاع دی کہ پولیس مسجد میں آپ کی گرفتاری کے لئے پہنچ چکی ہے۔ مولانا نے پولیس کے بے وقوفوں کو مزید بگلا کر دیا، اپنی گاڑی پہ سپاہ صحابہ کے دوسرے کارکن بٹھا دیئے، وہ نعرے لگاتے

لگاتے آگے چلے گئے، پولیس نے سمجھا مولانا حق نواز اسی گاڑی میں ہیں، ناکہ کراس کرلیا، پولیس نے وائرلیس کے ذریعہ اگلے مورچہ والوں کو اطلاع دی کہ حق نواز صاحب ہاتھوں سے نکل چکے ہیں، تم انہیں گرفتار کرو۔ مولانا والی گاڑی اگلے ناکہ پر رکی، پولیس کے سپاہی کہنے لگے، مولانا حق نواز باہر آجائیں، انہوں نے پابندی کے باوجود تقریر کی ہے، ہم انہیں گرفتار کرلیں گے۔ رضا کاروں نے کہا کہ جناب وہ تو تمہارے ضلع سے باہر جاچکے ہیں، تمہیں ابھی خبر ملی ہے۔ مولانا کی اس کمال دانشمندی سے حکومت کے اہلکار بھی حیران اور پگلے ہوگئے، اگر مولانا میں دانشمندی نہ ہوتی. تو پنجاب پولیس آپ کو عظمت صحابہؓ بیان کرنے، شیعی جارحیت کے خلاف جدو جہد کرنے کے لئے اپنے گھر سے باہر نہ نکلنے دیتی لیکن مولانا حق نواز نے کمال دانشمندی سے اپنا اصلی مشن مکمل کرنے کے لئے سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ (سبحان اللہ)

حلیہ بدلنا پڑا

مولانا کی زندگی میں ایک وقت وہ آیا، جب پولیس نے مولاناؒ پر شجاع آباد ضلع ملتان میں داخلہ پر پابندی عائد کردی، مولانا حق نوازؒ نے دیہاتیوں کا لباس پہنا، ایک دھوتی کرتہ اور کندھے پر اجرک ڈال کر خراماں خراماں شجاع آباد پہنچے۔ ہر جگہ راستہ میں پولیس نے رکاوٹیں کھڑی کی ہوئی تھیں۔ لیکن حق کا شیدائی، نبی کا فدائی جلسہ میں پہنچنے میں کامیاب ہوگیا، کسی رکاوٹ کی قطعاً پرواہ نہیں کی۔ جلسہ کے بعد پولیس مسجد کے دروازہ پر کھڑی ہوگئی، تاکہ مولانا کو گرفتار کیا جائے، مولانا مسجد کی عقبی جانب سے رسہ لگا کر نیچے اترے، اور پولیس سے روپوش ہوگئے مگر گرفتاری نہ دی۔

پولیس کی حیرانی

مظفر گڑھ میں سپاہ صحابہؓ نے مولانا حق نواز صاحب کو جلسہ میں خطاب کی دعوت دی۔ ایک بار نہیں کئی بار، جب اشتہارات چھپ جاتے، تاریخ متعین ہوجاتی، تو ڈپٹی کمشنر داخلہ بندی کا پروانہ روانہ کردیتا۔ لیکن مولانا حق نوازؒ ان تمام تر پابندیوں کو مداخلت فی الدین سمجھتے تھے، مولانا مظفر گڑھ کیلئے روانہ ہوگئے، اور قریب کی بستی میں ڈیرہ لگالیا، پولیس کو شہر میں مخبری ہوگئی کہ مولانا تو فلاں فلاں بستی میں فلاں کے گھر ٹھہرے ہیں۔ جب پولیس گرفتاری کے لئے اس بستی جا پہنچی تو مولانا

پہلے سے باغ میں سیر کرنے چلے گئے تھے،مولانا نے تدبیر یہی سوچی تھی کہ شاید پولیس کو علم ہو جائے کہ جب پولیس اس بستی کے مکان میں داخل ہوئی تو باقی سب موجود تھے،مولانا حق نواز نہیں تھے،ادھر شہر میں پولیس اور عوام کی آنکھ مچولی ہو رہی تھی،اتنے میں مولانا حق نواز راستہ بدل کر جلسہ گاہ میں پہنچے، جہاں آپ نے جلسہ سے مفصل خطاب کیا۔ بعد میں پولیس نے پرچہ درج کرلیا لیکن گرفتار پھر بھی نہ کر سکی۔

مولانا نے برقعہ کیوں پہنا؟

قصور کے ایک دیہات میں جلسہ ہونا تھا، پولیس نے ضلع قصور میں داخلہ پر پابندی لگا دی، مولانا حق نوازؒ وعدہ کر چکے تھے کہ میں انشاء اللہ آؤں گا۔ اب پولیس نے اس دیہات کے ارد گرد محاصرہ کرلیا اور ناکہ مضبوط کر دیا۔ مولانا حق نواز کو اس بات کو علم ہو گیا، کہ پولیس ان کے تعاقب میں ہے۔ مولانا نے ایک صاحب کے گھر سے برقعہ لیا، برقعہ پہن کر پولیس کے بیچوں بیچ سے نکل گئے، سیدھے اسی حالت میں مسجد میں پہنچے آپ نے تقریر کی، اور بہت عمدہ تقریر کی، پولیس آپ کو گرفتار نہ کر سکی، آپ نے فرمایا کہ میں گرفتاری دوں؟ حق بیان کیا ہے، کوئی جرم تو نہیں کیا۔

مقدمہ قتل

لیہ کے افسوسناک سانحہ کے بعد مولانا کو مدت بعد ملتان جیل سے رہائی ملی تھی، راستہ میں جگہ جگہ سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں نے استقبال کیا، دوسرے دن جمعہ تھا، شہر اور دوسرے علاقوں سے لوگ ایک سمندر کی طرح امنڈ آئے تھے، مولانا حق نواز شہیدؒ نے جمعہ کا بیان شروع کیا، اتنا ہجوم تھا کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی، صفیں بنتی دوسرے محلے تک جا پہنچیں۔ قریب کی مسجد بریلوی مسلک کی تھی، چوک میں کھڑے ہجوم پہ فائرنگ کی گئی، جس کے نتیجہ میں دو آدمی جاں بحق ہو گئے دشمن کی سازش شیعہ کی شرارت غالی بریلوی کی شیعہ نوازی اور بعض عاقبت نا اندیشوں کی بے وقوفی اور دین دشمنی کی بنا پر اس جرم کا ذمہ دار بھی مظلوم حق نواز کو ٹھہرایا گیا۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ پران کے قتل کا مقدمہ بنوایا گیا، شیعہ لونڈے اور جھنگ کے بعض زر پرست بریلوی علماء دونوں مولانا حق نواز کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خائف و ترساں تھے، ایڑی

چوٹی کا زور لگا کر جہاں تک ہو سکا انہوں نے ان دو آدمیوں کے قتل میں مولانا حق نواز صاحب کو قصوروار ٹھہرا کر انہیں اس کیس میں ملوث کر دیا۔ شر پسند دین کی چمکتی پیشانی پر بدنما داغ، زر پرست، ابن الوقت، انگریز کے خود کاشتہ پودوں کی روحانی، دین کے باغی ذریت کے کیس پر جھنگ پولیس نے مقدمہ درج کر لیا۔ رات دو بجے پولیس نے مولانا کے مکان کا مین گیٹ توڑ دیا، پولیس مولانا کے گھر گھس آئی، جہاں مولانا ایک دھوتی اور بنیان میں سو رہے تھے، مولانا کو پولیس اہلکاروں نے مارنا شروع کر دیا، مولانا کو مار مار کر تھک گئے۔ مولانا کو پولیس نے گھسیٹا اور گاڑی میں ڈال دیا۔ پولیس نے راستہ میں بدسلوکی کی، تشدد کیا، اور تھانے میں لے جا کر مولانا پر ظلم کیا، ایسا ظلم کہ جس سے ہلاکو اور چنگیز کی روح بھی شرما گئی ہوگی۔

ایک پولیس والے نے مولانا کو لاتوں اور گھونسوں سے مارا، مولانا کا بازو ٹوٹ گیا، ایک بد قماش نے مولانا کے اندام نہانی پر ضربیں لگائیں، جس سے مولانا بے ہوش ہو گئے، اس بے ہوشی کے عالم میں بھی پولیس والے آپ کو مارتے رہے، تشدد کا نشانہ بناتے رہے، اور شیعہ وڈیرہ شاہی سے داد حاصل کرتے رہے، اگلے ہی دن مولانا کئی ماہ کی سزا ملتان جیل سے کاٹ کر جھنگ پہنچے تھے۔

مولانا مرحوم بے ہوش ہوئے کسی نے پانی تک نہ پلایا، وضو کے لئے پانی نہ ملتا تھا، پینے کے لئے پانی نہ ملتا تھا، جب پانی مانگا تو پولیس والے کہتے تم ہمارا پیشاب پیو، تم شیعہ کو کافر کہتے ہو، تمہیں صحابہؓ سے بڑا پیار ہے، بہت بڑے صحابہؓ کے شیدائی بنے پھرتے ہو۔ اب دیکھا ایسوں کا انجام کیا ہوتا ہے، تم بہت صحابہؓ صحابہؓ کرتے ہو، کہاں ہیں یہ تمہارے ابوبکرؓ، عمرؓ، اب بلاؤ ان کو تمہیں پانی پلائیں تمہیں چھڑائیں۔

میانوالی جیل

مولانا کو مار پیٹ کر براستہ موچیوالہ تھانہ سے میانوالی جیل بھیج دیا گیا، جہاں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، آغا شورش کاشمیری، مفتی کفایت اللہ دھلویؒ، مولانا سعید احمد دھلویؒ، مولانا احمد علی لاہوری کو نظر بند کیا گیا تھا، جہاں سے غازی علم الدین شہیدؒ کا جنازہ اٹھا اور چشم فلک نے اس کا نظارہ کیا تھا، یوں میانوالی جیل پہنچ کر عاشق صحابہؓ نے اپنے اکابر کی تاریخ پھر سے زندہ کی۔ مولانا کو جب

میانوالی جیل کے مین دروازہ سے اندر لے جایا گیا تو مولانا کے جسم پر کپڑا نہ تھا، سر پر ٹوپی نہ تھی۔ مولانا جب جیل میں گئے تو بالکل ننگے تھے، بازو ٹوٹ کر لٹک رہا تھا، جسم پر ضربات کے نشان تھے اور پشت ایسی تھی گویا کسی نے پے درپے چھریوں کے وار کئے ہوں۔

مولانا مرحوم کو میانوالی جیل میں ایک رحمدل پولیس افسر نے جب برہنہ حالت میں دیکھا تو انہیں پہننے اور شرمگاہ چھپانے کے لئے اپنی شلوار دے دی، دوسرے پولیس افسر نے اپنے کپڑوں کا جوڑا دیا، تاکہ اس وقت تک پہنیں جب تک ان کا کوئی پرسان حال نہیں آتا۔ مولانا کو بھوک، پیاس اور طرح طرح کے مصائب وآلام سے دوچار کیا گیا، جس کمرہ میں رکھا گیا وہ کمرہ نہ تھا قبر تھی۔ بول وبراز کی جگہ بھی وہیں اور آرام کی جگہ بھی وہیں۔ آرام خیر کیا کرنا تھا، سارے جسم میں زخموں کے گہرے نشانات تھے، جیسے کسی نے کیل گاڑ کر نکالے ہوں، پشت پر ایک انچ جگہ ایسی نہ تھی جہاں گہرا زخم نہ تھا، جہاں مرہم پٹی نہ کی گئی ہو، زخموں سے خون بہتا رہا، جس سے جیل کا فرش رنگین ہو گیا۔

آپ کے ساتھی

اسی مقدمہ قتل میں تین چار روز بعد سپاہ صحابہؓ کے سیکرٹری جنرل یوسف مجاہد، مرکزی صدر شیخ حاکم علی، ناظم شیخ محمد اشفاق کو گرفتار کر کے میانوالی جیل بھیج دیا گیا، یہ حضرات مولانا حق نواز صاحب کی خوب خدمت کرنے لگے۔ کھانا پکانا اور دیگر امور انہوں نے اپنے ذمہ لے لئے، مولانا کے زخم دھوئے، زخموں پر مرہم پٹی کی، مولانا کی خوب دیکھ بھال کی، کچھ دنوں بعد مولانا حق نوازؒ کے زخم مندمل ہونے لگے، پھر نئے سرے سے صحابہؓ کی عظمت کے ترانے گانے لگ گئے۔

شیعہ لٹریچر جیل میں

مولانا حق نواز مرحوم جب رفتہ رفتہ تندرست ہوتے گئے، تو ایرانی لٹریچر اور شیعہ کے نئے نظریات پر مبنی لٹریچر کا مطالعہ شروع کر دیا، اور خوب اس نظریہ اور موقف کو سمجھا، اس کی خطرناک چالوں کو بھانپ کر رہائی کے بعد پورے دھڑلے اور جوش کے ساتھ جلسہ ہائے عام میں اسے بیان کیا، رہائی کے بعد مولانا میں نئی روح پیدا ہوئی'' اب نئے سرے سے اس کفر کے خلاف محنت کی اور بڑے جوش، جذبے، اور غیرت ایمانی کے ساتھ بلاخوف وخطر شیعہ کا کفر بیان کیا۔

شیعہ ڈپٹی کمشنر

مولانا حق نواز صاحب پر سب سے زیادہ ظلم کرانے میں میانوالی کے شیعہ ڈپٹی کمشنر کا بڑا ہاتھ تھا۔ جس نے شورکوٹ میں صحابہؓ پر تبرا مہم شروع کی مولانا بشیر احمد خاکی کی قیادت میں اہل سنت والجماعت نے بھرے بازار میں اس کے گلے میں جوتوں کا ہار ڈال کر جوتیوں سے اس کی مرمت کی تھی۔ اس بدفطرت کے اشارے پر مولاناؒ پر مصائب و آلام، ظلم، تشدد اور بربریت کے پہاڑ توڑے گئے اور انہیں ایسی اذیتوں سے دوچار کیا گیا، جس سے انسانی دل کانپ جاتے ہیں، دماغوں کی ہنڈیا ابلنے لگتی ہے، دل دھڑکنے لگتا ہے، جسم رعشہ براندام ہو جاتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

رہائی کا پروانہ

مولانا حق نواز کو تشدد کے مراحل سے گزار کر سات آٹھ ماہ بعد ہائی کورٹ کے فیصلہ پر رہائی ملی، آپ کے جماعتی رفقاء اشفاق صاحب کو سیشن کورٹ نے رہا کر دیا تھا، یوسف مجاہد اور شیخ حاکم ضمانت پر رہا ہوئے، مولانا نے اتنے مصائب و آلام برداشت کئے لیکن اپنے مشن پہ ڈٹے رہے اور موقف سے ذرا پیچھے نہ ہٹے۔

آئینِ جواں مرداں گوئی و بیباکی
للہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مزید آزمائش کی ساعات

مولانا حق نواز میانوالی سے رہا ہو کر جب جھنگ پہنچے تو آپ کو پھر بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا گیا، کبھی پیشیاں، کبھی مقدمات کی پیروی اور کبھی کچہریوں کے چکر لگوائے جاتے پیشی بھگتنے کے لئے جاتے تو سارا سارا دن عدالت کے کٹہرے میں گزر جاتا۔ پھر عدالت بحث شروع نہ کرتی، اگلی پیشی کی تاریخ دے دی جاتی۔ اس طرح آپ کو ذہنی اذیت دی جاتی۔ رات کو دور دراز علاقوں میں جلسوں سے خطاب، پھر عدالت میں آئے دن جانے سے مالی نقصان۔ یہ تھیں تکالیف جو مولانا مرحوم نے برداشت کیں، صرف اور صرف عظمت صحابہؓ کے لئے۔

صحابہ کرامؓ

مولانا حق نواز نے بڑی بے جگری، دلیری، ہمت، بہادری و بسالت کی انمٹ داستانیں رقم کی ہیں۔ مولانا مرحوم کو دنیا کی کسی شے کی طلب نہ تھی، وہ ناموری کے خواہاں نہ تھے، دولت و ثروت کے بل بوتے پر دوسروں کو نیچا دکھا کر میاں مٹھو بننے کے حق میں نہ تھے۔ آپ کی تحریک کا واحد مقصد یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ نے جان دی، مال دیا، قربانی دی، بیوی بچے شہید کرائے، آزمائشیں برداشت کیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یمین و یسار بنے رہے، آنحضرتؐ کے دین کو سارے عالم میں پھیلانے کی جدو کاوش کی، کئی ممالک فتح کر کے دولت اسلامی کے زیرِ نگیں کیے، بیت المال اور قومی خزانے سے انہوں نے کفن تک نہ بنوایا، پوری دنیا میں ان مقدس ہستیوں نے اسلام کا پھریرا لہرایا۔

شیعہ شنیعہ

اس کے باوجود ایک طاقت، ایک قوت نامسعود اس دنیا کی پشت پر موجود ہے، جو ان تمام شخصیات کی نفی کرتی ہے، ان شخصیات کی قربانیوں سے انکار کرتی ہے، ان کی خلافت کو غاصبانہ و جابرانہ خلافت کا نام دیتی ہے، صحابہ کرامؓ کے بارہ میں ارتداد کا یقین رکھتی ہے، صحابہ کرامؓ کے ایمان وایقان پر انگشت نمائی اس قوت شنیعہ کا شیوہ حیات بن چکا ہے، وہ قوت شیعہ قوت ہے، جو انگریز سامراج اور اسلام دشمن کی صف میں کھڑی ہے اور ان کی شہ اور آلہ شیری پر صحابہ کرامؓ کو دشنامتی ہے، ان پر تبرا کرتی ہے، انہیں گالیاں بکتی ہے۔

آرزوئے جھنگویؒ

مولانا حق نوازؒ جب اس کفر کا مطالعہ کرتے، جب اس کفر ساز مذہب کو دیکھتے تو دنگ رہ جاتے، جس میں اسلام کے بنیادی عقائد کو مسخ کرنے، پورے دین کا حلیہ بگاڑنے، صحابہ کرامؓ کی شرعی عظمتوں کو پامال کرنے کا گھناؤنا اور مذموم منصوبہ شامل ہوتا تھا۔ مولانا مرحوم کی آرزو اور امنگ یہ تھی کہ تبرابازی کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے یا آئین میں اسے کافر قرار دیا جائے، یا خود مٹ جائیں اور صحابہ کے کھاتے لگ جائیں۔

باب ۸

حق نواز شہیدؒ بحیثیت سیاسی راہنما

اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخِ امراء کے در و دیوار ہلا دو
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ مخلص انسان تھے، ان کے ہر کام میں اخلاص کی رنگینی اور چاشنی پائی جاتی تھی، خواہ کوئی کام بھی ہو، دکھلاوے، ریاء نمود، ناموری و شہرت مقصود نہ تھی، آپ نے زمانہ طالب العلمی میں خلوص سیکھا، مرنے کا ڈھنگ سیکھا اور حیات فانی کے آخری مراحل تک خلوص ہی خلوص ہر کام میں جلوہ کناں تھا، مذہبی کام ہو، یا سیاسی ریا و ناموری سے کوسوں دور رہ کر خالصۃً لوجہ اللہ کام کرتے رہے۔

ایوبی آمریت

ایوب خان سابق پاکستان فیلڈ مارشل کی جانب سے ملک میں عائلی قوانین نافذ کر دیئے گئے۔ جس کے خلاف جمعیت علماء اسلام نے ایک سرگرم اور فعال تحریک کا کام کیا، حکومت کے اس دلیرانہ اقدام کے خلاف جے یو آئی نے سخت اقدامات کرنے کے لئے کئی ڈکٹیٹر تجویز کیے، پاکستان تحریک جمہوریت نے ۸ جماعتوں کا ڈھاکہ میں اجلاس طلب کیا، اس اجلاس میں جمعیت بھی مدعو تھی۔ جمعیت نے اجلاس میں شرکت کی دعوت قبول کر لی، آٹھ جنوری ۱۹۶۹ء کو ڈھاکہ میں حزب

اختلاف کی جماعتوں کا اجلاس ہوا۔

اس سال ۱۹۶۹ء میں مولانا حق نوازؒ کبیر والا کے دارالعلوم میں چشمہ علم وعرفان سے سیراب ہو رہے تھے، جمعیت کی طرف سے عائلی قوانین کے خلاف پورے ملک میں زبردست تحریک چلائی گئی، مولانا حق نواز نے بحیثیت سیاسی کارکن بھرپور کوشش کی اور طالب علمی میں پہلی گرفتاری جمعیت طلباء اسلام کے سٹیج سے دی۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن

۱۹۷۰ء میں الیکشن ہوئے، جھنگ کے چہرے پہ شیعہ بدنما داغ تھے، بیگم عابدہ حسین کے والد کرنل عابد حسین نے شیعہ امیدوار کے طور پر الیکشن میں حصہ لیا، مقابلہ میں تین سنی امیدوار تھے۔ مولانا حق نوازؒ نے اس الیکشن میں ایک عام سیاسی کارکن کی حیثیت سے سنی امیدوار کی حمایت کی، نتیجۃً شیعہ امیدوار کرنل سید عابد حسین اور ان کے رفقاء شکست فاش سے دو چار ہوئے۔ سنی امیدوار نے فتح کا علم بلند کیا کہ آج اس نے شیعہ جاگیردار پر فتح حاصل کر لی ہے۔ اس کے بعد جھنگ کے سیاسی نقشہ پر شیخ محمد اقبال مہر غلام حیدر بھروانہ، صاحبزادہ نذیر سلطان ابھرے۔ کچھ عرصہ تک سیاسی مداری پن کا مظاہرہ کرتے رہے، عوام کو بھول بھلیوں میں رکھتے رہے، سنی شیعہ دونوں کی بغلیں صاف کرتے رہے، دوغلی پالیسی پر عمل پیرا رہے، نتیجۃً عوام نے ان برساتی مینڈکوں کو بری طرح مسترد کر دیا۔

تحریکِ ختم نبوت

۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت چلی، مولانا حق نواز پپلیانوالی مسجد کے خطیب تھے، آپ کو خطیب بنے کچھ ہی عرصہ گزرا تھا، پورے ملک میں تحریک نے زور پکڑا، مرزائی اس تحریک میں نئی نسل کا جوش وجذبہ، ولولہ اور محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر لرزاں وترساں تھے، اس تحریک میں کئی قادیانی مسلمان بن گئے، اور کئی احمدیہ خانے مسجد میں تبدیل ہوئے اس تحریک میں جمعیت علماء اسلام نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا، مولانا حق نوازؒ چونکہ عہد طالب العلمی سے اسی جماعت سے منسلک چلے آرہے تھے، مولانا نے اس تحریک میں ایک سرگرم، فعال اور محنتی کارکن کی طرح نمایاں

کردار ادا کیا۔ آپ کی جوشیلی، مقررانہ تقاریر نے نئی پود میں نئی روح پھونک دی، ان کے لہو کو گرمایا، خود بھی تڑپے اوروں کو بھی تڑپایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں تاریخ ساز تقریریں کیں اور انمٹ نقوش چھوڑے، پولیس کے سپاہیوں نے مولانا حق نواز کو گرفتار کر کے پس دیوار زنداں بھیج دیا۔

تحریک نظام مصطفیٰ

قومی اتحاد نے پاکستان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ نظام، عادلانہ، منصفانہ قوانین، اسلامی دفعات کے نفاذ کے لئے منظم تحریک چلائی اور بھٹو صاحب کے بارہ میں دوٹوک فیصلہ کیا۔ اس تحریک سے مرعوب ہو کر بھٹو صاحب کے لوگ بھی نظام مصطفیٰ کا نام لینے لگے، اس تحریک کے روح رواں مولانا حق نواز شہیدؒ کے استاذ مولانا مفتی محمود تھے۔ مفتی محمودؒ ایک طرف اگر جمعیت علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری تھے تو دوسری طرف قومی اتحاد کے سربراہ تھے۔ مولانا حق نواز نے ایک سیاسی و دینی کارکن کی حیثیت سے اس تحریک میں حصہ لینا اپنا اہم الاہم فرض سمجھا، اس تحریک سے کنارہ کشی قومی جرم سمجھا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، عقیدت اور آپؐ پر فدا ہونے کے جذبہ نے مولانا حق نوازؒ کو اس تحریک میں شمولیت پر آمادہ کیا، آپ نے جگہ جگہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی باتیں کیں، رائے عامہ ہموار کی، اس تحریک میں بھی مولانا کو گرفتار کر لیا گیا، وہ بزبانِ حال یوں گویا تھے۔

نہ کٹ مروں جب تک خواجۂ یثربؐ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

ایک اور تحریک

ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے شمع ختم نبوتؐ کے پروانوں کو پس دیوار زنداں کیا، ضیاء الحق صاحب نے مارشل لاء لگا دیا، سزائیں سخت کر دیں، سیاسی لیڈروں کو پکڑ پکڑ کر نظر بند کر دیا، ایک قتل کے سبب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو تختہ دار پہ لٹکا دیا گیا، اور ایم آر ڈی کی شکل میں برساتی مینڈکوں نے سر اٹھائے اور نرالی نرالی آوازیں لگنے لگیں، ایم آر ڈی کی تحریک میں پیپلز پارٹی، جمعیت ع۔

سلام اور نوابزادہ نصر اللہ صاحب کی پارٹی سمیت گیارہ پارٹیاں تھیں، جن میں شیعہ بھی تھے، ان کا مطالبہ جمہوری حکومت کا قیام تھا اور مارشل لاء نظام کا خاتمہ یہ لوگ آمریت اور ڈکٹیٹر شپ کو ملک کے لئے سم قاتل سمجھتے تھے۔ گیارہ سال ضیاء الحق صاحب برسر اقتدار رہے، مولانا حق نواز صاحبؒ چونکہ جمعیت علماء اسلام میں تھے، آپ نے بھی ضیاء صاحب کے خلاف دھواں دار تقریریں کیں۔ لیکن مولانا حق نواز صاحب میں خوبی یہ تھی کہ جس سٹیج پر شیعہ جاتے، آپ وہاں نہ جاتے، جس مجلس میں شیعہ ہوتے وہاں نہ جاتے، خواہ آپ کے نہ جانے سے کتنا بڑا نقصان ہی کیوں نہ ہوتا۔ جھنگ میں آپ نے اگر ضیاء صاحب کے خلاف کام کیا، تو پیپلز پارٹی اور شیعہ پارٹی کے ساتھ ایک دن بلکہ ایک لمحہ کے لئے بھی اشتراک نہیں کیا۔ یہ ان کا ایمان تھا، جو بات کہتے ڈٹ جاتے تھے۔ حق بات کہہ کر سہارے نہیں ڈھونڈتے تھے، علی الرغم مولانا فضل الرحمٰن صاحب شیعوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے رہے اور پورے پورے ان کے ساتھ شریک رہے۔ شیعہ کے فخر امام صاحب کیساتھ اٹھتے بیٹھتے رہے، لیکن مولانا حق نوازؒ اس معاملہ میں سخت تھے وہ اصحاب رسولؐ کے دشمنوں کو کسی صورت میں تقویت پہنچانے کے حق میں نہ تھے، جبکہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اس سلسلہ میں ہمیشہ ہی نرم پالیسی اختیار کیے رکھی۔

گمراہ کن پروپیگنڈہ

مولوی عبدالحق خان بشیر نے ''حق چار یار جنتری ۱۹۹۰ء'' میں مولانا حق نوازؒ اور آپ کی جماعت کے بارے میں یوں لکھا ''انجمن سپاہ صحابہؓ کا سیاسی اشتراک جمعیت علماء اسلام مولانا فضل الرحمٰن گروپ کے ساتھ رہا ہے اور مولانا جھنگویؒ جمعیت کے صوبائی نائب امیر رہے ہیں۔ جمعیت کے اسی گروپ نے آل پارٹیز کانفرنس میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کو دعوت دی۔ نیز جمعیت کا گروپ ایم آر ڈی میں بھی شامل تھا۔ جبکہ ایم آر ڈی میں شیعہ بھی تھے، یعنی انجمن کا بالواسطہ شیعہ سے اشتراک ہو گیا (ص ۱۳۷) (نیز اسی دعوت کے دوران مولانا فضل الرحمٰن عارف الحسینی سے بغل گیر ہوئے)

یہ بات تسلیم ہے کہ سپاہ صحابہؓ کا مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی جمعیت کیساتھ سیاسی

اشتراک تھا، مولانا فضل الرحمٰن صاحب، ایم آر ڈی میں بھی تھے اور اس میں شیعہ بھی تھے، اب مولانا فضل الرحمٰن صاحب پر لگائے گئے الزامات یا حقائق کا جواب جمعیت والے جانیں ان کا کام جانے، ہم نہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے طرف دار ہیں اور نہ کسی اور پارٹی کے سیاسی آلہ کار، ہم بحیثیت ایک آزاد مبصر کے یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں اور یہ حق ملنا بھی چاہئے کہ مولانا جھنگویؒ نے کبھی ایسی مجلس میں شرکت نہیں کی جس میں شیعہ ہوتے، ایم آر ڈی میں شیعہ ضرور تھے، اس وقت مولانا کی حیثیت صوبائی نہ تھی، ملکی نہ تھی، وہ تو محلہ پپلیانوالی مسجد میں کام کرتے رہے۔ نہ ان دنوں سپاہ صحابہؓ وجود میں آئی تھی۔ مولانا فضل الرحمٰن کے کئے مولانا جھنگویؒ پر ڈالنا مناسب نہیں ہے "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" نیز مولانا جھنگویؒ اس وقت جمعیت کے نائب امیر نہ تھے، نائب امیر بعد میں بنے۔

اگر مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی پالیسی کی وجہ سے مولانا حق نواز کو اپنی تنقید کا نشانہ نہ بناتے تو شاید میں اس سیاسی بحث کو نہ چھیڑتا۔ لیکن انہیں چاہئے تھا کہ براہ راست مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی پالیسی پر اعتراض کرتے، سپاہ صحابہؓ کی تاریخ کو مسخ نہ کرتے اور اس کے کردار ابیض کو دھول دھبوں سے آلودہ نہ کرتے، جرم کسی کا، سر کسی کے یہ مناسب نہیں ہے۔

۱۹۸۵ء الیکشن

جناب ضیاء الحق شہیدؒ نے ملک سے مارشل لاء اٹھا دیا، جمہوریت بحال کر دی۔ سیاسی لوگ عرصہ سے گھروں میں سکڑ کر رہ گئے تھے، اب از سر نو بال و پر نکالنے شروع کئے۔ ضیاء الحق صاحب نے اعلان کیا کہ یہ انتخابات جماعتی بنیادوں پر نہیں ہوں گے، غیر جماعتی ہوں گے۔ ضیاء الحق صاحب کا یہ فیصلہ درست تھا یا غلط؟ اس سے شرابی، کبابی، لوگ منتخب ہوئے یا صالح و متقی؟ اس میں شیعہ منتخب ہوئے یا سنی؟ ہم اس طویل بحث میں نہیں پڑنا چاہتے، دوسری جماعتوں کی طرح جمعیت علماء اسلام نے اس انتخاب میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ اب جھنگ کی صورت حال کچھ اور تھی، ایک طرف ملکہ شاہ جیونہ عابدہ حسین دوسری طرف امان اللہ سیال میدان انتخاب میں کود پڑے۔ دونوں شیعہ تھے، متعصب اور غالی شیعہ۔ مولانا حق نوازؒ کے سامنے دو باتیں تھیں کہ آیا وہ

عتی ڈسپلن برقرار رکھیں یا شیعہ امیدواروں کا مقابلہ کر کے جماعتی ڈسپلن کے تار پود بکھیر کر فضا میں اڑا دیں۔ لیکن آپ نے سنجیدگی، متانت، اور دانشمندی سے کام لیا، جماعت سے با قاعدہ اجازت صورتحال سامنے رکھی، جماعت نے اجازت دی کہ ٹھیک ہے آپ اپنے پروگرام کے مطابق کام کریں۔ آپ نے جان بوجھ کر اہل سنت والجماعت کا نمائندہ غلام محمد گاڑی شیعہ امیدواروں کے مقابلہ میں لا کھڑا کر دیا، اور یہ خیال رکھ کر کہ کہیں شیعہ بلا مقابلہ منتخب ہو کر اسمبلی میں نہ چلے جائیں، اس دوران آپ نے غلام محمد کی پوری پوری مدد کی، تقریریں کیں اور لوگوں کا نظریہ وعقیدہ پختہ کیا اور آئندہ الیکشن کی ابھی سے تیاری شروع کر دی۔

ایک گمراہ کن الزام

''لعلاں دا ونجار جھنگ'' یہ مضمون ممتاز بلوچ صاحب نے لاہور سے شائع ہونے والے پنجابی مجلہ ماہنامہ ''سانجھ وچار'' کے جھنگ نمبر میں شائع کرایا، اس پنجابی رسالہ کے صفحہ ۱۶۳ پر ایک بیہودہ الزام الیکشن ۱۹۸۵ء کے حوالہ سے لگایا گیا ہے۔ ممتاز بلوچ لکھتے ہیں ''مارشل لائی دور وچ جدوں ضیاء الحق نے اسلام دا نعرہ لایا تاں لہناں غریباں اپنا پلیٹ فارم مذہب دے ناں تے بنا لیا (نتیجہ) ایہہ نکلیا جے ۱۹۵۸ء وچ ''انجمن سپاہ صحابہؓ دی نیہنہ (بنیاد) رکھ دتی گئی، گل کجھ اگے ٹری ''تحریک نفاذ فقہ جعفریہ'' تے انجمن سپاہ صحابہ نوں باہر دے ملکاں توں لاشیری ملنا شروع ہو گیا، جیہدے نال ایہناں دواں تنظیماں دا زور بہوں ودھ گیا۔'' (سانجھ وچار ماہ مئی ۱۹۹۲ء ص ۱۶۳)

ضیاء الحق صاحب کے دور کے ساتھ یہ بات خاص نہیں کہ غریبوں نے مذہب کو اپنا پلیٹ فارم بنا لیا، غریب تو ہمیشہ سے مذہب کے خادم رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین غریبوں نے اٹھا ہے۔ رہا بلوچ صاحب کا یہ کہنا کہ دونوں تنظیموں کو باہر سے امداد ملتی ہے، تو اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ نفاذ فقہ جعفریہ کو تو ایران با قاعدہ مدد دے رہا ہے۔ اسلحہ کی، لٹریچر کی، اور رقم کی، اسی لئے ایران نے خانہ ہائے فرہنگ ایران ہر جگہ کھول رکھے ہیں۔ ایران تو پوری دنیا کے شیعہ کو مدد دے رہا ہے، سپاہ صحابہؓ کو کسی ملک سے ایڈ نہیں ملتی، حکومت بھی تحقیق کرانے میں ناکام رہی، سپاہ صحابہؓ کے اپنے کارکن ہیں، جو بین الاقوامی سطح پر ۵۰ روپے فی کارکن کے حساب سے چندہ اکٹھا کر

کے سپاہ صحابہؓ کے کاموں میں لگاتے ہیں، دوسری بات کسی اسلامی ملک سے مدد لینا گناہ نہیں ہے اور اس پر کسی جماعت کو بدنام کرنا غیر اخلاقی حرکت ہے۔

۱۹۸۸ء کے الیکشن

۱۷ راگست ۱۹۸۸ء کو بہاولپور میں ایک سانحہ جانکاہ رونما ہوا، جس میں ۳۰ کے قریب آرمی کے افسروں سمیت ضیاء الحق صدر پاکستان شہید ہوئے۔ قبل ازیں ضیاء الحق نے اپنی زندگی میں ۱۹۸۵ء میں جیتنے والے لوگوں کی اسمبلی توڑ دی تھی، جس کے وزیر اعظم سندھ کے محمد خان جونیجو تھے۔ جس دن ضیاء الحق جرنیلوں سمیت حادثے کا شکار ہوئے، اسی شب کو سینٹ کے چیئرمین جناب غلام اسحاق خان صاحب نے کرسی صدارت سنبھال لی۔ ضیاء الحق مرحوم اس مرتبہ بھی غیر جماعتی انتخابات کروانا چاہتے تھے، انہوں نے اعلان بھی کر دیا تھا لیکن سیاسی پارٹیوں کو اسمبلی سے باہر عرصہ ہو چکا تھا، ان کو اب مزید باہر رہنا برداشت نہ تھا مل کر سب نے ایک ہی زور لگایا، تو غیر جماعتی انتخابات کا نعرہ ٹوٹ گیا۔

سیاسی پارٹیوں نے دباؤ ڈالا، غلام اسحاق صاحب کو تسلیم کرنا پڑا، انہوں نے جماعتی الیکشن کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ دوسری جماعتوں کی طرح جمعیت علماء اسلام نے بھی پورے ملک میں اپنے نمائندے کھڑے کر دیئے۔ مولانا حق نوازؒ کو جھنگ کے لئے ٹکٹ ملا، آپ نے حلقہ این اے ۶۸ سے الیکشن میں حصہ لیا، آپ کا انتخابی نشان کتاب تھا، آپ کے مدمقابل شیعہ امیدوار عابدہ حسین تھیں۔ بریلوی حضرات کی طرف سے میاں ریاض حشمت جنجوعہ، اور ذوالفقار علی بخاری پیپلز پارٹی کے امیدوار تھے۔

اسباب

اب الیکشن مہم کا آغاز ہوا، ایک طرف مال والے، دولت والے، زور والے اور زر والے تھے، دوسری طرف ایک غریب عالم، چٹائی پر بیٹھنے والا، ظاہری مادی اسباب کے اعتبار سے ۱۹، ۲۰ کا نہیں، ایک اور سو کا فرق تھا۔ لیکن مولانا حق نوازؒ کے پاس ایک چیز تھی، وہ ذہانت تھی، دانشمندی تھی اور خدا کی ذات پر توکل اور اپنے موقف ونظریئے کی صداقت پر کامل ایمان تھا، سرمایہ داروں کی الیکشن مہم پیسوں کے بل بوتے پر چل رہی تھی، مولانا حق نوازؒ کی انتخابی مہم نظریہ کی بنیاد پر چل رہی

تھی۔مولانا نظریات کی اشاعت اور مذہب کا تحفظ چاہتے تھے اور اسی پر کام کا آغاز وانجام چاہتے تھے دوسرے زر چاہتے تھے،اور زر پرستی ان کا نشیب وفراز ہے،گلی محلہ،اور قریہ قریہ عظمت اصحاب رسول کی صدائے حق سے گونج رہا تھا۔عظمت صحابہؓ کی شمع کے گرد پروانوں کا ہجوم تھا،جس کا نظارہ چشم فلک کر رہی تھی۔

نتائج

شہر کے اہل دانش وبینش،موقف کو سمجھنے والے،کاز پر نظر رکھنے والے اہل علم نے اپنا سارا ووٹ مولانا حق نواز کے حق میں کاسٹ کیا،دیہاتی ماحول میں الیکشن مہم میں شہر کی نسبت بہت کم محنت کی گئی تھی۔عدم وسائل کی بنا پر وہاں سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔سرکاری ملازمین جو ادھر ادھر ڈیوٹیاں سرانجام دے رہے تھے ان کے ووٹ ڈاک میں وصول ہوئے،ان کی تعداد ۱۴۷ تھی جو مولانا حق نوازؒ کو ملے،عابدہ حسین کو ۲۷ ووٹ ڈاک سے ملے،میاں ریاض حشمت کے حق میں ڈالے گئے ووٹوں کی تعداد ۱۷۲ اور ذوالفقار علی بخاری کو صرف ۵۴ ووٹ ملے۔ ان تین امیدواروں کے ووٹوں کی مجموعی تعداد کے برابر مولانا کو ووٹ ملے۔یہ نظریہ وموقف کی بنا پر کہ لوگوں نے مولانا کا موقف سمجھا،مولانا کے ووٹوں کی کل تعداد (۳۹۰۰۰) انتالیس ہزار تھی،بیگم عابدہ حسین کے ووٹوں کی تعداد ۴۲ ہزار تھی۔

شیعہ کا بھنگڑا

شکست وفتح ہوتی رہتی ہے،ہمیشہ گھڑ دوڑ میں شہسوار ہی گرتے ہیں،مولانا حق نوازؒ کی شکست پہ شیعہ نے گھی کے چراغ جلائے،سیدہ عابدہ حسین کی کوٹھی پر نوجوان بھنگڑے ڈالتے رہے، رنگ رلیاں مناتے رہے،پورے ملک میں نفاذ فقہ جعفریہ نے مولانا کی شکست پر مٹھائیاں تقسیم کیں۔ایران کی پارلیمنٹ میں مولانا کی شکست پر ترانے گائے گئے۔ایران ریڈیو نے پوری دنیا کے شیعوں کو مولانا کی ناکامی کی خوشخبری سنائی اور جھنگ کے شیعوں نے یہ ہفوات بھی بکیں کہ اگر ابوبکرؓ وعمرؓ سچے ہوتے تو حق نواز ضرور جیتتا۔

شیر کی للکار

مولانا حق نوازؒ نے جب شیعہ کے اس بھنگڑے کے بارہ میں سنا، تو اعلان کیا کہ شیعو! میں تمہاری طرح بزدل نہیں، میرے اندر اخلاقی جرأت ہے، میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں، میری شکست اکیلے حق نواز کی شکست ہے صحابہؓ سچے تھے۔ تم حق نواز مردہ باد کہہ دو، مجھے برا بھلا کہہ دو، لیکن اگر اس کے بعد میرے کانوں نے ایسی بکواس سنی تو میں زبان گدی سے نکال دوں گا، مگر تمہارے ساتھ ٹکراؤں گا، جس طرح ٹکرانے کا حق ہے۔ میں جان پر کھیل جاؤں گا، لیکن صحابہ کرامؓ کے خلاف کسی قسم کی لب کشائی اور زہر افشانی برداشت نہیں کر سکتا۔

صحابہ کرامؓ

بات بھی صحیح ہے، صحابہ کرام علیھم الرضوان بدر میں لڑ رہے ہیں۔ گھمسان کا رن پڑا ہے سید الطائفہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں۔ کفار کو تہ تیغ شمشیر کیا جا رہا ہے، جہاں کفار کو ہزیمت وشکست سے دوچار ہونا پڑا، وہاں ۱۴ اصحابہ بھی اپنے لہو کی رنگینی سے سرزمین بدر کو لالہ زار بنا گئے۔ اُحد کے معرکوں میں عم رسول حضرت حمزہؓ کو بے دردی وسفاکی سے شہید کر دیا گیا، جسم مبارک کے ستر ٹکڑے کر دیئے گئے، چشم فلک نے اس خونی واردات کو دیکھا، نبوت کے سامنے سگے چچا کا کلیجہ دانتوں سے چبا کر پھینک دیا گیا، نبوت نے دیکھا، احد کی کھائی میں حضور گر گئے، دندان مبارک شہید ہوئے، ابتدائی مرحلہ میں صحابہ کرامؓ کو احد میں شکست کا سامنا کرنا ہوا، تو کیا ان تمام احوال سے یہ نتیجہ نکالا جائے گا کہ نعوذ باللہ خدا کا دین درست نہیں؟ بلکہ ان کی آزمائش اللہ کے دین کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت تھا کہ وہ آزمائشوں کی جاں گسل وجاں گداز وادیوں سے گزر گئے لیکن دین متین سے وابستگی نہ چھوڑی۔

خمینی

شیعہ حضرات اس بات کو سوچیں، کہ ایران کے خمینی نے عراقی صدر صدام حسین کے ساتھ جنگ لڑی، اس جنگ میں صدام حسین نے ایران کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا ایرانیوں کو نا کوں

چنے چبوائے، خمینی جب موت کے آہنی پنجہ میں پہنچا اس کے بعد بیلی کاپٹر سے ۳ مرتبہ میت گری۔ ایرانیوں نے خمینی کا کفن چاک چاک اور پاش پاش کر ڈالا۔ چشم فلک نے خمینی کی اس رسوائی اور ذلت کا نظارہ کیا، تو کیا نعوذ باللہ شیعہ جن اہل بیت کا نام لیتے ہیں، حضرت علیؓ، فاطمہ، حسنؓ حسینؓ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہ صحیح نہ تھے؟ شیعہ نے مولانا حق نوازؒ کی الیکشن میں وقتی ناکامی پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں کہہ دیا کہ وہ سچے نہ تھے، نعوذ باللہ استغفر اللہ، نقل کفر کفر نہ باشد۔

مرے نقصِ خودی و بے خودی سے مے کدے والو
مجھ پر ہی نہیں ساقی پہ بھی الزام آتا ہے

ہمارا اعلان ہے، صحابہ سچے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سچے تھے۔ آپ کے اہل بیت بھی سچے تھے، آپ کا دین سچا تھا، انسانوں کی وقتی کامیابی و ناکامی سے ان مقدس مطہر اور برگزیدہ خداترسیدہ شخصیات پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوسکتا۔ وہ سچے تھے، شیعہ کذاب ہیں، انہوں نے اسی کذب پر زندگی گزارنی ہے اور ہمیشہ روسیاہ رہیں گے اور جہنم میں جائیں گے۔

سیاست یا ضلالت؟

ایک جاگیردار وڈیرے شیعہ نے کسی کے ذریعے مولانا حق نوازؒ کو پیام بھیجا، کہ جناب آپ بخوبی آگاہ ہیں، میں سیدہ عابدہ حسین کا خاندانی دشمن ہوں اور آپ یہ بھی باحسن طور سمجھتے ہیں کہ میں کٹ سکتا ہوں لیکن عابدہ حسین کو ووٹ نہیں دے سکتا۔ اگر میرے ڈیرے پر آئیں، تو میری لاج بھی رہ جائے گی مولانا کو ہمہ قسم یقین دہانیوں کے ساتھ اپنے خاندان کے سینکڑوں ووٹ دلوادوں گا۔ جب مولانا حق نواز صاحب سے یہ بات ہوئی، تو مولانا نے لاپروائی سے جواب دیا، اور فرمانے لگے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، حق نواز اور شیعہ کے ڈیرے پر جائے سیاست نہ ہوئی ضلالت ہوئی۔

ہم کل بھی سرِ دار صداقت کے امیں تھے
ہم آج بھی اعلانِ حق بر سرِ عام کہیں گے

ایک سازش

شیعہ نے انتخابی مہم کے دوران ایک تلنگا غائب کردیا، مولانا پر اغواء کا پرچہ درج کرادیا،

مولانا کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا گیا، دیکھتے ہی دیکھتے وہ شیعہ تلنگا اس جلوس میں ٹپک پڑا، شیعہ روسیاہ ہو گئے، جھنگ کی درو دیوار نے ان کی رسوائی کا حال دیکھا، شیعہ کو الٹا خمیازہ بھگتنا پڑا، کئی کارکن ٹوٹ گئے۔

جہاد افغانستان

۱۹۷۹ء میں روسی جارحیت کے خلاف جہاد افغانستان کا آغاز ہوا، روس نے اپنی فوجیں افغانستان میں داخل کر دیں تھیں، کابل میں روس کے پٹھو نجیب اللہ براجمان تھا، ڈیڑھ لاکھ کے قریب مسلمان مجاہدوں نے اپنی جان کا نذرانہ دیا، حرکۃ الجہاد الاسلامی، حرکۃ المجاہدین، اور جمعیت المجاہدین نے پاکستان کی طرف سے جہاد میں واضح کردار ادا کیا، یہ تنظیمیں افغانستان کے ہر محاذ پر بڑی بے جگری سے لڑیں، ضیاء الحق شہید خفیہ طور پر کئی مرتبہ افغانستان گئے۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ کے ایما اور حکم پر سپاہ صحابہؓ کے سینکڑوں رضا کار اس جہاد میں عملاً شریک ہوئے، کئی رضا کار روس کی طرف سے چلنے والے بموں سے اور گولیوں سے چھلنی ہو کر شہادت کا جام نوش کر کے آخرت کو سدھار گئے۔

تمہی سے اے مجاہدو دین کا ثبات ہے
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

مولانا حق نوازؒ افغانستان کے جہاد میں اپنے ۴۰ ساتھیوں سمیت مارچ ۱۹۹۰ء میں شرکت کا پروگرام بنا رہے تھے، لیکن پیک اجل ۲۲ فروری کی شب کا منتظر تھا، ۲۲ فروری کی شام آئی، سورج ڈھل چکا، ستارے چمکنے لگے دروازوں کے کواڑ بند ہونے لگے، سناٹے کا آغاز ہوا، ساقی نے جام شہادت پلا کر اپنے پاس بلا لیا۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہر کل من علیھا فان

جہاد کشمیر

مقبوضہ کشمیر مظلوم مسلمانوں کی وادی، جس پر ۴۵ سال سے زائد عرصہ بیت چکا ہے،

بھارتی سفاک درندے قابض ہیں مسلمان بچوں، بوڑھوں، جوانوں اور صنف نازک کو بے دردی سے شہید کیا جارہا ہے۔ مسلمانوں کی زندگی اجیرن کردی گئی، مسلمانوں کو بکثرت، برسٹ مار کر ہلاک کیا جاتا ہے، ان نعشوں کو دریا برد کیا جاتا ہے، ان مظلوموں کی آہیں، چیخیں اور سسکیاں چشم فلک دیکھ رہی ہے، ان کی آوازیں پکار پکار کر بھرا گئی ہیں، بھارتی درندے ظلم وستم سے ہلاکو اور چنگیز کی داستانیں از سرنو لکھ رہے ہیں۔ ۵ فروری ۱۹۹۰ء میں کشمیری مسلمانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے حکومت پاکستان نے ملک گیر ہڑتال کا اعلان کیا۔ مولانا حق نوازؒ نے فوارہ چوک جھنگ کے جلسہ میں خطاب کے دوران فرمایا، کہ اگر حکومت کشمیر کے محاذ پر مجاہدین بھیجے تو ہم ۵۰ ہزار سپاہ صحابہؓ کے جنگجو، فعال اور تربیت یافتہ رضا کار مہیا کریں گے۔ مولانا حق نوازؒ کے لئے ۵۰ ہزار کیا بلا مبالغہ ایک لاکھ رضا کار مہیا کرنا بھی معمولی گیم تھی۔ ۵۰ ہزار رضا کار تو وہ تھے جو اشارۂ چشم پہ حاضر ہو جاتے اور خون کی ندیاں بہا دینے کے لئے اپنی جانیں ہتھیلی پہ رکھے پھرتے تھے۔

مسئلہ سندھ

سندھ میں کبھی مہاجر اور کبھی سندھی کی لڑائی، کبھی پنجابی اور بلوچی کی لڑائی، کبھی پختون اور پنجابی کی لڑائی چلتی رہتی تھی، مہاجروں نے باقاعدہ ایک تنظیم بنائی ''مہاجر قومی موومنٹ''، جس کے سربراہ الطاف حسین ہیں، سندھ میں لسانی، اور گروہی عصبیت کا زور شور تھا، مہاجر اور سندھی دونوں پر ظلم کرتے تھے، اگر کوئی سندھی مہاجروں کے ہتھے چڑھ جاتا تو اس کے ساتھ ظلم کیا جاتا، اس کے ناخن کھینچے جاتے، ان کے جسم کے بال اکھیڑے جاتے انہیں سگریٹ سے داغا جاتا، ان سے بالجبر موومنٹ کے لئے فنڈز اکٹھے کروائے جاتے، انکار کی صورت میں انہیں ابدی نیند سلا دیا جاتا اور ایسے بھی بدنصیب کہ عقوبت خانوں میں انہیں طرح طرح کی سزائیں دی جاتیں۔ رات کو دھماکے ہوتے، دن کو دھماکے ہوتے، کلاشنکوف اور اسلحہ کی منہ زور حکمرانی تھی، جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ تھا، اندھیر نگری چوپٹ راج، سیاست دانوں کی ملی بھگت سے وہاں سب کچھ ہوتا، جو نہ ہونا چاہیے تھا۔ وہاں ایک الگ ریاست بنانے کی بات چلتی جس کا نام ''جناح پور''

رکھنے کا پروگرام تھا، جئے سندھ تحریک کے بانی جی ایم سید نے سندھو دیش پر قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ کا دل ایک مسلمان ہونے کے ناطے سندھ کی وجہ سے ہر وقت دھڑکتا تھا وہ کئی بار اپنی مصروفیات چھوڑ کر سندھ گئے، صحابہ کرامؓ مہاجرینؓ وانصارؓ کے حالات انہیں سناتے اور عصبیت کے خاتمہ کی دعوت دیتے، اور سندھیوں کو سمجھاتے کہ آپس میں نہ لڑو، امی عائشہؓ اور صحابہؓ کے لئے لڑو۔

بابری مسجد

بابری مسجد ظہیر الدین بابر نے ایودھیا شہر (یو پی) میں تعمیر کی، عالمی سطح پر وہ مسلمانوں کی عظیم عبادت گاہ تھی جسے ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء میں انتہاء پسند ہندوؤں کی جنونی بھارتیہ جنتا پارٹی نے شہید کر دیا اور اس جگہ رام مندر تعمیر کر دیا۔ یہ مسئلہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان عرصہ دراز سے کشیدہ چلا آرہا تھا، اس سے پہلے بھی ہندوؤں نے مسجد کے انہدام کی دھمکیاں دیں۔ مولانا حق نوازؒ نے اپنے طور پر حکمرانوں کو مسلمانوں کی اس عظیم عبادت گاہ کے تحفظ کے لئے نوٹس بھیجا تھا، چنانچہ اس وقت عالم اسلام نے بھی دباؤ ڈالا تھا۔ ہندو مسجد کو شہید نہ کر سکے، لیکن جب شہید ہوگئی، تو سپاہ صحابہؓ کے راہنما مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے اعلان کیا تھا کہ سپاہ صحابہؓ بابری مسجد کے لئے ۵۰ ہزار رضاکار مہیا کرنے کو تیار ہے۔

شریعت بل

جولائی ۱۹۸۵ء میں سینٹر مولانا سمیع الحق و مولانا قاضی عبداللطیف صاحبان نے نفاذ شریعت بل سینٹ میں پیش کیا، مولانا سمیع الحق اور مولانا عبداللطیف صاحب (کلاچی والے) اس وقت جمعیت علماء اسلام درخواستی گروپ میں تھے، مولانا حق نواز صاحب فضل الرحمٰن گروپ میں تھے، اس شریعت بل پر ردوقدح کے تیر چلے، ہر طرف سے آوازیں اٹھیں، کسی نے اسے شرارت بل کہا کسی نے اسے مودودی ازم کہا، کسی نے کیا کسی نے کیا، جتنے منہ اتنی باتیں، ہر ایک اپنی راگنی الاپتا رہا۔ مولانا حق نوازؒ کا موقف معتدل اور درمیانہ تھا۔ آپ نے نہ اندھی تقلید کی اور نہ ہی مخالفت برائے مخالفت، بلکہ آپ نے اس سارے شریعت بل کا اول تا آخر مطالعہ کیا، اور ایک جائزہ لیا کہ آیا

میرے موقف اور مشن کی بات اس بل میں ہے یا نہیں، لیکن مولانا اس نتیجے پر پہنچے کہ اس بل میں سقم ہے، اس سے شیعہ اور مودودی صاحبان کا کام تو پورا ہو سکتا ہے، یہ شریعت بل ہمارے مشن کے لئے من حیث المذہب ناکافی اور سم قاتل ہے۔ اہل حدیث دیوبندی، بریلوی حضرات کی اکثریت نے بل کی مخالفت کی ہے، وجہ اس کہ یہ تھی کہ اس بل میں اہل سنت والجماعت کے مذہب کا تحفظ نہ تھا، اگر اسی حالت میں یہ بل منظور ہو جاتا جس میں تھا، تو تمام سنیوں کی زبانوں پر اس کے بعد تالا لگ جاتا، اگر سب کی آواز ایک ہوتی تو شریعت بل آئین بن جاتا۔ مولانا حق نوازؒ نے اس شریعت بل کے سقم سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ اس بل میں خلفاء راشدین حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ و علیؓ کے نظام کے نفاذ کی بات تک نہیں کی گئی، اس میں فقہ حنفی بطور پبلک لاء کی شق موجود نہیں، اس میں ملک کو سنی اسٹیٹ بنانے کا ذکر تک نہیں، اس میں صحابہ کرامؓ کا مطلقاً لفظ آیا ہے۔ اب کون سے صحابہ کرامؓ یہاں مراد ہوں گے، جب ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ کی بات آئے گی تو شیعہ کہیں گے ہم انہیں تسلیم ہی نہیں کرتے۔

مولانا حق نواز کسی ایک کو خوش اور دوسرے کی ناراضگی مول لئے بغیر سیدھی سی بات کہہ دیتے تھے۔ مولانا حق نوازؒ یہ چاہتے تھے کہ اس بل میں بجائے شیعہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ کے نظام خلافت فقہ حنفی کے نفاذ اور ملک کو سنی اسٹیٹ بنانے کا ذکر ہوتا تو اس کے لئے سارے مسلمان بیک زبان ہو کر مطالبہ کرتے اور وہ ایران کا نقشہ دیکھ رہے تھے کہ ایران میں شیعہ اکثریت کی بنا پر اسے شیعہ اسٹیٹ بنا دیا گیا ہے، اور اثنا عشریہ کی فقہ جعفریہ کا نفاذ ہے۔ وزیر اعظم اور صدر کا شیعہ عقیدہ سے متعلق ہونا از حد ضروری ہے۔ مولانا حق نواز بھی پاکستان کے آئین میں یہ بات لکھوانا چاہتے تھے کہ ملک کا صدر اور وزیر اعظم سنی العقیدہ ہونا ضروری ہے۔

جمعیت العلمائے اسلام

جمعیت علماء اسلام اکابر کی جماعت ہے، دین وملت کے لئے اس جماعت کا کردار، اور اس کی خدمات اظہر من الشمس اور صفحات تاریخ پر مسطور ہیں، مولانا حق نواز طالب العلمی کے زمانہ سے اس جماعت کیساتھ منسلک چلے آرہے تھے، مولانا مفتی محمودؒ کے سانحہ ارتحال کے بعد جماعت

میں جھگڑا پیدا ہوا۔ مولانا فضل الرحمٰن مولانا مفتی محمودؒ مرحوم کے صاحبزادے ہیں انہوں نے سمجھا کہ یہ ناظم اعلیٰ والی سیٹ میرے والد صاحب کے پاس تھی، اب میں اس کا حق دار ہوں، اور حضرت مولانا عبداللہ درخواستی صاحب نے مولانا عبیداللہ انور صاحب جیسے متشرع عالم کو ناظم مقرر فرمایا، ان کے سانحہ ارتحال کے بعد مولانا سمیع الحق بن مولانا عبدالحقؒ کو ناظم اعلیٰ بنایا گیا۔ مولانا حق نواز صاحب کے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے، اس بناء پر وہ ان کے ساتھ کام کرتے رہے۔

مولانا حق نوازؒ اپنے کام سے مطلب رکھتے تھے، باہمی رسہ کشی میں نہیں آئے، اور نہ ہی اس پر زور دیا کہ فضل الرحمٰن صاحب اچھے ہیں یا فلاں، اس طرف بالکل توجہ نہ دی، بلکہ مشن کے لئے کام کرتے رہے، دینی مدارس کے طلباء میں شعور کی کمی ہوتی ہے، دیوانہ پن زیادہ ہوتا ہے کہ کسی لیڈر کے پیچھے لگ کر دوسرے کو برا بھلا کہنا ان کا کام ہوتا ہے۔ حضرت درخواستی کے حامی طلباء مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے خلاف باتیں کرتے، انہیں گالیاں دیتے اور اسی پر لڑائی جھگڑا ہوتا۔ ۹۰۔۱۹۸۹ء میں راقم الحروف نے جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورہ کیا، اسی سال دو طالب لڑے اور ایک دوسرے پر قینچی سے وار کیا، اس طالب علم کو نکال دیا گیا۔ اسی طرح مولانا فضل الرحمٰن کے حامی مولانا سمیع الحق کو دشنامتے رہتے تھے، کوئی کسی کو شیعہ نواز کہتا اور کوئی کسی کو مودودیوں کا نمک خوار کہتا تھا۔ طالب العلمی کے زمانہ میں عجیب عجیب مناظر دیکھے۔

رگ حمیت پھڑک اٹھی

مولانا حق نوازؒ الیکشن میں کچھ ووٹوں سے رہ گئے، آپ کو اس سے اتنا صدمہ نہیں ہوا، جتنا اس بات سے ہوا کہ پاکستان کی وزارت عظمیٰ پر بے نظیر براجمان ہے اور اس میں سراسر مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو شریک جرم سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ ہمیشہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی اس بارے میں نرم پالیسی رہی۔ مولانا محمد الیاس بالاکوٹی تحریر فرماتے ہیں ''مولانا حق نواز واحد مقتدر عالم تھے کہ انہوں نے اسی وقت برملا اظہارِ نفرت و برہمی شروع کر دیا اور یہیں سے ان کے اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے تعلقات میں کشیدگی آنا شروع ہوگئی کیونکہ پوری

سیاست میں اوران کے اقتدار پر آنے تک مولانا فضل الرحمٰن کا رویہ لچکدار رہا تھا۔ پیپلز پارٹی کے احیاء اور استحکام میں ان کے اس رویئے کا خاصا عمل دخل رہا تھااور یہ سب کچھ مولانا کے سامنے تھا۔ (حالات وواقعات محررہ مولانا الیاس بالاکوٹی)

دانشمندی

مولانا حق نواز، مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو ہمیشہ احتیاط کرنے کی فرماتے رہے، نقصانات سے آگاہ کرتے رہے۔ان کی دانشمندی یہ کہتی تھی کہ اتحادوں کا جڑنا اور ٹوٹنا محض وقتی ہوتا ہے اور ہمارے کسی رویہ سے اکابر کی تاریخ پہ حرف نہ آنے پائے۔مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق صاحبان کا دل وجان سے احترام کرتے تھے۔

قابل غور بات

مولانا حق نواز صاحبؒ کے لئے وہ لمحہ، وہ گھڑی، وہ ساعت بڑی دشوار گزار ہوتی، جس وقت آپ کے متعلقین اساتذہ کرام اور اکابرین آپ کو یہ کہتے کہ جناب آپ نے دہری پالیسی اپنا رکھی ہے، آپ کا لب ولہجہ، آپ کی خطابت، آپ کا مشن، آپ کی شبانہ روز کاوش ومحنت شیعیت سے نفرت دلانا اور سنی مسلمانوں کو ان سے دور رکھنا ہے، آپ تو شیعہ کے برتن میں پانی پینا گوارا نہیں کرتے، بلکہ جس برتن میں شیعہ منہ لگائے اسے توڑنے کا حکم دیتے ہیں دوسری طرف آپ جمعیت علماء اسلام کے ساتھ منسلک ہیں اور جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری مولانا فضل الرحمٰن صاحب عارف الحسینی (شیعہ) کے ساتھ گلے مل رہے ہیں، شیعہ کے ساتھ ان کی میٹنگیں ہورہی ہیں، اور مشترکہ منصوبہ بندی کے تحت وہ کام کرنے کی سوچ رہے ہیں۔

اب مولانا پر دباؤ بڑھ رہا تھا، اس وقت مولانا کے لئے دو راستے تھے، یا مولانا فضل لرحمٰن صاحب سے علیحدگی اختیار کی جائے، یا مولانا سمیع الحق صاحب کیساتھ الحاق کیا جائے۔لیکن مولانا اس بات کو مناسب نہ سمجھتے تھے کہ ان علماء کی جماعتی دھڑہ بندی میں کوئی ر یا کردار ادا کروں، مولانا حق نواز چپکے سے کنارہ کش ہوگئے۔اخبارات نے مولانا کے استعفیٰ خبریں اڑائیں، لیکن مولانا حق نواز ان کے اثبات وتردید سے مہر بلب رہے، صحافی سوالات

کرتے، باتیں کرتے تو انہیں کہتے چھوڑو بھائی یہ گھر کا معاملہ ہے۔

اک قدم اور آگے

جون ۱۹۸۹ء میں جمعیت علماء اسلام کے نئے انتخابات کی تیاریاں شروع ہو گئیں، مولانا کے پاس افرادی قوت تھی، کارکنوں کے اعتبار سے آپ مضبوط تھے، آپ نے شبانہ روز جمعیت کے آنے والے انتخابات کے لئے محنت شروع کر دی، آپ کا پروگرام یہ تھا کہ پنجاب کی جمعیت کا ذمہ دار ہونے کے ناطے دونوں دھڑوں کو ایک سٹیج پہ لانے میں اہم کردار اور رول ادا کر سکتا ہوں۔ جون ۱۹۸۹ء آ گیا، جامعہ مدنیہ کریم پارک میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی جمعیت کے انتخابات ہوئے، دو امیدوار سامنے آ گئے۔ مولانا حق نواز اور مولانا امیر حسین گیلانی۔ بھاری نفری نے مولانا حق نوازؒ کے حق میں ووٹ کاسٹ کیا، آپ جے یو آئی پنجاب کے امیر منتخب ہو گئے۔

یہی موقع تھا جب مولانا کی کامیابی کے باوجود دوبارہ الیکشن کروائے گئے اور مولانا امیر حسین گیلانی پنجاب کے امیر بنے۔ یہاں سے مولانا حق نوازؒ نے جمعیت سے مکمل علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ پھر بعد میں اشارے کنائے سے نوک جھونک چلتی رہی مگر آخر دم تک مولانا مرحوم نے کبھی بھی مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے خلاف نازیبا زبان استعمال نہیں کی۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا کی جدائی کے باوجود مولانا فضل الرحمٰن ان کا ساتھ دیتے رہے، ان کے سر پہ دستِ شفقت رکھتے رہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی تلقین کرتے رہے کہ وہ اپنے انداز میں کچھ تبدیلی لائیں۔

سیاست کی پتنگ بازی

ایران کے روحانی پیشوا، اور انقلابِ ایران کے بانی خمینی ۳ جون ۱۹۸۹ء کو دار فانی سے کوچ کر گئے، ان کی وفات پر پاکستان کی نیشنل اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں تعزیتی قرار دادیں پیش کی گئیں۔ اس قرار داد میں خمینی کو ملت اسلامیہ کا پاسبان کہا گیا تھا، عظیم رہنما اور مقتدیٰ کے القاب سے اسے نوازا گیا تھا اور یہ قرار داد متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ مولانا حق نوازؒ کا موقف یہ تھا کہ پنجاب کی صوبائی اسمبلی میں ضیاء الحق کے لئے فاتحہ خوانی ہوئی تو پیپلز پارٹی بول اٹھی، قومی اسمبلی میں بھٹو کے لئے دعائے مغفرت کی گئی تو اسلامی جمہوری اتحاد چیخ اٹھا کہ وہ قاتل تھا اور عدالتِ عالیہ نے

سے سزائے موت سنائی، اس کے لئے فاتحہ خوانی کیوں کی گئی۔ لیکن پوری مسلم امہ کے قاتل، دین کے دشمن، اسلام کے دشمن، صحابہ کے دشمن کے لئے متفقہ قرارداد منظور ہوئی اس پر کسی نے اعتراض کیوں نہیں کیا؟ کسی نے حرفِ اعتراض کیوں نہ اٹھایا؟ مولانا حق نواز صاحبؒ کا پیمانۂ صبر اب لبریز ہو چکا تھا۔

جدائیاں

مولانا حق نوازؒ اپنے سینے پر پتھر کی سل رکھ کر تمام باتوں کو برداشت کرتے چلے جارہے تھے، لیکن جب خمینی جیسے عدو اسلام کو ملت اسلامیہ کا پاسبان کہا گیا، تو پھر صبر کا جام چھلک گیا، پھر دونوں دوستوں میں ہمیشہ کے لئے جدائیاں ہو گئیں، زندگی میں پھر کبھی ملاقات نہ ہو سکی۔

متحدہ علماء کونسل

مولانا حق نوازؒ نے متحدہ علماء کونسل کے اجتماعات میں اپنا مؤقف کوئٹہ کے جلسہ عام میں بیان کیا اور شیعیت کے خلاف ڈٹ کر بولے، دوسری تقریر گوجرانوالہ میں کی، اس میں بھی کھل کر اظہار مافی الضمیر کیا اور عورت کی حکمرانی کے خلاف قرآن وسنت کے دلائل پیش کئے۔

متحدہ سنی بورڈ

متحدہ سنی بورڈ ضلع جھنگ کے علماء، تجار اور دیگر سیاسی وسماجی تنظیموں کا بورڈ تھا، جو مشترکہ لائحہ عمل طے کرتا، جس کے فیصلے سب کے لئے قابل قبول ہوتے، اس بورڈ میں سب سے بڑا فیصلہ یہ ہوا تھا کہ شیعہ کی اجارہ داری اب ختم کرنی ہے، اس بورڈ میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث شامل تھے۔

شعور و ہوش و خرد کا معاملہ ہے عجیب
مقامِ شوق میں ہیں سب دل ونظر کے رقیب

قلندر ہر چہ گوید

مولانا حق نوازؒ نے ۱۹۹۰ء میں کشمیری مسلمانوں کے حق میں نکلنے والی ریلی سے فوارہ

چوک میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگلے الیکشن میں سپاہ صحابہؓ نے بلدیہ کی چیئر مینی بھی لینی ہے، بلدیہ کے واٹر ٹینک پر سپاہ صحابہؓ کا پرچم بلند ہوگا۔ اگلی صوبائی اور قومی اسمبلی کی نشست میں سپاہ صحابہؓ جیتے گی۔ مولانا حق نوازؒ نے جو کچھ فرمایا ایسے ہی ہوا۔

مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی الیکشن مہم کے دوران مولانا محمد الیاس صاحب فاروقی سیکرٹری سپاہِ صحابہؓ لاہور کے ساتھ جھنگ جانا ہوا، تو ضیاء الحق شہید سٹیڈیم کے پاس ایک بہت بڑے پانی کے ٹینک پر سپاہ صحابہؓ کے پرچم لہرا رہے تھے، جلسہ عام میں ایک مقرر صاحب نے کہا کہ ہم نے جھنگوی کی بات کو پورا کر دیا ہے، وہ دیکھو ٹینک پر جھنڈا لہرا رہا ہے، جھنگوی نے فرمایا تھا کہ اس ٹینک پر جھنڈا لہرائے گا، اور آج چیئر مین وائس چیئر مین بلکہ ساری بلدیہ سپاہ صحابہؓ کے کنٹرول میں ہے اسی کو کہتے ہیں

؎ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ قومی اور صوبائی نشستوں پر الیکشن لڑے، دونوں پر کامیاب ہوئے۔ مولانا اعظم طارق صاحب دونوں پر لڑے کامیاب ہوئے۔ یہ مولانا حق نواز کے خون اور دینی سیاست کا نتیجہ ہے، الحمد للہ علیٰ ذالک۔ پھر ۱۹۹۳ء کے الیکشن میں مولانا اعظم طارق دوبارہ بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ سپاہِ صحابہ میں مولانا اعظم طارق شہیدؒ وہ لیڈر تھے جو ہمیشہ الیکشن جیتتے رہے، آخری الیکشن مولاناؒ نے میانوالی کی جیل سے لڑا تھا، اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے ہمکنار کیا تھا۔ اہلِ حق کے نزدیک اسمبلی میں سیٹیں لینا یا نہ لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے، ان کے نزدیک سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہنا اصل ہے، لیکن قومی اور صوبائی نشستوں پر خالصۃً سپاہ صحابہؓ کے نمائندوں کا ہونا، اور شبانہ روز محنت کرنا یہ شہید حق جناب حق نوازؒ کی محنت و کاوش کا ثمرہ ہے۔ آج ان حضرات کو دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ چاروں صوبوں میں پھیلی ہوئی سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کی بے شمار مشکلات کے حل اور ان کے بے شمار جائز کام کروانے کے لئے یہ تین آدمی صبح سے شام تک کام میں جتے رہتے تھے، ان کو دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ اصل خدمت خلق اور خدمت جماعت تو یہ ہے۔

جامعہ محمودیہ

جھنگ میں علم وعرفان کا کوئی چشمہ نہ تھا، جس سے تشنگان علم اپنی تشنگی علم کو دور کرتے چنانچہ مولانا حق نوازؒ نے اپنے استاذ مفتی محمودؒ کے نام پر ''جامعہ محمودیہ'' کا آغاز کیا، جہاں سیاسی شعور کی بالیدگی اور دینوی عصری تعلیم دینے کا نصب العین تیار کیا۔ الحمد للہ ہم نے اس علمی مدرسہ کی زیارت کی ہم نے وہاں قرآن کے نغموں سے دلوں کو محظوظ ہوتے دیکھا۔ اسی مدرسہ کے پہلو میں مولانا حق نوازؒ اور مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کی تربتیں بنی ہیں۔ ان کے بعد مولانا عبدالصمد سیال شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، مولانا اعظم طارق شہیدؒ کو بھی اسی گلشنِ شہدائے ناموسِ صحابہؓ میں سپردِ خاک کیا گیا۔



باب۹

حق نواز شہیدؒ بحیثیت مبلغ و مقرر

نطق کو سو ناز ہیں تیرے لب اعجاز پر
محوِ حیرت ہے ثریا ، رفعت پرواز پر
لطف گویائی میں تیری ہمسری ممکن نہیں
ہو تخیل کا نہ جب تک فکر کامل ہم نشیں

تبلیغ سارے ہی کرتے ہیں، تقریر بہت سے لوگ کرتے ہیں، مگر بعض بندے ایسے ہیں، جن کی تقریر میں تاثیر ہوتی ہے، ان کی باتوں میں مٹھاس اور شیرینی ہوتی ہے، سننے والا سنتا ہے کہ یہ شخص حلق کے اوپر سے نہیں بلکہ دل و دماغ کی اتھاہ گہرائیوں سے بول رہا ہے، اور اس کے میٹھے بول ہم سے کسی چیز کا تقاضہ کرتے ہیں۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ کا خطابت کی دنیا میں ایک تجدد تھا۔ انہیں مقدس مشن کے لئے تڑپنے اور دوسروں کو تڑپانے کا گر آتا تھا۔

ایک نئی روح

کسے علم تھا کہ امیر شریعت کے بعد پاکستان کی دھرتی پہ کوئی ایسا نابغۂ عصر پیدا ہوگا۔ جو خطابت، گفتگو، تکلم اور وعظ و بیان کے جسم میں ایک نئی روح پھونک دے گا، جس کے وجود باجود کی بدولت امام اہلسنت کی چلائی ہوئی تحریک مدح صحابہؓ، ان کا ولولہ، جوش، جذبہ مذہب کے ساتھ والہانہ عشق، ان کا انوکھا طرز تحریر اور نرالا انداز بیان پھر وجود میں آئے گا اور سنی خطابت، سنی جوش، سنی حمیت، سنی غیرت، سنی للکار، سنی آواز کے فروغ کا باعث ہوگا۔ مگر سنی قوم کی خوش اقبالی اور خوش قسمتی

بھی قابل صد مبارکباد ہے، قابل داد ہے، جسے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور امام اہلسنت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کی شخصیت کے بعد امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ جیسا فصیح اللسان متکلم، واعظ، خطیب، جرأتمند، بے باک باہمت، نڈر، حوصلہ مند، باطل شکن، حق گو راہنما اور قائد ملا جس کی خطابت اور جرأت کا سکہ پاکستان کیا بیرون پاکستان کی سنی قوم کے دلوں پر بھی بیٹھا ہوا ہے اور جس کی خطابت، بے باکی، ہمت، جرأت، رعب و دبدبے کا شہرہ مشرق کی وادیوں سے نکل کر مغرب کی وادیوں میں قدم رنجہ ہو چکا ہے۔ جس کا پیام حق شرق سے غرب، شمال سے جنوب تک جا پہنچا ہے۔ جس کا لگایا ہوا پودا، برگ و بار لانے والا ہے، جس کے لگائے ہوئے گلشن کی آبیاری ہو رہی ہے، جس کی مہکار دور دور سے مشام جان کو معطر کر رہی ہے، جس کی جرأت ضرب المثل بن چکی ہے۔ جس کے لہو کی ایک ایک مبارک بوند سے سینکڑوں، ہزاروں حق نواز پیدا ہو چکے ہیں۔ اور کفر کی وادیوں میں کفر کے ایوانوں میں ہلچل مچانے اور کفر کے علم کو سرنگوں کرنے پر کمربستہ ہو چکے ہیں۔

قیمتی باب کا اضافہ

اسلامی تاریخ کے سینہ میں حق نواز شہیدؒ کی بے باکی، حق گوئی اور ولولہ انگیز خطابت ایک سنہری، اور قیمتی باب کا گراں قدر اور بیش بہا اضافہ ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسی قوم کا بیدار ہو جانا، جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر، موت کے منہ میں بیٹھ کر بندوقوں اور کلاشنکوفوں کی دھماکہ خیز آوازوں کے سننے کے باوجود اپنا مشن، اپنا پروگرام، اپنا نصب العین، اور پنا لائحہ عمل سنی قوم کی منصفانہ عدالت کے سامنے رکھتی ہے، یہ حق نواز شہید کی کرامت ہو سکتی ہے اس کے علاوہ اور کیا ہے۔

حق نواز شہیدؒ کی خطابت نے سمندروں کا تلاطم توڑ دیا، دریاؤں کا رخ موڑ دیا، دماغوں کا فتور نکال دیا، حکمرانوں کی کرسی ہلا دی، سنی قوم کی غیرت جگا دی، مولویت حقیقی مولویت بنا دی، اور باہمت قوم کفر کے سورماؤں سے لڑا دی، صحابہؓ کی عظمت بتا دی، خدا کی توحید، رسول اکرمؐ کی رسالت اصحاب پیغمبر کی رفعت و بلندی جتا دی۔ یہ سب سے بڑا تاریخی کارنامہ ہے، جو صدیوں تک سینوں کے سفینوں سے نکلنا مشکل ہے۔

امیر شریعتؒ اور امیر عزیمتؒ

امیر شریعت اور امیر عزیمت میں کیا فرق ہے؟ وہ بھی خطابت کا شہسوار تھا، اور یہ بھی، خطابت ان دونوں کی مملوکہ تھی اور بھی بہت سی خوبیاں ان میں مشترک تھیں، اگر راقم تناسخ کا قائل ہوتا، تو ضرور کہہ دیتا اور اس بات کو زبان سے نکالے اور قلم سے لکھے بغیر چارہ نہ ہوتا، میرا قلم اتنی بات ضرور لکھ جاتا کہ امیر شریعت کو حق گوئی، بے باکی، جرأت اور غیرت سے اس قدر وافر عشق تھا، جس نے امیر شریعت کی روح پرفتوح کو عدم میں جا کر بھی چین نہ پانے دیا، اور اس نے مجبور کیا کہ پھر کسی جسد خاکی میں جلوہ افروز ہو کر اسلامی غیرت، اسلامی جرأت، حق گوئی، اور بیباکی کے چمن کی آبیاری کرے اور اس نے جھنگ کے ایک کنج خلوت خانہ اور دور افتادہ پسماندہ علاقہ چیلہ میں دوبارہ جنم پایا، اور حق نواز شہید کی شکل وصورت اور قد وقامت میں ظاہر ہوا۔ لیکن راقم اثیم چونکہ ایک سنی العقیدہ مسلمان ہے، حنفی مسلک کا پیروکار ہے،، اللہ واحد کا پرستار ہے، رسول اکرم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار ہے، مشرب دیوبند کا خدمت گار ہے، اپنے نیک نام، نیک سرشت اساتذہ اور بزرگان دین کا تابعدار ہے جس کی وجہ سے اپنے من کی بات کہنے سے عاجز و بے بس ہے، جس کا قلم ان کی اتباع میں چلتا ہے، اس لئے تناسخ کا عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔

خطابت کی جھلکیاں

یہ نقوش جو آپ کے پیش نظر ہیں، یہ کیا ہے؟ یہ وہی خطابت ہے، یہ اسی خطابت کی جھلکیاں ہیں جو امیر عزیمت شہید ناموس صحابہؓ، وکیل اصحابِ پیغمبر، بادشاہ سنیت، مجدد عصر حاضر، علامۂ دوراں، نابغہ روزگار، جناب حق نواز شہیدؒ نور اللہ مرقدہٗ طاب اللہ ثراہٗ وجعل الجنۃ مثواہ کی زبان سے نکلی ہیں۔

آئین

اور میں آج یہ واضح کر دوں کہ پاکستان کی اسمبلی اب یہ قانون بنائے کہ ازواج نبیؐ کے گستاخ کی سزا موت ہے...... سپاہ صحابہؓ کے نوجوانو، ماؤں سے دودھ معاف کروالو، انہیں کہہ دو کہ

ہم پاکستان کے دستور میں اپنی ماؤں کے تقدس اور تحفظ کے لئے……

وہ مائیں جو پیغمبرؐ کا لباس ہیں……

وہ مائیں جو پیغمبر کی عزت ہیں……

وہ مائیں جو نبی کا لباس ہیں……

وہ مائیں جو نبی کا تقدس ہیں……

ان کے لئے اب پاکستان کے آئین میں لکھوائے بغیر ہم چین کی نیند نہیں سوئیں گے کہ نبا کی بیویوں کی توہین کفر ہے، اور توہین کرنے والا سزائے موت کا مستحق ہے۔ (خطاب بہاولپور)

امام الکونین ﷺ

مجھے اسمبلی میں پہنچ لینے دیں میں پیغمبر کی عصمت اور تحفظ کے لئے اتنی موثر جنگ لڑنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی سرزمین پر گستاخ رسول پھر آزادی سے نہ چل سکے۔ اگر تیرے ووٹ کی پرچی سے پیغمبرؐ کے گستاخ کا منہ بند ہو تجھے یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔

جس کا کلمہ پڑھتے ہو……

جس کے نام سے پہچانے جاتے ہو……

جس نے تمہارے لئے بیٹی کی عظمت الگ بیان کی ہے،

ماں کی عظمت الگ بیان کی ہے،

باپ کی عظمت الگ بیان کی ہے، اور جس کی دعا کے نتیجے میں تم آسمان سے پتھر برسنے کے راستے میں رکاوٹ ہو عذاب الٰہی سے بچے ہوئے ہو،

زمین میں دھنسنے سے بچے ہوئے ہو،

یہ کس کا صدقہ ہے امام الکونین کا، سید الاولین کا، سرتاج الرسول ﷺ کا۔

(خطاب ۱۹۸۸ الیکشن مہم)

اقتدار

مجھے اور آپ کو آج یہ زمین ہموار کونی چاہیے کہ ہم اس کرسی پر آئیں جس کرسی پر بیٹھ کر

اسلامی نظام کو نافذ کیا جا سکتا ہے۔لوگ ہمیں کہیں گے تم اقتدار کے بھوکے ہو!

جب اقتدار پر فرعون ہو تو اس سے کرسی کھینچنا دین ہے،

جب اقتدار پر نمرود ہو اس کا تختہ الٹ دینا دین ہے،

جب اقتدار پر عزیز مصر ہو تو اس سے مطالبہ کرنا قال اجعلنی علی خزائن الارض دین ہے۔

جب اقتدار پر یزید ہو تو اس کا تختہ الٹ دینا ضروری ہے،

ایسے طعنوں سے ڈر کر حجروں میں بیٹھ جانا دین کی کوئی خدمت نہیں ہے۔

(فقہ حنفی کانفرنس قلعہ قاسم باغ ملتان)

بیسیوں مقدمات

میری عقل ماؤف نہیں ہوگئی میرے دماغ میں کوئی خرابی نہیں، میرے عقل وخرد پر پردہ نہیں پڑا کہ مجھ پر بیسیوں مقدمات قائم ہیں، ہر ضلع میں پولیس میرا راستہ روکے کھڑی رہتی ہے، میں کئی مقدمات پر سارا سارا دن عدالتوں کے دروازے پر تاریخ اور پیشیوں کے لئے پریشان کھڑا رہتا ہوں۔ ان تمام پریشانیوں کے باوجود میں شیعہ کے کفر پر قائم ہوں...... ہر جگہ ان کا دجل آشکار کر رہا ہوں۔

حکومت سدّ راہ ہے......

کئی سیاستدان مجھے روک رہے ہیں...... کئی مصلحت پسند مجھے درس امن دے رہے ہیں...... میں سب کچھ اس لئے کر رہا ہوں کہ اے سنی تو شیعہ کو مسلمان سمجھ کر اپنی لڑکی ان کو دے کر ساری زندگی زنا کی وادی میں نہ دھکیل۔

ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کے جنازوں میں شریک ہو کر ان کے ساتھ قربانیوں میں شریک ہو کر اپنے ایمان کا گلشن ویران نہ کر......

لاعلمی اور مصلحت کی خاطر اپنے دین سے دشمنی نہ کر......

میں تو اِتمامِ حجت کر رہا ہوں، میں تو اپنا پیغام ایک مرتبہ ہر کوچے، ہر علاقے اور ہر ملک میں پہنچا کر رہوں گا، میں اس مشن پر اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہ کروں گا۔

(دفاعِ صحابہؓ کانفرنس جھنگ)

پروپیگنڈہ

عام پروپیگنڈہ یہ کر دیا جاتا ہے، کہ آج کل کے علماء کرام کی تقاریر سے فتنہ وفساد ہورہا ہے، فرقہ واریت پھیل رہی ہے جب کہ یہ پروپیگنڈہ بہت پرانا ہے۔ ہر دور میں صدائے حق روکنے کے لئے باطل نے یہی حربہ استعمال کیا کہ یہ تفریق ہورہی ہے۔ یہ آج کل کا پروپیگنڈہ نہیں، بہت پرانا ہے۔ آپ قرآن کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو مشرکین اور منافقین کی زبان سے بھی پروپیگنڈہ مل جائے گا، جنہوں نے یہ کہا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ماحول میں آکر تفریق پیدا کردی ہے...... ہم سکون میں تھے، ہمیں آپس میں لڑادیا۔ (حیدر کرارؓ کانفرنس جھنگ)

جرأت

صدیوں سے لکھی جانے والی بات آج ہم کہتے ہیں، شرارتی تصور ہوتے ہیں، آج بیان کرتے ہیں تخریب کار کہا جاتا ہے، آج ہم بیان کرتے ہیں کوئی ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ رب ذوالجلال کیا قیامت ٹوٹ گئی ہے، کہاں گئے اہل حق؟ کہاں گئی جرأت؟ کہاں گئی مجدد الف ثانی کی یلغار؟ کہاں گئی عطاء اللہ شاہ بخاری کی زبان؟ میں ششدر رہ جاتا ہوں سر پکڑ کر رہ جاتا ہوں، ہم نے غلطی کیا کی ہے؟ ہم نے کونسا نیا مسئلہ پیدا کرلیا ہے؟ ہم نے کب اکابرین کی راہ چھوڑی ہے؟ ہم نے کب اسلاف سے الگ راستہ اختیار کیا ہے؟ (تقریر اوکاڑہ)

جنگ

سپاہِ صحابہؓ حقوق کی جنگ لڑنے کے لئے مدح اصحابؓ کو عام کرنے کے لئے دشمنان اصحابؓ رسولؐ کا کفر ملت اسلامی پر واضح کرنے کے لئے اور اصحابؓ رسولؐ، امہات المومنین پر تبرے کی زبان ہمیشہ کے لئے بند کرنے کی خاطر میدان عمل میں اتری ہے، اور چار سال کے کم عرصہ میں سپاہِ صحابہؓ نے ملک کے طول وعرض میں اپنی شاخیں اور یونٹ قائم کئے ہیں، آج ہزاروں نوجوان سپاہ صحابہؓ میں شب وروز اصحابِؓ رسولؐ کی ناموس کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ ہماری جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک ہم پاکستان میں سنی حقوق حاصل نہیں کر لیتے، جب تک ہم

اصحابؓ رسولؐ کے خلاف لکھنے والا قلم توڑ نہیں دیتے ہماری جنگ اس وقت تک جاری رہے گی۔

(محسن کائنات کانفرنس جہانیاں)

چیلنج

پڑھے لکھے لوگو! رب ذوالجلال کی کبریائی کا واسطہ ہمارے موقف میں کمزوری نکالو، نقص نکالو، تمہیں کہتا ہوں، حکومت سے بھی کہتا ہوں، بی بی بے نظیر سے بھی کہتا ہوں، کہ میں نے تمہیں کافر کہا ہے چوکوں پر، محراب پر چوراہوں پر، مسجد میں اور اعلانیہ کہا ہے اگر تم سمجھتے ہو کہ میں غلط کہتا ہوں تو میرے خلاف ہائی کورٹ میں، سپریم کورٹ میں رٹ دائر کرو کہ ہمیں یہ مولوی کافر کہتا ہے، ہم مسلمان فرقہ ہیں عدالت مجھے مجرم کی حیثیت سے طلب کرے، میں عدالت عالیہ میں تمہارا کفر رکھتا ہوں، تم اپنا اسلام رکھو، عدالت ایک سال، دو سال، پانچ سال کیس سماعت کرے، تم اطمینان کے ساتھ دلائل دو، تم بھی تیاری کر کے آؤ میں بھی تیاری کر کے آتا ہوں، تم بھی پوپ پال پادری عدالت میں کھڑے کرو میں بھی تمام علماء کرام عدالت میں کھڑے کر دیتا ہوں۔ پانچ سال بعد اگر عدالت عالیہ تمہارے کفر کا فیصلہ نہ کرے تو رب کعبہ کی قسم، رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم میں جلاوطنی قبول کرلوں گا۔

گئے چوکوں کے مناظرے، یہ پرانی باتیں تھیں، عدالت میں آؤ طے کریں بات کو، اگر شیعہ نہیں آتے تو حکومت مجھ پر کیوں پابندیاں عائد کرتی ہے، مقدمات بناتی ہے مجھے نقص امن پیدا کرنے کا طعنہ دیتی ہے خود کیس کرے، جس ضلعے کا ڈپٹی کمشنر مجھ پر پابندیاں عائد کرتا ہے وہ جرأت کر کے کیس عائد کرے کہ یہ شیعوں کو کافر کہتا ہے میں نے اس پر پابندی عائد کی ہے، کیونکہ شیعہ مسلمان ہیں۔ میں شیعہ کے کفر پر عدالت میں دلائل دیتا ہوں، ڈپٹی کمشنر شیعوں کا ٹاؤٹ بن کر ایجنٹ بن کر چیلہ بن کر ان کے اسلام کے دلائل لائے، اگر شیعہ مسلمان ثابت ہو گئے تو میں ملک چھوڑ جاؤں گا۔ (خطاب اوکاڑہ)

خون کا قطرہ

دل میں ایک تڑپ تھی اور صحابہ کرامؓ کی محبت تھی اس لئے ہر خطرہ مول لے کر اس میں کام کر

رہا ہوں اور اس مقدس کام پر اپنا آخری خون کا قطرہ بہا دینا اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ (امیر عزیمت شہیدؒ)

دفاع:

جو قرآن کے دشمن ہیں سزا ضرور پائیں گے، میں آپ سے کہنا یہ چاہتا ہوں کہ یہ وہ وجوہات ہیں جو شیعوں کو میرے خلاف آئے دن اکساتی چلی جا رہی ہیں، وہ ظلم کرتے ہیں میں دفاع کرتا ہوں زیادتیاں وہ کرتے ہیں میں دفاع کرتا ہوں، مارتے وہ ہیں سنیوں کے کیس میں لڑتا ہوں۔ میں تمام تر دفاعی جنگ لڑتا ہوں، اگر سنی ہمارے ساتھ نہ ہوں، تو آپ بتلائیں کہ میں کسی گردوارہ پر دستک دوں؟ آپ بتلائیں کہ میں کسی عیسائی کے دروازہ پر دستک دوں، اگر تم عائشہؓ کے دوپٹے کے لئے دست و بازو نہیں بنتے ہو تو وہ در بتلا دو جس در پر میں دستک دوں۔

(امیر عزیمت شہیدؒ۔ خطاب جھنگ)

صحابہ رضی اللہ عنہم

اصحابِؓ رسولﷺ کون تھے؟ اصحاب رسولﷺ وہ تھے جنہوں نے بچے قربان کئے دین کی خاطر، وطن چھوڑا دین کی خاطر، جانیں قربان کیں دین کی خاطر، مصائب برداشت کئے دین کی خاطر، تکالیف برداشت کیں دین کی خاطر، پیٹ پر پتھر باندھے دین کی خاطر، اور جنہوں نے کفر کے محلات زمین بوس کر دیئے جنہوں نے لات و عزیٰ کی بادشاہی ہمیشہ کے لئے ختم کر دی، جنہوں نے پیغمبر اسلام کے لائے ہوئے ضابطہ حیات کو دور دور تک پہنچا دیا۔

(یکم جون ۱۹۸۹ء۔ شجاع آباد ضلع ملتان)

ضروریات

عقیدہ کی بنیاد شرط ہے، اگر اس کا عقیدہ صحیح ہے، ایمان صحیح ہے اس کے ایمان میں عقیدے میں کفر اور شرک کے گناہ نہیں ہیں، یا ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار نہیں ہے، مثلاً قیامت پر ایمان رکھنا، ضروریات دین میں سے ہے، جنت اور دوزخ پر ایمان رکھنا ضروریات دین میں سے ہے، ملائکہ پر ایمان رکھنا ضروریات دین میں سے ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول

ماننا اور اللہ کے سوا باقی ساری مخلوق سے اعلیٰ افضل واکمل تسلیم کرنا یہ بھی ضروریات دین میں سے ہے،ضروریات دین کا مطلب جن کا ماننا ایمان ہو اور جن کا انکار کفر بن جائے اسے ضروریات دین کہتے ہیں۔ (جھنگ ۱۶ فروری ۱۹۹۰ء۔زندگی کا آخری خطاب)

سنی

ہائے امی،اللہ میری آواز امی عائشہ تک پہنچا کہ میں مجبور ہوں کہ تیرے دشمن کا مذہبی تشخص میں عدالتی طور پر قبول کروانا چاہتا ہوں،ورنہ میں یہ کفر کبھی بھی نقل نہ کرتا،اللہ میری معافی کے الفاظ قدرت کاملہ سے میرے امی عائشہ تک پہنچا، تجھے ساری قدرتیں ہیں یارب تو آواز پہنچا سکتا ہے۔امی،امی،عائشہؓ! اگر مجھے تیرے دشمن کو واضح کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں یہ الفاظ کبھی بھی نقل نہ کرتا۔نقل کفر کفر نباشد کہہ کر،نعوذ باللہ کہہ کر،معاذ اللہ کہہ کر،لرزتے وجود کے ساتھ میں یہ الفاظ نقل کررہا ہوں،سنی بیدار ہو،سنی اٹھ کھڑا ہو،سنی غیرت کر،سنی ہوش کر،سنی بے ضمیری چھوڑ،سنی جرأت کر، اشتیاق کاظمی ''چراغ مصطفوی'' کے صفحہ نمبر ۶۷ پر بے ایمان کہتا ہے،کافر کہتا ہے،دجال کہتا ہے...... ''سنیو!تم عائشہ کو عورت سمجھتے ہو یا بندری'' (نعوذ باللہ!)

(خطاب مظفر گڑھ)

عزم

(۱) سنیو! اپنے رب سے ڈر کر کہہ رہا ہوں،حکومت میری راہ نہ روکے،مجھے صرف ایک سال چوکوں،چوراہوں،روڈوں،بازاروں میں اسی طرح کے جلسے کر لینے دو،اگر ایک سال کے بعد ایک شیعہ بھی کامیاب ہو کر اسمبلی میں پہنچ جائے تو میرا ناک کان کاٹ دینا،شیعہ کے ووٹوں سے ایک کونسلر بھی نہیں بن سکتا۔قومی اسمبلی کا ممبر تو دور کی بات ہے۔

(۲) صدیق اکبرؓ دن دیہاڑے جنت جاتے ہیں دیکھتے کون ہیں؟ صحابہ کرامؓ،کون دیکھتے ہیں؟جن کی آنکھیں رسول کو دیکھتی ہیں کون دیکھتے ہیں؟جن کی آنکھیں جبرئیل کو دیکھتی ہیں وہ دیکھتے ہیں صدیق اکبرؓ جنت جارہا ہے،

(کارخانہ بازار فیصل آباد ۱۶ جنوری ۱۹۹۰ء۔صدیق اکبرؓ کانفرنس)

قوت:

ہم نے ایک نظریہ کی جنگ لڑی تھی، اس کاز پر ہم نے محنت کی ہے، اور اس پر بڑی کامیابی سے ہم نکلے ہیں اور یہی بات میں پہلے کہتا ہوں کہ آپ دشمنان اصحاب رسولؐ کی قوت کو مضبوط نہ کریں، ان کی قوت مضبوط ہوگی، حق نواز کا کچھ نہیں بگڑے گا، ان کی غلیظ زبانیں فٹ فٹ نکلیں گی۔　　(۱۸ نومبر ۱۹۸۸ء بعد الیکشن)

کافر کون؟

بات تو یوں بھی ہو جائے گی کہ صحابہؓ کا منکر کافر ہے، بات تو یوں بھی ہو جائے گی کہ قرآن کا منکر کافر ہے، بات تو یوں بھی ہو جائے گی کہ حدیث کا منکر کافر ہے، بات تو یوں بھی ہو جائے گی کہ نبیؐ کا منکر کافر ہے، بات تو یوں بھی ہو جائے گی کہ عائشہ کا منکر کافر ہے، بات تو ہو جائے گی، جیسے بہت سارے صوفی لوگ کہتے ہیں، لیکن جس انسان کو اس ماحول سے واسطہ پڑا ہے وہ اس کو سمجھتا ہے کہ اس بات سے اتنا لوگ جان جائیں گے کہ قرآن کا منکر کافر ہے، لیکن یہ نہیں جان سکیں گے کہ وہ منکر قرآن کہیں ہمارا رشتہ دار تو نہیں ہے؟

وہ منکر قرآن کہیں ہمارے سامنے تو نہیں پڑا، جس کا ہم جنازہ پڑھ رہے ہیں؟ وہ منکر قرآن کہیں میرا بہنوئی تو نہیں بن گیا؟ وہ منکر قرآن کہیں میرے ساتھ کھانا پینا تو نہیں کر رہا؟ وہ منکر قرآن کہیں میری برادری میں تو نہیں گھس گیا، ؟ اس منکر قرآن کو کہیں میں اپنا بھائی تو نہیں سمجھ رہا؟ یہ چیز طے نہیں ہوگی، تو ایک ذہن بن جائے گا۔ الخ

(امیر عزیمت شہیدؒ۔ ۲۳ مئی ۱۹۸۶ء مسجد پپلیانوالی)

للکار:

ہم قتل و غارت گری نہیں چاہتے، فساد نہیں چاہتے، لیکن شیعو بھول جاؤ، ہم کنجری کی اولاد نہیں ہیں، ہم بے غیرتی کی زندگی بھی نہیں گزارنا چاہتے، یہ تمہیں بھول جانا چاہئے، اس بنیاد پر پرچہ درج کروایا ہے، اگر ملزم گرفتار نہ ہوئے، اگر ملزموں کو حکومت نے گرفتار نہ کیا، پھر حکومت کے

ساتھ اسی میدان میں مڈ بھیڑ ہوگی، یا وہ جیتیں گے یا ہم جیتیں گے۔ اگر تم چین کی نیند سونا چاہتے ہو تو ملزم پکڑو، ورنہ ہم نہ خود سوئیں گے اور نہ تم کو سونے دیں گے، نہ خود چین کریں گے نہ تمہیں چین کرنے دیں گے۔ (جھنگ قاتلانہ حملہ کے بعد خطاب)

معاویہ رضی اللہ عنہ

معاویہ رضی اللہ عنہ کون ہے؟ کتنا عظیم انسان ہے؟ یہی معاویہ رضی اللہ عنہ تو ہے، جو پیغمبر کے ساتھ ایک سواری پر سوار ہے، پیغمبر کے ساتھ ایک سواری پر سفر کیا ہے۔ اس معاویہ رضی اللہ عنہ کو پاکستان میں گالی نکلے...... ملاں، مرشد پیر تم سارے لمبی چادر تان کر سو گئے، تو میں تمہیں غیور قوم سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ (صدیق اکبر کانفرنس کراچی)

مولویت

مولویت ٹاؤٹی کا نام نہیں، مولویت کاسہ لیسی کا نام نہیں مولویت رشوت دلالی کا نام نہیں، مولویت مصلحت اور عقیدہ کو بیچنے کا نام نہیں، مولویت شاہ ولی اللہؒ کے تفکر کا نام ہے، مولویت مجدد الف ثانیؒ کی یلغار کا نام ہے، مولویت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے جہاد کا نام ہے، مولویت عطا اللہ شاہ بخاریؒ کی خطابت کا نام ہے، مولویت حسین احمد مدنیؒ کی جرأت اور شجاعت اور بہادری کا نام ہے تمہارا یہ فکر غلط ہو جانا چاہئے کہ مولویت ٹاؤٹی کا نام ہے۔ (مظفر گڑھ ۱۹۸۷ء)

نوجوان

میں اپنا ایک انداز بیان، سوچ و فکر رکھتا ہوں اور سپاہ صحابہؓ اسی سوچ و فکر کو لے کر گلی گلی، گاؤں گاؤں، قصبہ قصبہ، بستی بستی، قریہ قریہ پھیل رہی ہے، اور آخری دم تک اسی موقف پر لڑنا چاہتی ہے، اس گئے گزرے دور میں جس دور میں لوگ دین سے دور بھاگتے جا رہے ہیں، اس دور میں جس دور میں انتشار عام ہو، افتراق عام ہو، مذہبی قوتیں اپنی قوت ضائع کر رہی ہوں، ایسے دور میں ایسے نوجوانوں کے لمحات سینما میں گزرتے تھے، جن نوجوانوں کی راتیں ٹی وی پر گزرتی تھیں، جن نوجوانوں کے لمحات سینما میں گزرتے تھے، ان نوجوانوں کا باقاعدہ وردی پہن کر گلی کوچوں میں

اصحابؓ رسولؐ کی عظمت بیان کرنا، ازواج رسولؐ کی عفت کو بیان کرنا اور ان مقدس شخصیات کے دشمنوں کی ۱۴۰۰ سو سالہ تاریخ کو بیان کرنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہ میرا کمال ہے نہ یہ ان جوانوں کا کمال ہے...... یہ اصحاب رسولؐ کی کرامت ہے۔ (خان پور ۱۹۸۹ء)

وصیت

اتنی بڑی مشکلات سے گزر کر پھر بھی اسی موقف پر قائم ہیں، کیوں قائم ہیں؟ بلکہ میں آج آپ کو گواہ بنا کر کہنا چاہتا ہوں۔ اس رب کی قسم جو اس محمد کا رب ہے، اس رب کی قسم جو کعبہ کا رب ہے، اس رب کی قسم جو کائنات کا رب ہے، میں اپنی اولاد کو وصیت کر چکا ہوں کہ تم میرے وجود کو بھول جاؤ اگر میری جان بھی اس راہ پر لگتی ہے، اور اس جان کو لگ جانے سے میری امی، طیبہ، طاہرہ، عفیفہ، اُم المومنین سیدہ عائشہ کے دوپٹے کا تحفظ ہو جاتا ہے تو اس سے بڑی نعمت میرے لئے رب کی اور کوئی نہیں آئے گی۔ (مظفر گڑھ شہر ۱۲ جون ۱۹۸۹ء)

خطابت کی خوبیاں

مولانا حق نوازؒ کی خطابت نری خطابت نہ تھی کہ تقریر کر دی، مجمع اگا لیا، شعر سنا دیا، مجمع کو ہنسا دیا، نعرے لگوا دیئے، چلو کام بن گیا۔ مولانا حق نواز کی خطابت ایک سوز کا نام تھا، جذبہ کا نام تھا، دین کی خدمت کا نام تھا، تقریر کے ذریعہ اپنی شخصیت یا نفس کو خوش کرنے کی بات نہ کرتے تھے، ایک دفعہ جلسہ میں ایسی بات نکلی، لوگ ہنس پڑے، مولانا فرمانے لگے کہ میں نے ہنسنے کے لئے بات نہیں کی، بلکہ میں آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ یہ کفر کیا کہتا ہے، اور یہ کیا لکھتا ہے، آپ کی تبلیغ، تقریر اور خطابت بے شمار خوبیوں کی حامل تھی۔

ہمدردی کا جذبہ

مولانا حق نوازؒ جس جگہ تقریر کرتے، ان کے ذہن میں پہلے سے پروگرام ہوتا، جن لوگوں نے آپ کو جلسہ میں دعوت سخن دی ہوتی، ان کے ساتھ ہمدردی اور ان کی ضرورت کے مطابق کرتے تھے، سننے والوں کے ساتھ ہمدردی ہوتی، آپ یہ سوچتے تھے کہ ان لوگوں کے پیٹ ہو

پڑے، اگر میرے سننے والوں کو بات نہ سمجھ آئے تو فائدہ کیا؟ یہی وجہ تھی کہ آپ کا جلسہ تمام علماء کے جلسہ سے زیادہ کامیاب ہوتا تھا۔ کئی لوگ مجمع اکٹھا کرنے کے لئے اشتہار پر مولانا حق نواز کا نام لکھ دیتے، جب لوگ آچکتے تو آخر میں اعلان کر دیا جاتا کہ مولانا کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

خطاب میں سوزِ جگر

آپ جب بولتے تو دل کے اندر سے آواز نکلتی تھی، آپ کی بات ایسی ہوتی تھی کہ ہر آدمی کو یقین کرنا پڑتا تھا، مولانا کی بات سوز جگر اور سوز قلب ہوتا تھا، بسا اوقات شیعہ کی ہفوات کا ذکر کرتے ہوئے چیخ مارتے، گویا گلا پھٹ رہا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے، آپ کی خطابت میں ایک تسلسل ہوتا تھا، سامعین پوری توجہ سے سنتے تھے، آپ مصنوعی باتوں کی بجائے قرآن وسنت سے دلائل دیتے تھے، آپ کی تقریر سننے والے یقیناً آپ کی بات تسلیم کر کے مجمع سے اٹھتے، جن لوگوں نے مولانا کی تقریریں سنی ہیں وہ جانتے ہیں کہ مولانا حق نواز کو اللہ تعالیٰ نے کیسا ملکہ عطا فرمایا تھا، مولانا شہید کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والہانہ و بے پناہ محبت اور صحابہ کرامؓ کے گہرے عشق سے یہ دولت ملی۔

ختم تقریر تری مدحتِ سرکار پہ ہے
فکر روشن ہے ترا موجد آئین نیاز



باب ۱۰

حق نواز شہیدؒ بحیثیت مسلمان

سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے
دیکھیں گے تجھے دور سے گردوں کے ستارے
ناپید ترے بحرِ تخیل کے کنارے
پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے

آج مولانا حق نوازؒ کا تذکرہ خیر ہو رہا ہے، مصنفین کتابیں لکھ رہے ہیں، شعراء موزوں ...ور جوڑ رہے ہیں، مورخین عہد جدید کی تاریخ کے اوراق ترتیب دے رہے ہیں سوانح نگار ...ریوں کی پرکھ پڑچول میں منہمک ومتوغل ہیں۔ایک کمزور اور لاغر، کم مایہ وکم علم صبح نماز فجر کی ...ئی کے بعد قبلہ رو بیٹھتا ہے، کتابوں کی الماریاں سجی ہیں، ۱۴x۴ کا معمولی سا حجرہ ہے، نہ کوئی ...نے والا آرہا ہے اور نہ کسی کا انتظار ہے، ساری دنیا محو خواب ہے، سناٹے کا عالم ہے، اس وقت ...ب ظلمت میں ہر سو خاموشی ہے، کس کی مدح سرائی کی جارہی ہے، کس کے نغمے گائے جا ...ہے ہیں؟ وہ انسان تھا؟ فرشتہ تھا؟ یا ان دونوں مخلوقات سے ماوراء تھا؟

اتنی فکر و پریشانی اور ذہن و دماغ پر بوجھ ڈالنے کی ضرورت نہیں، جس کی مورخین تاریخ ...ب دے رہے ہیں، سوانح نگار جس کے حالات زندگی لکھ رہے ہیں، شعراء جسے نذرانہ عقیدت ...ارنے کے لئے بے تاب ہیں، ادباء ادب کے کچھ موتی جس کی نذر کرنے کے لئے منتظر ہیں، ...بت ایک پیکر خاکی اور اس خاکی وجود میں بے شمار عمدہ صفات کی حامل ہے۔

انسانوں کی بستی میں جلوہ گر ہونے والے مولانا حق نوازؒ کی دو آنکھیں، دو کان، ب بتیس دانت، خوبصورت ناک، دو ہونٹ، کشادہ پیشانی، اور روشن کتابی چہرہ تھا، جو سرخی مائل تھ بالوں کی زلفیں کانوں سے نیچے، ہاتھ کی ہتھیلی کشادہ، عالم چنے کا قد نہیں رکھتا تھا بلکہ متوسط قد ؛ مالک تھا۔ جسم نہ بہت ضعف کا شکار تھا، اور نہ ہی اتنا سمین کہ چلت پھرت میں بھی دشواری ہو، بلہ میانہ قد تھا، سردیوں میں گرم چادر اور اون کی ٹوپی، گرمی کے ایام میں مختصر سا لباس وسفید ٹوپی او کچھ نہیں، چہرے پہ عینک اور کبھی کبھار سر پر عمدہ قسم کی ٹوپی رکھتے تھے، ورنہ عموماً سفید ٹوپی، کبھی کبھار سفید رنگ کا عمامہ بھی باندھتے تھے۔ یہ ہے مولانا کا سراپا وجود وہی وجود جو ایک عام انسان کا ہوتا ہے، زمیندار بھی اسی وجود کا مجازی مالک ہے کسان بھی صنعت کار بھی اور تا جر بھی، صدر بھی اور وزیر اعظم بھی، ایک اعلیٰ آفیسر بھی اور ایک ادنیٰ چپڑاسی بھی سب کا سراپا وجو اتنا ہی ہوتا ہے، اور ان ہی اشیاء سے مرکب ہوتا ہے، یہی کھوپڑی، یہی سر، یہی سراپا سب کا لیکن انسانوں میں تمام چیزوں کا اشتراک ہونے کے باوجود بعض چیزوں اور بعض خوبیوں ز بدولت بعض لوگ خاک کے ذروں سے اٹھتے ہیں اور آفتاب تک رسائی کرتے ہیں، بعض لوگ شہرت کے حصول کے لئے یم حیات کا سارا ذخیرہ بہا دیتے ہیں۔ بجائے حصولِ شہرت ے نکبت وادباران کی گردن میں معلق کر دیا جاتا ہے۔ کچھ خوش قسمت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خاک کے ذروں میں بہاروں کے دن گزارنے میں فرحت محسوس کرتے ہیں۔ کراماً کاتبین کے علم میں بھی نہیں ہوتا کہ کرہ ارضی کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک انسانیت کی آنکھیں ان کے دیدار عام کے لئے وقف راہ ہوتی ہیں۔

مولانا حق نواز عجائبات وغرائباتِ کائنات میں سے نہ تھے، وہ تو ایک عام انسان تھے عام انسانوں کی طرح زندگی کے فانی ایام بسر کر رہے تھے، رب کائنات نے دعوتِ دین کی عظیم ذمہ داری کا کوہ گراں حق نوازؒ کے ناتواں شانوں پہ رکھ دیا۔ حق نوازؒ نے اپنے خالق کی رضا میں نجات و فلاح سمجھی۔ حق نواز نے خالق کی امانت کو دیانت داری، بہادری، جرأت اور دلیری کے ساتھ مخلوق کے سامنے پیش کیا۔

انسانوں سے محبت

حق نواز شہیدؒ میں بہت سے خصائل قابل ستائش ہیں، مولانا شہیدؒ کے خصائل حمیدہ میں ایک حسن یہ بھی تھا کہ آپ کو انسانوں سے محبت تھی۔ مولانا کے ہاں انسان کے اعمال و برے عقائد سے نفرت کرنا اصولی حق تھا اور یہی تاریخ اسلاف سے پایا تھا، لیکن انسان بحیثیت انسان سے نفرت نہ تھا۔ انسان رب کی بنائی ہوئی مخلوق ہے، جسے شرافت ملی اور خلعتِ شرافت سے نوازا گیا۔ جب انسان رِدائے شرافت تار تار کر دیتے اور حیوانیت و بہیمیت کی دہلیز پر قدم رکھتے تو مولانا حق نواز شہیدؒ قلق واضطراب کا شکار ہو جاتے۔ مولانا حق نوازؒ کے سامنے شیعہ عقائد ونظریات زمانہ طالب العلمی سے تھے۔ آپ کے والد گرامی کا ایک ملازم شیعہ تھا، اور آپ کے خاندان کے اکثر لوگ شیعہ ہی تھے شیعہ ملازم نے صحابہ کرامؓ کا نام لے کر گستاخی کی، مولانا اس وقت طفل انجان تھے۔ صحابہ کرامؓ میں سے بعض کے نام تو سن رکھے تھے، لیکن شرعی عظمت کیا ہے؟ ان کا مقام عالی کیا ہے؟ اس سے بخوبی آگاہ نہ تھے۔

شیعہ ملازم کی گستاخی پہ مولانا کے دل سے آواز نکلی کہ میں اتنا مولوی ضرور بنوں گا کہ ایسی گستاخی کا جواب دے سکوں۔ مولانا حق نوازؒ بحیثیت انسان اس ملازم کو سمجھاتے رہے اور اسے بتاتے رہے کہ تو ایسی بات کرنا چھوڑ دے، اور یہ اس وقت کی بات ہے، جب آپ بچے تھے، بات چل رہی تھی کہ مولانا کو شیعہ کے نظریات کا علم عصر طالب علمی میں بھی تھا۔ آپ اسی انداز میں دعوت وتبلیغ کا کام کرتے رہے، جس طرح باقی علماء کرام کرتے تھے، لیکن جب شیعہ کے ذاکروں اور مجتہدوں نے صحابہ کرامؓ کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا تو مولانا سے برداشت نہ ہو سکا۔ جب مولانا آتشِ عشقِ صحابہؓ میں کودے اس سے پہلے شیعہ صحابہ کے خلاف کئی غلیظ کتابیں لکھ چکے تھے۔ اس کے باوجود مولانا بحیثیت انسان دل میں ہمدردی کا پہلو رکھتے کہ شیعہ اصحاب کرامؓ پر تبرا بازی کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کریں، اپنے لیے جہنم نہ خریدیں۔ آپ کو ان سے ذاتی دشمنی وعداوت نہ تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ شیعہ صحابہ کے غلام بن جائیں۔ لیکن شیعہ بجائے اپنی آخرت و عاقبت سنوارنے کے دنیا میں یہ رسوائیاں لینے کے حق دار بن گئے۔

دوستی ودشمنی کا معیار:

مولانا حق نواز کی دوستی و دشمنی کا ایک معیار ہوتا تھا، آپ ذاتیات پر کسی سے لڑنے جھگڑنے کے چکروں میں نہ پڑتے تھے، آپ کی دوستی یادشمنی "الحب فی اللّٰہ و البغض للّٰہ" کے اصول پر ہوتی تھی، محبت اللہ کے لئے اور دشمنی بھی اللہ کے لئے آپ اہل اللہ اولیاء اللہ سے محبت کرتے تھے۔ اللہ کے ان بندوں جو شاہراہ مستقیم پر چل رہے ہوں یا چلنے کے لئے پر تول رہے ہوں۔ یا جن کی عمریں اس دشت کی سیاحی میں گزری ہوں ان سے محبت و دوستی کے خواہاں تھے، ان کی خدمت باعث سعادت خیال کرتے تھے، جو لوگ دین دشمنی سے سرشار تھے، انہیں از روئے ہمدردی دین پر لانے کی کوشش کرتے، اتمام حجت کے بعد بھی وہ دین دشمنی سے دست کش ہونے کا عزم نہ کرتا تو پھر اس کی دین دشمنی آشکار کرتے اس کے مکروفریب کو عوام الناس کے سامنے بیان کرتے۔ الحب فی اللہ اور بغض للہ کے اصول پر پوری طرح کاربند تھے، اسی اصول پر مولانا حق نوازؒ نے اپنے خاندان کے شیعوں کو قائل کیا، اور مسلک حق قبول کروایا اور جو اس کم بختی و نافرمانی سے باز نہ آئے، انہیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا، کئی شیعہ مولانا کے واضح، پر مغز دلائل سے متاثر ہو کر کلمہ اسلام پڑھنے لگے، یہ علامت ونشانی تھی اس بات کی کہ مولانا کے پہلو میں ایسا دل موجود تھا، جس پر یہ بات نقشِ دوام بنی ہوئی تھی کہ یم حیات کی روانی، اور سیلانی ہوگی، باطل کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گی اور کوئی شخص نقصان کرتا تو والکاظمین کی آیت ذہن میں گردش کرنے لگتی۔ فاعفوا واصفحوا کے حسین الفاظ آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتے۔ فتح مکہ والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "لا تثریب علیکم" فوراً ذہن میں آجاتا، تو ذاتی بات کو ٹال دیتے، اسے جھگڑے کا باعث نہ بننے دیتے، بلکہ ذاتی بات پر جب غصہ آتا، شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ فوراً ذہن میں آجاتا کہ ایک شخص کے سینہ پر بیٹھے ہیں وہ دین کا دشمن ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ناصیۂ تاباں پر تھوکتا ہے حضرت علیؓ اسے معافی دے دیتے ہیں کہ کہیں اللہ کی رضا میں علیؓ کی خواہش دخیل نہ بن جائے۔

ایفائے عہد

مولانا حق نوازؒ وعدہ کے بہت پابند تھے وہ وعدہ کسی سے کرنے کے قائل نہ تھے، لیکن

جب وعدہ کرتے تو پورا کرتے۔ آپ کو دینی مدارس یا کسی بھی مقام پر دعوت دی جاتی تو آپ باوجود یہ کہ پولیس ناکہ بندی کرتی، رکاوٹیں کھڑی کر دیتی راستے بلاک کر لیتی، اپنے وعدے پر پہنچ جاتے تھے۔ کبھی کسی موقع پر اطلاع نہیں ملی کہ مولانا نے وعدہ کیا، پھر جلسہ میں نہیں آئے۔ اگر کسی جلسہ میں آنے سے کوئی بڑی چیز مانع ہوتی تو قبل از وقت انہیں اطلاع بھجوادی جاتی، لیکن وعدہ خلافی نہیں کرتے تھے۔ ارشاد " لا دین لمن لا عھد له " ہر وقت ان کے ذہن میں رہتا تھا، آپ کے قول وفعل میں یکسانیت تھی آپ دورخی کے قائل نہ تھے۔

اپنوں اور غیروں سے سلوک

مولانا حق نوازؒ معاملات میں سخت تھے، جماعتی تنظیم کا معاملہ ہو یا ذاتی، حساب کتاب میں خواہ اپنا ہو یا پرایا کوئی رو رعایت نہیں رکھتے تھے، لین دین میں اپنوں اور پرایوں سے سلوک یکساں تھا، "تَعَاشَرُوْا كَالْاِخْوَانِ تَعَامَلُوْا كَالْاَجَانِبِ" پر پوری طرح عمل پیرا تھے۔ بالخصوص جماعتی معاملات میں سخت تھے، سپاہ صحابہؓ کے سیکرٹری مالیات ایسے لوگوں کو بناتے تھے، جن کی امانت، دیانت، یا مالی معاملات میں گڑ بڑ کا اندیشہ نہ ہوتا تھا آپ ان کو ہمیشہ تلقین کرتے تھے کہ جماعتی معاملات صاف ستھرے رکھو، ایمان داری اور دیانت داری سے کام کرو، جو حساب کتاب ہو وہ لکھ رکھو پورا پورا حساب رکھو۔ آپ ان معاملات پر گہری نظر رکھتے یہی وجہ ہے کہ مولانا کی پوری جماعتی زندگی میں کسی نے ان پر انگلی نہیں اٹھائی، جو کچھ لوگ ان کی خدمت میں پیش کرتے وہ جماعت کے حوالے کر دیتے تھے۔

حمیت وغیرت

جب " لادین لمن لا غیرۃ له " کا جملہ سامنے آتا ہے تو یوں خیال آنے لگتا ہے کہ یہ جملہ مولانا حق نوازؒ کے لئے ہی بولا گیا ہے۔ دین کے بارہ میں مذہب کے بارہ میں آپ بہت غیور واقع ہوئے، گھریلو معاملات، عزت وناموس پہ تو ایک عام آدمی بھی غیرت کھا جاتا ہے، لیکن مذہب اور دین ایک مظلوم چیز ہے۔ دشمن جو مرضی کہے جو اس کے جی میں آئے کہے، لوگ ٹال دیتے ہیں ایسے کہہ کر کہ چھوڑو جی! یہ مولویوں کا مسئلہ ہے، دین کی بات کو لوگ اس سے زیادہ وقعت نہیں

دیتے۔ زیادہ سے زیادہ کوئی سنگین مسئلہ ہوا تو جلوس نکال لئے، جذباتیت دکھادی، لیکن دینی حمیت غیرت ایمان کو جھنجوڑنا، کسی بھی محاذ پر مسلمان کی آواز بن کر گرجنا اور برسنا یہ مولاناؒ کی غیرت وحمیت دین کا عمدہ شاہکار تھا۔

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سردارا

اتباعِ سنت

مولانا حق نواز رحمہ اللہ کو جس طرح حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین، آپ کے عقائد ونظریات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ سے والہانہ عشق و پیار تھا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ کے نورانی اور مقدس طریقوں سے بھی پیار ومحبت تھی، آپ حضرت نبی کریمؐ کے طرق حسنہ اور صحابہ کرامؓ کے طریقوں کے اتباع میں اپنی عافیت ونجات سمجھتے تھے، آپ گردش شام وسحر سے جنم لینے والی نئی نئی باتوں کے قائل نہ تھے، عہد حاضر کے فرسودہ نظاموں اور طریقوں سے دوری رکھتے تھے، اہل بدعت کی سیاہ کاریوں اور شعبدہ بازیوں سے پریشان تھے، آپ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں کسی قسم کی کمی بیشی کی جائے۔ اہل تشیع نے اذانِ نبویؐ میں ''علی ولی اللہ وصی رسول اللہ، قاتل المشرکین، علی امیر المومنین '' کا اضافہ کیا، اہل بدعت نے رسول اکرم کی بتائی ہوئی دو عیدوں کے مقابلہ میں تیسری عید ''عید میلاد'' کا اضافہ کیا۔ گیارہویں شریف کا وجود پورے دینِ نبوی میں نہیں اس کا اضافہ کیا۔ چہلم، ساتویں اور تیجے کی رسم کا آغاز کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی سماعت پر درود پڑھنے کی بجائے انگوٹھے چومنے کا طریقہ شروع کیا۔ اذان سے قبل وبعد ''الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' کا نیا طریقہ ایجاد کیا، نماز جمعہ کے بعد گول دائرہ بنا کر کھڑے ہو کر درود پڑھنے کا نیا طریقہ شروع کیا، یہ تمام باتیں ایک متبع متشرع، پاک دل، پاکباز، خدا رسیدہ خدا ترسیدہ، حق گو بے باک، نڈر دین کے پاسبان عالم کے لئے کسی تشویش سے کم نہ تھیں۔ آپؒ دلائل سے ان لوگوں کو سمجھاتے کہ خدارا، بدعات سے گلوخلاصی حاصل کرو اور سنتِ نبویؐ کے دامن کے

ساتھ چمٹ جاؤ۔

تلاوتِ قرآن

مولانا حق نوازؒ قرآن پاک سے گہرا شغف رکھتے تھے، آپ اکثر قرآن پاک پڑھتے رہتے تھے، علی الصباح قرآن کی تلاوت کا معمول تھا، رمضان شریف میں اسی معمول میں اضافہ ہو جاتا۔ اعتکاف کرتے تو بہت زیادہ قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور قرآن کے الفاظ و مطالب پہ گہری نظر رکھتے تھے۔ یم قرآن کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ زن ہوتے، وہاں سے عجیب عجیب نکات کے موتی اور سیپ اٹھا کر لاتے، اور پھر انہیں بیان کرتے، سامعین ان نکات کی سماعت کے بعد عش عش کرتے۔

حج بیت اللہ

مولانا حق نواز جھنگوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنی محبت تھی اور اتنا عشق تھا جو حیطۂ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ باوجود اس کے آپ بیت اللہ شریف کا حج نہ کر سکے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں شرم کی وجہ سے حج کے لئے نہیں جاتا کہ جب روضۂ رسول پہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضری دوں گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں گا کہ پاکستان کے شیعہ ظالموں نے آپ کی بیوی حضرت عائشہؓ کو بندریا لکھا، حفصہؓ اور عائشہؓ کو کافرہ لکھا منافقہ لکھا ۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کو کافر و زندیق لکھا، شراب خور لکھا۔ میری وہاں جوابدہی ہوگی، میں کونسا منہ لے کر آقا کے روضہ پر جاؤں؟ پھر روتے چیختے کہ سننے والوں کا اور سنانے والے کا گویا کلیجہ شق ہوا جا رہا ہے، اس درجہ میں مولانا حق نواز رحمہ اللہ کو اپنے آقا کے ساتھ محبت تھی، آج عاشقِ رسول کہلانے والے، عشق کے راگ الاپنے والے محو استراحت ہیں، اس کفر کے خلاف متحد ہو کر کام نہیں کرتے۔

طبیعت کو بچپن سے محبت میں ڈالا
ہوئے اس لئے صاحب قدر والا

مولانا مکی حجازی صاحب نے ۱۴ مارچ ۱۹۹۰ کو مینار پاکستان کے سایہ میں منعقدہ "دفاعِ صحابہؓ کانفرنس" میں ارشاد فرمایا کہ پچھلے دنوں میں نے مولانا حق نواز کو خط لکھا کہ آپ

سعودیہ مکہ معظّمہ تشریف لائیں، تاکہ چند دن اکھٹے گزار سکیں"۔ تو مولانا شہید نے اس کے جواب میں لکھا "ضرور حاضری دوں گا، یہ میری سعادت ہو گی لیکن مدینۃ الرسول علیٰ صاحبھا الصلوۃ والسلام میں حاضری دینے سے ڈرلگتا ہے کہ میں سرکار مدینہ اوران کے ساتھیوں کو کیسے منہ دکھاؤں گا، جبکہ میں ناموسِ صحابہؓ کے لئے کچھ نہ کر سکا۔ (بحوالہ "امیر عزیمت" از مولانا الیاس بالا کوٹی ص ۷۸)

جذبۂ خدمتِ خلق

خیر الناس من ینفع الناس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، لوگوں میں بہترین وہ شخص ہے، جو لوگوں کو نفع پہنچائے، آج ہر آدمی مصروف تگ و دو ہے، دوڑ چل رہی ہے، دنیا ریس بریسی کام کرتی ہے، فیکٹری والا فیکٹری میں، مل والا مل میں، دکاندار دکان میں، کس کے لئے؟ اپنے لئے اپنے بچوں کے لئے، اپنی بیوی کے لئے، ہر انسان اپنے لئے سوچتا ہے، لیکن انسانوں کی بستی میں وہ بھی نیک و صالح ہستیاں ہیں، جنہیں "یوثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصہ" کے الفاظ مبارکہ سے یاد کیا گیا۔ مولانا حق نوازؒ انہی لوگوں میں واقع ہوئے، اپنے اوپر تنظیمی ذمہ داریاں گھریلو معاملات، اپنے بچوں کو پیار، شیعی ظلم اور ظالم انتظامیہ کی جانب سے ایک سو سے زائد مقدمات، کئی ساتھیوں کی اسیری، پورے ملک میں جماعتی کام، شب و روز کے اسفار کے باوجود لوگوں کا ہجوم ہے، لوگوں کا تانتا بندھا ہوا ہے، پروانے شمع حق کے گرد گھوم رہے ہیں، کسی کی عدالت میں طلبی ہے، کوئی کسی سے قرض لے کر گیا واپس نہیں کر رہا، انسانی زندگی میں ایک چھوڑ بیسیوں کام ہوتے ہیں، امیر مال دار، زردار رشوت دے گا، کسی افسر کی مٹھی گرم کرے گا، لیکن غریب کے لئے تو عدالت کا دربان بھی وزیر اعظم سے کم نہیں ہوتا۔ غریب کے لئے عدالت کے دروازے وا نہیں ہوتے، ایسے میں غریب کو زردار لفٹ نہیں کراتے، غریب بسوئے غریب جان بچانے کے لئے کوشش کرتا ہے، ان سب پریشان حال لوگوں کا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہیں ہوتا، تو حق نواز ان کو سہارا دیتے، اور اللہ کی نصرت و مدد کے ساتھ ان کا کام کرواتے، ان کی جائز سفارش کرواتے، ان پر ہونے والے ظلم کو روکتے، عدالتوں سے انہیں انصاف دلاتے، عدالتوں کے چکر کاٹتے، غریب آدمی اگر پیشی بھگتنے کے لئے سارا دن عدالت کے کٹہرے میں ہے، تو مولانا حق نواز اسے وہاں کھڑا کر

کے واپس نہیں ہوتے، بلکہ اس کے آخری فیصلہ تک اس کے ساتھ کھڑے رہتے۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

احساس ذمہ داری

''اَلا وَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْل عن رعیتہٖ'' تم میں ہر شخص راعی ہے، اور تم سے اپنی رعایا کے بارہ میں پوچھا جائے گا، مولانا حق نواز ایک جماعت کے سربراہ تھے، ایک مسجد کے امام تھے، مسجد کے خطیب تھے، مدرسے کے مہتمم تھے، ایک بیوی اور تین بچوں کے سرپرست تھے۔ ایک چھوڑ درجنوں ذمہ داریاں شانوں پر سوار تھیں، لیکن احساس ذمہ داری ایسا تھا، کہ ہر ایک کی اپنی اپنی جگہ نگہداشت اور نگرانی کرتے، کراچی گلگت اور کوئٹہ سے کشمیر تک پھیلی ہوئی ملک گیر تحریک سپاہ صحابہؓ کے عہدیداروں کو اپنی نگرانی میں رکھتے ان کی خبر رکھتے، اور ان کے چناؤ میں احتیاط برتتے، گھر کی ذمہ داریاں اور حقوق پورے کرتے، مسجد و مدرسہ کا پورا پورا خیال رکھتے، مسجد کی امامت کے لئے امام کا تقرر کیا، پورے ملک کے طویل اسفار کے باوجود جمعہ اپنی مسجد میں پڑھاتے۔ کسی کے کام میں رکاوٹ نہ بنتے، اپنے کام سے کام رکھتے، اور جن ساتھیوں کا جس جس جگہ تقرر کرتے ان کی خبر گیری کرتے، جس آدمی سے سفر میں ایک دو مرتبہ ملاقات ہوتی، اسے یاد رکھتے، آپ اپنی ذمہ داریوں سے کماحقہ عہدہ برآمد ہوتے تھے۔

پیکرِ عجز وانکساری

مولانا حق نواز جھنگویؒ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورے عالم میں امتیازی شہرت ملی ہے۔ اس کی جہاں دیگر کئی اہم الاہم وجوہات ہیں، وہاں ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ مولانا حق نواز میں عجز و انکساری پائی جاتی تھی، اور یہ وعدہ ہے نبوت کا ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰهُ'' کہ جو شخص اللہ کے لئے اللہ کے دین کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اسے شہرت کے آکاش پر پہنچاتے ہیں مولانا حق نوازؒ میں عجز وانکساری اس درجہ تھی کہ دفاعِ اصحابِ رسولؐ کے لئے بڑے علماء اور ہم عمر علماء کو دعوت دیتے کہ آپ ناموس صحابہ کے لئے ہمارے ساتھ مل کر کام کریں، علماء کی داڑھیوں کو ہاتھ

لگاتے، ان کے پاؤں کو ہاتھ لگاتے، اور اپنی ٹوپی اتار کر ان کے پاؤں میں رکھ دیتے اور ترلے منتیں کرتے کہ خدارا یہ ایمان کا مسئلہ ہے، کفر متحدہ قوت استعمال کرتا ہے، آپ ہمارا ساتھ دیں، خدارا آپ ہماری قیادت کریں، ہم آپ کے ساتھ چلیں گے، اتنی بڑی جماعت کا قائد ہو کر اتنی عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کرنا یہ اکابر علماء کی تاریخ میں نئے باب کا اضافہ ہے۔ شیعی کفر کے مقابلہ میں للکارنا، اور انہیں زور بازو دکھانا، عجز کے خلاف نہیں کیونکہ شیطان کی کمر توڑنے کے لئے صحابہ بھی اکڑ کے چلتے تھے، مقولہ ہے، التکبر مع المتکبرین توضع، کبر ونخوت سے سرشار لوگوں کے سامنے اپنی کر وفر دکھانا عاجزی ہے۔

ان اجری الاعلی اللہ

مولانا حق نوازؒ تقاریر کے لئے دور دراز علاقوں کے سفر کرتے، اپنی جیب سے کرائے بھرتے، راستے کے جملہ اخراجات پلے سے ادا کرتے، کسی کا پائی پیسہ لینا سنگین جرم سمجھتے تھے، کسی کے بارہ میں سنتے کہ فلاں خطیب نے اتنی فیس مقرر کر رکھی ہے، فلاں مقرر کی اتنی فیس ہے، تو مولانا لاحول ولاقوۃ پڑھتے تھے، اور آپ کو جب دعوت دی جاتی، کسی تقریب یا جلسہ میں آپ کو بلایا جاتا، تو داعی پوچھتا جناب فیس کتنی؟ مولانا غصہ میں آجاتے اور لبوں کی مسکراہٹ غائب ہو جاتی، مولانا ارشاد فرماتے بھائی میرے پاس رقم ہوئی تو خود آجاؤں گا، میری فیس نہیں ہوتی، میں کوئی بازاری چیز نہیں کہ داموں میں فروخت ہوں۔ جتنی دین کی آپ کو ضرورت ہے، آپ سے کہیں زیادہ مجھے ضرورت ہے، فیس کے سوال پر "ان اجری الا علی اللہ" کی آیت زبان پر آجاتی۔ اگر ساتھی جبراً رقم دیتے تب بھی نہیں لیتے تھے، برہم ہو جاتے، اکثر قریب کے جلسوں میں گھر سے کھانا تناول فرما کر جاتے تھے، اور فرمایا بزبان حال ۔

اخلاص طلب کرنا نیاگانِ کہن سے
شاہاں چہ عجب گر بہ نوازند گدارا

وہ گھڑی کا وعدہ کیا ہوا؟

مولانا الیاس صاحب بالا کوٹی مولانا حق نوازؒ کے حالات و واقعات میں لکھتے ہیں بابا

غلام محمد جھنگ کے ڈی۔سی صاحب کے اہلکار ہیں ان کا کہنا ہے کہ مشہور و معروف عالم دین اور با اثر شخص ہونے کی وجہ سے مولانا کا بڑا عقیدت مند تھا۔ جب مولانا صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب کے یہاں کسی صاحب سے ملنے آتے تو میں آپ کو بٹھاتا اور واپسی پر قدمے چندان کے ساتھ احتراماً چلتا ہوا الوداع کرتا۔ عرصہ دراز تک ان کا میرا معاملہ اسی سطح کی شناسائی تک رہا بعد میں وہ از راہ محبت پہلے کلام کر دیتے اور مجھ سے پوچھتے، چچا میرے لائق کوئی خدمت، میرا جواب ہوتا بڑی مہربانی، بس آپ کی دعا چاہئے۔ اسے حسن اتفاق کہئے، شہادت سے چند دن قبل وہ کچہری آئے حسب معمول میں نے اسی طرح مشایعت کی، آپ نے بھی وہی بات دہرائی، چچا غلام محمد میرے لائق کوئی خدمت، میں نے عرض کی، آپ کے ہاتھ پر نت نئی قیمتی گھڑی ہوتی ہے اور قیمتی رومال کندھے پر مجھے بھی کوئی گھڑی دے دیں، تاکہ وقت دیکھ سکوں اور نماز کی ادائیگی میں آسانی ہو۔ فرمایا بہت اچھا......اور اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ یاد رکھنا یا لکھ لو کہ پرسوں جب ہم کچہری آئیں گے، تو چچا غلام محمد کے لئے گھڑی لے کر آنی ہے۔ میں نے بات ٹالنے کی کوشش کی کہ میں تو ویسے ہی خوش طبعی کر رہا تھا......معاف رکھنا......انہوں نے کہا نہیں چچا......یہ بھی کوئی بات ہوئی مدتوں بعد میرے سوال کا جواب آیا ہے، انشاءاللہ ضرور پورا کروں گا۔

دوسرے یا تیسرے دن جب حضرت مولانا کا کچہری آنا ہوا، تو بات ذہن میں نہیں رہی تھی۔ جوں ہی مجھ پر نظر پڑی، فوراً اپنے ساتھی سے کہا، وہ گھڑی والی بات تو بھول ہی گئی، فوراً سیکرٹری کو رکشہ پر کچھ سمجھا کر بھیجا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک خوبصورت قیمتی گھڑی لے آیا، مولانا نے وہ مجھے تھما دی۔ میں نے ٹالنے کی کوشش کی تو بڑی لجاجت سے محبت بھرے انداز میں وہ مجھے پہنا دی۔ بابا غلام محمد نے بڑی رندھی ہوئی آواز میں بیان کیا کہ شہادت سے صرف تین دن قبل یہ تحفہ مجھے دیا گیا۔ (حق نواز شہیدؒ۔ ص ۱۴۶)

حُسنِ اخلاق

مولانا حق نوازؒ کی تقاریر میں شیعی کفر کے خلاف یلغار تھی، آگ اور شعلے تھے، انگارے اور شرارے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ شیعیت نے اصحاب رسولؐ کو بری بری گالیاں دیں، حق نواز

برداشت نہ کر سکے، لیکن عمومی طور پر سفر و حضر میں، نشست و برخاست میں، میل ملاقات میں حسن اخلاق سے پیش آتے تھے۔ بزرگوں کا ادب کرتے تھے، ان کا احترام کرتے تھے، بزرگوں کے خلاف اشارۃً یا کنایۃً بھی ایسا جملہ نہیں نکالتے تھے، جس سے بے ادبی چھلکتی ہو، چھوٹوں پر شفقت فرماتے جوانوں سے انہیں بہت محبت تھی، اگر ساتھیوں میں تلخی ہو جاتی تو کسی کی طرف داری نہ کرتے، جانب داری اور طرف داری کا ثبوت دیئے بغیر ان کی اصلاح کرتے، آگ پر پانی چھڑکتے پٹرول سے گریز کرتے تھے، خوش طبعی اور مذاق اسلامی دائرہ سے باہر نہ تھی، گندے اور فحش مذاق سے دور رہتے تھے۔ اگر آپس میں ساتھیوں کے اندر اختلاف رائے ہو جاتا، بعض ساتھی چڑھ چڑھ کر بولتے، تو غصہ پی جاتے انہیں علمی دلائل سے قائل کرتے، کبھی شوخیاں دکھانے کی کوشش نہیں کی، احباب کی مجلس میں بن بن کر سنور کر بیٹھنے میں تکبر سمجھتے تھے، وہ ساتھیوں کے ساتھ اسی حالت میں بیٹھتے تھے جس طرح باقی ساتھی بیٹھتے۔

چشمِ ماروشن دلِ ماشاد

مولانا محمد الیاس فاروقی صاحب طال عمرہ، سابق سیکرٹری سپاہ صحابہؓ لاہور راقم الحروف کے دیرینہ دوست ہیں، جامعہ اشرفیہ لاہور (نیلا گنبد) میں پڑھاتے رہے۔ مؤلف اس وقت جامعہ عثمانیہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں موقوف علیہ کے سال میں تھا، شام کے وقت اکثر و بیشتر مولانا الیاس صاحب کے پاس آجاتا، مولانا الیاس سنی تحریک طلبہ لاہور کے صدر تھے، اور راقم سیکرٹری اطلاعات و نشریات کا کام کرتا تھا۔ ۲۲ر جمادی الثانی کا پہلا اور بالکل پہلی مرتبہ جلوس نکلنا تھا، مولانا حق نوازؒ احباب سے رابطہ کے سلسلہ میں لاہور تشریف فرما تھے، جامعہ عثمانیہ رسول پارک (اچھرہ) میں سپاہ صحابہؓ کا دفتر ہوتا تھا، مولانا محمد الیاس صاحب کو احقر نے کہا کہ مولانا ذرا جھنگوی صاحب سے رابطہ کریں۔ رابطہ کیا گیا، مولانا الیاس صاحب نے اپنا تعارف کرایا، کافی دیر جلوس سے متعلق بات چیت ہوتی رہی، اب سنی تحریک طلبہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ کی نگرانی میں تھی، مولانا محمد الیاس صاحب نے رسیور راقم کو دینے سے پہلے مولانا کو بتلایا، اور ان سے راقم کا تعارف کروایا۔ اب ایک جید عالم سے ذرۂ ناچیز کی ملاقات ہو رہی ہے، سنی تحریک طلبہ کے موقف سے حضرت کو آگاہ کیا۔ حضرت سے

پیش کش کی کہ ہم دل و جان سے آپ کی حمایت اور مدد کرنا چاہتے ہیں۔مولانا نے فرمایا ''چشم ما روشن دل ماشاد'' مولانا نے تنگ دلی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ہمیں یہ نہیں کہا کہ چھوڑو چھوڑو، تم فلاں ہو، تم سپاہ صحابہؓ کی مدد نہ کرو، تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ سپاہ صحابہ اس کسمپرسی اور بے سروسامانی کے وقت بھی مضبوط تھی اور ہماری جماعت اس وقت ۵ سے ۱۰ افراد تک ہوئی ہوگی، اور وہ بھی شیعہ کے خلاف کم اور ایک دوسرے کے خلاف زیادہ سرگرمیاں دکھاتے تھے۔ بہر حال مولانا کے اخلاق کریمانہ کا یہ عالم تھا کہ جب جلوس نکلنے کا وقت آیا، اس وقت وہ راقم اور مولانا الیاس کو گلے ملے اور خوش ہوئے، سنی تحریک کے نمائندہ (راقم) نے تقریر کی، کون کسی کو اس دور میں برداشت کرتا؟ اور راقم کا یہی جرم ضعیفی تھا کہ سنی تحریک طلبہ ضلع چکوال کے جلسہ میں بعض کارکنوں نے مشورہ کیا کہ اس کی تقریر نہ ہو۔اس نے موچی دروازہ اور نیلا گنبد کے جلسہ میں تقریر کی ہے، یہ سپاہ صحابہؓ کے جلوسوں میں جاتا ہے، سپاہ صحابہؓ کے حق میں بیان دیتا ہے۔مگر دوسری طرف مولانا حق نوازؒ کو دیکھئے کہ کبھی ایسی گفتگو نہیں کی اور نہ ہی مولانا نے کبھی کسی کو ستایا، اہل سنت والجماعت کی دینی جماعتوں کے معاملہ میں ہمیشہ فراخدلی کا مظاہر کیا۔

صلح میں پہل

بات یاد آئی تو لکھ دوں۔سپاہ صحابہؓ کی طرف سے پہلی مرتبہ جب ۲۲/ جمادی الثانی (یوم وفات سیدنا صدیق اکبرؓ) کا جلوس نکلا، تو لاہور میں مولانا حق نواز نے خود قیادت کی۔جلوس نیلا گنبد کی مسجد سے شروع ہوا، اور یہ وہ جگہ تھی جہاں مولانا حق نواز کو چند سال قبل اپنے ہی کرم فرماؤں نے گریبان سے پکڑ کر مائیک کے سامنے سے ہٹا دیا تھا۔لیکن اس تلخ حقیقت کو مفاد عامہ کے حق میں سمجھ کر ٹال دیا تھا۔آج اسی جگہ سے سینکڑوں کارکنوں کی معیت میں جلوس نکالا جا رہا ہے۔بہر حال جن لوگوں نے مولانا حق نوازؒ کے ساتھ سفر کئے، اٹھے بیٹھے، وہ خوب جانتے ہیں کہ مولانا کتنے اخلاقِ کریمہ کے مالک تھے۔اگر معمولی رنجش پر کسی سے ناراضگی ہو جاتی تو صلح میں مولانا حق نواز پہل کرتے تھے۔

کسر نفسی

مولانا حق نواز میں حسد کی بیماری نہ تھی، آپ اس حدیث نبویؐ پر پورا پورا عمل پیرا تھے:

"اِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبِ"

''آگ جس طرح لکڑی کو کھا جاتی ہے حسد اس طرح نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔''

عام طور پر حسد کیا جاتا ہے، فلاں کے پاس اتنے آدمی کیوں ہیں؟ فلاں نے اتنی کتابیں لکھیں کیوں؟ فلاں تقریر کرنے سے کیا ملا؟ ویسے تو حسد کی تعریف یہ ہے کہ دوسرے کے پاس کوئی عمدہ چیز دیکھ کر اس سے تلف یا سلب ہونے کی دل میں تمنا و آرزو رکھنا۔ لیکن مولانا کسی کے پاس عمدہ چیز دیکھتے تو اسے دعا دیتے، مثلاً ایک آدمی قراقلی پہنتا ہے، دوسرا دیکھ کر جلتا ہے، اور یوں کہتا ہے، کہ مغرور ہے، متکبر ہے۔ مولاناؒ ان باتوں کے قریب سے بھی نہ گزرتے تھے۔ یہ بھی آپ کے حسن اخلاق کی علامت تھی کہ آپ ہمیشہ کسر نفسی کرتے تھے۔

ادب واحترام

کوئی بزرگ عالم، یا ہم عمر، مولانا سے ملنے آتے، تو اٹھ کر کھڑے ہو جاتے، ان سے گلے ملتے، اور اپنی نشست پر بٹھا دیتے اور فرماتے ''حضرت تشریف رکھئے، خود وہاں چوکڑی مار کر افسروں کی طرح بیٹھنا معمول نہ تھا۔ بلکہ آنے والے کو اس کے مرتبہ کے مطابق بٹھاتے، یہ بھی آپ کے حسن اخلاق کی دلیل ہے۔

دعوت ومہمان نوازی

کسی مجلس میں ہوتے کھانے کی دعوت میں ہوتے، تو حسب توفیق و گنجائش کھانا تناول فرماتے، لالچ اور حرص سے گریز کرتے، اپنے آگے سے کھاتے اور آرام آرام سے کھاتے۔ ''كُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ'' پر پوری طرح عمل پیرا تھے۔ آپ مہمان نوازی میں خوش رہتے تھے۔ مہمانوں کی خوب خدمت کرتے تھے، جیسے ہمارے اکابر کا طریقہ تھا، مولانا نے اس طریقے کو برقرار رکھا۔ آج بھی سپاہ صحابہؓ اس طریقہ حسنہ کو باقی رکھے ہوئے ہے

ہم کو جو اس سے محبت ہے یہ اس کا حق ہے
حق تو یہ ہے کہ کچھ اس سے بھی زیادہ حق ہے

حق نواز شہیدؒ اور انسپکٹر کا مکالمہ

ذیل میں امیر عزیمت مولانا حق نوازؒ کی حیات مبارکہ کے چند دلکش اور دلچسپ گوشے پیش کئے جاتے ہیں، جس سے مولانا کی خودداری، عزت، وقار، خدا خوفی، للّٰہیت اور فنافی اللہ، فنافی الرسول اور فنافی الصحابہؓ کی خوشبو مہکتی ہے۔

انسپکٹر: مولانا آپ کی داخلہ بندی ہے، آپ آگے نہیں جاسکتے۔

مولانا: لائیے پھر کاغذات دیجئے۔

انسپکٹر: کاغذات بڑھاتے......ان پر دستخط کردیں۔

مولانا: یہ تو میرے کاغذات ہیں اور ہیں بھی نامکمل، مجھے تین پرت درکار ہیں وہ دیں۔

انسپکٹر: مولوی صاحب اس تفصیل میں جانے سے پابندی پر فرق نہیں پڑتا، آپ مجھ سے قانونی موشگافیاں نہ کریں۔ آپ تقریر نہیں کرسکیں گے، البتہ کاغذات مکمل کرنے کی تدبیر کر دیتے ہیں۔

مولانا: پھر ایسا کرلیتے ہیں، میں دو ساتھی یہاں چھوڑتا ہوں، اور آپ دو اہل کار میرے ساتھ کر دیں یا خود چلیں۔ میں جلسہ کے منتظمین کو پابندی کی تعمیل سے مطلع کر آؤں گا، تاکہ میرے اوپر وعدہ خلافی کا الزام نہ آئے اور ساتھ یہ فوٹو کاپیاں بھی بن جائیں گی۔

انسپکٹر: مولوی صاحب باتیں نہ بنائیں، آپ کسی طرح نہیں جاسکتے، میں خود آپ کو روک لوں گا۔

مولانا: برہم ہو کر، اگر تم میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں، تو میں بھی گاڑی نہیں دے سکتا، جاؤ اپنا کام کرو۔

انسپکٹر: تندی سے، کاغذات وغذات کچھ نہیں، ہم ہر طریقے سے روک سکتے ہیں۔ آگے قدم بڑھا کر دیکھو۔

مولانا: اگر تم حلالی ہو تو اپنے ہر ''طریقے'' میں سے جو طریقہ آزمانا چاہو آزما دیکھو، میں اس وقت دریا کے پل پر کھڑا ہوں، جو ٹوبہ اور ساہیوال دونوں ضلعوں میں نہیں۔ آج اگر مقابلہ تمہارے ساتھ ہے تو چلو یونہی سہی، اور اس کے ساتھ مولانا نے ہاتھ میں

پستول سنبھالا اور ڈرائیور سے کہا کہ گاڑی موڑو...... پہلے تو سچے دل سے تعمیل کے لئے تیار تھا، مگر اب تقریر کا فیصلہ کر لیا ہے۔ انسپکٹر سے گرجدار آواز میں...... اپنے ڈی، سی اور ایس، ایس، پی کو بتلا دو کہ تقریر بہر صورت ہوگی اور حق نوازؒ کی ہوگی۔

(امیر عزیمت: ص۲۳۴،۲۳۵)

صدیق اکبر کی زیارت

جھنگ حاجی اللہ بخش صاحب نے مولانا سے دریافت کیا کہ جیل میں آپ کو سیدنا صدیق اکبرؓ کی زیارت ہوئی؟ تو آپ یوں گویا ہوئے کہ ''جب مجھ پر بہت زیادہ تشدد ہوا'' ہاتھوں کے پوروں پر لاٹھیاں برسائی جاتیں، جس سے خون رسنے لگ جاتا اور ہاتھ متورم ہو جاتے۔ الٹا لٹکا دیا جاتا، جلتے سگریٹ سے جسم داغا جاتا، بدبو کی دھونی دی جاتی...... تو ایک شب سیدنا صدیق اکبرؓ نے دیدارِ دل نواز سے مسرور فرمایا، اور تسلی بھی دی کہ بیٹا غم نہ کرو، تم نے میری بیٹی عائشہؓ کے دوپٹے کی لاج رکھی ہے، میں تم سے بہت خوش ہوں...... پھر فرمایا حاجی صاحب آج کے بعد یہ بات آپ کی زبان سے نہ نکلے اسے عام نہیں کرنا۔ (ایضاً ص۲۶۲)

کتابی آدمی

حاجی صاحب لکھتے ہیں، میں تین سال تک اس کے پڑوس میں رہا میں نے رات یا دن کو جب بھی ان کو دیکھا کتاب ہاتھ میں ہے، اور مطالعہ کر رہے ہیں، سو یا پاتا تو کتاب کے اوپر اوندھے پڑے ہیں، یا کتاب چھاتی پر رکھی سو رہے ہیں، یا کتاب پر ہاتھ ہے۔ (ایضاً)

سب سے مشکل جیل:

ایک مرتبہ میں نے پوچھا سب سے مشکل جیل کون سی بھگتی؟ تو فرمایا ڈیرہ غازیخان۔ وہاں مجھے شرابیوں، بھنگیوں، اور نشہ سے دھت بدبو میں ڈوبے بدمعاشوں کے ساتھ ایک ہی زنجیر میں باندھ کر رکھا گیا۔ وہ دن بھر اور ساری رات مغلظات بکتے رہتے، ان دنوں لمحہ بھر کے لئے نیند نصیب نہیں ہوئی۔ کھانے کے لئے جو دال دیتے پھر اس پکی مرچیں ڈال دیتے، بیس بیس سیر وزن

میرے پاؤں کے انگوٹھوں کے ساتھ باندھ دیتے، اور چلاتے گھسیٹتے تھے، مگر اللہ کی قدرت ہڈیاں ٹریک نہیں ہوئیں، بلکہ مضبوط وتوانا ہیں۔

تشدد کے نشانات

مولانا محمد الیاس صاحب بالاکوٹی لکھتے ہیں "میں نے واللہ العظیم آخری غسل دیتے وقت خود دیکھا کہ میانوالی جیل کے تشدد کی وجہ سے پیٹھ کی کھال ادھڑی ہوئی تھی، گوشت نہ تھا، اور گڑھے پڑے ہوئے تھے۔ مگر عمر بھر نہ کپڑا ہمارے سامنے ہٹایا اور نہ اس کا کبھی ذکر کیا، راز ہی رہا، یہ میرا حلفیہ بیان ہے۔ (ص ۲۶۳)



باب ۱۱

حق نواز شہیدؒ اور شیعیت

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا یم حیات عشق صحابہؓ میں سدا رواں دواں رہا، اعداءِ صحابہ کے بارہ میں ان کا موقف واضح، واشگاف، اور دوٹوک تھا، لچک نہ تھی، نرمی نہ تھی، دشمنانِ صحابہؓ کے بارہ میں رمازی نہیں کرتے تھے۔ موقف پہ سختی اور شدت سے ڈٹے ہوئے تھے، اور اس شدت اور بے باکی پہ رم زدہ نہ تھے، آپ شیعیت کو جان چکے تھے، جس کے رگ و پے میں صحابہؓ کی عداوت تھی۔ شیعہ مذہب کے آغاز میں صحابہؓ دشمنی اور تحریک اسلام کو ناکام و بدنام کرنے کا غلیظ پروپیگنڈہ شامل تھا۔ شیعہ مذہب کے وسط میں اس مذموم مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر دم لینے کا عزم تھا اور یہ قافلہ ضالہ مذموم اپنی ہمہ تر خباثتوں، حماقتوں، اور عداوتوں کی معیت میں منزل نامراد کی سمت رواں دواں ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی پیش گوئی

روافض و خوارج کے بارہ میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

"فِیکَ مَثَلٌ مِن عیسٰی بن مریم ابغضته الیهود حتی بَهَتوا اُمَّهُ واَحَبَّتْهُ النَّصاریٰ حتی انزلوه بالمنزلة التی لیست له ثم قال یَهلِکُ فِیَّ رجلان مُحِبٌّ مُفرِطٌ یُقَرِّظُنِیْ بما لیس فِیَّ وَمُبْغِضٌ یَحْمِلُهٗ شنانی علٰی ان یَبْهَتَنِیْ. (کنز العمال ص ۲۲۴ مشکوۃ ص ۵۶۵)

''اے علیؓ! تمہیں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے بہت مشابہت ہے، یہود نے ان کے ساتھ بغض رکھا یہاں تک کہ ان کی ماں پر بدکاری کا الزام لگایا اور نصاریٰ نے ان کے ساتھ محبت میں ان کو اس مرتبہ پر پہنچایا جو مرتبہ ان کا نہیں تھا، حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ایسا ہی ہوگا، دو طرح کے آدمی میرے بارہ میں ہلاک ہوں گے، ایک محبت میں حد سے بڑھنے والے، دوسرے بغض اور دشمنی میں حد سے بڑھنے والے جن کی عداوت ان کو ان پر آمادہ کرے گی، کہ وہ مجھ پر بہتان لگائیں''۔

خوارج وروافض

حضور صادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی سو فیصد درست ہے، حضرت علیؓ کے عہد مبارک میں ایسا ٹولہ جنم لیتا ہے، جو حضرت علیؓ کی بغاوت سے سرشار ہوتا ہے، یہ فرقہ ضالہ اس حد تک پہنچ گیا، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دین کا مخرب، کافر اور واجب القتل قرار دینے لگا۔ اسی گروہ میں ایک شخص عبدالرحمان بن ملجم نے حضرت علیؓ کو شہادت کا جام نوش جان کروا کر ابدی نیند سلا دیا۔ پھر ستم بالائے ستم، جور بالائے جور یہ کہ اس کور باطن، حرماں نصیب نے اسے جہاد اعلیٰ تصور کیا اور وسیلہ نجات خیال کیا، یہی گروہ ہے جسے خارجی گروہ کہا اور سمجھا جاتا ہے، جو بغض علیؓ اور عداوت علیؓ سے سرشار تھا، اور درپے آزار تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لئے جس کا وار تھا، وہ اسی ٹولہ کا آدمی تھا۔

رافضی

اور ایک وہ ٹولہ بھی ہے جسے چشم عالم نے ابھرتے ہوئے دیکھا، جو حب علیؓ میں اس حد سے آگے چلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ سب کچھ سمجھ لیا، جس کو اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود سن لیتے تو ناپسند فرماتے، یہ گروہ ضالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منصبِ نبوت پر فائز سمجھتا تھا، اور یہ خیال ظاہر کرتا کہ حضرت جبرئیل وحی لے کر حضرت علیؓ کی طرف آئے، اور بھول کر نبی پاکؐ کی طرف لے گئے، یا اسی قسم کے بے شمار ولاتعداد راگ جو حُبِّ آلِ محمد کی آڑ میں بغضِ صحابہؓ کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے الاپے جاتے ہیں، یہ فرقہ روافض نام پا کر دائمی نار کا مستحق قرار پایا۔ روافض وخوارج دونوں گروہ جادۂ مستقیم

سے ہٹ کر چاہِ ضلالت میں ٹامک ٹوئیاں مارنے لگے، اور تاہنوز وہ اسی عالم میں قلابازیاں کھارہے ہیں اور اساس اسلام کو کھوکھلا کرنے پر کمربستہ ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ ان کے ہدف تنقید بنے رہتے تھے، ابوجہل، عتبہ، شیبہ، شمر، فرعون، نمرود، ہامان، قارون، جیسے لوگ جن کا کفر اظہر من الشمس اور عیاں راچہ بیان کا مصداق اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرامؓ کے ساتھ اور دیگر انبیاء کے ساتھ ان کا بغض وعناد واضح بلکہ اوضح ہے، انہیں کچھ کہنا ان کے ہاں شاید مذموم ہے۔ اس لئے صحابہ کرامؓ کی زندگیاں رنگ رسول میں رنگی ہوئی تھیں، جن کی قربانیاں دیکھ کر عرش کی مخلوق رشک کرتی، فرشی مخلوق ناز کرتی، ان کو برا بھلا کہنا ان غالیوں اور ضالین کا مذہب ومشن ہے۔

شیعہ مذہب کا آغاز

رسولِ رحمت ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے اہل یثرب نے پر جوش والہانہ استقبال کیا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب کا نام مدینہ رکھ دیا، اس دھرتی پہ عبداللہ بن ابی کی تاجپوشی وسرداری کا پروگرام نیم زوروں پہ تھا، نبوت کی آمد کے بعد اہل مدینہ بھول بیٹھے تمام سرداروں کی سرداریوں کو وہ ایک ہی سردار کے چشم ابرو پہ لڑنے، مرنے، جان دینے، جینے، اور مرنے کا عزم بالجزم کر چکے تھے، ادھر عبداللہ بن ابی نے دورخی پالیسی کا وطیرہ اپنایا، مسلمانوں کے ہاں مسلم اور کفار کے ہاں ان کا مددگار وشریکِ کار تھا، لیکن اس کے دل میں اس چیز کی حسرت ہی رہ گئی کہ وہ سرداری نہ لے سکا اور اسی عالم میں جہنم کی طرف چل بسا۔

اسی بستی میں جہاں ایک طرف اہل اسلام جلوہ فگن تھے، ایک طرف منافقین نے چالبازیاں چلا رکھی تھیں، اور دوسری طرف یہود اسلام کی پھلتی پھولتی تحریک پہ انگشت بدنداں تھے۔ عرب کے جنوب میں یمن جیسا زرخیز حصہ جو زرخیزی میں ترقی پہ تھا، وہاں علم وفن کی ترقی بھی کم نہ تھی۔ یمن میں صنعاء شہر ہے جہاں یہود کا معزز خاندان زندگی بسر کررہا ہے، اسی خاندان کا ایک فرد ''عبداللہ بن سبا'' تھا، جس کے پاس علم کی کمی نہ تھی توریت وانجیل سے بھی خاصا گہرا تعلق تھا۔ عربی دانی اس کی گھٹی میں گویا رکھ دی گئی تھی، اپنے نظریات پہ ڈٹا ہوا تھا، فہم وفراست، ہوشیاری وپختہ کاری پہ کامل دسترس تھی۔

اسلام عرب کے اطراف واکناف میں پھیلنے لگا، کفر کی زمین سکڑنے لگی، ایوان کفر پہ تھرتھلی مچنے لگی، کفر کا مادی و دینوی جاہ ٹوٹنے لگا، سرداریاں ختم ہونے کے دن آنے لگے، کفر کی بہاریں خزاں دیدہ ہونے لگیں، آشیانے بکھرنے لگے، یہودی سطوت وشاہی کے ایامِ زوال قریب آنے لگے، رایت کفر سرنگوں اور پرچم اسلام بلند ہونے کے دن آنے لگے۔ عبداللہ کے چاند، آمنہ کے لال، مکہ کے درِیتیم محبوب علیم حضور رؤف رحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم نبوت کا آفتاب بن چکے ہیں، آفتابِ نبوت جہان تاب ہورہا ہے، مدینہ کے افق پر اس کی کرنیں ابھررہی ہیں کفر کی شعاعیں سراجاً منیراً کے سامنے ماند پڑتی جارہی ہیں شمع نبوت فروزاں ہورہی ہے، پروانوں کا ہجوم قطار اندر قطار ہے سپہ سالار دیں موجود ہے، سپاہیوں کا لشکر جرار عزم وایمان کے اسلحہ سے لیس ہے، چراغ ایمان روشن ہے، جو پروانوں پہ پرتو فگن ہے، جس کی روشنی مصنوعی نہیں، فطری ہے جس کی کرنیں اور ضوریزیاں وقتی نہیں دائمی ہیں، اسلام کے انگبیں کی حلاوت سے زبانیں مٹھاس لے رہی ہیں۔ ایمان کی حلاوت وشیرینی وقتی نہیں دائمی ہے، یم اسلام بے پیدا کنار ہے۔ مدینہ میں اس کی روانی و سیلانی دنیائے کفر کے لئے باعث حسرت وشرمندگی ہے، دنیائے کفر کے گھروندے اب اس کی نذر ہونے کو ہیں۔ عین ایسے حال میں کفر کا سرغنہ، جوشیلہ، جذباتی، ہوشیار، عاقبت نااندیش، جان سے بارا، قسمت کا مارا عبداللہ بن سبا آفتاب ایمان کی شعاعیں ماند کرنا چاہتا ہے، صوت ہادی کو دبانا چاہتا ہے، شمع کے پروانوں کو ختم کرنا چاہتا ہے، آفتاب اسلام کی کرنیں ایسی تیز ہیں، کہ اس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں، وہ ان کی تیزی کو ختم کرنا چاہتا ہے، آفتاب رسالت کی طرف مسلسل آنکھیں مرکوز کرکے دیکھنا، اور اس سیلاب کے آگے بند باندھنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

عبداللہ بن سبا صنعائی

عبداللہ بن سبا ایک آن کے لئے اس بڑھتی ہوئی تحریک کو نہیں دیکھ سکتا تھا، عبداللہ بن سبا نے حالات کا جائزہ لیا، انسانی قلوب ودماغ کے تاثرات لئے، ماحول کو دیکھا، سارے ماحول کو دیکھنے کے بعد ایک بات ذہن میں آئی کہ اس آفتاب منیرا کی شعاعیں ماند ڈالنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کا بھیدی بن سکوں، ان کی تدبیروں اور حکمتوں کا پتہ چلا سکوں، راز داں ومحرم اسرار بن

جانے کے بعد میں اس تحریک کا مقابلہ کر سکوں گا، مسلمانوں میں تشتت، انتشار اور پھوٹ کا بیج ڈالنے میں اہم کردار ادا کرنا چاہتا تھا، مسلمانوں کو غلط عقائد و نظریات کے ذریعہ گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، اس مذموم خواہش کو پورا کیسے کیا جائے؟ اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا جائے، ایک بہروپئے کی شکل میں شعبدہ بازی دکھائی جائے۔

عبداللہ بن سبا نے چال چل دی

عبداللہ بن سبا کی مذموم خواہشات کی آگ عہد صدیقیؓ و فاروقیؓ میں ہمہ تر ممکن کوششوں کے باوجود نہ بجھ سکی، آگ بجھانے کے لئے یہ موسم موزوں نہ تھا، دال گالی جائے تو گلتی نہیں، اس دور میں گونگا شیطان بن جاتا ہے، ساکت و خاموش ہو جاتا ہے چپ کی سادھ لیتا ہے، یمن میں ہی رہتا تھا۔ مدینہ کی طرف رخ نہ کیا، جہاں اسلام کے چراغ تاباں تھے، اور مدینہ کی طرف آنکھ اٹھانے سے بھی جسم پہ کپکپی و لرزہ طاری ہو جاتا ہے، جامع القرآن حضرت عثمانؓ کا عہد خلافت شروع ہوا، اب یہود کا سرغنہ بال و پر نکالتا ہے، اپنی چالوں کے پیچ وخم اور الجھاوے نکالتا ہے، خواہشات کی آگ بجھانے اور مذموم منصوبے پروان چڑھانے کے لئے عہد عثمانؓ کی زمین موافق و زرخیز دیکھی، یمن سے ہمت کر کے مدینہ پہنچ گیا، حضرت عثمانؓ کے دست اقدس میں ہاتھ دیا، اور ظاہری طور پر اسلام (حلق سے اوپر اوپر) قبول کر لیا۔ عز و جاہ، مرتبہ و مقام کا طالب و خواستگار رہا، اگر اس کو اس کی منشاء کے مطابق یہ اعزاز مل جاتا، تو آموں کے آم اور گٹھلیوں کے دام اور مذموم مشن کی تکمیل کے لئے سونے پہ سہاگا ثابت ہوتا، لیکن اصابتِ رائے دقت نظر اور عمیق نگاہ کے مالک حضرت عثمانؓ نے اپنے کاموں پر توجہ مرکوز رکھی، اسے اپنی حالت پر رہنے دیا، ندامت اسے دامن گیر ہوئی، بیچوں بیچ کڑھنے لگا۔ یہ جھلس و شرمندگی اس کے لئے خلافِ اسلام مذموم تدبیروں کی وجہ سے تازیانہ عبرت بن گئی۔

عبداللہ بن سبا کی شرارت

عبداللہ بن سبا تخریب پہ اترا، مذموم مشن کے لئے اٹھا، تو مسلمانوں کو بہکایا۔ جو ابھی پکے مومن نہ تھے، پرانی شرکیہ و کفریہ رسومات ان کے قلب و جگر پہ ابھی کندہ تھیں، خاندانی عداوتیں اور

رقابتیں بھڑکائیں بنو ہاشم کے حقوق سب سے زیادہ ہیں کے نعرہ لگانے لگا، اور کہنے لگا کہ خلافت عثمانی کے زمانے میں ان کا وہ حصہ حکومت میں نہیں جو بنوامیہ کا ہے، یہ بڑھتے جاتے ہیں، وہ گھٹتے جاتے ہیں۔ یہ قوی ہوتے جاتے ہیں، وہ کمزور ہوتے جاتے ہیں قبائلی عرب نے اپنی جانیں دے کر ملک فتح کیے، لیکن اغیار فائدہ اٹھا رہے ہیں، ان حق تلفیوں کے ذمہ دار دو شخص ہیں مروان اور خلیفہ۔ لیکن مروان انہی کا رشتہ دار ہے، انہی کا مقرر کیا ہوا ہے، ممکن نہیں ہے کہ مروان کی خودغرضانہ و نامنصفانہ حرکتوں اور بے اعتدالیوں سے خلیفہ ناواقف ہوں۔

(تاریخ مذہب شیعہ علامہ لکھنویؒ ص ۵۳)

عبداللہ بن سبا کی آواز آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں میں آ رہی تھی اور گہرا اثر کرتی جا رہی تھی، خصوصاً جن لوگوں کی خیر خواہی کا نعرہ لگایا ان کا اس آواز پہ توجہ دینا فطری امر تھا۔ جب عبداللہ بن سبا نے سوچا کہ اس کا جادو کچھ کچھ چل چکا ہے اور چل رہا ہے اب اس نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے حضرت عثمانؓ کی اعلانیہ برائیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔

مسئلہ امامت اور ابنِ سبا

عبداللہ بن سبا کی چالاکی اور ہوشیاری کی وجہ سے تحریک چل نکلی، غیر مسلم اور نومسلم اس کے دام تزویر میں آنے لگے، جب اس نے خیال کیا کہ میری آواز میرے مشن کی تکمیل کے لئے فائدہ سے خالی نہیں تو حضرت علیؓ کی امامت کا مسئلہ کھڑا کر دیا، اور یہ عقیدہ دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علیؓ سب سے افضل ہیں۔ حضرت علیؓ سے متعلق حضورؐ کی احادیث بیان کرتا رہا اور بہت ساری احادیث اس کی خانہ ساز تھیں، جب حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب سے انسانی زمین میں زرخیزی اور ملائمت آئی تو اب اس نے حضرت علیؓ کے بارے میں یہ کہا، آپ حضور ﷺ کے وزیر اور وصی ہیں جس طرح حضرت یوشع بن نونؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی اور راز دار تھے۔ اب امامت کا مسئلہ بھی کھڑا کر دیا، اور اسے توحید و رسالت کے ساتھ اقرار کرنا ضروری بتایا۔ بعضوں کو یہ بھی کہہ دیتا کہ حضرت علیؓ کی کرامات قوتِ انسانی سے باہر ہیں، حضرت علیؓ پیکر انسانی میں خدا ہیں اور وہ کہتا تھا کہ یہ بات میں ذاتی الہام کی بناء پر کہہ رہا ہوں اپنی بزرگی بھی جتا دیتا اور پھر

مذموم نظریے بتادیتا۔

تو مپندار کہ ایں قصہ زخودمی گویم
گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست

جولوگ بنوامیہ کے مخالف، بنو ہاشم کے طرف دار ہمدرد تھے، ان میں سے کچھ لوگ اس کے ساتھ جا ملے، جب ابن سبا کو چمچے، کڑچھے، ہائے ہائے، واہ واہ کرنے والے چند احمق مل گئے، تو انہوں نے اپنے گرو کے عقائد کو ہوا دینا اور پھیلانا شروع کردیا اور مسلمانوں پر اس کے حالات کھلنے لگے کہ یہ شرارت کر رہا ہے، تفرقہ ونفرت کا بیج بورہا ہے۔

پول کھل گیا

ابن سبا کی چلائی ہوئی تحریک کا حال سب کو معلوم ہونے لگا، بصرہ کے گورنر نے اس فرقہ ضالہ کے گرو کو طلب کرلیا، گورنر بصرہ نے اس سے پوچھا، تم کون ہو؟ کہاں سے آئے؟ کیوں آئے؟ کہنے لگا میں فلاں ہوں، یہودی مذہب میرا مذہب ہے، اسلام کی طرف میلان ہے، آپ کی رعایا بن کر رہنا چاہوں گا، گورنر بصرہ غصہ میں آئے اور فرمایا کہ تم مسلمانوں میں پھوٹ اور انتشار کا بیج ڈالنا چاہتے ہو اور مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہو۔ جب اس نے بصرہ کی زمین کو ناموافق پایا تو کھسکنے لگا اور دم دبا کر بھاگا، کہ یہاں معاملہ خراب ہے، فرقہ ضالہ کے چند نفوس یہاں بھی ہمنوا بنالئے۔ یہاں سے چل کر کوفہ پہنچا، یہاں حضرت عثمانؓ کی مخالفت کرنے والے موش پہلے ہی موجود تھے، عبداللہ بن سبا فرطِ طرب میں ایک متقی اور بزرگ کا لبادہ اوڑھتا ہے، تلنگے اور مجاور نما لوگ اس کے گرد ڈیرے لگانے لگ گئے، مالک اشتر جیسے خبث باطن کے مالک بہروپئے اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور مکار اعظم کی خدمت کرنے لگے۔

دال نہ گلی ابن سبا کی

شعبدہ بازی کی شعبدہ بازی کارگر ثابت نہ ہوئی دمشق پہنچا وہاں کی ساری فضا سازگار تھی اور اس کی خبریں وہاں پہلے ہی پہنچ چکی تھیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ صحابی رسولؐ کی خدمت میں گیا، کسی طریقے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا، حضرت ابودرداءؓ نے اس کے منہ پر کہہ دیا کہ تم یہودی لگتے ہو

اور لبادہ اسلام میں اہل اسلام کو چاہ ضلالت میں ڈالنے کے در پے ہو، پھر حضرت عبادہ بن صامتؓ کے حضور پہنچا انہوں نے اس کی گمراہ کن اور پروپیگنڈہ پر مبنی گفتگو سنی، پکڑ کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچا دیا، اور ساتھ یہ بھی فرما دیا، کہ یہ شخص وہی معلوم ہوتا ہے جس نے ابی ذر کو آپ کے خلاف بہکایا اور تم سے رنجش پیدا کرائی۔ یہاں بھی عبداللہ بن سبا کی دال نہ گلی، حضرت معاویہؓ نے اس کو شہر بدر کرنے کا پروانہ جاری کر دیا۔

محبتِ علیؓ و اہل بیتؓ کا راگ

اب آنکھیں نیچی کر کے ابن سبا مصر پہنچا، وہاں کے لوگ عبداللہ بن سعد نامی گورنر سے پہلے ہی نالاں تھے، اور ادھر مکار اعظم ٹھوکریں کھا کھا کر سنبھلتا گیا، جب ابن سبا نے خوب چالاکی کا مظاہرہ کیا، لوگ گورنر سے شاکی پہلے ہی تھے اس نے اس شکوہ وشکایات سے فائدہ اٹھایا، عبداللہ بن سبا کو روک ٹوک کے بغیر من پسند کام کرنے کا موقع مل گیا، مصر کو مرکز بنالیا، اس سے پہلے وہ جگہ جگہ اپنے چیلے بنا چکا تھا، اپنے ہم رازوں اور اپنے ہم آہنگوں سے مراسلت جاری کر دی، اس مشن کو دستور اور نصب العین بنایا۔ عبداللہ بن سبا کی ایک شخصیت بن گئی تھی، افراد بھی کافی تعداد میں مل گئے اب اسے اس جماعت کو کنٹرول کرنے کے لئے ایک نعرہ اور ایک ماٹو کی ضرورت تھی، چنانچہ مصر میں بیٹھ کر اس نے ''حُبِ اہل بیتؓ اور حمایتِ علیؓ'' کا نعرہ تجویز کیا، بنوامیہ کے مقابلہ میں یہ نعرہ صرف نعرہ نہ رہا، آگ کا شعلہ بن گیا، اب اس نعرہ اور منشور کو پھیلانے کا مشورہ ہوا۔ چنانچہ مصر میں بیٹھ کر وسیع پیمانہ پر اس نے یہ پروپیگنڈہ کرایا۔

ابن سبا کی نعرہ بازی

عبداللہ بن سبا کے نعروں اور منشور میں یہ باتیں شامل تھیں ''امامت فرض ہے، محبت اہل بیت و حمایت علیؓ ہمارا نصب العین ہے، حضرت علیؓ وصی رسول اللہ ہیں، حقدارِ خلافت ہیں، مظلوم ہیں، خلفائے ثلاثہ غاصب ہیں، کافر اور مرتد ہیں''۔ تم آگے چل کر دیکھو گے کہ وہ بہت جلد بلوائیوں کے ایک بڑے گروہ کا روح رواں اور ایک مذہب کا بانی ہو کر رہے گا، وہ مذہب جس میں امامت اساس عقائد ہوگی، جو امامت سے انکار کرے یا تبرا کہے وہ کافر قرار دیا جائے گا، صحابہ کرامؓ پر تبرا کہنا

فرض ہوگا، وہ مذہب جو مجموعہٴ رسوم ہوگا، جس میں اخلاق بد بھی اخلاق حسنہ مانے جائیں گے، جو سازشوں کا گھر ہوگا، جو امن وامان کا دشمن ہوگا، جو قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال دے گا، جو اللہ کے دین کو ٹھکرا دے گا۔ (تاریخ مذہب شیعہ، مؤلفہ علامہ عبدالشکور لکھنوی)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

عبداللہ بن سبا نے خفیہ سکیم کے تحت سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دیا، اور حضرت عثمانؓ کے عہد میں خلافت کے بعض نو آموز عمال کے خلاف جگہ جگہ سازشیں ہونے لگیں۔ ایک دن عبداللہ بن سبا نے اپنے ہم آہنگ لوگوں سے یوں کہا کہ مسلمان کا فرض ہے، کہ حتی الامکان فتنوں کو روکے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت کام کرے، ملک میں ہونے والی غلط باتوں کو زائل کرے، چنانچہ مشورہ کر کے مدینہ پہنچے، بلوائیوں کی سازش سے حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کرلیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خونریزی نہیں کرنا چاہتے تھے، حضرت عثمانؓ تلاوت قرآن سے رطب اللسان تھے، بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد اس خونی فضا میں حضرت علیؓ تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے، حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد امت دولخت ہوگئی، ابن سبا کی سازش کامیاب ہوگئی، جنگ وقتال کا معرکہ گرم ہوگیا، عبداللہ بن سبا حضرت علیؓ کے حمائتیوں کی صف میں گھس گیا، حضرت علیؓ کے قریب ہونا شروع ہوگیا، سادہ لوح لوگوں کے دلوں میں ایسی ایسی باتیں بٹھاتا کہ وہ ماننے پر مجبور ہو جاتے، وہ کہتا کہ حضرت علیؓ وصی رسول ہیں۔ حضرت علیؓ اس دنیا میں خدا کا روپ ہیں اور ان کے قالب میں خداوندی روح ہے اور گویا وہی خدا ہیں کچھ احمقوں کے کان میں یہ پھونکا کہ اللہ نے نبوت ورسالت کے لئے دراصل حضرت علیؓ بن ابی طالب کو منتخب کیا تھا، وہی اس کے مستحق اور اہل تھے، اور حامل وحی فرشتے جبرئیل امین کو ان ہی کے پاس بھیجا تھا، لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور وہ غلطی سے وحی لے کر حضرت محمد بن عبداللہ کے پاس پہنچ گئے۔

(''ایرانی انقلاب'' از مولانا محمد منظور نعمانیؒ۔ ص ۱۰۸، ۱۰۹)

ابن سباد نیوی جہنم میں

علامہ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ کے بارے میں الوہیت کا عقیدہ رکھنے والے شیاطین انہی کے حکم سے قتل کر دیئے گئے تھے، اور آگ میں ڈالے گئے تھے۔

(منہاج السنہ ص ۷ ج ۱)

شیعہ حضرات کی مستند کتاب ''رجال کشی'' میں امام جعفر سے متعدد روایات منقول ہیں۔ جن میں وارد ہوا کہ عبداللہ بن سبا حضرت علیؓ کی الوہیت کا عقیدہ رکھتا تھا، اور اس کی دعوت دیتا تھا اور بالآخر حضرت علیؓ نے اس کو آگ میں ڈلوا کر ختم کرا دیا تھا (رجال کشی) اسی رجال کشی میں ہے۔ امام جعفر سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا، ''جب عبداللہ بن سبا نے حضرت علیؓ کے رب ہونے کا اعلان کیا تو آپؓ نے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا۔ "فابی ان یتوب فاحرقه النار" اس نے توبہ سے انکار کیا تو حضرت علیؓ نے اُسے آگ میں جلا دیا۔

(ہفت روزہ دعوت لاہور حضرت عثمانؓ نمبر ص ۸۷۵ بحوالہ خلفائے راشدین)

شیعوں کے فرقے

شیعہ مذہب کی بنیاد ہوشیاری کے ساتھ رکھی گئی، مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر شیعہ نے ان صفوں میں انتشار و نفاق پیدا کرنے کی کوشش کی، اور اس میں کافی حد تک انہیں کامیابی بھی ملی۔ شیعہ کی سرگوشیانہ مہم اور اس ہوشیاری کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر فرد کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق گفتگو کی گئی، جس سے شیعہ مختلف فرقوں میں تقسیم در تقسیم ہوتے چلے گئے اور لا دین لمن لا تقیۃ لہ، کے مطابق ردائے تقیہ اوڑھ کر آگے بڑھتے رہے، از ابتدا تا ہنوز شیعہ کا اوڑھنا اور بچھونا تقیہ ہی رہا اور ہے۔ بعض شیعوں نے تقیہ کی چادر اتاری تو ان کا خبث باطن عیاں ہوا، ان کے اندر کا زہر نکلا، شیعہ کے مختلف فرقوں کے مختلف عقائد ہیں، ان کی تفصیل ''غنیۃ الطالبین'' میں پیر پیران شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حنبلی نے ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ''الملل والنحل'' میں علامہ عبدالکریم شہرستانی نے "اثمار التکمیل" کی جلد ثانی میں میرے استاذ شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد موسیٰ روحانی رحمہ اللہ نے، ''آفتابِ ہدایت'' میں مولانا کرم الدین دبیرؒ نے اور کچھ تفصیل مولانا

محمد منظور نعمانیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''ایرانی انقلاب'' میں بیان کی ہے، نیز ''مقالات الاسلامیین''، ''کتاب الفرق بین الفرق''، ''التبصیر'' اور ''شرح عقیدہ سفارینی'' میں بھی کچھ تفصیل موجود ہے۔

تفصیلِ فِرَق

شیخ موسیٰ روحانی بازیؒ علامہ شہرستانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ شیعوں کے بڑے فرقے پانچ ہیں۔ کیسانیہ، فریدیہ، وامامیہ وغلاۃ واسماعیلیہ۔ پھر ہر ایک فرقہ میں متعدد فرقے ہیں، اول کیسانیہ یہ اتباع کیسان ہیں جو حضرت علیؓ کا غلام تھا، ان کیسانیہ میں متعدد فرقے ہیں یعنی مختاریہ اصحاب مختار بن ابی عبید الثقفی، الھاشمیہ، الیانیہ، الرزامیہ، فرقہ دوم زیدیہ ہے، اتباع زید بن علیؓ بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ان میں تین فرقے ہیں۔ جارودیہ، سلیمانیہ، بتریہ، فرقہ سوم امامیہ ھم قائلون بامامت عَلِیٍّ بعد النبی علیہ السلام نصاً ظاہراً قالوا لیس فی الدین والاسلام امراً اھم من تعیین الامام۔ امامیہ کچھ مدت کے بعد بعض تو معتزلہ ہو گئے، اور بعض مشبہ ہو گئے، اور بعض نے کچھ اور گمراہ عقائد اختیار کر لئے، اسی فرقہ امامیہ میں سے ہیں اثناء عشریہ و باقریہ وغیرہ۔ فرقہ چہارم غلاۃ یعنی غالیہ اس فرقے نے اپنے ائمہ کے حق میں غلو وتجاوز کر کے انہیں حدود مخلوق سے نکال کے ان کے لئے احکام ربوبیت ثابت کئے، ان میں بڑے بڑے فرقے بارہ ہیں السبائیہ، الکاملیہ، الخطابیہ وغیرہ، فرقہ اسماعیلیہ وہ اسماعیل بن جعفرؒ کی امامت کے قائل ہیں۔

(اثمار التکمیل ص۱۵۶ ج۲ مکتبہ امدادیہ ملتان)

پیر پیران شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلیؒ لکھتے ہیں: ''رافضی گروہ'' اس کے تین فرقے ہیں۔ غالیہ، زیدیہ، رافضیہ۔ اور پھر غالیہ کے بارہ گروہ ہیں بیانیہ، طیاریہ، منصوریہ، مغیریہ، طابیہ، معمریہ، بزیعیہ، مفضلیہ، تناسخیہ، شریعیہ، سبایہ، مفوضہ اور دوسرے فرقہ زیدیہ کی چھ شاخیں ہیں جارودیہ، سلمانیہ، تمریہ، نعیمیہ، یعقوبیہ اور چھٹا فرقہ پھر دنیا میں آنے کا انکاری نہیں یعنی تناسخ کو مانتے ہیں اور ابوبکرؓ اور عثمانؓ سے بیزار ہے اور رافضیہ گروہ چودہ فرقے ہو گئے ہیں۔ قطعیہ، کیسانیہ، کربیہ، عمیریہ، محمدیہ، حسینیہ، ناؤسیہ، اسماعیلیہ، قرامضیہ، مبارکیہ، شمیطیہ، عماریہ، مخطوریہ، موسویہ، امامیہ''۔ (غنیۃ

الطالبین ص ۱۸۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اثنایہ عشریہ میں انکشاف فرمایا ہے، کہ شیعہ ہر دور میں متلون المزاجی اپناتے رہے اور اسی طرح کام کرتے رہے۔ (تحفہ اثناء عشریہ، دار الشفقة استنبول)

حقیقت بھی یہی ہے، بقول مولانا منظور نعمانیؒ "شیعہ کا ایک ہی فرقہ بڑے دھڑلے سے چلا آرہا ہے، جس نے اپنا نام "امامیہ اثناعشریہ" رکھا اور اسی مذہب نے شیعی مذہب کے مردہ جسم میں نئی روح پھونکی، اسی فرقہ نے شیعی مسلک کو فروغ دیا اسی بد باطن گروہ نے صحابہؓ پر تبرا پڑھا۔

وطن عزیز پاکستان میں بدقسمتی سے یہی فرقہ خباثت کے جراثیم پھیلا رہا ہے، اور اس وقت قریباً اسی کا وجود باقی ہے اور اپنے مذہب کو فروغ دے رہا ہے، اگر یہاں اسماعیلیہ، آغا خانیہ، بوہرہ فرقہ کے لوگ رہتے ہیں، تو وہ دولت کے نشے میں مست و چور ہیں، ان کا تعلق ان باتوں سے نہیں جو اثناعشریہ کا مشن ہے۔ پھر بھی کفر کفر ہے، ان کی تاریں ایک دوسرے سے ملتی ہیں "الکفر ملة واحدہ"...... اگر دوسرے فرقہ کام نہیں کرتے، تو بھی اثناعشریہ کی سپورٹ اور مدد ضرور کرتے ہوں گے، ایران جو پوری دنیا میں شیعی انقلاب کا خواہاں ہے بھی اثناعشریہ مذہب کا حامل و متبع ہے اور یہی وہ بد باطن مذہب ہے، جس کے خلاف سپاہ صحابہؓ کو منظم ہونا پڑا، اور مولانا حق نوازؒ کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔

شیعی سفاکیت کی جھلکیاں

شیعہ مذہب ایسا نرالا و عجیب ہے، جس نے مذہب کی آڑ لے کر دنیا میں کشت و خون کی ارزانی اور سفاکیت و بربریت کی داستانیں بے گناہ لہو سے رقم کیں "حضرات اہلِ بیتؓ کی محبت کا پُرفریب نعرہ لگا کر حضرت عثمانؓ کو خون میں نہلایا، حضرت علیؓ کو شہید کروایا۔ حضرت حسنؓ کو مذل المومنین اور مسود المسلمین کے برے القابات دیئے (جلاء العیون)۔ حضرت حسینؓ کو بلا کر غداری سے شہید کیا، اسلام کے اساسی عقائد پر تیشہ چلایا۔ حضرت علیؓ کو رب باور کرایا۔ "علی مشکل کشا" اور "یا علیؓ مدد" کے نعرے اسی کا نتیجہ ہے۔ امامت کا عقیدہ ایجاد کر کے ختم نبوت کا صفایا کیا، تمام صحابہ کرامؓ کو معاذ اللہ منافق، غاصب اور بے ایمان کہا۔ پیغمبر ﷺ کی ناکامی اور اسلام کے

جھٹلانے کا برملا اعلان کیا۔ (تاریخ شیعہ ص۴ مولانا مہر محمد صاحب میانوالی)

شیعہ سیاسی تاریخ کی جھلکیاں

(۱) ابولولو فیروز مجوسی نے جس دن حضرت عمرؓ کو بے دردی وسفا کی سے شہید کیا، شیعہ اس دن عید مناتے ہیں، فیروز کو شجاع کہتے ہیں، فیروز نامی انگوٹھی کو قابل تبرک سمجھتے ہیں۔ (۲) حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے والوں کو شیعہ صالح و متقی کہتے ہیں۔ (۳) جنگ جمل و صفین کے شہداء کی شہادت پر اظہار مسرت کرتے ہیں، کبھی ماتم نہیں کیا۔ (۴) نہروان میں حضرت علیؓ کے خلاف نعرہ لگا کر ''اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ'' کہنے والا شیعہ تھا۔ (۵) حضرت علیؓ کا قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم انہی میں سے تھا، شیعہ اس کی مذمت نہیں کرتے، نمازوں کے بعد اس پر لعنت نہیں کرتے۔ (۶) حضرت حسنؓ نے حضورؐ کی پیش گوئی کے مطابق مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائی، شیعہ ان پر ناک منہ چڑھاتے ہیں۔ (۷) حضرت حسینؓ کو کربلا میں بلا کر شہید کیا۔ (۸) حضرت حسینؓ کو شہید کرنے کے بعد توابین کے نام سے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ (۹) توابین نے توبہ کیا کی، ایک عرصہ کے بعد لوگوں کا پھر قتل عام شروع کر دیا۔ (۱۰) انتقامِ حسینؓ کے نام پر مختار بن عبید ثقفی اٹھا، ستر ہزار مسلمانوں کو بے دردی سے شہید کیا، کوفہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ (۱۱) حضرت زیدؒ ظالم حکام کے خلاف اٹھے، ۴۰ ہزار کا لشکر تیار کیا، سوائے چند کے سب آپ کو چھوڑ کر چلے گئے، اس کے بعد شیعوں کا نام رافضی مشہور ہوا، (چھوڑ کر جانے والے)۔ (۱۲) بنو اُمیہ کے خلاف ایرانیوں نے بنو عباس کے ساتھ مل کر تحریک چلائی اس کے بعد خونی انقلاب آیا، لاکھوں مسلمان تہ تیغ ہوئے۔ (۱۳) بنو بویہ شیعہ تھے، بغداد پر حملہ کر کے بغداد کو تاخت و تاراج کیا۔ (۱۴) اسماعیلی شیعوں کا حسن بن صباح ظلم و بربریت میں مشہور تھا، اس نے قتل و خون ریزیاں کیں۔ (۱۵) مصر پر حملہ کر کے قابض ہونے والے فاطمین شیعہ تھے، جنہوں نے مسلمان امراء کو قتل کیا۔ (۱۶) ہلاکو نے بغداد پر حملہ کیا نصیر الدین طوسی ظالم اس کے ساتھ رہا، خلیفہ عباسی کو قتل کیا، اور کئی دوسرے مظالم کئے۔ (۱۷) بارہ لاکھ مسلمانوں کو قتل کرنے والا تیمور لنگ شیعہ تھا۔ (۱۸) اسماعیل صفوی شیعہ تھا، جس نے برسر اقتدار آنے کے بعد سنی مسلمانوں کی مساجد اور

مقابر شہید کرائے، بڑے بڑے علماء اور معززین کو سولی پر چڑھا دیا، خلفاء ثلاثہ پر تبرا جمعہ کے خطبہ میں لازمی کر دیا۔ (۱۹) ایران کے نادر شاہ درّانی نے دہلی کی جامع مسجد میں مسلمانوں کو شہید کیا۔ بادشاہ اور اس کے لڑکوں کو قتل کر کے تخت بچھا کر اس پر ناشتہ کیا، دہلی کا سب خزانہ لوٹ لیا۔ (۲۰) جعفر از بنگال و صادق از دکن، ننگ دنیا، ننگ دین و ننگ ملت، شیعہ ہی تھے، جنہوں نے ایک طرف غداری کر کے سلطان ٹیپو کو شہید کروایا، دوسری طرف غداری کر کے انگریز کو قابض کروایا۔ (۲۱) جنرل یحیٰی خان رافضی نے فوجی ایکشن کے ذریعے پاکستان کے مسلمانوں کو شہید کروایا۔ (۲۲) ایران کے خمینی نے سنی مسلمانوں کا قتل عام کیا، وہاں سنی مساجد نہیں بننے دیں، عورتوں اور بچوں کے جلوسوں پر اندھا دھند فائرنگ کرائی۔ (۲۳) ایران کا سرکاری مذہب شیعہ قرار دے کر مسلمانوں کے حقوق پر شب خون مارا گیا۔ (۲۴) ایران سے اسلحہ پاکستان بھیجا گیا، پاکستان میں سنی مسلمان کے خون کے ساتھ ہولی کھیلی گئی۔ (''سیف اسلام'' مکتبہ عثمانیہ جامعہ اسلامیہ میرپور خاص آزاد کشمیر) (۲۵) کوئٹہ میں سنی مسلمانوں کا خون بہایا گیا، (۲۶) اہل حدیث کے جلسہ میں بم پھینکا گیا، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ اور حبیب الرحمٰن یزدانیؒ کو شہید کیا گیا۔ (۲۷) مولانا حق نواز جھنگویؒ، ایثار القاسمیؒ، علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ، حضرت شعیب ندیمؒ، حضرت مولانا عبد اللہؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، حضرت مولانا حبیب اللہ مختارؒ، سید صادق حسین شاہؒ، جبلِ استقامت حضرت علامہ محمد اعظم طارق شہیدؒ سمیت سپاہ صحابہؓ کے ۱۵۰۰ سے زائد علماء و کارکن شہید کئے گئے۔ (۲۸) سپاہ صحابہؓ لاہور کے جلسہ میں بم پھینکا گیا، جس میں چار سنی مسلمان شہید ہو گئے (۲۹) جھنگ میں پانچ علماء کو ذبح کیا گیا۔ (۳۰) لاہور شاہدرہ کی جامع مسجد محمدیہ میں بم پھینکا گیا، جس سے ۲۶ مسلمان شدید زخمی ہو گئے۔ (۳۱) چوبرجی لاہور کی مسجد احسان کے نمازیوں پر کلاشنکوف سے حملہ کیا گیا، جس سے ۶ سنی مسلمان اسی جگہ پر شہید ہو گئے۔ (۳۲) لاہور رسول پارک کی عثمانیہ مسجد پر فائرنگ کی گئی، جس سے دو سنی مسلمان شہید ہو گئے۔ (۳۳) پنجاب یونیورسٹی میں اسلامی جمعیت طلباء پر فائرنگ کی گئی، جس سے جمعیت کے ۳ کارکن شہید ہو گئے (۳۴) لاہور ٹھوکر نیاز بیگ میں پولیس پر شیعہ گھروں سے فائرنگ کی گئی جس سے پولیس کے ۱۸ اہل کار شدید زخمی اور ان کی تین گاڑیاں چکنا چور کر دی گئیں۔ (۳۵) ملتان میں ممتاز آباد کے علاقے میں نمازیوں پر فائرنگ کر کے

۲۶ بے گناہ مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔ (۳۶) کراچی میں درجنوں سنیوں کو شہید کرنے کا گھناؤنا پروگرام شیعوں نے بنایا۔

شیعیت کی صحابہ دشمنی

شیعہ مذہب کی بدبختی یہ ہے کہ وہ حضرات خلفاء راشدین کی تکفیر کرتے ہیں، انہیں کافر کہتے ہیں، اور انہیں زندیق لکھتے ہیں، ان کو منافق کہتے ہیں غاصب کہتے ہیں، ظالم کہتے ہیں، شیعہ مذہب کی بنیاد مسئلہ امامت پر ہے، شیعہ بارہ اماموں پر ایمان رکھتے ہیں، ان کی اتباع کو فرض قرار دیتے ہیں، انہیں معصوم سمجھتے ہیں، ان کا رتبہ نبوت سے برتر و بلند مانتے ہیں، مشتے از خروارے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں کہ مذہبِ شیعہ کا صحابہ کرامؓ کے بارے میں کیا نظریہ ہے۔ شیعہ کی مشہور کتاب ''اصول کافی'' میں یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن کریم کی آیت ''اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا'' (سورۃ النساء: ۲۰) جس کا معنی یہ ہے، بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے اس کے تحت لکھتے ہیں:

ا۔ نزلت فی فلان و فلان آمنو بالنبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی اوّل الامر و کفروا حیث عرضت علیہم الولایۃ فھٰولاء لم یبق فیھم من الایمان شیء۔ (اصول کافی ص ۲۶۵)

''یہ آیت فلاں، فلاں اور فلاں سے متعلق نازل ہوئی ہے، پہلے وہ آنحضرت پر ایمان لائے جب ان پر حضرت علیؓ کی امامت وولایت پیش کی گئی تو وہ کافر ہو گئے، (آخر میں کہا) کہ ان میں ذرا بھر بھی ایمان باقی نہ رہا۔''

اصول کافی کی شرح ''الصافی'' میں ہے:

''امام گفت ایں آیت نازل شد در ابوبکر و عمر و عثمان۔ امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ اس آیت کا شان نزول ابوبکر و عمر و عثمان ہیں۔'' (الصافی جزء سوم حصہ دوئم ص ۹۸)

دوسری عبارت

قرآن کریم کی آیت ''وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ'' (پ ۲۶،

الحجرات ۱۰) اوراللہ تعالیٰ نے تم سے ناپسند کیا ہے کفر فسق اور نافرمانی۔اس کے تحت" اصول کافی" جوشیعہ کی معتبر حدیث کی کتاب ہے، جسے امام غائب حضرت مہدی کی تصدیق وحمایت حاصل ہے اس میں ہے کہ" اس آیت کا مصداق الاول والثانی والثالث (اول ابوبکرؓ دوم عمرؓ اور سوم عثمانؓ) ہیں۔(اصول کافی ص ۲۶۹)

تیسری کفریہ عبارت

الجامع الکافی شیعہ کی کتاب ہے،اس میں لکھا ہے۔

"ان الشیخین فارقا الدنیا ولم یتوبا ولم یتذاکرا ما صنعا بامیر المؤمنین علیہ السلام فعلیہما لعنة اللّٰہ والملائکة والناس اجمعین." (کتاب الروضہ ص ۱۱۵ مطبوعہ لکھنؤ)

چوتھی عبارت

شیعہ کے مشہور عالم ملاباقر مجلسی لکھتے ہیں:

"ہردو(ابوبکرؓ،عمرؓ) کافر بودند وہر کہ ایشاں رادوست دارد کافراست"......

(حق الیقین ص ۵۲۲)

"حضرت ابوبکر وعمر دونوں کافر تھے جوان سے دوستی رکھے وہ بھی کافر ہے"۔

پانچویں عبارت:

شیعہ کی کتاب فروع کافی میں صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ روایت ہے،امام باقر نے فرمایا:

"کان الناس اہل ردة بعد النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم الا ثلاثہ فقلت وَمَنِ الثلاثَة فقال المقداد بن الاسود وابوذر الغفاری و سلمان الفارسی رحمة اللّٰہ علیہم و برکاتہ." (فروع کافی ج ۳ کتاب الروضہ ص ۱۱۵)

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے،مگر

صرف تین، راوی کہتا ہے میں نے سوال کیا وہ تین کون تھے؟ انہوں نے فرمایا مقداد بن الاسود ابوذر غفاری اور سلمان فارسیؓ ان پر رحمت اور برکتیں ہوں"۔

ملا باقر مجلسی کی عبارت:

شیعہ کے محدث ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

"(شیخ کشی) ایضاً بسند حسن از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ صحابہ بعد از حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مرتد شدند مگر سہ نفر سلمانؓ وابوذرؓ ومقدادؓ راوی گفت کہ عمارؓ چہ شد حضرت فرمود کہ اندک میلے کرد و بزودی برگشت۔ (حیات القلوب ج۲ص۸۳۷)

"شیخ کشی نے حضرت حسن کے ساتھ حضرت امام محمد باقر سے یہ روایت بھی کی ہے کہ صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے مگر تین آدمی حضرت سلمانؓ، حضرت ابوذرؓ اور حضرت مقدادؓ راوی نے کہا کہ حضرت عمارؓ سے کیا ہوا، حضرت نے فرمایا کہ وہ تھوڑا سے جھکاؤ تو رکھتا تھا، پھر جلدی پھر گیا (یعنی نعوذ باللہ مرتد ہو گئے)"۔

ساتویں کفریہ عبارت

ملا باقر مجلسی رقمطراز ہیں:

"وچوں ابوسفیان مسلمان شد منافق ومنافق مرد ومشہور است بہ نفاق۔"

(تذکرہ الائمہ ص۷۶)

جب ابوسفیان مسلمان ہوئے تو منافق تھے اور منافق ہی مرے اور وہ منافقت ہی سے مشہور تھے۔ (نعوذ باللہ)

آٹھویں عبارت

امام محمد باقرؒ کے ایک مرید کمیت بن زید نے امام سے دریافت کیا کہ میں ان دونوں آدمیوں (ابوبکرؓ وعمرؓ) کے بارے میں آپؐ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں، تو انہوں نے فرمایا:

"یا کمیت بن زید ما اهریق فی الاسلام دم و لا اکتسب مال من غیر حله ولا نکح حرام الا وذالک فی اعناقهما الی یوم یقوم قائمنا." (رجال کشی ص ۱۳۵)

"اے کمیت اسلام میں جس کا بھی خون بہایا گیا اور جو بھی ناجائز مال کمایا گیا، اور جو بھی زنا ہوا یا ہوگا، ہمارے امام مہدی کے ظہور کے دن تک اس سب کا گناہ انہی دونوں کی گردنوں پر ہوگا"۔

پاکستانی شیعوں کا کفر

پاکستان میں ایرانی شیعوں کے گماشتے غلام حسین نجفی لاہور، محمد حسین ڈھکو سرگودھا، حسین بخش جاڑا میانوالی، مرزا حسن الحائری الاحقاقی، کی صحابہ کرامؓ کے بارے میں کفریہ عبارات ہم نے "صحابہ کرامؓ کی مظلومیت کی دلگداز داستان" کے زیر عنوان نقل کردی ہیں، مقصد ان عبارات کے نقل کرنے کا یہ ہے، کہ شیعہ نے حتی الامکان اسلام اور محافظین اسلام حضرت صحابہ کرامؓ کو بدنام کرنے اور پھر اسلام کی پوری عمارت کو تخریب کا نشانہ بنانے کی پوری پوری کوشش کی ہے، اور اب بھی وہ سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں؟ اور شیعہ کے متقدمین جن کے حوالہ جات ابھی ذکر ہوئے ان سب میں صحابہ کرامؓ کو ہدف تنقید و تکفیر بنایا گیا ہے، کسی کافر کا ذکر تک نہیں کیا گیا، صرف اور صرف جماعتِ رسول حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہرزہ سرائیاں کی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا حق نواز شہیدؒ نے اس کفر کو للکارا، اور انہوں نے محسوس کیا کہ اب اس کفریہ طاقت کو بزور بازو روکنا ضروری ہو چکا ہے، جس کے لیے انہوں نے جان کی بازی تک لگادی۔

شیعیت کی قرآن دشمنی

قلم اس وجہ سے اٹھایا جائے کہ شیعوں نے صحابہ کرامؓ کو سب وشتم کا نشانہ بنایا ہے، ان کا تعاقب کیا جائے، صحابہ کرامؓ کا دفاع کیا جائے۔ جھٹ سے شیعیت کی قرآن دشمنی ذہن میں آجاتی ہے، شیعہ کا موجودہ قرآن کے بارے میں عقیدہ یہ ہے:

عن جابر قال سمعت ابا جعفر علیه السلام یقول ما ادعیٰ احد من

الناس انه جمع القران كله كما انزل الا كذاب وما جمعه وحفظه كما نزله اللّٰه تعالٰى الا على ابن ابى طالب والائمة من بعدهٖ عليه السلام. (اصول كافى كتاب الحجة ج ۱ ص ۲۲۸ ،دار الكتب الاسلاميه تهران)

''حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں نے باقر سے سنا، وہ کہتے تھے لوگوں میں سے کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے سارا قرآن اس طرح جمع کیا ہو جیسا کہ وہ اترا تھا، جو کوئی ایسا دعویٰ کرے وہ کذاب ہوگا، نزول کے مطابق اس کو نہ تو کسی نے جمع کیا اور نہ کسی نے یاد کیا، مگر علی بن ابی طالب نے اور ان کے بعد کے آئمہ نے''۔

مزید لکھتے ہیں:

''قراء رجل على ابى عبدالله عليه السلام وانا استمع حروفا من القران ليس على ما يقرؤها الناس فقال ابو عبداللّٰه عليه السلام كف عن هذا القران اقرأ كما يقراء الناس حتى يقوم القائم فاذا قام القائم قراء كتاب اللّٰه عزّ وجل على حدّه واخرج المصحف الذى كتبه عَلِىٌّ عليه السلام.'' (اصول كافى ج ۲ ص ۶۳۳)

''ایک شخص نے امام جعفر کے ہاں قرآن پڑھا، اور میں حروف سنتا رہا، جو لوگوں کے قرآن پڑھنے کے مطابق نہ تھے، حضرت امام نے فرمایا اس طرح نہ پڑھ اسی طرح پڑھ جس طرح لوگ پڑھتے چلے آرہے ہیں، یہاں تک کہ امام مہدی کا ظہور ہو، جب آپ آئیں گے تو اس وقت قرآن اپنی اصل پر پڑھا جائے گا، اور وہ قرآن لایا جائے گا، جو حضرت علیؓ نے لکھا تھا''۔

منصور طبرسی کی کفریہ عبارت:

ابو منصور طبرسی لکھتے ہیں:

''ولو شرحت لك كلما اسقط وحرف و بدل ما يجرى هذا لمجرى لطال و ظهر ما تحظر التقيه اظهاره من مناقب الاوليا و

مثالب الاعداء." (احتجاج طبرسی ج ۱ ص ۲۵۴،مطبع سعید مشهد المقدسہ ایران)

''اور اگر میں تمہارے سامنے یہ بات کھول دوں کہ کیا کچھ قرآن سے نکالا اور بدلا گیا اور اس میں تحریف کی گئی تو بات لمبی ہو جائے گی اور وہ چیز ظاہر ہو جائے گی کہ تقیہ جس کے اظہار سے روکتا ہے یعنی اولیاء کے مناقب اور اعداء کے عیوب سے''۔

ملامحسن کاشانی کی عبارت

شیعہ عالم ملامحسن کاشانی علامہ طبرسی کی مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"المستفاد من جمع هذه الاخبار وغير ها من الروايات من طريق اهل البيت عليهم السلام ان القران الذى بين اظهرنا ليس بتمامه كما انزل على محمد صلى الله عليه وسلم واله بل منه ما هو خلاف ما انزل الله ومنه ما هو مغير ومحرف وانه قد حذف عنه اشياء كثير منها اسم عَلِيٍّ عليه السلام فى كثير من المواقع ومنها لفظة اٰل محمد صلى الله عليه وسلم غير مرة ومنها اسماء المنافقين فى مواضعها ومنها غير ذالک ليس ايضاً على الترتيب المرضى عند الله ورسوله صلى الله عليه وسلم وبه قال على بن ابراهيم." (تفسير الصافى ج ۱ ص ۳۲ مطبوعه ايران)

''ان سب احادیث اور اہل بیت کی دیگر روایات سے یہی ثابت ہے، کہ یہ قرآن جو اس وقت ہمارے سامنے ہے، پورا نہیں، جیسا کہ رسالت مآب پر اترا تھا، بلکہ اس میں ایسی باتیں ہیں جو اللہ کے نازل کردہ کلام کے خلاف ہیں ایسی بھی ہیں جن میں تبدیلی کی گئی ہے، اور وہ تحریف شدہ ہیں اور ان میں سے بہت سی چیزیں نکالی گئی ہیں۔ انہی میں آل محمد کے الفاظ بھی تھے، جو کئی جگہ تھے اور انہی میں کئی جگہ منافقین کے نام بھی تھے، اس کے علاوہ اور بھی کئی باتیں تھیں اور یہ بات بھی ہے کہ موجودہ قرآن اس ترتیب پر نہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ہاں پسندیدہ ہو

اور یہی بات مشہور مفسر علی بن ابراھیم نے کہی ہے''۔

اسی طرح شیعوں کی کتاب ''فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب'' تحریف قرآن پر لکھی گئی ہے۔

یہ ہے قرآن کریم کے متعلق شیعہ کا عقیدہ۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے اس کفر کے خلاف آواز اٹھائی قرآن پاک میں بتلایا گیا ہے کہ یہ لاریب کتاب ہے، قرآن میں کفار کو چیلنج کیا گیا کہ اگر تم اس کتاب میں کوئی شک محسوس کرتے ہو تو اس کا مقابلہ کر کے دیکھو، لیکن ہر دور کے شیعہ اس کو محرف و مبدل مانتے چلے آرہے ہیں۔ شیعہ کی جہاں بہت سی کفریہ باتیں مولانا حق نوازؒ کو شدت کا رویہ اپنانے پر مجبور کرتی تھیں وہاں ایک بات شیعہ کا تحریف قرآن کا عقیدہ بھی ہے۔

شیعیت اور رسالت

شیعہ مذہب اتنا پوچ اور لچر ہے، کہ اس میں محسنِ انسانیت ﷺ کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ ان کے خلاف بھی ہرزہ سرائیاں کی گئیں قرآن پاک کی آیت ''ان اللّٰہ لا یستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃً فما فوقھا'' کہ اللہ تعالیٰ کسی حقیر چیز کی مثال بیان فرمانے سے نہیں شرماتا، مچھر ہو یا اس سے اوپر۔ مچھر اور بڑے جانور سے کون کون مراد ہیں؟ شیعہ مذہب کے مفسر علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۷ھ لکھتے ہیں ''فالبعوضۃ امیر المومنین وما فوقھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم'' مچھر سے مراد حضرت علیؓ ہیں اور اس سے بڑے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (نعوذ اللہ من ذالک) (تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۵، مطبوعہ موسۃ، دار الکتاب للطباعۃ والنشر قم ایران)

۲۔ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

''چوں قائم آل محمد بیروں آید خدا اور ایاری کند اول کسے کہ باو بیعت کند محمد باشد و بعد ازاں علی''۔ (حق الیقین ج ۲ ص ۳۴۷ مطبوعہ انتشارات علیہ اسلامیہ بازار شیرازی جب تو روز خان)

''جب امام مہدی آئیں گے، تو ان کے ہاتھ پر سب سے پہلے حضرت محمدؐ بیعت کریں گے اور بعد ازاں حضرت علیؓ بیعت کریں گے''۔

۳۔ ملا فتح اللہ کاشانی حضورؐ کی طرف ایک روایت منسوب کرتا ہے کہ ''حضورؐ نے فرمایا جو ایک

مرتبہ متعہ کرے گا اس کا درجہ حسین کا، جو دوسری مرتبہ متعہ کرے اس کا درجہ حسن کا، جو تیسری مرتبہ متعہ کرے اس کا درجہ علیؓ کا، جو چوتھی مرتبہ متعہ کرے اس کا درجہ میرا درجہ ہے"۔ (منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۹۳ مطبع انتشارات علمیہ)

۴۔ خمینی لکھتا ہے:

"از ضروریات مذہب ماست کہ کسے بمقامات معنوی ائمہ نمی رسد حتیٰ کہ ملک مقرب و نبی مرسل"۔ (ولایت فقیہ ص ۵۸ مکتبہ انتشارات آزادی)

شیعہ کی ضروریات سے ہے، کہ ہمارے اماموں کا وہ درجہ ہے جسے کوئی مقرب فرشتہ و نبی حاصل نہیں کرسکتا۔"

۵۔ "بعض اخبار معتبرہ کہ انشاء اللہ بعد ازیں مذکور خواہد شد، معلوم می شود کہ مرتبہ امامت بالا از مرتبہ پیغمبر است" (حیات القلوب)

"امامت کا رتبہ نبوت کے درجہ سے بالاتر ہے۔"

۶۔ علامہ باقر مجلسی دلیل کے طور پر لکھتے ہیں کہ "حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنانے کے بعد فرمایا "جاعلک للناس اماما" آپ کو لوگوں کا امام بناؤں گا" چنانچہ حق تعالیٰ بعد از نبوت بحضرت ابراہیم خطاب فرمودہ کہ انی جاعلک للناس اماما" (حیات القلوب ج ۳ ص ۲،۱ مطبوعہ ایران) مطلب یہ کہ رتبۂ امامت رتبۂ نبوت سے افضل و اعلیٰ ہے۔

۷۔ پاکستانی شیعہ مجتہد علامہ محمد حسین صاحب نے شیخ صدوق شیعی عالم کی کتاب "العقائد" کی اردو میں ضخیم شرح لکھی ہے، اس میں بصراحت لکھا ہے:

"ائمہ اطہار سوائے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر تمام انبیاء اولو العزم وغیرہم سے افضل و اشرف ہیں۔" (احسن الفوائد فی شرح العقائد ص ۴۰۶)

۸۔ اصول کافی کی عبارت ہے:

"عن عبد اللّٰہ علیه السلام قال ماجاء به علی علیه السلام اخذ به وما نهی عنه انتهی عنه جری له من الفضل ماجری لمحمد صلی اللّٰہ علیه وسلم." (اصول کافی ج ا ص ۱۹۶، ۱۹۷)

''امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جو احکام شریعت علی لائے ہیں میں وہ تو لیتا ہوں جس سے علیؓ روکیں اس سے رکتا ہوں ان کو وہی شان ملی ہے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہے''۔ (ترجمہ عقائد الشیعہ مولانا مہر محمد صاحب)

۹۔ جلاء العیون کی عبارت ہے:

''رسول خدا از ترس قوم خود بغار رفت در وقتیکہ ایشاں را بسوئے خدا دعوت مے کرد و ایشاں ارادہ قتل او کردند، یاورے نیافت کہ با ایشاں جہاد کند'' (حیات القلوب ج ۲ جلاء العیون ص ۶۵۹)

''رسول خدا اپنی قوم کے ڈر سے غار میں چھپ گئے جب کہ ان کو خدا کی طرف بلاتے تھے اور انہوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا، مددگار نہ پائے کہ ان کے ساتھ جہاد کرتے''۔

۱۰۔ ''اتحاد و یکجہتی امام خمینی کی نظر میں'' میں مہدویت پر اعتقاد کے زیر عنوان لکھا ہے'' جو نبی بھی آئے انصاف کے نفاذ کے لئے آئے، ان کا مقصد بھی یہ تھا کہ تمام دنیا میں انصاف کا نفاذ کریں، لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے یہاں تک کہ ختم المرسلین (ﷺ) جو انسان کی اصلاح کے لئے آئے تھے، اور انصاف کا نفاذ کرنے کے لئے آئے تھے لیکن انسانوں کی تربیت کے لئے آئے تھے لیکن وہ اپنے زمانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔'' (ص ۱۵۔ بحوالہ دو بھائی ص ۲۷)

۱۱۔ شیعہ نے کلمہ اسلام کو نامکمل سمجھتے ہوئے اس میں اضافہ کیا ''لا الـٰه الا اللّٰـه محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ خمینی حجة اللّٰہ'' (ماہنامہ وحدت اسلامی تہران سالنامہ ۸۴ بحوالہ دو بھائی ص ۲۸)

۱۲۔ ''لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ وصی رسول اللّٰہ وخلیفتہ بلا فصل'' (رہنمائے اساتذہ اسلامیات جماعت نہم و دھم) (قومی ادارہ نصاب و درسی کتب وزارت تعلیم و صوبائی رابطہ حکومت پاکستان، اسلام آباد ۱۹۷۵ء)

۱۳۔ ''بہر کیف حضرت علیؓ رسول بھی ہیں امام بھی ہیں اور حضرت محمدؐ کے وزیر بھی ہیں اور صرف یہ نہیں بلکہ بارہ کے بارہ یہ رسول تھے اور امام تھے''۔ (۱۶ مسئلے ص ۱۰۱ مولف سید محمد یاور حسین جعفری ناشر ادارہ علوم الاسلام اصغری منزل سانده کلاں لاہور بحوالہ دو بھائی ص ۲۹)

حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا موقف

مولانا حق نواز جھنگویؒ کو اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت عطا فرمایا، مولانا نے شیعہ مذہب کو طائرانہ نگاہ سے بھی دیکھا اور اس مذہب کی گہرائی تک بھی پہنچے، شیعہ مذہب کے حدود اربعہ کو بھی جانچا اور الف سے ی تک اس مشن سے آگاہ ہوئے، آپ نے اس مذہب کا عمیق اور گہری نگاہ سے مطالعہ کیا۔ آپ نے شیعیت کی تاریخ کا مطالعہ کیا، شیعہ کی ہر دور میں مذہب سے بغاوت، مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ اور یلغار مسلمانوں کو دھوکہ دے کر اپنے مذہب کا کام کرنا، مسلم زعماء کو تہ تیغ کر دینا۔ اپنے ناجائز مقاصد کے حصول کے لئے ملک وملت کو داؤ پہ لگا دینا جب ان تمام باتوں کی پرکھ پڑچول کر چکے، تو آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ مذہب مسلم امہ کے لئے انتہائی خطرناک ہے؟

پھر شیعہ کی کتب کچھ برسر عام دستیاب تھیں، اور کچھ ابھی منظر عام پر آئی چاہتی تھیں، مولانا نے اس تمام لٹریچر کا مطالعہ کیا، آپ نے دیکھا کہ شیعی مذہب میں خدا تعالیٰ کو بدا، ہوتا ہے اس مذہب کے نزدیک خدا بھول جاتا ہے، اس مذہب کے عقائد میں نبی کا کوئی اعلیٰ مقام نہیں، ان کے ہاں فرشتہ اللہ کے احکام میں خیانت کرتا ہے۔ وحی علیؓ پر لانے کی بجائے حضور پر لے جاتا ہے، حضور نعوذ باللہ اپنے مشن میں ناکام لوٹے، شیعہ مذہب میں حضورؐ کا قرآن محرف اور مبدل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نعوذ باللہ منافق تھے، حضورؐ کی بنات مطہرات چار نہ تھیں صرف ایک بیٹی تھی، حضورؐ کا کلمہ بدل دیا گیا، اس میں حضرت علیؓ کا نام شامل کر دیا گیا، حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کا اقرار یہاں موجود ہے لیکن صدیقؓ وفاروقؓ غاصب لکھے جاتے ہیں، اور پھر صحابہ کرامؓ کو ماں، بہن بیٹی کی گالیاں دی جاتی ہیں شیعیت پاکستان میں شیعہ انقلاب کا خواب دیکھ رہی ہے۔

پھر کیا ہوا؟

مولانا حق نواز شہیدؒ نے جب پیش منظر اور پس منظر دیکھ لیا تو ایک داعی حق کی حیثیت سے اس مشن کی سرکوبی مسلم امہ کی بیداری اور مذہب حق کے تحفظ کے لئے میدان میں کود پڑے آپؒ کو اصحابِ رسولؐ سے عشق تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رچے ہوئے تھے، آپ ان صریح کفریات کو برداشت نہیں کر سکتے تھے، کوئی بھی مسلمان ہو جب اس کے سامنے صریح کفریات

بکے جانے لگیں۔ تو مسلمان برداشت نہیں کرتا، لیکن شیعی لٹریچر اور شیعہ کتب بہت ضخیم اور مہنگی ہونے کی وجہ سے ہر آدمی خریدنے کی استطاعت بھی نہیں رکھتا۔ مولانا نے اس کفر کو عالم آشکار کرنے کے لئے اس لٹریچر کا مطالعہ کیا، آپ نے جو کفریات اس مذہب میں دیکھے انہیں برسر عام بیان کیا، بلا خوف لومۃ لائم بیان کیا۔ اس مشن پہ آپ کو پس دیوار زنداں جانا پڑا، آپ کی ہڈیاں توڑی گئیں، آپ کی زبان بند کی گئی، آپ پر مقدمات چلائے گئے، لیکن سرمُو توقف کیے بغیر مولانا کے قلب وجگر میں آتش عشق بھڑک اٹھی تھی۔ حرارت ایمان انگڑائیاں لے چکی تھی، شیر خفتہ اب بیدار ہو چکا تھا، اب ایک طوفان اٹھ چکا تھا جو کچھ کرنا چاہتا تھا، اور پھر کیا جو کچھ کرنا تھا۔ پورے ملک میں شیعی کفریات کو آشکار کر دیا، بچے بچے کی زبان پر شیعہ کے کفر کو نعرہ جاری کرا دیا گلی گلی میں کافر کافر شیعہ کافر عام کر دیا، اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر شیعہ ابوبکرؓ وعمرؓ کو کافر نہ کہتے تو میں یہ نعرہ عام نہ کرتا، اگر شیعہ صحابہؓ کو گالی نہ بکتا تو میں یہ نعرہ عام نہ کرتا۔ پھر اسی طرح کام کرتا جیسے پہلے چلا آ رہا تھا، لیکن مشہور ہے جب فرعون کے مظالم بڑھتے ہیں تو موسیٰ کی آمد ضروری ہو جاتی ہے۔ **لکل فرعون موسیٰ**......!



باب ۱۲

حق نواز شہیدؒ اور ایرانی انقلاب

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی
آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(بال جبریل)

ایران کے انقلابی قائد، امام مہدی کے نائب (شیعہ کے نزدیک) خمینی نے ۱۴ سال جلا وطنی کی زندگی گزاری، لاشرقیہ ولاغربیہ کے راگ الاپتے رہے۔ لاشیعہ ولاسنیہ کے مصنوعی نعرے لگاتے رہے، رضا شاہ پہلوی کی حکومت کا تختہ ایسی نوجوان نسل نے الٹ دیا، جو خمینی صاحب کے ایک مصنوعی نعرہ، کئی سالوں کی جلاوطنی اور خمینی کے دام تزویر میں پھنس چکی تھی۔ ایرانی مسلمانوں کو قابل گردن زدنی قرار دیا، سنی قوم کے حقوق پامال کئے انہیں تہہ تیغ کیا، جو اٹھا اسے ختم کر دیا، جو بچا سے اپنے ماتحت کر لیا، خمینی ایران کے سیاہ وسفید کے مالک بن گئے، ایران کو شیعہ کا مرکز قرار دے کر لاشرقیہ، لاغربیہ، لاسنیہ ولاشیعہ کے خود ساختہ نعروں کو پاش پاش کر دیا، اپنے اصل روپ میں خمینی ظاہر ہوئے۔ سیاہ جبہ، سیاہ عمامہ، باندھ کر ایرانی نوجوانوں پر ایسا جادو کر دیا کہ ایرانی خود اپنے اصل قرآن وسنت سے دور ہو کر خمینی کی ہر بات ہو اولیت دینے لگے۔ بقول سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ "اتباع کل ناعق" ایرانی نوجوان زور زور سے چیخ چیخ کر بولنے والے خمینی کے دامن کیساتھ

وابستہ ہو گئے۔

مذہبی قائد کے مظالم

خمینی کی سحر انگیز شخصیت نے جب نوجوان نسل کے قلب و دماغ میں اپنا مقام بنالیا۔ پورے ایران کے حالات سنوارنے کے ساتھ ساتھ وہاں مذہبی اجارہ داری قائم کرنے کی سوچ بھی مستحکم کی، مذہبی اجارہ داری نے "اسلامی انقلاب" کے نام پر خون کی ہولی کھیلی، غریبوں کو قتل کیا، بچوں کو قتل کیا، خمینی کے چیلوں نے فرازمند میں سیف اللہ کو شہید کیا۔ نعمت اللہ، قربان، شجاع الدینی کو موت کے گھاٹ اتارا، رئیس پور کے ابراہیم، درداب کے اصغر، مروت کے اقبال، بھرام فر کے اردلان، امینی کے نادر، حذری کے عبداللہ، مراحل کے محسن، مشیری کے محسن کو تہہ تیغ کیا، ان کے خون سے ایران کی زمین رنگین کردی گئی۔

امام کی امامت یا ڈرامہ بازی

خمینی صاحب، اثناء عشریہ شیعہ سے تعلق رکھتے تھے، اور اثناء عشریہ مذہب میں امامت کا رتبہ نبوت سے بلند و برتر ہے، نبوت کے خاتمہ کا اعلان نصوص قطعیہ سے ہو چکا۔ اس کے مدمقابل شیعہ نے امامت کا مسئلہ گھڑلیا، جس کا وہ ہر وقت پرچار کرتے ہیں، خمینی نے امامت کے بارہ میں یہ کہا تھا کہ "فقہاء کا حق بلکہ ان کی ذمہ داری اور ان کا فرض ہے، کہ وہ امام آخر الزمان کے نائب اور قائم مقام کی حیثیت سے حکومت کا نظام اپنے ہاتھ میں لینے کی جدوجہد کریں اور جب کوئی فقیہ جو "صاحب علم" ہو عادل ہو، حکومت کی تشکیل و تنظیم کے لئے کھڑا ہو تو اس کو معاشرہ میں، معاملات میں وہ سارے اختیارات حاصل ہونگے، جو نبی کو حاصل تھے، اور سب لوگوں پر اس کی سمع و طاعت واجب ہو گی، اور یہ صاحب حکومت فقیہ و مجتہد "حکومتی نظام" اور عوام اور سماجی مسائل کی نگہداشت اور امت کی سیاست کے معاملات میں اسی طرح "مالک و مختار" ہوگا، جس طرح نبی اور امیر المومنین علیہ السلام مالک و مختار تھے" (الحکومتہ الاسلامیہ ص ۴۹) یہی وہ نظریہ تھا، جس نے خمینی کو تاج و تخت کا مالک بنایا اور پوری دنیا پہ شیعی جال بچھانے میں کامیاب ہو گیا۔

منصب کا غلط استعمال

سید آل عمران مشہدی صاحب اپنی کتاب "آتش ایران" کے ص اپر رقمطراز ہیں "ایران میں بسنے والی بے شعور بے لگام مخلوق شہنشاہیت اور خمینی انقلاب کی زد میں آ کر بری طرح پس جانے کے بعد سوکھے سپنج کی مانند کسی بھی مائع چیز کو اپنے اندر جذب کر لینے کی کیفیت سے دوچار تھی۔ فطری طور پر ناخواندہ، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم اور خوفناک حد تک جذباتی نوجوانوں کا یہ ایک ایسا بینک چیک تھا، جسے خمینی نے اپنے منصب امامت اور شخصیت کے استعمال کے لئے منتخب کیا، اس نے آٹھ سو (۸۰۰) برس قبل قاتلِ اُمت واہل سنت ایک مجوسی "حسن بن صباح سبائی قرامطی باطنی" کی پیروی میں اس خون آشام ڈرامے کو دوبارہ سٹیج کی رونق بخشی جسے سن کر اور پڑھ کر کوئی بھی شریف اور حلیم الطبع انسان اُبکائیاں لئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حسن بن صباح کے متعلق تاریخ کی کتب میں لکھا ہے، "جب اس نے امت کو گمراہ کرنے کا منصب شیطان سے مستعار لے کر لوگوں کو بہکانا شروع کیا، تو اس نے ایک خوبصورت مگر انتہائی کریہہ منصوبہ ترتیب دیا۔ وہ منصوبہ یہ تھا کہ ایک زیرزمین جنت اپنی کمین گاہ کے قریب تعمیر کی، اس میں مصنوعی آبشاروں سے لے کر شیریں نہروں تک اور "حور و غلمان" سے لے کر بادہ و جام جیسے لوازم کا اہتمام کیا۔ اس کے بعد اپنے پیروکاروں کو یہ لالچ دیا کہ اگر تم میری اطاعت وفرمانبرداری کرتے رہو گے، تو تمہیں یہ جنت ملے گی، اور تم ہمیشہ اس کی نعمتوں اور لذتوں سے محظوظ و مسرور ہو گے، اس کے بعد اس کے لئے وہ طریقہ واردات یہ رکھتا تھا کہ جس کو اس کی چرب زبانی اور عیاری وفریب کاری متاثر نہ کرتی وہ اسے خواب آور مشروب پلا کر سلا دیتا۔ اس کے بعد ان پختہ عقیدت مندوں کو حکم دیتا جو اس کی چرب زبانی اور مکاری پر پہلے سے ہی پختہ ایمان لا چکے ہوتے تھے، کہ اس کو اٹھا کر جنت میں پھینک آؤ، یوں وہ حکم گزیدہ جنت میں پہنچ جاتا۔ اس کے بعد ان بدکار عورتوں کا کردار شروع ہو چکا تھا، جو حوروں کے روپ میں اپنے فرائض کی بجا آوری پر معمور تھیں، وہاں کوئی فاحشہ عورت اس کا سر اپنی ران پر رکھ کر اسے بڑے تدریجی طریقہ اور سلیقہ سے عالم ہوش میں واپس لے آتی تھی، تو انجانے ماحول کو دیکھ کر فطری بات ہے کہ اس کا پہلا سوال یہی ہوتا تھا کہ میں کہاں ہوں؟ جواب ملتا جنت میں۔ خاطر

تواضع کے بعد اس ''نیم بسمل'' پر آخری اور کاری وار اس وقت ہوتا جب یہ کہا جاتا تم ہمیشہ ہمیشہ اس جنت میں رہ سکتے ہو، سوال ہوتا وہ کیسے؟ جواب ''اک ادائے دلربائی سے ملتا کہ اگر تم آقا حسن بن صباح کی پیروی کرو، اس کے ہر حکم کو حکم آخر مانو، خواہ اس میں تمہاری جان ہی کیوں نہ چلی جائے تب مجھ پر اور جنت پر تمہارا حق ہے، اس کے بعد اس مخصوص خواب آور مشروب کا جام پیش کیا جاتا اور وہ عالم برزخ کا باسی دوبارہ مدہوشی کے اس اندھے غار میں اس عہد کیساتھ جا گرتا ہے کہ وہ آج سے حسن بن صباح کا سچا پیروکار ہے اور وہ اپنی جان دے کر بھی اس جنت کو ضرور حاصل کرے گا۔ یوں ایک مرتبہ پھر وہ اپنی پہلی جگہ جا پہنچا۔ ہوش آنے کے بعد وہ اسے سہانا خواب اور حسن بن صباح کی شخصیت کا کرشمہ سمجھتا کہ یہ شخص واقعی سچا ہے کہ جس کی پیروی کرنے پر بہشت منتظر ہے اس کے بعد وہ اس کے ہر حکم کی تکمیل اپنی جان پر کھیل کر کرنا معاذ اللہ ایک خدائی فرض سمجھتا تھا، جس کا حکم اس کو اپنے آقا کی طرف سے ملتا تھا، بعینہ یہی تکنیک رافضیوں کے اس امام کی ہے۔

رافضیوں کے امام کی تکنیک

یہ کہ نو برس کی عمر سے لیکر ۲۵ برس کی عمر کے نوجوان جن کا شعور ابھی اتنا پختہ نہیں کہ وہ اس امام نما شیطان اور اس کے ہم رنگ زمین دام خباثت کی حقیقت کو سمجھ سکیں۔ یا سمجھ کر پرکھ سکیں۔ انہیں سکولوں اور کالجوں میں اس ان دیکھی جنت کی نہ صرف سیر کرادی جاتی ہے بلکہ ڈرامے کو حقیقی روپ دینے کی خاطر پیتل اور سٹیل کی چابیاں دھاگے میں ڈال کر انہیں ہار کی طرح گلے میں ڈال دی جاتی ہیں کہ ''ایں کلید بہشت است'' یہ جنت کی چابی ہے، اور یہ نوجوان جن میں سے کچھ بالغ اور زیادہ معصوم بچے ہیں، جن چابیوں کو امام کی طرف سے انمول تحفہ سمجھ کر اٹھائے نادانی کی طغیانی میں بہہ کر سکولوں اور کتابوں کو خیر باد کہہ کر پچیس کلوونزنی گنیں، اٹھائے محاذ جنگ پر جنت کی تلاش میں سرگرداں وادی موت میں خمینی کی شخصیت کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ (آتش ایران ص ۱۵)

محسن کش خمینی

۱۹۶۳ء میں خمینی ''شاہ'' کے عتاب کا نشانہ بنا اور ''شاہ'' نے اسے گرفتار کر کے قید میں ڈالنا چاہا، تو شریعت مداری شیعہ نے قم سے فتویٰ جاری کیا، کہ خمینی شیعوں کا مرجع ہے اور دستور کے

تحت کسی مرجع کو گرفتار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی قید میں ڈالا جا سکتا ہے۔ اس فتویٰ کے سامنے شاہ بے بس ہو گیا اور خمینی کو جلاوطن کر دیا گیا۔ ۱۴ سال کی جلاوطنی کے بعد جب تخت شاہی کو الٹ دیا گیا، خمینی مسند حکومت پر متمکن ہوا۔ شریعت مداری شیعہ تھا، لیکن وہ جمہوری ذہن رکھتا تھا، خمینی کے اہل سنت پر ہونے والے مظالم کی اس نے بات کی، جس کی پاداش میں شریعت مداری کو پس دیوار زنداں بھیج دیا گیا۔ اس کی اسیری سے بھی خمینی کی آتش غصہ ٹھنڈی نہ ہوئی، تو شیریعت مداری کو قتل کروادیا۔ یہ تھا خمینی کا اپنے محسن سے سلوک، جس نے خمینی کو مرجع کہہ کر قید خانے سے بچایا تھا۔

المنتظری سے بے وفائی

خمینی صاحب نے اپنی زندگی میں آیت اللہ المنتظری کو اپنا جانشین نامزد کیا، پھر اس پر الزامات کی ایک طویل فہرست لگا کر معزول کر دیا کہ یہ سیاسی لیڈر شپ کے لئے موزوں نہیں۔ منتظری کی معزولی کے بعد شیعی نظام میں خلا پیدا ہوا، لیکن خمینی یہی راگ الاپتے رہے کہ یہ اسلام کے بہترین مفاد میں ہے اور منتظری وہ شخص تھا، جو خمینی کا عظیم محسن تھا۔ (ہفت روزہ شیعہ لاہور)

ہمارا مقصد یہاں خمینی انقلاب کے مدوجزر سے بحث کرنا نہیں، صرف اتنا بتانا تھا کہ پوری دنیا میں اپنے کو اسلام کا ٹھیکیدار، اسلام کا پاسبان، مذہب کا پاسدار اور سنی شیعہ اتحاد کا علمبردار باور کرانے والا علامہ خمینی کس طرح لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک گیا۔ اپنے محسنوں کو، اپنے رفقاء کو محض اس بناء پر گولی کا نشانہ بنوایا کہ انہوں نے سنی عوام کے ساتھ مظالمانہ کارروائی بند کرنے اور جمہوری نظام قائم کرنے کی اسے مت دی تھی، جس نے اسے معاف نہیں کیا، دوسروں کو کیا معاف کرتا، ہمارا مقصود بحث یہاں شیعہ کے امام خمینی کے مذہبی نظریات وعقائد ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ خمینی نے کس طرح پوری دنیا کو دھوکہ دینے کی کوشش کی اوروں کو یہ باور کرایا کہ یہ اسلامی انقلاب ہے، کسی خاص فرقے کا انقلاب نہیں لیکن یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ سیاہ عمامے، سیاہ جبے، سیاہ دل وسیاہ دماغ کے مالک بہروپیے نے پوری دنیا کو اپنے مکروفریب کے جال میں جکڑنے اور انہیں دھوکہ دینے کی کوشش کی۔

خمینی کے نظریات

ایرانی انقلاب کی بنیاد مسئلہ امامت پر رکھی گئی ہے، شیعہ کے ہاں بارہ امام انبیاء سے اعلیٰ و

افضل درجہ رکھتے ہیں۔ گیارہویں امام حسن عسکری کے بیٹے صغرسن میں ایک غار سرمن رای میں چلے گئے، اور آج تک روپوش ہیں، قیامت تک نظام کائنات انکے تصرف سے چلے گا۔ خمینی صاحب نے اپنی شہرہ آفاق بدنام زمانہ کتب ''الحکومت الاسلامیہ'' کشف الاسرار'' وغیرہ میں جہاں دیگر مسائل کو شدومد سے ذکر کیا ہے وہاں مسئلہ امامت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اہل سنت کے نزدیک امام مہدی کا آنا برحق ہے، وہ آئیں گے، لیکن یہ خرافات کہ وہ حسن عسکری کے بیٹے ہیں اور پھر غار میں چلے گئے اور بعض کتب کے مطابق سنیوں کے ڈر سے روپوش ہوئے، اور اصلی قرآن بھی ساتھ لے گئے یہ سب ایک چیستان ہے۔

خمینی کا نظریہ امامت:

خمینی اپنی کتاب ''الحکومت الاسلامیہ'' میں ولاية التكوينيه کے زیر عنوان رقمطراز ہے:

''فان للامام مقاما محمودا و درجة سامية و خلافة تكوينية تخضع لولايتها و سيطرتها جميع ذرات الكون.'' (ص ۵۲)

''امام کو وہ مقام محمود اور وہ بلند درجہ اور ایسی تکوینی حکومت حاصل ہوتی ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم و اقتدار کے سامنے سرنگوں اور تابع فرماں ہوتا ہے۔''

خمینی اور ائمہ کا مقام

اس کتاب کے اسی عنوان کے تحت خمینی صاحب آئمہ کے مقام کا اس طرح تعارف کروا رہے ہیں۔

''وان من ضروريات مذهبنا ان ص لأَئِمَّتِنَا مقاما لا يبلغه ملك مقرب ولا نبي مرسل.'' (۵۲)

''اور ہمارے مذہب (شیعہ اثناء عشریہ) کے ضروری اور بنیادی عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہمارے معصومین کو وہ مقام و مرتبہ حاصل ہے جس تک کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں پہنچ سکتا''۔

ائمہ عرش معلّٰی کے گرد

خمینی صاحب اسی سلسلہ کلام میں لکھتے ہیں:

وبموجب ما لدينا من الروايات والاحاديث فان الرسول الاعظم(ص) والائمه(ع) كانوا قبل هذا العالم انوارا فجعلهم الله بعرشه محدقين وجعل لهم من المنزلة والزلفى مالا يعلمه الا الله. (ص ۵۲)

''اور جو روایات واحادیث (یعنی شیعی روایات واحادیث) ہمارے سامنے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اعظمؑ وائمہ اس عالم کے وجود میں آنے سے پہلے انوار و تجلیات تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے عرش معلیٰ کے گردا گرد کر دیا اور ان کو وہ مرتبہ اور مقام عطا فرمایا، جس کو بس اللہ ہی جانتا ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔

ائمہ سہو سے محفوظ

خمینی صاحب لکھتے ہیں:

''لا نتصور فيهم السهو والغفلة.'' (الحكومة الاسلاميه ص ۹۱)

''ان کے بارے میں سہو یا غفلت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا''۔

ائمہ کی تعلیمات

ایرانی انقلاب کے بانی وقائد روحانی خمینی آنجہانی لکھتے ہیں:

ان تعاليم الائمة كتعاليم القران لا تخص جيلا خاصا وانماهي تعاليم للجميع فى كل عصر و مصر والى يوم القيامة يجب تنفيذها واتباعها (ص ۱۱۳)

''ائمہ معصوم کی تعلیمات قرآن کی تعلیمات ہی کی مثل ہیں، وہ کسی خاص طبقے کے اور خاص دور کے لئے مخصوص نہیں ہیں، وہ ہر زمانے اور ہر علاقے کے تمام انسانوں کے لئے ہیں اور تا قیام قیامت ان کی تنفیذ اور ان کا اتباع واجب ہے''۔

تعیینِ خلیفہ

خمینی آنجہانی رقمطراز ہیں۔

"نحن نعتقد بالولایة و نعتقد ضرورة ان یعین النبی خلیفة من بعده و قد فعل و کان تعیین خلیفة من بعده عاملا متمما و مکملا لرسالته." (حکومت الاسلامیہ. ص ۱۸، ۱۹)

"اور ہم ولایت (امامت) پر عقیدہ رکھتے ہیں اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے کے لئے خلیفہ معین و نامزد کرتے اور آپ نے ایسا ہی کیا اور اپنے بعد کے لئے خلیفہ نامزد کردینا ہی وہ عمل تھا جس سے آپ کے فریضہ رسالت کی ادائیگی کی تکمیل ہوئی"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعین

والرسل الکریم (ص) قد کلمه اللّٰه وحیا ان یبلغ ما انزل الیه فیمن یخلفه فی الناس ویحکم هذا الامر فقد اتبع ما امر به وعین امیر المومنین علیًا للخلافة. (الحکومة الاسلامیه ص ۴۲، ۴۳)

"اور رسولِ کریمؐ سے اللہ تعالیٰ نے وحی کے طور پر کلام فرمایا اور اس میں یہ حکم دیا کہ جو شخص ان کے بعد ان کا خلیفہ و جانشین ہوگا اور حکومت کا نظام چلائے گا، اس کے بارہ میں اللہ کا جو حکم ان پر نازل ہوا ہے وہ لوگوں کو پہنچادیں اور اس کی تبلیغ اور اعلان کردیں، تو آپ نے اللہ کے اس حکم کی تعمیل کی اور خلافت کے لئے امیر المومنین کو نامزد کردیا۔"

خمینی آنجہانی کے ان فرمودات سے اندازہ ہوتا ہے کہ خمینی اور ان کے پیروکاروں کے نزدیک اصل مسئلہ امامت ہے اور امامت کے لئے حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو معین کیا۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کا نام ہی درمیان سے نکال دیا۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امامت تب ہی برقرار رہ سکتی ہے اور تب ہی تسلیم کی جاسکتی ہے جبکہ درمیان سے خلفاء ثلاثہؓ کو نکال دیا جائے۔

خدا تعالیٰ کے بارہ میں

خمینی آنجہانی اپنی کتاب ''کشف الاسرار'' میں لکھتے ہیں:

ما خدائے راپرستش میکنیم ومیشناسیم کہ کارہایش براساس عقل پائیدار وبخلاف گفتہ عقل ہیچ کارے نہ کند نہ آں خدائے کہ بنائے مرتفع از خداپرستی وعدالت ودینداری بنا کند وخود بخرابی آں بکوشد ویزید ومعاویہ وعثمان وازیں قبیل چپاولچی ہائے دیگر را بمردم امارت دہد''۔ (کشف الاسرار ص ۱۰۷)

''ہم ایسے خدا کی پرستش کرتے ہیں اور اسی کو مانتے ہیں، جس کے سارے کام عقل وحکمت کے مطابق ہوں، ایسے خدا کو نہیں جو خدا پرستی اور عدالت و دینداری کی ایک عالی شان عمارت تیار کرائے اور خود ہی اس کی بربادی کی کوشش کرے کہ یزید، معاویہ اور عثمان جیسے ظالموں بدقماشوں کو امارت اور حکومت سپرد کردے''۔

حضرت ابوبکرؓ کے بارہ میں

خمینی نے کتاب کشف الاسرار میں ایک عنوان ''مخالفت ہائے ابوبکر بانص قرآن'' قائم کیا اس کے بعد حضرت عمرؓ کے بارہ میں ''مخالفت عمر با قرآن خدا'' کا عنوان قائم کیا، جس سے یہ تاثر دینے کی مذموم ونامسعود کوشش کی گئی ہے کہ انہوں نے قرآن کی مخالفت کی، ''حدیث قرطاس'' کے ذکر میں حضرت عمرؓ کے بارہ میں لکھتے ہیں ''این کلام یاوہ کہ از اصل کفر وزندقہ ظاہر شدہ مخالفت است با یاتے از قرآن کریم۔'' (ص ۱۱۹) یہاں صراحۃً حضرت عمرؓ کو کافر وزندیق کہا گیا ہے۔

خمینی آنجہانی نے اپنی کتاب ''کشف الاسرار'' میں صحابہ کرامؓ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تصویر پیش کی ہے اس سے اسلام دشمن، دین دشمن طاقتوں کو بجا طور پر اسلام کے خلاف لب کشائی کرنے کا موقع ملتا ہے اس سے بجائے اسلام کی خدمت کے توہین وتذلیل کی گئی ہے جس کا خمیازہ خمینی صاحب بھگتیں گے اور کچھ وفات کے بعد بھگت چکے ہیں، شیعوں نے کفن تار تار کر دیا تھا۔

رسولِ پاک ﷺ ناکام (نعوذ باللہ)

خانہ فرہنگ ایران کی طرف سے ایک کتابچہ ''اتحاد و یکجہتی امام خمینی کی نظر میں'' شائع کیا گیا۔ اس کتابچہ کے صفحہ ۱۵ پر یہ عبارت ہے ملاحظہ فرمائیں ''جو نبی بھی آئے وہ انصاف کے نفاذ کے لئے آئے ان کا مقصد بھی یہی تھا کہ تمام دنیا میں انصاف کا نفاذ کریں، لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ختم المرسلین (ص) جو انسانوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے اور انصاف کا نفاذ کرنے کے لئے آئے تھے، انسان کی تربیت کے لئے آئے تھے لیکن وہ اپنے زمانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔'' (مطبوعہ: خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، ملتان۔ پاکستان)

خمینی کا منصوبہ

خمینی صاحب کے دور اقتدار میں بینروں کے اوپر یہ نعرے لکھے ہوئے تھے: ''سنتحدوا وسنتلاحم حتی نسترد من ایدی المغتصبین القدس والکعبة والجولان'' ہم متحد ہونگے اور جنگ آزما ہونگے یہاں تک کہ غاصبوں کے قبضے سے اپنی مقدس زمینیں، بیت المقدس کعبہ اور گولان واپس لے لیں''۔ (ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ)

خمینی حضرت علیؓ کے خلاف

خمینی اپنی کتاب ''ولایت فقیہ'' میں قاضی شریح'' کے بارے میں رقمطراز ہیں، ''شریح'' وہ شخص تھا جو پچاس ساٹھ سال کوفہ میں منصب قضاۃ پر رہا، اور ان علماء میں سے ہے، جنہوں نے معاویہؓ کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کے لیے باتیں کی ہیں اور فتوے صادر کیے ہیں، اور حکومت اسلام کے خلاف کام کیا ہے، حضرت امیر اپنی حکومت کے دوران بھی اس کو معزول نہ کر سکے، لوگوں نے ایسا نہ کرنے دیا اور اس عنوان سے کہ شیخین نے اسے نصب کیا ہے اور آپ ان کے خلاف عمل نہ کیجئے۔ اسے آنحضرت کی حکومت پر لا دیا گیا'' (ولایت فقیہ ص ۱۱۹)

خمینی آنحضرت کے خلاف

آیت مبارکہ ''یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما

بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس" کے تحت خمینی رقمطراز ہیں: "ازیں آیت ایں قرائین ونقل احادیث کثیرہ معلوم شود کہ پیغمبر در تبلیغ امامت خود از مردم داشتہ الخ" (کشف الاسرار ص ۱۶۵) ان قرائن اور احادیث کثیرہ کی بناء پر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر (حضرت علیؓ کی) امامت کی تبلیغ (واعلان) میں لوگوں سے ڈرتے تھے۔

خمینی کا کلمہ

خمینی انقلاب کے دور میں یہ کلمہ زبان زد خاص وعام رہا اور اب بھی ہے، "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ خمینی حجۃ اللہ" دوسرا کلمہ شہادت یہ ہے "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ علی ولی اللہ واشھد ان خمینی روح اللہ حجۃ اللہ علی خلقہ" (ماہنامہ وحدت اسلامی سالنامہ ۱۹۸۴)

ایرانی، صحابہؓ سے افضل!

خمینی اپنے وصیت نامہ "صحیفۂ انقلاب" میں صحابہ کرامؓ اور ایرانی شیعوں کا موازنہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

"میں جرأت کے ساتھ دعویٰ کرتا ہوں کہ آج کی ایرانی قوم اور اس کی کروڑوں کی آبادی آج کے دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے حجازی اور امیر المومنین (علی) وحسین بن علی صلوٰت اللہ وسلامہ علیہما کے دور کی کوفی وعراقی اقوام سے بہتر ہے، دور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجاز میں مسلمان بھی ان کی اطاعت نہیں کرتے تھے اور مختلف بہانے بنا کر محاذوں پر نہیں جاتے تھے۔ لیکن آج دیکھتے ہیں کہ ایرانی افواج، پولیس، سپاہ (پاسداران) اور بسیج کی مسلح فورسز سے لے کر قبائل اور رضا کاروں کی عوامی طاقتوں اور محاذوں پر موجود افواج سے لے کر محاذ کے پیچھے موجود عوام تک انتہائی جذبہ وشوق سے کس طرح کی قربانیاں دے رہے ہیں...... اسلام کو فخر کرنا چاہیے کہ اس طرح کے فرزندوں کی تربیت کی ہے، ہم سب فخر کرتے ہیں کہ اس قسم کے دور میں اور اس طرح کی قوم کے ساتھ ہیں۔"

(صحیفہ انقلاب امام خمینی کا الٰہی وصیت نامہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان)

دامادِ خمینی

خمینی آنجہانی کے داماد ڈاکٹر محمود بروجردی نے روز نامہ مشرق کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

''وہ اسلامی حکومت جیسا کہ خدا چاہتا تھا، حضور ﷺ اپنی خواہش کے مطابق قائم نہ کر سکے، وہی حکومت اور وہ نظام جسے اسلامی حکومت کہتے ہیں جس کی بنیاد ایران میں رکھی گئی، یہی وجہ ہے کہ امام خمینی کے بعد کوئی خلاء پیدا نہیں ہوا، ان کی جگہ آیت اللہ خامنہ ای کو سربراہ بنایا گیا۔'' (روز نامہ مشرق لاہور ۳۱ جنوری ۱۹۹۰)

خمینی کی بیٹی کا بیان

خمینی کی بیٹی اور داماد وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے دور میں پاکستان آئے، اُس وقت خمینی کی بیٹی نے کہا تھا: ''محترمہ بے نظیر بھٹو کے وزیر اعظم بننے سے ایران کی عوام بہت خوش ہے، اگر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسوۂ حسنہ میں عورت کی سربراہی کا ثبوت نہیں ملتا، تو اس لئے کہ وہ دور جہالت کا تھا اور اس وقت تک کوئی عورت اتنی تعلیم یافتہ اور تجربہ کار نہیں تھی کہ سربراہی کے عہدے پر فائز ہو سکتی۔''

(روز نامہ جنگ راولپنڈی جمعرات، ۱۸ر جنوری ۱۹۹۰ء)

علی خامنہ ای کا بیان

''وحدت اسلامی'' کی خصوصی اشاعت کے موقع پر علی خامنہ ای کا پیغام قابل غور ہے جس میں انہوں نے خمینی صاحب کو مقام محمود پر فائز کیا ہے، ''مقام محمود'' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے آپؐ سے اس کا وعدہ کیا گیا اسی وجہ سے ہر مسلمان اذان کے بعد دعاء میں ''وابعثہ مقاماً محموداً'' پڑھتا ہے۔ علی خامنہ ای لکھتے ہیں، چالیس دن ہونے کو ہیں ہمارے امام وہ روحِ خدا وہ نفس پاکیزہ میقات کو چلے گئے، انہوں نے خدا کے بحر وحدانیت میں ٹھکانا بنا لیا ہے انہوں نے بزم ملکوت کو اپنے وجود سے آراستہ کیا ہے' اور اپنی مخلصانہ دعاؤں، آہ وزاری اور تہجد نے انہیں ''عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً'' کے مقام پر فائز کر دیا''۔ (وحدت اسلامی شمارہ ۵۷ سفارت ایران)

ایران کی قرآن کے خلاف سازش

ایران نے قرآن پاک میں تحریف کر کے شائع کیا، جو پاکستان پہنچا، یہاں حکومت نے اس پر پابندی عائد کر دی ملاحظہ فرمائیے ''لاہور (اپ پ) حکومت پاکستان نے ادارہ سازمان چاپ جاوداں (ایران) کے شائع کردہ قرآن پاک نمبر ۴ کے تمام نسخے فوری طور پر ضبط کر لئے ہیں۔ کیونکہ اس کے متن میں الفاظ یا اعراب میں تحریف کی گئی، جو قرآن پاک میں مسلمہ متن کے خلاف ہے اور جس سے مسلمانان پاکستان کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچ سکتی ہے'' (روزنامہ جنگ راولپنڈی ۱۲ دسمبر ۱۹۸۷ء یہ قرآن خمینی دور حکومت میں شائع ہوا)

شیعہ کی ایک اور سازش

ماہنامہ ''راہ اسلام'' میں اقوال معصومین کے زیر عنوان لکھا ہے ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ ماہ رمضان اور ولایت اہل بیت، سب پر چھوٹ ہے لیکن ولایت میں کوئی چھوٹ نہیں ہے۔ (ماہنامہ ''راہ اسلام'' خانہ فرہنگ ایران نئی دہلی۔ بھارت)

ہم خمینی اور خمینیات پر اس وقت بحث کرنے کے حق میں نہیں کہ کیا صحیح کہا اور کیا غلط۔ ہم نے خمینی کی تحریرات سے اتنا اندازہ لگا لیا کہ خمینی نے امامت کا مسئلہ پیدا کیا اور ختم نبوت کا انکار کیا۔ خمینی نے ائمہ کے مقام کو انبیاء و مرسلین کے مقام سے بلند قرار دیا، ابو بکرؓ، عمرؓ کو کافر و زندیق لکھا، ابو بکرؓ، عثمانؓ و معاویہؓ کو بدقماش اور ظالم لکھا، خمینی نے آنحضرت ﷺ کو ناکام نبیؐ قرار دیا، حضرت علیؓ کو ناکام قرار دیا۔ غرضیکہ خمینی کی جو کتاب بھی اٹھائی جائے اس میں بکواسات، مغلظات اور بے ہودگی کے سوا کچھ نہیں ملتا، اور یہی کفریات وہ دنیا میں پھیلانے کا آرزومند تھا، خمینی نے اسلام کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں، اسلامی انقلاب کے نام پر دھوکہ دیا، اور اپنی امامت تسلیم کروائی، پھر تخت حکومت پر متمکن ہونے کے بعد پوری دنیا میں سفاکیت و بربریت کے جال پھیلائے، اپنے غنڈے اسلامی ملکوں میں داخل کیے، اسلامی حکومتوں کو تاخت و تاراج کرنے کے منصوبے تیار کئے، خمینی گرگ زادے نے جگہ جگہ بدمعاشی کے اڈے بنائے، حتیٰ کہ حرمین شریفین میں بھی بدمعاشی کرانے سے باز نہ آیا۔

ہم ذیل میں خمینی دور حکومت میں ہونے والے مظالم کی جھلکیاں دکھانا از حد ضروری سمجھتے ہیں۔

ایرانی اہلسنت پر ظلم

ایران کی ۳۵ فیصد سنی آبادی پر خمینی مظالم کی داستان طویل ہے۔ہم یہاں صرف چند سیاہ گوشے پیش کر رہے ہیں۔۲۸ دسمبر ۱۹۸۲ء کو تہران کی عالمی کانفرنس کی دعوت پر ورلڈ اسلامک مشن کی رپورٹ ملاحظہ فرمایئے:

(۱) تہران میں ۵ لاکھ سنی مسلمان آباد ہیں مگر انہیں مسجد تعمیر کرنے کی ابھی تک اجازت نہیں ملی جبکہ عیسائیوں کے ۱۲ گرجے، ہندوؤں کے دو مندر، یہودیوں کے دو معبد خانے اور مجوسیوں کے دو آتش کدے موجود ہیں، مگر سنی مسلمانوں کی ایک بھی مسجد نہیں۔

(۲) شاہ کے زمانے میں عیدین کی نماز سنی ایک پارک میں پڑھتے تھے، مگر اب عید کے دن مسلح افواج کا پہرہ بٹھا کر انہیں نماز عید سے بھی حکومت نے روک دیا۔

(۳) جمعہ کی نماز سنی مجبوراً تہران یونیورسٹی کے میدان میں شیعہ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں یا صرف پاکستانی سفارت خانے میں نماز جمعہ پڑھتے ہیں۔

(۴) سنی مسلمان اپنی مذہبی تبلیغ و اشاعت کے لئے نہ جلسے کر سکتے ہیں، نہ تنظیم بنا سکتے ہیں، پچھلے دنوں شورائے مرکزی اہلسنت (شمس) تنظیم قائم ہوئی تھی، مگر خمینی حکومت نے اسے خلاف قانون قرار دے دیا۔

(۵) مسلمانان اہلسنت اپنی مذہبی کتابیں نہیں چھاپ سکتے۔شاہ کے زمانے میں پاکستان سے منگواتے تھے، مگر خمینی حکومت نے اس پر پابندی عائد کر دی۔

(۶) ایران میں اہلسنت کی تعداد ۳۵ فیصد ہے لیکن نام نہاد جمہوری حکومت میں ۲۷۰ ممبران کی پارلیمنٹ میں اہل سنت کی تعداد صرف سترہ ہے جبکہ آبادی کے تناسب سے تہائی سے زائد ۹۴ ہونی چاہیے تھی۔

(۷) انتظامیہ اور عدلیہ میں اہل سنت کا وجود بالکل صفر ہے صوبائی اور ضلعی سطح کا ذمہ دار ہونا تو کجا سنی فرقے کا کوئی آدمی تھانیدار بھی نہیں ہے، نیز حکومت کے ہر شعبہ پر حاوی تین لاکھ پاسداران انقلاب میں اہل سنت کا ایک نمائندہ بھی نہیں ہے۔

(۸) زاہدان کے صوبے میں ۹۵ فیصد سنی مسلمان ہیں مگر سرکاری ۱۵۰۰ اساتذہ میں سے صرف ۳۶ سنی ہیں، باقی سب شیعہ بھرتی ہیں تاکہ سنی بچوں کو شیعہ مذہب میں آسانی سے تبدیل کیا جا سکے۔ (ندائے اہلسنت لکھنؤ ہفت روزہ نئی دہلی اپریل ۱۹۸۳ء)

ایران کی پاکستان میں مداخلت

جولائی ۱۹۸۰ء میں حکومت سے اجازت نہ ملنے کے باوجود کئی ہزار شیعوں نے اسلام آباد میں کنونشن کیا۔ آتشیں اسلحہ سے لیس، خنجروں سے لیس شیعوں نے انتظامیہ پر حملہ کیا، مسلح جلوس نکالا، اشتعال انگیز تقریریں کیں، اس جارحانہ عمل کے پس پشت خمینی کا نیا نیا انقلاب کارفرما تھا، جو ایک سال قبل برپا ہوا تھا، صدر ضیاء الحق نے شیعی جارحیت اور ملک کو تباہی سے بچانے کی غرض سے شیعوں کو زکوٰۃ وعشر سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔

۲۔ کوئٹہ میں سنی مسلمانوں پر ظلم کیا گیا، شیعوں نے ایران سے اسلحہ لیا، کوئٹہ میں سنی عورتوں کے پستان کاٹے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا، سنیوں کے گھر جلائے، غنڈے کوئٹہ کی سرحد سے پاکستان میں داخل ہوئے، انہوں نے پولیس والوں کو قتل کیا، ان کی کھوپڑی کو فٹ بال بنایا۔

۳۔ کراچی میں عرصہ دراز تک ایران کی شہ پر قتل وغارت کا بازار گرم رہا، یوم عاشورہ پر کئی سنیوں کو شہید کیا گیا، قرآن مجید نذر آتش کیا گیا، دینہ، جہلم، خیر پور ٹامیوالی، جھنگ، خان پور پھوڑاں، اور لاہور میں شیعوں نے بربریت کی عجیب عجیب داستانیں رقم کیں، مسلمانوں کو شہید کیا، مسلمانوں کی مساجد کو شہید کیا، قرآن پاک جلائے، سنیوں کو بے گھر کیا، جھنگ میں اسلحہ پہنچایا گیا، ایرانی سفارت خانوں کے ذریعے شیعوں کو پوری پوری ٹریننگ دلوائی گئی۔

۴۔ کراچی، لاہور، اور کئی دوسرے مقامات پر بم پھینکے گئے، جس میں قومی املاک اور سنی مسلمانوں کے اموال کو تباہ کیا گیا۔ یہ سب کچھ ایران کی شہ پر ہوا اور ایران نے پاکستانی شیعوں کو حکم دیا کہ وہ پاکستانی حکومت کا تختہ الٹ کر ایران جیسا انقلاب برپا کر دیں۔

شام میں جارحیت

شام میں صرف ۱۴ فیصد شیعہ ہیں، فوج کی ملی بھگت سے شیعوں نے حکومت کا تختہ الٹا

دیا، اپنی بدمعاشی سے حافظ الاسد کو صدر بنایا، پھر قتل عام کا بازار گرم ہوا۔ حافظ الاسد کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا بشار الاسد تخت نشین ہوا۔

فلسطین

جنوبی بیروت میں فلسطینی پناہ گزینوں کا شیعہ عمل ملیشیاء نے محاصرہ کیا، فلسطینی مسلمان بھوک و پیاس کی شدت سے دم توڑتے رہے، ایک وقت وہ آیا، کہ شیعہ عمل ملیشیا جسے ایرانی حکومت کی امداد وہلاشیری حاصل تھی، نے انہیں انسانی گوشت کھانے پر مجبور کر دیا، درختوں کے پتے گھاس پھونس، چوہے، اور بلیاں کھانے پر مجبور کیا، ان مظالم کی زد میں ہزاروں مسلمان سسک سسک کر دم توڑ گئے۔ مسلمانوں کی امداد کی بجائے ان پر ظلم ڈھائے گئے۔ شیعہ عمل ملیشیا نے حافظ الاسد کی حکومت کو برقرار رکھنے کی غرض سے مسلمانوں کو قتل کیا، اور بیروت کی سنی آبادی پر حملہ آور ہوئے۔

عراق

خمینی کی انا، خود غرضی، تکبر و نخوت کی بھینٹ عراقی مسلمان بھی چڑھ گئے، کئی سال تک ایران عراق کی جنگ جاری رہی، خمینی نے ایرانی فوجوں کو اپنی امامت اور جنت کی بشارت سنا کر محاذ جنگ پر کھڑا کر دیا، مسلم امہ، اسلامی ممالک کے کہنے کے باوجود خمینی اس بات پر مصر رہا کہ میں ۲۰ سال تک جنگ لڑنے کا ارادہ رکھتا ہوں، کسی ایک اسلامی ملک کو بھی ثالث منتخب نہیں کیا، تاکہ جنگ بند ہو سکے۔

حرمین شریفین

ایرانی غنڈوں کے سامان سے ۱۴۰۶ھ کے حج کے دوران ڈیڑھ سو کلو دھماکہ خیز مواد برآمد ہوا۔ شاہ فہد حکومت نے انہیں درگزر کر دیا، ۱۴۰۷ھ میں ایرانیوں نے حرم شریف کے پاس خمینی کی تصویریں اور بورڈ آویزاں کئے، وہاں ہلڑ بازی کی، چھریاں، چاقو اور اسلحہ سے لیس ہو کر وہاں بدمعاشی کرنے لگے، سعودی پولیس افسروں کو ڈنڈے مارے، ایرانیوں نے ہنگامہ کر دیا، جس سے چار سو دو افراد شہید ہو گئے، مرنے والوں میں عورتیں اور بوڑھے افراد شامل تھے، جو ہنگامہ کی بھگدڑ

کی وجہ سے پاؤں تلے آ کر کچلے گئے، ۸۵ سعودی پولیس افسروں کو شہید کیا گیا، ایرانی بھی مرے اور دوسرے ممالک کے حجاج بھی شہید ہوئے۔ لبیک یا خمینی کے نعرے لگے، ۱۴۱۰ھ کے حج کے دوران ایرانیوں نے وہاں تین دھماکے کئے۔ دھماکے کرنے والے بدمعاشوں کے سعودی حکومت نے سر قلم کر دیئے۔

یہ سارے ہنگامے، اور بدمعاشیاں ایرانی حکومت کی شہ پر ہوتی ہیں۔ ایرانی حکومت کی دیرینہ سوچ ہے کہ خانہ کعبہ پر حملہ کر کے اُسے اپنے زیر نگیں کر لیں، نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ سوئے ہوئے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو نعوذ باللہ اٹھا کر باہر پھینکیں، یہ تمام خناس اور شیطان ذہنیت کی سوچ ہے، یہ اُس انقلاب کی مختصر سی جھلکیاں ہیں جسے ''اسلامی انقلاب'' کہا جاتا ہے، اور جسے اسلامی انقلاب کہلوایا جا رہا ہے اور جس کے استقبال کے لئے پاکستان میں ایران کے ایجنٹ سرگرم ہو گئے اور اس کی دعوت دینے لگے، اب ان ایرانی ایجنٹوں کی دعوتوں کا جائزہ لیجئے۔

میاں طفیل محمد

روزنامہ نوائے وقت میں ایرانی انقلاب کے قائد خمینی کے بارہ میں جماعت اسلامی کے راہنما میاں طفیل محمد کا بیان ملاحظہ فرمائیے ''چوھدری اسلم سلیمی نے بتایا کہ میاں طفیل محمد اور اسلامی تحریکوں کے نمائندوں نے تہران میں آقائے خمینی کی امامت میں نماز ادا کی، انہوں نے کہا کہ آقائے خمینی دنیا کے مسلمانوں کے راہنما ہیں'' (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۵ مارچ ۱۹۷۴ء)

اسعد گیلانی

جماعت اسلامی لاہور کے سابق امیر جناب اسعد گیلانی نے ایرانی انقلاب کی حمایت میں یہ بیان جاری کیا، ایران کا اسلامی انقلاب اسلام کی عظمتوں کا امین ہے، یہ بلاشبہ ایک اسلامی انقلاب ہے، اسے کسی خاص فرقہ تک محدود کرنا کم علمی ہے، اگر اسے کسی خاص فرقہ کا انقلاب گردانا گیا، تو پھر شاید قیامت تک اسلامی انقلاب نہ آسکے، کیونکہ مسلمانوں میں ۷۲ فرقے ہیں، اور ہر انقلاب لانے والا آخر کسی نہ کسی فرقہ کا پیروکار ضرور ہوگا، ان خیالات کا اظہار ممبر قومی اسمبلی سید اسعد گیلانی نے اسلام آباد ہوٹل میں منعقدہ انقلابِ اسلامی ایران کی ساتویں سالگرہ کی خصوصی تقریب

میں کیا۔وہ اس تقریب کے مہمان خصوصی تھے، انہوں نے کہا ہمیں فرقہ بندی بھول کر ہر کلمہ گو کو مسلمان کہلانے کا حق دینا ہوگا۔ اگر شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ مسلمان ہیں تو شیعہ ان سے بڑھ کر مسلمان ہیں، کیونکہ اہل تشیع امام جعفر صادق کے پیروکار ہیں، جو امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں، اسعد گیلانی نے کہا کہ اسلامی انقلاب ایران کے خلاف بہت سی کتابیں چھپی ہیں اور یہ کتابیں قلیل مدت میں خرید بھی لی جاتی ہیں۔ مگر ہمیں بحیثیت مسلمان یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ان کتابوں کے لکھنے والے اور چھاپنے والے کون لوگ ہیں، یا صیہونی بلاک سے وابستہ افراد کا کام ہے یا پھر ان کے کارندوں کا۔ انہوں نے کہا کہ امام خمینی اس دور کے سب سے بڑے لیڈر ہیں جنہوں نے مشرق و مغرب کی تمام طاغوتی طاقتوں کے مقابل ایک خدا کی قدرت پر انحصار کرنے کا عملی درس دیا۔

۲۔ جماعت اسلامی کے اسعد گیلانی نے ایران کے نمائندوں اور ایجنٹوں سے تعلقات استوار کرنے کی خاطر انہیں کہا کہ ”جماعت اسلامی کو اپنا رفیق سمجھیں، جماعت اسلامی اس ملک میں انقلاب لانے کیلئے چالیس سال سے کوشاں ہے۔“ (نوائے وقت راولپنڈی)

یہ لیڈر ایران کے زر خرید تھے، انہوں نے لاکھوں ڈالروں کے عوض اپنے ضمیر کا سودا کیا، اور ایران کی راہیں ہموار کیں، ورنہ ایرانی انقلاب میں انہوں نے کیا دیکھا؟

مولانا حق نواز شہیدؒ کا موقف:

مولانا حق نواز شہیدؒ نے ایرانی انقلاب کے خدو خال کو سمجھا، ایران کی بڑھتی ہوئی شیطنت کو پرکھا۔ ایران کی مسلم ممالک کے ساتھ دشمنی ملاحظہ کی۔ ایران میں سنی مسلمانوں کی حالت زار سے آگاہ ہوئے، پاکستان میں ایرانی انقلاب کے بعد شیعوں نے اپنے نشیمن چھوڑ دیئے: گلی بازاروں اور شاہراؤں پر دندنانے لگے، مظاہرے اور جلوس، دھینگا مشتی اور فساد، دھرنے مار سکیم اور لانگ مارچ کی دھمکیاں، پاکستان کو شیعہ سٹیٹ بنانے کی سازش، بم دھماکے، پاکستان کی جماعت اسلامی کی بے جا ایران کی حمایت، ایران کے شیعہ قائد خمینی نے پاکستان میں اپنے ایجنٹ منتخب کیے، صحابہ کرامؓ پر تبرا بازی اور امہات المومنین کے خلاف زہر افشانی، پورے دین سے اعتماد

یقین ہٹانے کی ناکام و مذموم کوششوں کو امیر عزیمتؒ نے جانچا اور پرکھا۔آپؒ نے مسلمانوں کو لاشیعہ ولاسنیۃ کے پُرفریب نعروں کی حقیقت سے آگاہ کیا۔آپ نے شیعیت کے خلاف جھنگ کی مسجد سے آغاز کیا،اور یہ یقینی و قابل تسلیم بات ہے کہ اگر حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی یلغار نہ ہوتی، دیگر سنی جماعتوں کی کوشش نہ ہوتی تو آج پاکستان بھی خمینیوں وشیعوں کا مرکز ضلالت بنا ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے مولانا حق نواز کو توفیق دی انہوں نے اس کفر کو بے نقاب کیا۔خمینی کے مرنے کے بعد طاہر القادری نے بیان دیا''خمینی نے زندگی علیؓ کی طرح گزاری اور حضرت امام حسینؓ کی طرح دنیا سے رخصت ہوئے''۔مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ''خمینی کی موت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میرا باپ مر گیا ہے''۔مولانا حق نوازؒ نے ہر سٹیج پر ان ایران کے گماشتوں کو بے نقاب کیا کہ یہ بھی ایران کے ایجنٹ ہیں جنہیں خمینی کی مرگ سے دکھ پہنچا ہے......قصہ کوتاہ یہ کہ مولانا حق نوازؒ نے اس کفر کے خلاف ڈٹ کر کام کیا،ورنہ ایرانی انقلاب ایک ایسا طوفانی ریلا تھا، جو سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا اور خمینی نے پاکستان میں اپنے کئی ہمنوا بنا لئے تھے۔یہ جتنے مولوی خمینی کے قصیدہ گو تھے یہ کچھ کر کرا کر ہی سکون وچین لیتے مگر ایسا ہو نہ سکا۔



باب ۱۳

حق نواز شہیدؒ اور سنی شیعہ اتحاد

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے نزدیک شیعہ سنی اتحاد ناممکن بلکہ امر محال تھا۔ مولانا شہید سنی شیعہ اتحاد کا نام لینا بھی جرم عظیم سمجھتے تھے سنی الگ قوم ہے شیعہ الگ گروہ ہے۔ اس پر مولانا پر مغز اور قابل فہم دلائل سے اپنے سامعین کو مطمئن کرتے تھے اور وہ اپنے سننے والوں کو اس بات پر مجبور کر دیتے تھے کہ واقعی شیعہ نظریات، شیعہ کتب، شیعہ لٹریچر اور شیعہ کفریات کی موجودگی میں کوئی مسلمان بھی انہیں مسلمان سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہے اور نہ ہی انہیں مسلمان سمجھنا چاہیے، بلکہ شیعہ جس برتن میں پانی پئے، اس برتن کو توڑ دیا جائے، شیعہ جس برتن میں کھانا کھائے اس برتن کو پھینک دیا جائے، شیعہ جس راہ پر چلے اس راہ پہ نہ چلا جائے، شیعہ جس جگہ بیٹھے اس مجلس میں نہ جایا جائے اور یہی وجہ تھی کہ جو خیالات مولانا کے قلب و جگر کی گہرائیوں سے نکلتے تھے، وہ ان کے سننے والوں کے قلب و دماغ پر نقش دوام بن جاتے تھے، مولانا کی دلیرانہ تقاریر اور خطبات سے سنی قوم نے شیعہ سے رشتے ناطے توڑ دیئے، تعلق داریاں رشتہ داریاں چھوڑ دیں، نہ شیعہ سے رشتہ لیا جائے اور نہ انہیں رشتہ دیا جائے، شیعہ سے سوشل بائیکاٹ کیا جائے، نہ شیعہ کی دکان سے سودا خریدا جائے، نہ شیعہ سے لین دین کیا جائے، نہ شیعہ سے تجارت کی جائے اور نہ شراکت کی جائے، نہ شیعہ سے دوستی کی جائے اور نہ تعلقات بڑھائے جائیں، نہ شیعہ کو سلام کیا جائے اور نہ ان کے سلام کا جواب دیا جائے۔ یہ باتیں مولانا کی زبان سے صادر ہوتی گئیں، سننے والوں کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوتی گئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ ہی عرصہ میں جھنگ سے اٹھنے والی

...ز کی صدائے بازگشت پاکستان کے چپہ چپہ پر سنائی دی جانے لگی، بچے، بوڑھے، جوان سب ہی ...نا شہید کے لشکر کے راہی اور ان کے کاروان حق کے سپاہی، فدائی اور شیدائی بن گئے، جہاں کل ...شیعی کفریات پر ایک دل دھڑکتا تھا، وہاں آج کئی درد دل رکھنے والے مسلمانوں کے دل ...ڑکنے اور بھڑکنے لگ گئے۔ امیر عزیمت شیعہ سنی اتحاد کو ملت اسلامیہ کے لئے سم قاتل سمجھتے ...تھے، وہ سمجھتے تھے کہ شیعہ بدترین قوم اور بدترین مذہب ہے، جو کتے اور خنزیر سے بدتر اور برا ہے۔ ...ب شیعہ کے خلاف ان کی تقریر کے دوران نعرہ لگتا کہ ''شیعہ کتے'' تو مولانا پر اعتماد لہجے میں ...رماتے کہ ان کو کتا کہنا کتے کی توہین ہے، کتا وفادار جانور ہے، کتا مالک کا وفادار ہے، کتا جس مالک ...کا نمک کھاتا ہے اس کی نمک کی لاج رکھتا ہے اس کے نمک حرامی نہیں کرتا۔ مگر شیعہ ایسی قوم ہے ...جسے صحابہ کرامؓ کی وساطت و ذریعہ سے اللہ کا دین ملا، اسلام ملا، قرآن ملا، رسول اللہ کا فرمان ملا، مگر ...شیعہ نے ان سے وفاداری نہیں کی، غداری کا ثبوت دیا، اللہ کے دین سے مذاق کیا، قرآن میں تحریف و تبدیلی کی، رسول اللہ کے فرامین کو جھٹلایا، صحابہ کرامؓ جیسی شخصیات کا انکار کیا، ان کے ایمان وایقان کو شکوک و شبہات کی دھکتی بھٹی میں ڈال کر اپنے ایمان واسلام کا دامن جھٹک دیا۔

افتراقِ امت کا سبب:

حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ ایزدی میں دعاء فرمائی، کہ اے مولیٰ میری امت کو اتحاد نصیب فرمانا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری دعائیں قبول فرمالیں، مگر یہ دعا قبول نہ فرمائی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں مسائل اٹھتے رہے، اور سلجھتے رہے، اختلاف ہوتے رہے اور دور صحابہؓ میں بھی موجود رہے، ائمہ کے شاگردوں میں اختلاف تھے، محدثین میں بھی، مفسرین میں بھی اختلاف تھے، اختلاف ہر دور میں رہے اور ہر دور میں رہیں گے۔ اختلاف ایک وقت میں ہونگے تو دوسرے وقت اتحاد بھی ہوگا، لیکن یہ سارے اختلافات فروعی نوعیت کے تھے اور ہیں۔ اصولی اختلاف کسی میں نہ تھا، نظریات و عقائد کا اختلاف کسی میں نہ تھا، جن جن گروہوں نے نظریاتی اختلاف کا بیج بویا۔ ان کی ہوا اکھڑ گئی، وہ نقش برآب ثابت ہوئے، پانی کے بلبلے ثابت ہوئے، آج کتابوں میں ان کا نام تو ملتا ہے مگر ان کے دینی کارنامے، اصلاحی کارنامے، فلاحِ امت کے

کارنامے دور دور تک دکھائی نہیں دیتے، وہ پینترے بدلتے رہے، روپ بدل کر بہروپئے بنتے رہے۔ شعبدہ بازی دکھا دکھا کر قلابازیاں کھاتے رہے، گرتے رہے، سنبھلتے رہے، بالآخر اہل حق اور حق کے تھپیڑوں سے شکست کھا گئے، یا اپنی موت آپ مر گئے۔ ان کے نقوش ونشانات نسیاً منسیاً ہو چکے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لاکھوں احادیث' قرآن کریم کی بیّن وواضح آیات' عربی زبان کی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ ساتھ ہمہ گیریت اور کثیر المعنویت کی بناء پر علماء وائمہ کے استنباط واجتہاد میں معمولی اور فروعی اختلافات تو پیدا ہوئے' ایک لفظ کے درجنوں معانی بن سکتے ہیں۔ ایک حرف کثیر المعنٰی ہے' ایک جملے کے کئی کئی مطالب ہونے کے باعث فہم ودانست میں تو اختلافات پیدا ہوئے' اور ایسی نوع کے ہمہ تر مسائل میں اختلافات کو قبول کیا جا سکتا ہے' ائمہ کی تحقیق وجستجو پر اعتماد کیا جا سکتا ہے' ایک ایک روایت کے دو تین مطلب تو ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ بات قابل تسلیم نہیں کہ راوی کو سب وشتم کا نشانہ بنایا جائے' راوی کو برا کہا جائے' صاحب روایت کو نا کام کہا جائے' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو جھوٹا قرار دے کر ان کا انکار کر دیا جائے' خدا کی الوہیت تسلیم کرنے کی بجائے اس کی الوہیت میں ایک اور شخصیت کو اہل مان لیا جائے' خدا کی ربوبیت میں ایک اور شخصیت کو شریک وسہیم مان لیا جائے' نبوت کا انکار کر دیا جائے' رسالت سے اعتماد ہٹا لیا جائے' نبوت ورسالت کی پروردہ اور تربیت یافتہ فوج کی علمی' عملی اور ایمانی صلاحیتوں اور جراتوں کا انکار کر دیا جائے' جماعت نبوی ﷺ کو برا بھلا کہا جائے انہیں مرتد اور خارج از اسلام تسلیم کیا جائے' یہ باتیں ایک متعفن اور آلودہ قلب ودماغ سے تو صادر ہو سکتی ہیں' مگر اہل حق اہل فہم وبصیرت کے لیے ایسی باتیں سوچنا بھی جرم عظیم ہے۔

عقائد میں اختلاف نہیں

امت مسلمہ میں تمام تر اختلافات کے باوجود عقائد ونظریات میں اتحاد واتفاق' ہم آہنگی ویگانگت رہی ہے' سارے مسلمان اللہ تعالیٰ کو خالق' مالک رازق' قہار وجبار' حاجت روا' مشکل کشا مختار کل اور الٰہ مانتے رہے' انبیاء کی رسالت' فرشتوں' اور کتابوں پر ایمان جنت دوزخ کی موجودگی پر

یمان حشر ونشر پر ایمان رہا' عقائد میں کبھی اختلاف نہیں رہا' لیکن شیعیت نے عقائد ونظریات میں ختلاف کیا' مسلمانوں کے عقائد سے ہٹ کر انہوں نے اپنے عقائد وضع کئے' لیکن ہر دور میں تقیہ کی چادر اوڑھ کر شیعہ لیڈر' ذاکر' اور مجتہد شیعی نظریات کا خبث لوگوں کے دماغوں میں بھرتے رہے' صحابہؓ رسول ﷺ سے دشمنی کا آغاز تو اسی دور میں ہو چکا تھا۔ جب عبداللہ بن ابی اور' عبداللہ بن سبا جیسے بدطینت بدقماشوں نے صحابہ کرامؓ کو بدنام کرنے کی کوشش کی' اور جب دل کی بھڑاس نہ نکلی تو صحابہؓ کو شمشیر کی تیز دھاروں پہ رکھ لیا' حضرت عمرؓ پر مسجد نبوی میں ابولولو فیروز مجوسی ایرانی نے وار کیا۔ حضرت عثمانؓ کو اپنے دولت خانہ میں جام شہادت پلایا گیا، حضرت علیؓ نماز فجر کی ادیگی کے لئے تشریف لا رہے تھے، کہ انہیں ابدی نیند سلا دیا گیا۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں غلط فہمیاں پیدا کی گئیں حضرت حسینؓ کو کربلا کے ریگزاروں پر ۷۲ ساتھیوں سمیت شہادت کی مے نوش کرا دی گئی۔ تاریخ کا ضخیم سینہ چاک کرنے سے شیعیت کی گھناؤنی اور بھیانک وارداتیں سامنے آتی ہیں، یہ سارے ستم ڈھانے اور ظلم کی چکیاں چلانے کے باوجود شیعیت نے اپنا اصلی چہرہ چھپائے رکھا۔ تقیہ کی لمبی چادر لمبے عرصہ تک ان کے عقائد ونظریات پر پڑی رہی۔ پھر شیعوں کو پڑھے لکھے اُلو د جہلاء ملتے رہے، جو بے وقوفوں کو بے وقوف بنانے کا ہنر جانتے اور سمجھا سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مسئلہ گھڑ کر بتا دیا امام کا فرمان سنا دیا، کہ" لا دین لمن لا تقية له "جو تقیہ اختیار نہیں کرتا اس کا دین نہیں اور پھر بتا دیا کہ دین کے کئی حصے تقیہ میں رکھے گئے ہیں، حضرت علیؓ نے صدیقؓ، عمرؓ و عثمانؓ کی خلافتوں کو برداشت کیا۔ (العیاذ باللہ) بہر حال شیعہ کے لیڈروں نے جاہل قوم کا دماغ بدل دیا، ان کا رخ موڑ کر جہالت کی پٹی انہیں پڑھا دی، اب ذاکر سیاہ کریں سفید کریں بس اُلوؤں اور بے وقوفوں کی فوج ظفر موج ان کی راگنی سے مسرت وفرحت محسوس کرنے لگی اور ان کے ترنم اور لے پہ ناچنے تھرکنے لگی۔ پھر مصنوعی خانہ ساز روایات کی بھرمار سے شیعیت واقعی جادہ اسلام سے ہٹتی چلی گئی، بلکہ اہل اسلام سے جدا ہو گئی۔

شیعوں کا ملت اسلامیہ سے کلمہ الگ، وضو الگ، نماز الگ، حج الگ، طریقہ زکوٰۃ الگ، نکاح الگ، ماتم وسوگ الگ، قرآن الگ، حدیثیں الگ، امام الگ، حتیٰ کہ ساری وضع قطع الگ بنا ڈالی، پھر جب رفتہ رفتہ بلیاں تھیلے سے نکلتی رہیں، تو ان کے بھیانک وخوفناک عزائم سے آگاہی ملتی

رہی، علماء کرام اپنی بساط وہمت کے مطابق ان کے عزائم سے مسلمانوں کو آگاہ بھی کرتے رہے۔

تقیہ کی چادر تار تار

۱۱رفروری ۱۹۷۹ء میں ایران کے اندر آنجہانی خمینی نے اسلامی انقلاب کا نعرہ لگایا۔ خمینی کی سیاہ دستار اور سیاہ جبے سے پوری دنیا کے جہلا متاثر ہوئے، اہل اسلام متاثر نہ ہوئے۔ لیکن خمینی نے اہل اسلام کے دماغوں کو ایک بار ہلا کر ضرور رکھ دیا تھا۔ اس کے شور شرابے نے مسلمانوں میں ہیجانی کیفیت پیدا کر دی۔ پاکستان کے بعض مسلمانوں نے ایران کے خمینی کے اسلام کو پاکستان میں رائج کرنے اور اسے پوری دنیا میں مسلمان لیڈر ثابت کرنے کے لئے سردھڑ کی کوششیں کیں، خمینی دنیا پر حکمرانی کا پراگندہ خواب دیکھنے لگا، پاکستان کیا بلکہ پوری دنیا کے شیعوں نے تقیہ کی چادر تار تار اور چاک چاک کر دی، دھڑا دھڑ ایران سے کتابوں کی سپلائی شروع ہوگئی، پاکستان کے مجتہد جاگ اٹھے، ذاکر اٹھ کھڑے ہوئے، صحابہؓ کے خلاف کتابیں لکھی جارہی ہیں رسائل لکھے جارہے ہیں، صحابہؓ کے خلاف بغض ونفرت کے بیج بوئے جارہے ہیں۔ خمینی انقلاب کے بعد یوں محسوس ہوا گویا کہ شیعیت اپنے نظریات کی اشاعت کے لئے اندر سے پھٹ رہی ہے، اور اندر سے طوفان اور لاوے اٹھ رہے ہیں، ایک دن ایسا آیا کہ پوری دنیا پر خمینی بزورِ بازو مسلمانوں کو شیعہ بنانے کے خواب بھی دیکھنے لگا۔ اسلامی حکومتوں کے تخت الٹنے کے ارادے کرنے لگا، جب پاکستان میں شیعہ ذاکروں اور مجتہدوں نے نازیبا اور سوقیانہ زبان استعمال کی۔ تو مولانا حق نواز شہیدؒ نے اس کفر کی تاریخ کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا، شیعہ کا جدید وقدیم لٹریچر حاصل کیا، خمینی کی کتابیں کشف الاسرار اور حکومت الاسلامیہ، تحریر الوسیلہ اور صحیفہ انقلاب کا مطالعہ کیا اور محسوس کیا کہ اس کفر کا مقابلہ کرنا اس دور کی سب سے بڑی ضرورت اور ایمان کا تقاضا ہے۔

ہم ذیل میں شیعہ کی وہ عبارت پیش کریں گے، جن سے ہر قاری پر واضح ہوگا کہ مولانا حق نواز شہیدؒ کس بناء کے ساتھ شیعہ کے خلاف میدان عمل میں آئے اور افتراق امت کا سبب شیعہ بنے یا سنی؟ سنی کے ساتھ شیعہ کا اتحاد ہوسکتا ہے یا شیعہ کا سنی کے ساتھ؟ میری رائے میں یہ عبارات ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی غیرت مند شیعوں کو مسلمان نہیں سمجھ سکتا، ان کے ساتھ اتحاد تو در کنار ان کو

تحاد کی دعوت اور مسلمان سمجھنے کی سوچ بھی نہیں رکھے گا۔

شیعہ سنی اتحاد کیوں ناممکن؟

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کیوں سنی شیعہ اتحاد کو ناممکن اور امر محال سمجھتے تھے؟اس کی وجہ ایک تو مولانا حق نوازؒ یہ بتلاتے ہیں کہ مسلمانوں کا بنیادی نظریہ اور کلمہ جدا ہے مسلمانوں نے اسلام کے کلمہ کا تحفظ کیا ہے، اہل سنت نے کلمہ اسلام کا تحفظ کیا ہے۔ لا لہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہی کلمہ سارے صحابہ کرامؓ نے پڑھا، حضورؐ نے یہی کلمہ طیبہ صحابہؓ کو پڑھایا، یہی کلمہ قرآن میں آیا اور یہی کلمہ چودہ سو سال سے لوگ پڑھ پڑھ کر اسلام میں آرہے ہیں، علی الرغم شیعوں نے اس کلمہ کو ناقص اور نامکمل سمجھا اور علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلافصل کا اضافہ کیا، خمینی حجۃ اللہ کا اضافہ کیا، اہل سنت کا کلمہ درست ہے۔ یہی دو شقیں ہیں لیکن شیعہ نے کلمہ اسلام کی تیسری شق کا اضافہ کیا ہے، یہی دو شقیں سابق انبیاء کے کلموں میں تھیں۔ لا الہ الا اللہ آدم صفی اللہ...... لا الہ الا اللہ نوح نجی اللہ...... لا الہ الا اللہ ابرہیم خلیل اللہ...... لا الہ الا اللہ اسمٰعیل ذبیح اللہ...... لا الہ الا اللہ داؤد خلیفتہ اللہ...... لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ...... لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ...... لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اب تمام انبیاء کے کلمے میں دو شقیں تھیں، ایک میں توحید باری کا ذکر اور دوسری شق میں انبیاء کی رسالت کا ذکر ہوتا تھا، مگر شیعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ کو ناقص قرار دے کر اس میں حضرت علیؓ کی ولایت کو شامل کر دیا۔ حضرت علیؓ کو خلیفہ بلافصل کہہ کر ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کی خلافت علی منہاج النبوۃ کا انکار کیا، جب شیعہ نے ہمارے نبی کا کلمہ بدل دیا، جسے پڑھنے کے بغیر آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا، لہٰذا شیعہ کے ساتھ اتحاد ناممکن ہے۔

اہل سنت والجماعت کا نصب العین

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی جنتی جماعت کے طرز پر قرآنی حکومت کا رواج و نفاذ ہے، برعکس ازیں شیعہ یہودی لابی کو خوش کرنے اور ان کے آلہ کار بن کر صحابہ کرامؓ کو دشنامتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے مقام ومرتبے کو تسلیم نہیں کرتے۔ لہٰذا ان سے اتحاد ناممکن ہے۔

اہل اسلام کے ارکانِ دین

میں اللہ، فرشتوں، کتابوں، نبیوں، تقدیر خیر اور تقدیر شر کا منجانب اللہ ہونے پر ایمان ہے۔ اور شیعوں کے ہاں فرشتوں کا تصور ہی نہیں ہے اور نہ کتابوں پر ایمان لانے کا تصور ہے اگر ہوتا تو کتاب اللہ کو محرف و مبدل نہ مانتے۔

مسلمان کسی غیر نبی کو نبی کے برابر نہیں مانتے جب کہ اہل تشیع کے نزدیک نہ صرف یہ کہ غیر نبی کو نبی کے برابر سمجھنا چاہیے بلکہ ان کے ہاں رتبہ امامت رتبہ پیغمبری سے برتر اور اعلیٰ ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو معصوم ماننا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت سے انکار ہے جبکہ شیعہ اپنے ۱۲ اماموں کو معصوم اور مفترض الطاعۃ سمجھتے ہیں (جن کی اطاعت فرض ہو)۔

مسلمانوں کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات کے سردار اور مرشد ہیں جب کہ اہل تشیع کے نزدیک حضور علیہ الصلوۃ والسلام امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور امام مہدی کے مرید بنیں گے، حضرت امام مہدی حضورؐ کے مرشد بنیں گے۔

مسلمانوں کا موقف یہ ہے کہ قرآن منزل من اللہ ہے، اور قرآن کا محافظ بھی اللہ ہی ہے اس لیے قرآن میں تحریف و تغیر نہیں ہوسکتا۔ اہل تشیع کے نزدیک یہ قرآن ہے ہی نہیں، بلکہ اصل قرآن امام مہدی لے کر غار میں چلے گئے۔

مسلمانوں کے نزدیک قرآن میں اپنی مرضی کوئی نہیں گھسیڑ سکتا اور نہ اس سے پہلے ایسا ہوا اہل تشیع کے نزدیک اس قرآن سے اہل بیتؓ اور امامت کا ذکر نکال دیا گیا شیعوں کی ایک کتاب "فصل الخطاب" کی من گھڑت روایات میں قرآن کریم کو محرف و مبدل کہا گیا ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں پاکیزہ جماعت تیار کی اس کی تربیت کی اسے مثالی اور باکردار جماعت بنایا، صحابہ کرامؓ کو ایسا بنایا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت و ستائش ان الفاظ میں فرمائی "امنوا کما امن الناس (پ ا۔ البقرہ) امنو بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا (پ ا۔البقرہ) "ولکن اللہ حب الیکم

لایمان "(الحجرات)"رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ"، "وعداللّٰہ الحسنی"...... لیکن شیعوں کے نزدیک صحابہؓ دل و جان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم نہیں کرتے تھے اوپر اوپر سے کلمہ پڑھتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحہ رحلت کے بعد سارے ایمان سے پھر گئے، سوائے مقدادؓ، ابوذرؓ اور حضرت سلمانؓ کے۔

اس سے آگے چند قدم

شیعوں کے عقائد و نظریات کے ارکان دین و عبادات شیعوں کا فلسفۂ اخلاق و قانون، یہ سب مسلمانوں سے جدا ہے، مسلمانوں کی اذان اور ہے شیعوں کی اذان اور ہے۔ شیعہ وضو پاؤں سے شروع کرتا ہے مسلمان ہاتھ پہلے دھوتے ہیں، پھر علی الترتیب وضو کرتے ہیں۔ مسلمان پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں" شیعہ تین وقت، مسلمان مال کے نصاب پر زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، شیعہ صرف سکہ پر زکوٰۃ کا قائل ہے۔ بلکہ پاکستان میں شیعہ نے سرے سے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ مسلمانوں کا حج خانہ کعبہ میں ہوتا ہے اور شیعوں کا حج قبر حسین کی زیارت سے ہو جاتا ہے۔ بلکہ یوں لکھا ہے کہ کربلا میں قبر حسین کی زیارت نبی اکرمؐ کے ساتھ بیس حج اور بیس عمرہ سے بڑھ کر ہے۔

(بحوالہ آتش ایران ص ۲۷)

مسلمان جھوٹ بولنا ظلم عظیم سمجھتے ہیں، شیعہ اسے عبادت خیال کرتے ہیں، بلکہ جھوٹ بولنے کو تقیہ کا نام دے رکھا ہے، مسلمان زنا کو گناہ سمجھتے ہیں، شیعہ اسے متعہ کا نام دیکر حجوں کا ثواب بتاتے ہیں۔ نعوذ باللہ چار مرتبہ زنا کرنے سے شیعہ کے نزدیک حضورؐ کے مرتبہ تک انسان پہنچ سکتا ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک خلفاء اربعہ قابلِ تعظیم وادب ہیں، شیعہ کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ منافق، غاصب اور ظالم تھے چاروں خلفاء اور دیگر صحابہ کرامؓ مسلمانوں کے ہیرو، ان کے دل کا سرور اور آنکھوں کا نور ہیں۔ مگر شیعہ حضرات خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ کے خلاف ہیں، شیعہ اس کے حامی اور موید ہیں، جو صحابہ کرامؓ کو دشنام طرازی کرتا ہو، ان کو برا کہتا ہو (نعوذ باللہ)

مولانا حق نواز شہیدؒ کی آواز

ہر باشعور آدمی ان نظریات کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ مولانا حق نواز

جھنگوی شہیدؒ نے جو سنی شیعہ جدا جدا قوموں کا نظریہ دیا یقیناً وہ قابل تسلیم ہے، اگرچہ مولانا کے اس نظریہ کو اہل زور نے نہیں مانا، اہل اقتدار نے اسے تسلیم نہیں کیا، بجائے تسلیم کرنے کے اس موقف کو فرقہ واریت اور دہشت گردی کا عنوان دیا، لیکن اس کے باوجود حق نواز شہیدؒ کا یہ موقف اب پاکستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکا ہے۔ مولانا شہیدؒ کا موقف حکمرانوں کی دہلیز تک پہنچ چکا ہے...... اہل دانش نے مولانا کے جرأتمندانہ موقف کی تائید کی ہے۔ مولانا شہیدؒ نے جو کفریہ عبارات شیعہ کتب سے پیش کیں، وہ از خود مطالعہ کر کے منبر پر بیان کیں، کسی ملک یا کسی حکومت کی شہ اور آلہ شیری پر بات نہیں کی بلکہ وہی بات منہ سے نکالتے تھے، جو تولی ہوتی تھی بالآخران تمام کفریہ شیعی نظریات کے بعد مولانا شہیدؒ نے یہ نعرہ دیا کہ سنی الگ قوم ہے اور شیعہ الگ، ورنہ اس سے پہلے شیعہ سنی اکٹھے اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے تھے، اور یہ شیعہ کی سیاسی چالیں تھیں کہ سنیوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے اپنے باطل نظریات کا پرچار کیا جائے، صحابہ کرامؓ کا بغض ان کے سینہ میں بھرا جائے۔ اس تمام سازش اور شرارت کو امیر عزیمتؒ نے عوام اور خواص کے سامنے آشکارہ کیا، ورنہ شیعیت بہت کچھ زہر اگلتی اور جہاں اسے موقع ملا وہاں شیعیت نے صحابہ کرامؓ کے خلاف دل کی بھڑاس نکالی۔



باب ۱۴

حق نواز شہیدؒ اور سنی اتحاد

سپاہِ صحابہؓ کے معرض وجود میں آنے سے پہلے مولانا حق نواز شہیدؒ انفرادی طور پر کام کر رہے تھے، لیکن جب سپاہ صحابہؓ میدان عمل میں آئی تو آپ کا کام وسیع ہوتا گیا، ایک محلہ سے اٹھنے والی مخلصین کی جماعت شہر میں پہنچ چکی تھی، شہر سے نکل کر صوبے میں پہنچ چکی تھی بلکہ پورے ملک میں جماعت کے مجاہد کارکن پھیل چکے تھے، مقابلے میں دشمنان اسلام بھی آواز حق کو دبانے کے لئے لنگوٹ کسنے لگے، حق والوں کا راستہ روکنے، ان کا مشن ختم کرنے، ان کی للکار کا جواب دینے کے درپے ہوئے۔

جب مولانا شہیدؒ نے عیاروں کی شاطرانہ چالیں دیکھیں تو ایک تدبیر سوچی، کہ صحابہؓ کی عزت جس طرح ہمیں عزیز ہے صحابہؓ کا ناموس جس طرح ہمارے لئے مقدس ہے اسی طرح ہمارے دیگر سنی برادران کے لئے بھی ہے، اب اہل سنت میں دوسرے دیوبندی علماء اور دیوبندی تنظیمیں بھی شامل تھیں۔ اہل حدیث علماء اور ان کی تنظیمیں، بریلوی علماء اور ان کی تنظیمیں بھی شامل تھیں۔

''اہلسنت والجماعت'' کا نام اور کام چودہ سو سال سے چلا آرہا ہے۔ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث نام تو اپنے اپنے مدارس کے فضلاء نے مشہور کر دیئے۔ دیوبند سے فارغ التحصیل علماء اپنے کو دیوبندی، مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ساتھ تعلق رکھنے والے بریلوی، فقہ کا انکار کرنے والوں نے اپنے کو صرف اہل حدیث کے نام سے متعارف کروایا، حالانکہ یہ تینوں ہی اہل سنت ہیں۔

دیوبندی

دیوبند کے ساتھ منسوب علماء کی درجنوں تنظیمیں ردشیعیت پر کام کر رہی تھیں، جن میں (۱)سوادِ اعظم اہل سنت کراچی (۲) تنظیم اہل سنت پاکستان (۳)حقوقِ اہل سنت پاکستان (۴)جمعیت اہل سنت پاکستان (۵) خدام اہل سنت پاکستان...... یہ ساری جماعتیں اپنی اپنی جگہ شیعوں کے کفریہ عقائد کے خلاف جہدو کاوش میں مصروف تھیں۔ان کے پاس افرادی قوت بھی تھی ،ان جماعتوں نے ذہن سازی بھی کی، صحابہؓ کی عظمت کے ترانے بھی گائے، خالص سنی ذہن دیا اور ان جماعتوں نے بڑے بڑے علماء تیار کیے۔ ان سب کی قربانیاں اور محنتیں اپنی جگہ بجا، لیکن اس سب کچھ کے باوجود یہ جماعتیں محدود علاقے، محدود ضلع اور محدود جگہ کی ہو کر رہ گئیں۔اب ایک ایسی تنظیم اٹھی جو چشم زدن میں پورے ملک کے گوشے گوشے میں پھیلی اور جس کی قیادت دوسری جماعتوں کے قائدین کے سامنے ایک طفل مکتب کے ہاتھ میں تھی۔ایک جماعت کی قیادت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی جیسا عظیم انسان کر رہا تھا، ایک جماعت کی امارت کی ڈوری قاضی مظہر حسینؒ جیسے عظیم سکالر بزرگ کے ہاتھ میں تھی، ایک جماعت کی زمامِ کار مولانا اسفندیار کے ہاتھ میں تھی، ان بزرگوں کے سامنے مولانا حق نواز شہیدؒ ایک بچے اور جذباتی مقرر کی حیثیت کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ ہر کسی کی زبان پہ تھا کہ یہ جذباتی ہے، یہ اشتعال انگیزی کرتا ہے، اکابرو اسلاف نے اس طرح دین کی خدمت نہیں کی اور اس کے علاوہ بہت کچھ کہا جاتا تھا کہ دوسری جماعتوں کی موجودگی میں سپاہ صحابہ کی کیا ضرورت تھی؟ حق نوازؒ نے لیڈری اور قیادت سنبھالنے کی غرض سے نئی جماعت کی طرح ڈالی ، لیکن ''تیری یاد آئی تیرے جانے کے بعد''...... مولانا کی شہادت کے بعد سبھی مولانا کو مخلص، نڈر اور بے باک، وکیلِ صحابہؓ اور کیا سے کیا کہنے لگے۔اس سے مولانا کے مشن، پروگرام اور اخلاص پہ نہ زد پڑی اور نہ کوئی اثر پڑا۔ مولانا نے جس کام کی بنیاد خلوص پر رکھی تھی آج بھی اس کام کے اثرات ملک کے طول وعرض میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

مولانا شہید کی خواہش

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ تمام طعنے سہنے، تمام باتیں سننے کے باوجود اپنے موقف پہ

ڈٹے رہے۔ نہ کسی کو جواب دیا، نہ کسی طرف التفات کیا بلکہ اپنے پروگرام کے پھیلاؤ کے لئے شبانہ روز محنت کی۔ آپ کے دل میں تڑپ تھی کہ تمام دیوبندی جماعتیں میرے مشن کی تائید کر کے میرا دست و بازو بن جائیں...... میں قیادت نہیں بلکہ سپاہی بن کر چلوں گا، میر کارواں علماء دین بن جائیں، بزرگ بن جائیں میں ادنیٰ سپاہی بن کر کفش برداری کروں گا، خادم بن کر کام کروں گا، مجھے لیڈری کی ضرورت نہیں ہے، وہ اس بات کی آرزو لئے دار فانی سے دار جاودانی کی طرف روانہ ہو گئے کہ مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق متحد ہو کر ہماری سرپرستی کریں، مولانا مظہر حسینؒ اور مولانا عبدالستار تونسویؒ ہماری رہنمائی کریں، دیگر سنی جماعتیں ہمارا ساتھ دیں، مگر "بسا کہ آرزو خاک شد"......

مولانا کی تمنائے دل دل میں رہی، ساقی کے ہاتھ سے جام چھلک گیا، مولانا داعی اجل کی دعوت پہ لبیک کہہ گئے، نہ اتحاد ہو سکا، نہ کسی نے سرپرستی کی، نہ کسی نے راہنمائی کی، پس ایک جوان، حق آگاہ، مرد قلندر، صحابہؓ کا دیوانہ، مردانہ وار کفر کا مقابلہ کرتا رہا، شیعہ کے خلاف اکیلا ہی اتنا کام کر گیا، جتنا کسی دوسری جماعت کی ساری زندگی کی محنت سے نہ ہو سکا، مولانا کا مشن آفتاب آمد دلیل آفتاب کی مصداق ہے۔ **ذالک فضل اللّٰہ یو تیہ من یشاء......**

حسد کی آگ بھڑک اٹھی

امیر عزیمتؒ نے اکیلے اتنا کام کر دکھایا، اگر دوسری دیوبندی جماعتیں بھی ان کا ساتھ دیتیں تو یقیناً ان کی جدو جہد مثمر اور نتیجہ خیز ثابت ہوتی...... لیکن حق نوازؒ چونکہ ان جماعتوں کے سربراہوں کے مقابلے میں طفل مکتب بلکہ طفل انجان تھا، اس لئے اس کے ساتھ اتحاد تو کجا، علی الرغم اس سے بغض و حسد کرنا شروع کر دیا۔ ہر جلسے میں ہر پروگرام میں مولانا پر کیچڑ اچھالا جاتا، لیکن مولانا مرحوم ان الجھنوں سے کوسوں دور رہتے تھے، لاہور نیلا گنبد کا چشم دید واقعہ جب تک بقید حیات رہوں گا، اس المناک اور دلدوز واقعہ کو فراموش نہ کر سکوں گا...... جب ایک کم بخت، موذی نے مولانا کا گریبان پکڑ لیا۔ اگر مولانا کے قلب و ذہن میں اپنی بڑائی یا لیڈری کا خمار ہوتا تو انتقام لیتے، لیکن نہیں آپ عجز و انکساری کا پیکر بنے کھڑے رہے۔ پھر جب مولوی گتھم گتھا ہوئے تو مولانا

آرام سے کنارہ کش ہو گئے۔ یہ ہنگامہ کرنے والے، مولانا کا گریبان پکڑنے والے جامعۃ المنتظر (شیعہ مدرسہ) کے طالب علم یا استاذ نہیں تھے، بلکہ یہ اپنے کو اکابرین دیوبند کے فرزند کہلوانے والے تھے، جنہوں نے یہ حرکت شنیعہ کی، اور روسیاہ ہوئے اور یہ جلسہ ''سنی متحدہ محاذ'' کا تھا جو شیعوں کے خلاف بنا تھا۔ یہاں بجائے شیعہ کے حق نوازؒ ہدف بن گیا۔

راقم الحروف جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم میں زیر تعلیم تھا...... مولانا کی تعریفیں سننے میں آئیں، لیکن وہاں چونکہ تحریک خدام اہلسنت کا مرکز تھا...... کسی دوسری جماعت کو برداشت کرنا تو دور رہا، کسی کا نام بھی ادب سے لے لیا جائے تو شامت آجاتی تھی۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ اور مولانا عبداللطیفؒ جیسے اجل علماء دین اور ولایت کے چمکتے ستارے بھی مولانا کے پروگرام سے اور پالیسی سے اختلاف رکھتے تھے، لیکن ان دونوں بزرگوں کے دل و دماغ میں حسد و بغض کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ لیکن خدام کے کچھ احمق اور بیوقوف کارکن ایک بات کو اچھالنا شروع کر دیتے تھے...... یہ ہو گیا، وہ ہو گیا، جس سے فضا مکدر اور ماحول آلودہ ہو جاتا تھا، طلباء کے ذہن میں نفرت کی چنگ نہ اساتذہ بھرتے تھے اور نہ بزرگ...... بلکہ طلبہ کے دماغ کو متعفن کرنے والے دیگر کئی اشخاص تھے۔

لاہور آمد کے بعد راقم اور جناب مولوی محمد الیاس فاروقی کو ہر موڑ پر مطعون کیا جاتا تھا، کہ یہ سپاہ صحابہؓ میں اٹھتے بیٹھتے ہیں...... ان کی وفاداریاں سپاہ صحابہؓ کے ساتھ ہیں...... کئی دفعہ ہمیں خبردار کیا گیا لیکن ہم مولانا کا ساتھ دیتے رہے۔

لاہور کے ایک مدرسہ میں جب میں زیر تعلیم تھا، ۲۲ جمادی الثانی کا جلوس نکلنا تھا، اور یہ پہلا جلوس تھا، مجھے میرے ایک قابل احترام و تعظیم استاذ نے ارشاد فرمایا کہ اگر حق نوازؒ کے جلوس میں شرکت کی مدرسہ سے خارج کر دوں گا، حتیٰ کہ مجھ سے جلوس میں شمولیت نہ کرنے کا حلف لیا گیا...... اس دن اتفاق سے میرے داہنے پاؤں میں چوٹ تھی یا کیا، بہر حال اس دن اچھی طرح چلنے کے قابل نہ تھا، افتاں و خیزاں نیلا گنبد پہنچا، جہاں مولانا نے بھی آنا تھا...... اس وقت مولوی محمد الیاس فاروقی سنی تحریک الطلبہ کے صدر تھے، انہوں نے تقریر کے لئے راقم الحروف کا نام پیش کیا۔ جلسہ کی صدارت مولانا حق نوازؒ نے کی، راقم نے وہاں کچھ دیر تقریر کی...... پھر جلوس میں شرکت نہیں کی، بلکہ

ویگن میں سوار ہو کر سیدھا شہداء مسجد چلا گیا...... جہاں جلوس اختتام پذیر ہونا تھا...... قصہ کوتاہ یہ کہ مولانا حق نوازؒ کے ساتھ پرائے لوگوں نے تو جو ظلم کرنا تھا وہ کیا...... اپنوں نے بھی مخالفت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جس میں مخالفت نہ کی ہو۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے "تذکرہ" میں عجیب بات رقم کردی...... کہ آج میکدوں سے الفت و محبت کی صدائیں آرہی ہیں لیکن مسجد کے محراب سے نفرت و بغض کے الاؤ اٹھ رہے ہیں...... بات بھی درست ہے، دنیا کی الجھنوں میں غرق تو اُلفت کے ترانے گائیں اور محبت والفت کا درس دینے والی قوم اُلفت و محبت کے حروف ابجد تک کو فراموش وطاق نسیان کردے، یہ افسوس کی بات ہے...... مولانا حق نواز شہیدؒ کے ساتھ نفرت و حسد کوئی نیا دستور یا قانون نہیں تھا، ہر دور کے علماء دنیا نے گنبد دستار کے لیے اسی طرح اینٹیں اور پتھر حاصل کئے، اگر علماء دنیا علماء دین کی مخالفت نہ کرتے تو انہیں کون تھا جو عالم مقرر اور خطیب تسلیم کرتا؟...... بعض علماء کے اختلافات تو صرف تعمیری تنقید تھی...... اس کے علاوہ کچھ نہ تھا...... لیکن بعض تو محض اپنی اناء اور لیڈری کی خاطر ٹانگیں کھینچتے رہتے تھے، لیکن چشم فلک نے یہ نظارہ دیکھا، کہ امیر عزیمتؒ کے نام کا غلغلہ چہار دانگ عالم میں اٹھا، اس کے نام کے ڈنکے آج بھی بج رہے ہیں، مخالفین، معاندین اور حاسدین کو ایک محلے سے دوسرے محلہ تک جاننے والا کوئی نہیں ہے۔

اس کے برعکس مولانا حق نوازؒ کا حوصلہ و مزاج دیکھئے، آپ کو مخالفین کی باتوں سے آگاہ کیا جاتا، اور مشیر مشورے دیتے کہ آپ مخالفین کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ پہلے تو ہمہ تن گوش سنتے رہتے، لیکن جب سمجھتے کہ اب مشورے مجھے لے ڈوبنے والے ہیں...... تو بے لاگ گفتگو کرتے، اور سمجھاتے، کہ کیا تمہارا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی توانائیاں اپنوں پہ صرف کریں...... اپنی بندوق کا رخ اپنوں کی طرف کردیں...... اپنوں سے گتھم گتھا ہو جائیں، اور اس طرح شماتتِ اعداء کا باعث بنیں...... مولانا نے کبھی بھی اس انداز کی گفتگو نہیں کی...... جس سے مخالفین اسلام کو تقویت پہنچتی اور اپنے مشن اور کاز کو نقصان ہوتا......

آپ نے ملتان کے قلعہ کہنہ قاسم باغ میں ایک تقریر کے دوران فرمایا تھا...... کہ مولانا سمیع الحق اور مولانا فضل الرحمان ایک ہو جائیں...... مولانا فضل الرحمان اور بے نظیر اگر ایک سٹیج پہ بیٹھ سکتے

ہیں...... مولانا فضل الرحمٰن اور عارف الحسینی (شیعہ لیڈر، قتیل) اگر بغل گیر ہو سکتے ہیں...... تو کوئی وجہ نہیں کہ مولانا فضل الرحمٰن اور سمیع الحق ایک دوسرے کے ساتھ نہ بیٹھ سکیں...... اس جلسہ میں آپ نے مختلف تنظیموں کے راہنماؤں کو ایک سٹیج پہ لا کھڑا کیا تھا۔ اگر مولانا کی زندگی وفا کرتی تو یقیناً مسلک دیوبند کے یہ بکھرے اور منتشر ہیرے یکجا ہو جاتے اور انہیں ایک ہونے میں ہی عافیت ملتی۔

بریلوی

اہل سنت والجماعت میں بریلوی طبقہ ایسا انجان اور اڑیل مزاج واقع ہوا ہے کہ نہ اپنے مفادات کا خیال رکھتا ہے اور نہ دشمن کی دسیسہ کاریوں سے نقاب کھینچتا ہے، اس گروہ کی گزران ہر ماہ کی گیارہویں، ہفتہ کی جمعرات شریف دسواں شریف، چہلم شریف، برسی مبارک...... قل شریف، ختم غوثیہ مبارک...... ختم گنج العرش مبارک پر ہے۔ ان کے ہاں اس کے علاوہ نہ دین ہے نہ صداقت ہے، یہ ہر دور میں اپنی دستار کے تحفظ کی خاطر علماء حق کی مخالفت و معاندت پر کمر بستہ رہے...... مولانا حق نوازؒ کی جم کر مخالفت کی، الزام تراشیاں کیں، جھوٹے پروپیگنڈے کیے، اشتہار بازی کی، روڑے اٹکائے، ٹانگیں کھینچیں، جھوٹے مقدمات میں پھنسانے کی کوشش کی، جس طرح انہوں نے ماضی میں کیا...... اخص الخصوص بات یہ کہ شیعہ کے بارہ میں بریلوی علماء لچکدار موقف آج بھی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی روح کو تڑپا رہا ہو گا...... جنہوں نے اعلانیہ شیعوں کو کافر لکھا...... مگر اس سب کچھ کے باوجود بریلوی علماء نے منفی اور شرمناک کردار ادا کیا...... بزرگوں کی نام کے مالا جپنے والے، ان کا راگ الاپنے والے، ان کی محبت کا دم بھرنے والے، ان کی عقیدت و عشق کے ڈنکے بجانے والے ان کی تعلیمات حقہ سے منحرف ہو کر شکم پرستی میں لگ گئے، ان کا معبود واللہ بطن و معدہ ہی ہے......

اب الحمدللہ سارے نہیں لیکن چند سمجھدار اور ذی فہم و فراست بریلوی علماء مولانا حق نواز کے موقف و مشن کو درست تسلیم کرنے لگ گئے ہیں...... لیکن کیا فائدہ جب "چگ گئیں چڑیاں کھیت سارا"...... بہر حال "دیر آید درست آید" صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا ہوا نہیں کہا جاتا......

امیر عزیمتؒ جب عنفوان شباب پر تھے، خطابت کا جوش اور ولولہ زوروں پر تھا...... اس وقت تو بریلوی

علماء کی پھیلائی ہوئی گمراہ کن رسومات، اور باطل نظریات پر اٹیک (Attack) کرتے رہے، لیکن جب صرف شیعہ کو ٹارگٹ (Torget) بنایا۔ تو انہیں ساتھ ملانے کی پوری کوشش کی۔

اہل حدیث

اہل حدیث علماء ابتداً کھل کر ساتھ نہیں دے رہے تھے، اس کے باوجود وہ مولانا حق نواز شہیدؒ کے موقف کو مبنی برحق و صداقت خیال کرتے تھے...... پھر جب مولانا کی تحریک نے زور پکڑا تو علماء اہل حدیث کافی تعداد میں اس کاروان میں شامل ہو گئے اور اب تو سینکڑوں کی تعداد میں اس مشن اور کاز پر کام کر رہے ہیں۔

حسرت دل

مولانا حق نواز شہیدؒ دل میں سنی اتحاد کے لئے تڑپتے رہتے تھے...... پھر انہوں نے کئی مرتبہ جلسہ ہائے عام میں اپنی اس تمنا کا اظہار کیا کہ دیو بندی، بریلوی، اہل حدیث یکجا ہو کر صدیقؓ عمرؓ عثمانؓ اور امی عائشہؓ کے دشمن کے خلاف جہاد کریں...... اس سلسلہ میں ۲۶ر فروری ۱۹۹۰ء کو کوٹ ادو کے ایک جلسہ عام میں سپاہ صحابہؓ اور اہل حدیث علماء کے اتحاد کا اعلان ہونا تھا...... ۲۸ر فروری ۱۹۹۰ء کو لبرٹی مارکیٹ لاہور کی ایک عظیم الشان کانفرنس میں دیو بندی، بریلوی، اہل حدیث علماء کرام کے اتحاد کا اعلان ہونے والا تھا۔ مولانا شہادت سے چند دن قبل تینوں مکاتب فکر کے سرکردہ لیڈروں سے ملاقاتیں کر چکے تھے، انہوں نے مولانا کو اتحاد کی یقین دہانی کرائی تھی۔ اس کے بعد ۲۸ر فروری ۱۹۹۰ء طے ہوئی کہ اس دن ایک عام اعلان کر دیا جائے...... تحریک خدام اہل سنت کے ساتھ اتحاد کی شرائط طے کرنے کے لئے مولانا محمد الیاس مرحوم سابق امیر خدام اہل سنت لاہور کے ساتھ ملاقات کر چکے تھے...... حتمی اور آخری فیصلہ چکوال میں مولانا مظہر حسینؒ کیساتھ ملاقات کے بعد ہونا تھا...... لیکن یہ ساری حسرتیں دل میں رہ گئیں دست ساقی چھلک پڑا قضا آئی...... اور لے کر چلی گئی، تدبیر پہ تقدیر غالب آ گئی...... ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، ان تمام تاریخوں میں اعلانات ہونے تھے، اشتہارات اور پوسٹر چھپ کر لگ چکے تھے، لیکن حق کا والہ اور شیدائی ان تاریخوں، کی آمد سے پہلے ہی پیک اجل کی دعوت پر لبیک کہہ کر آخرت سدھار گیا۔ اِنَّا للہ وانا الیہ راجعون۔

باب ۱۵

حق نواز شہیدؒ اور یوم صدیق اکبرؓ

۳۱ رجنوری ۱۹۸۹ء ۲۲ ر جمادی الثانی کو لاہور میں احتجاجی مظاہرہ ہوا، قیادت مولانا حق نواز جھنگویؒ نے کی۔ نگرانی مولانا محمد الیاس فاروقی نے کی، خطباء نے نیلا گنبد کی مسجد کے صحن میں تقاریر سے پروگرام کا آغاز کیا، جلوس دعاء کے ساتھ نیلا گنبد چوک کے فواروں کے پاس تشکیل دیا گیا، شرکاء جلوس نے مختلف بینرز اور سپاہ صحابہؓ کے جھنڈے اٹھا رکھے تھے۔ سپاہ صحابہؓ کے قائد مولانا جھنگویؒ کا لاہور میں پہلا احتجاجی پروگرام تھا، یہ احتجاجی جلوس سنی تحریک طلبہ لاہور اور سپاہ صحابہؓ دونوں کی محنت وکوشش سے نکالا گیا۔ جلوس مال روڈ سے گزر کر شہداء مسجد کے لان (Lawn) تک پہنچا ایک سوزوکی پر سپیکر رکھے ہوئے تھے، سوزوکی پر کھڑے ہو کر قائدین تقریر کر رہے تھے۔

۲۲ ر جمادی الثانی کا جلوس

خطباء و مقررین نے خطاب کیا، مولانا حق نوازؒ نے جلوس کی وجہ بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے ۲۲ جمادی الثانی کا جلوس نکالنا کیوں ضروری سمجھا؟ مولانا نے فرمایا کہ آج شکاگو کے مزدوروں کے سلسلہ میں یکم مئی کو چھٹی ہوتی ہے، پاکستان جس دن بنا اس دن چھٹی ہوتی ہے، مختلف مقامات پر سیمینار منعقد ہوتے ہیں، جلوس نکلتے ہیں، حضرت حسینؓ کے یوم شہادت پر چھٹی ہوتی ہے، لیکن محسنین امت حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے ایامہائے وفات و شہادت پہ عام تعطیل کیوں نہیں ہوتی؟ اگر حکومت اس دن عام تعطیل کا اعلان کرے...... ریڈیو اور ٹی وی پر پروگرام نشر کرے، تو میری قوم کے بچے اپنے والدین سے پوچھیں کہ آج کس چیز کی چھٹی

ہے؟ والدین انہیں بتلائیں کہ آج خلیفہ اول کے سانحہ وفات کی چھٹی ہے جس نے نبیؐ کے ساتھ ہجرت کی، غار میں پہنچا، جس کی شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں، جو نبیؐ کے بعد پہلا خلیفہ بنا ہے۔ آج حضرت عمرؓ کا یوم شہادت ہے، جو فاتح اور عادل حکمران تھے، آج امام مظلوم حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے ایام شہادت ہیں۔ اگر حکومت اس قسم کا اقدام کرے، تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کہ قوم کے بچے حضرات صحابہ کرامؓ کے حالات و واقعات سے متعارف نہ ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اس سلسلہ میں امیر عزیمتؒ کی زندگی میں شائع ہونے والی مولانا ضیاء الرحمان فاروقی شہیدؒ کی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

''۲۲ جمادی الثانی خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یوم وفات ہے، اس روز اسلام کی کشتی کو سہارا دے کر ساحل مراد تک پہنچانے والا بے مثال مدبر اور جانشینؓ رسولؐ جب دنیا سے رخصت ہوا تو حضرت علیؓ نے رقت انگیز لہجے میں فرمایا'' اے ابوبکرؓ خدا تم پر رحمت کرے، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، مونس، راحت، معتمد، اور ان کے محرم راز اور مشیر تھے...... تم بغیر نزاع خلیفہ تھے...... تم حق پر ڈٹے رہے، جب وہ کمزور تھے تو تم قوی رہے، تم نے رسول کے راستے کو اس وقت تھامے رکھا جب لوگ ڈگمگانے لگے...... بخدا رسول اللہؐ کی وفات کے بعد امت پر تمہاری موت سے بڑا سانحہ نہیں گزرا، تم دین کی عزت، جائے پناہ اور مومنوں کی حفاظت گاہ تھے، تم ہمارے لئے امن کا قلعہ تھے۔

خلیفہ اولؓ کی وفات کوئی معمولی واقعہ نہ تھا، آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس طرح منصب حکومت کو رونق بخشی اور جس طرز حکومت سے ہستی دھر کو آشنا کیا، اس کا نظارہ چشم نیلگوں نے اس سے پہلے کبھی نہ کیا تھا، دنیائے عالم نے ایسی رعایا پروری، خداترسی، سادگی، فروتنی، غریب نوازی اور بیواؤں کی دستگیری کرنے والی حکومت کی پہلی بار نبوت کے بعد جس تابناک اور درخشندہ روایات کے خلعت میں ملاحظہ کیا تھا، وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دو سالہ دور حکومت ہے۔ بولا علمی، جہالت اور تعصب سے آلودہ بیمار ذہنیت کا کہ قیام پاکستان کو ۴۲ برس گزر گئے، لیکن ہم

فرانس، جرمنی، امریکہ، روس، اور چین کے قمقموں سے روشنی لینے کے لئے دست طلب دراز کرتے ہیں۔ خود ہمارا گھر صدیقؓ، عثمانؓ، علیؓ اور حسنؓ و معاویہؓ کی تابندہ حکومتی روایات سے روشن ہے۔ ہم نے ایسے آفتاب کے جلو میں آنکھ کھولی ہے، جس کی روشنی سے اغیار کے کاشانے بھی جگمگ کر رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اسلام کے پہلے پاسبان، رسول اللہ ﷺ کے جانشین اور وارث امت مسلمہ کے حقیقی رہبر محسن اور اسلام پر قائم رہنے کے لئے استقامت واستقلال کی درخشندہ تاریخ رقم کرنے والے تھے، ان کی زندگی ساری انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ہے انہوں نے جاں گسل لمحات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ان کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے، آپ کی اتباع میں سب کچھ لٹانے آپ کے راستے میں جان، اولاد مال فدا کر دینے کا ایسا عظیم درس سمجھایا کہ ۱۴۰۰ سو سال سے پوری محمدی امت عشق رسول کی اسی پگڈنڈی پر گامزن ہے، کس قدر افسوس کا مقام ہے اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک کا ریڈیو، اخبارات، ٹیلی ویژن، تعلیم گاہیں اس عظیم ہستی کی وفات کے روز بھی اس کی حسین اور عطر بیز داستان سے خاموش رہتی ہیں۔

حضرت حسینؓ کی شہادت کے باعث ۲ روزہ سرکاری تعطیل کے علاوہ پورا ماہ ذرائع ابلاغ دن رات ایک ہی آواز اور ایک ہی پروپیگنڈہ میں محصور رہتے ہیں، رافضیت نوازی کی یہ نے نوازی اب ہر صورت ختم ہو جانی چاہیے۔ (خلافت راشدہ جنتری ۱۹۹۰ء۔ ص ۷)

یک طرفہ ٹریفک کی بندش

حضرت فاروقی شہیدؒ لکھتے ہیں: ''سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے یہ اعلان کیا ہے کہ ان کی جماعت ۲۲ جمادی الثانی کو ہر سال یوم صدیق اکبرؓ پر ملک بھر میں جلوس نکالے گی، مولانا جھنگویؒ کے مطابق اگرچہ یہ جلوس ''سنی مطالبات'' کے تسلیم ہونے تک احتجاجی طور پر نکالا جا رہا ہے۔ تاہم خدا کا شکر ہے کہ جو کام قیام پاکستان کے وقت ہی ہونا چاہیے تھا، ۴۲ سال بعد ہی...... وہ کام ایک مقتدر تنظیم کے حصے میں آیا۔

اگر ۴۲ سال قبل ہی اہل سنت صدیق اکبرؓ کے یوم پر جلوس کا آغاز کرتے تو آج محرم الحرام کی یکطرفہ ٹریفک کبھی اس قدر اذیت ناک نہ ہوتی...... سپاہ صحابہؓ پاکستان کا یہ اقدام قابل تعریف ہے۔ ملک بھر کے تمام اہلسنت کو ۲۲ جمادی الثانی کے اس جلوس میں شریک ہو کر حکومت کو مجبور کر دینا چاہیے کہ وہ سرکاری طور پر صدیق اکبرؓ کے یوم پر عام تعطیل کرے اور خلیفہ اول کے کارناموں سے نئی نسل کو آگاہ کرنے کے لئے ذرائع ابلاغ کو وقف کر دے۔

(ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی، خلافت راشدہ جنتری ص ۸)

مولانا جھنگویؒ کا واضح موقف

مظفر گڑھ کی دوسری تاریخ ساز تقریر میں دوران خطاب حضرت جھنگوی شہیدؒ یوں گویا ہوئے: ''جس سڑک پر اصحابِ رسولؐ کو گالی دی جائے گی، اسی روڈ پر ہم اصحابِ رسولؐ کی شان بیان کریں گے۔ ہمیں کوئی برا کہے کوئی اچھا کہے، گالی دے، لیکن ہم نے یہ کام کرنا ہے اور ضرور کرنا ہے۔ گزشتہ ۲۲ جمادی الثانی کو سپاہ صحابہؓ نے پورے ملک میں یوم صدیق اکبرؓ پر جلوس نکال کر اس حقیقت کو ثابت کیا ہے۔

مجسٹریٹ کی سرگوشی

''لاہور میں مجھے ایک مجسٹریٹ جس سے پہلے میرا کوئی تعارف نہیں تھا، وہ کان میں آکر کہتا ہے کہ مولانا جاگے تو ہو مگر دیر سے جاگے ہو، مگر کام کے جاگے ہو۔ ایسا عنصر موجود ہے، جو یہ سمجھتا ہے کہ یہ لائن صحیح ہے اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ دشمن چوک میں صدیق اکبرؓ کو گالی دے اور مجھے مسجد میں بھی کوئی بات نہ کرنے دے کیا مجھے لونڈی نے جنا ہے مجھے میری ماں نے نہیں جنا؟''۔

سپاہِ صحابہؓ کی لائن

مولانا نے مظفر گڑھ کے مقام پر واضح کیا کہ ''سپاہ صحابہؓ نے اپنی لائن وہ اختیار کی ہے جو امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے اختیار کی تھی۔ اور اس لائن پر چل کر امام اہل سنت نے لکھنؤ میں دس محرم کے تمام ماتمی جلوس بند کروا دیئے تھے، ہم صدیق اکبرؓ کے یوم کے جلوس نکالیں گے،

جب یہ پختہ ہوگا، تو فاروق اعظمؓ کا یوم آئے گا، ۱۸ ذوالحج عثمان غنیؓ کا یوم آئے گا، جب وہ پختہ ہوگا ہم دس محرم کو بھی جلوس نکالیں گے جو حسینؓ کی مدح، جرأت، بہادری، شجاعت کا جلوس ہوگا۔ اور اُن کے خلاف ماتم کرنے والے جواُن کی بزدلی یا ان کی بہادری پر ہنس گیری کرتے ہیں یہ اِن کے خلاف ہوگا۔ یہ جلوس جب ملک میں عام ہوں گے تو ایک سٹیج آئے گا خود شیعہ کہیں گے کہ نہ ہم جلوس نکالتے ہیں نہ تم نکالو۔

دیوانے کی بڑھکیں

مولانا حق نواز شہیدؒ نے جلوس نکالا مقصد سے آگاہ کیا، کیوں نکالنا ضروری سمجھا گیا؟ حضرت صدیق اکبرؓ کے یوم وصال پہ جلوس نکالنا نہ فرض ہے، نہ سنت ہے نہ مستحب اور نہ واجب ہے، نہ قرآن میں اس کا ثبوت ہے اور نہ حدیث میں اور نہ یہ دین متین کا حصہ ہے اور نہ یہ بنایا جا سکتا ہے مولانا حق نواز شہیدؒ نے اسے دین کا حصہ قرار نہیں دیا اور نہ وہ نعوذ باللہ اس کی جسارت کرتے تھے، مولانا حق نوازؒ اپنے اکابر اہل سنت والجماعت کے مسلک ومذہب حق کے پابند تھے۔

مولانا حق نوازؒ کی وضاحت کے باوجود دیوانے اپنی دیوانگی دکھا رہے ہیں اور غلط سلط باتیں بنا بنا کر دوزخ کا ایندھن تیار کر رہے ہیں اور اپنے عقیدت مندوں سے واہ واہ کروا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دیوانوں کو ہدایت دے، سیالکوٹ سے چھپنے والا ماہنامہ ''طیبہ'' گوجرانوالہ سے نکلنے والا ''رضائے مصطفیٰ'' دونوں ہی شر پسند گروہ اور مشرکین کے رسالے ہیں۔ ان دونوں مشرکوں کا مقصد زندگی یہ ہے کہ ہم جنت کے ٹھیکیدار اور جنت ہمارے پاپا کی جاگیر ہے کوئی اور جنت میں جائے تو کیسے؟ اور کیوں جائے؟ اور یہ لوگ مسلمانوں کو پارہ پارہ کرنے کے لئے صبح وشام شیطانی چالیں چلتے ہیں۔

ماہنامہ طیبہ دسمبر ۱۹۹۲ء کا شمارہ ملاحظہ فرمایئے، مولانا ضیاء اللہ صاحب قادری لکھتے ہیں ''یہ جمادی الثانی کا مہینہ ہے، اس ماہ کی ۲۲ تاریخ کو خلیفۃ المومنین سیدنا ابوبکرؓ کا یوم وصال ہے اہل سنت والجماعت اس ماہِ مبارک میں یوم صدیق اکبرؓ مناتے ہیں۔ (ص ۳)

(۲) دیوبندی اور غیر مقلدین وہابی حضرات جن کے نزدیک آج سے چند سال پہلے

بزرگانِ دین کے ایام منانا بدعت اور ناجائز تھا، اب وہ بھی یوم صدیق اکبرؓ کے اشتہارات لگاتے نظر آئیں گے۔

(۳) حیرانگی کا عالم ہے کہ ان کے عوام اپنے علماء سے یہ پوچھنے کی جرأت نہیں کرتے، جو چیز آج سے چند سال پہلے آپ کے مذہب میں ناجائز اور بدعت تھی، اب کیسے جائز ہوگئی۔

(۴) انجمن سپاہ صحابہؓ، تحریک خدام اہل سنت، تنظیم اہل سنت و غیرہم دیوبندیوں، وہابیوں کی تنظیموں کی طرف سے حکومت سے مطالبہ ہمارے لئے خوشی اور مسرت کا باعث ہے چلو خلوص پر مبنی نہیں بلکہ قوم سے مال اکٹھا کرنے کی غرض سے ہے اور ملک میں فتنہ وفساد برپا کرنے کی غرض سے ہے۔ (ماہ طیبہ ص ۳،۴)

حقیقتِ حال

ہم ان سے الجھنا نہیں چاہتے، ہم اللہ تعالیٰ کے قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ماننے والے ہیں، ہم بناوٹی اور مصنوعی باتوں کے قائل نہیں۔ سپاہ صحابہؓ نے حق نواز شہیدؒ کی قربانی دی، ایثار القاسمیؒ کی قربانی دی، میاں اقبال حسینؒ کی قربانی دی، سید صادق حسین شاہؒ کی قربانی دی، اس کے علاوہ سینکڑوں جانیں پیش کیں صحابہؓ کی خاطر دین کی خاطر، نبیؐ کی عزت کی خاطر، صحابہؓ کی عظمت کی خاطر، اب یہ لوگ جانیں دینے والے، کچی جھونپڑیوں میں رہنے والے، کرایہ کے مکانوں میں رہنے والے خون دے گئے۔ یہ مخلص نہیں تو اور کون مخلص ہے؟ یہ لوگ صحابہؓ کے لئے بقول شخصے مال اکٹھا کرنے کے لئے کام کرتے ہیں، تو بتاؤ تم لوگوں نے کیا کام کیا؟ یہاں تو گردنیں کٹوا دیں، بچے شہید ہوئے، سہاگ اجڑ گئے اور دوسری طرف ان شکم پرست اور طعن کرنے والے مولویوں نے مال سمیٹنے کے لئے گیارہویں کا چکر چلایا، مال سمیٹنے کے لئے رسم قل خوانی چلی، مال حرام سمیٹنے کے لئے رسم ساتواں چلی، حرام خوری کے لئے رسم چہلم چلی، سالانہ کی رسم ایجاد ہوئی، اپنے پیٹوں میں جہنم بھرنے کے لئے بڑی گیارہویں شریف اور چھوٹی گیارہویں کے نام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو رسومات و بدعات کے گند سے آلودہ کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی۔

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھکو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

سپاہ صحابہؓ نے شیعی کفر سے ٹکر لی، صحابہؓ کے دشمنوں سے ٹکر لی، شیعیت کی ردائے تقیہ تار تار کی، خود صحابہؓ کے لئے جان کا نذرانہ دے دیا، جان کس کو پیاری نہیں؟ اولاد کس کو پیاری نہیں؟ بیوی کس کو پیاری نہیں؟ لیکن سب کچھ پیارا ہونے کے باوجود ''لا یومن احد کم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین '' پر عمل کرنے والا کون ہے؟ بدعات ورسومات کو اپنی حظوظ ونفسانی خواہشات کی تسکین کے لئے ایجاد کیا گیا، چور بھی کہے چور چور پر عمل کس نے کیا؟ مذہب کا تانا بانا ادھیڑنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین میں ''یحرفون الکلم عن مواضعه'' پر عمل کیا یا وہ لوگ ہیں جنہوں نے ''جاھدوا فی اللّٰہ حق جهاده'' پر عمل کر کے اپنی عاقبت وآخرت سنوار لی؟ سپاہ صحابہؓ پر الزام ہے کہ وہ خلوص پر نہیں بلکہ مال اکٹھا کرنے کے لئے کام کرتی ہے ارے بھائی تم نے کیا کیا؟ ادھر خون کی ندیاں بہہ گئیں ماؤں کے لال تہِ شمشیر ہوئے، خون کے فوارے پھوٹے، صحابہؓ کے لئے اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کر دی گئیں، ایک شخص نے نہیں بلکہ سینکڑوں نے کر دیں، مگر تم راگنی اور سریلی آوازوں سے شعبدہ بازیاں دکھانے سے فارغ نہیں ہوئے، ادھر اتنی قربانیاں ہیں مگر دوسری طرف ایک مکھی و مچھر کی قربانی بھی کسی نے نہیں دی۔

میرے نقصِ خودی و بے خودی سے مے کدے والو
مجھی پر نہیں ساقی پر بھی الزام آتا ہے

(۲) سپاہ صحابہؓ کا موقف واضح ہے اس میں ہیر پھیر نہیں، لچک اور نرمی نہیں سپاہ صحابہؓ نے کل بھی کلمہ حق بلند کیا، آج بھی اسی پر قائم و دائم ہے، اسی موقف پر کاربند ہے۔ چھوٹی موٹی خامیاں ہر فرد میں ہوتی ہیں، ہر جماعت میں ہوتی ہیں، جماعت کے مخالفین ومعاندین یہ جان لیں کہ ان چھوٹی موٹی باتوں کو سامنے رکھ کر عوام کو دھوکہ تو دیا جا سکتا ہے، گمراہ تو کیا جا سکتا ہے، جس طرح مشرکین اینڈ کمپنی کافی عرصے سے کرتے آئے ہیں، لیکن حقائق پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔

(۳) سپاہ صحابہؓ، تحریک خدام اہل سنت، تنظیم اہل سنت تینوں جماعتیں داعی الی الحق ہیں ان کے عقائد ونظریات یکساں ہیں اور تینوں جماعتوں کی بیش بہا قربانیاں ہیں۔

لیکن یہ جھوٹ اور کذب بیانی کہ یہ جماعتیں خلفائے راشدین کے ایام منانے کا مطالبہ کر رہی ہیں، سراسر غلط اور بے اصل ہے، اس پر لعنت اللہ علی الکاذبین کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ان جماعتوں نے اتنا مطالبہ ضرور کیا کہ حکومت چار یاروںؓ کے ایام وصال وشہادت پہ عام تعطیل کا اعلان کرے، ان ایام بالخصوص ان حضرات کے فضائل ومناقب ٹی وی ریڈیو پہ نشر کرے، سیمینار منعقد کئے جائیں اور اس دن کے حوالے سے نوجوان نسل کو معلومات فراہم کی جائیں، باقی ایام منانا جس طرح اہل شرک وبدعت سارا سال مسلمانوں کو کافر بنانے میں مصروف رہتے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول کے لئے قمقمے اور لوبان، جھنڈیاں اور بینرز، لائیٹیں اور فضول خرچیاں، ڈھول اور ناچ، گولے اور خدا جانے کیا کیا خرافات کرتے ہیں؟ گیارہویں کے نام، ساتویں اور چالیسویں کے نام پر غرضیکہ پورا سال وہ ان بے بنیاد بے اصل باتوں کو دین کا درجہ دے کر سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ ان جماعتوں کا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ حکومت نے جس طرح نو دس محرم کی چھٹی کی، علامہ اقبال اور قائداعظم کے یوم وفات پہ چھٹی کی اسی طرح ۱۲ ربیع الاول کی چھٹی کی، تو حضرات خلفائے راشدینؓ کے ایام پر بھی عام تعطیل کا اعلان کیا جائے۔

(۴) ایرانی شیعی انقلاب کے بعد ایران پوری دنیا کے شیعوں کو امداد دیتا ہے اور بالخصوص پاکستان میں شیعوں کا کردار قابل حیرت ہے، کلیدی آسامیوں اور حکومتی عہدوں پر شیعوں کا تسلط ہے، ریڈیو اور ٹی وی کے اکثر ڈائریکٹرز شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب اعلیٰ سطح پر ان لوگوں کی اپروچ ہے اور مذہب کے لئے اپنی سوچ ہے وہ کیسے خلفاء راشدینؓ کا نام برداشت کر سکتے ہیں؟ اس لئے یہ اہل سنت کا بنیادی حق ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کی شان ومنقبت پوری دنیا میں عام کریں۔

(۵) پاکستان معرض وجود میں آیا اس کے بعد یہاں قادیانیت کے خلاف جلوس نکالے گئے، مسلمانوں نے احتجاجی تحریک چلائی، مظاہرے کئے، ۱۹۵۲ء، ۱۹۵۳ء میں تحریک چلی۔ اس طرح اپنے حقوق کے حصول کے لئے تنظیمیں اور جماعتیں احتجاج اور جلوس کا راستہ اختیار کرتی ہیں۔ تحریک نظام مصطفیٰ چلی، وہ ایک تحریک تھی، اب کوئی کہے کہ یہ بدعت ہے یہ غلط ہے، تو یہ غلطی ہو گی۔ سپاہ صحابہؓ کے قائد مولانا حق نوازؒ نے فرمایا اس کا خلاصہ اتنا ہے کہ شیعہ دھرنے مار کر حکومت

سے مطالبات منواتے ہیں۔ اسلام آباد سیکرٹریٹ کا گھیراؤ کیا، زکوٰۃ سے اپنے کو مستثنیٰ قرار دیا۔ حکومت کو ماننے پر مجبور کیا۔ مولانا جھنگویؒ کا موقف یہ تھا کہ جہاں دشمنان رسول کفر پھیلائیں گے، وہ جلوس نکالیں گے، تو ہم بھی جلوس نکالیں گے۔ اب دشمن کے پاس شمشیر ہو، وہ مسلح ہو، ہم کہیں نہیں شمشیر سے، اسلحہ سے نقصان ہوگا، یہ دانشمندی نہیں۔ اگر شیعہ جلوس نکالتے ہیں، سینہ کوبی، زنجیر زنی، بلیڈ زنی کرتے ہیں، صحابہؓ پہ تبرا پڑھتے ہیں، شور وغوغا کرتے اور صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں، حکومت سے مطالبات ہو چکے ہیں کہ ان کو بند کرو، ان کو امام باڑوں تک محدود کرو، حکومت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، بلکہ اب ماتمی جلوس ٹی وی پر دکھائے جاتے ہیں، شام غریباں کا پروگرام باقاعدگی سے ٹی وی پر نشر ہو رہا ہے۔

ماتمی جلوس حرام ہیں، دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث سب کے نزدیک حرام ہیں، ان کو ختم کرنے کا مطالبہ بھی کر چکے ہیں، دین وشریعت میں ان کا کوئی ثبوت نہیں، اب اس حرام فعل کو کیسے روکا جائے؟ حدیث میں تو آتا ہے کہ منکر اور ناپسندیدہ کام کو روکو، ہاتھ سے روکو، زبان سے روکو، دل میں برا جانو، سپاہ صحابہؓ مطالبہ کر چکی ہے کہ ان کو روکو، مطالبہ پر عمل نہیں ہوا، اب سپاہ صحابہؓ نے حکمت کا راستہ اپنایا، کہ ہم حضرت صدیق اکبرؓ کے وصال پر جلوس نکالیں گے، اس طرح دوسرے خلفاء کے دنوں پر بھی۔ اب آمنا سامنا ہوگا، حکومت کہے گی، جلوس بند کرو، سپاہ صحابہؓ کا مطالبہ ہوگا، کہ ماتمی جلوس بند کرو، نتیجۃً دونوں جلوس حکومت کو بند کرنا پڑیں گے۔

(۶) سپاہ صحابہؓ کی پالیسی واضح ہے کہ جس دن حکومت ایام خلفاء راشدین پر تعطیل عام کرے گی، ان کی مدح وشان بیان ہوگی، ماتمی جلوس امام باڑوں میں گھسیڑ دیئے جائیں گے، تو ہم اپنے احتجاجی جلوس ختم کر دیں گے۔ سپاہ صحابہؓ اس پر بضد اور مصر نہیں کہ ہم ہمیشہ یہ جلوس نکالا کریں گے، نا، نا سپاہ صحابہؓ کا قطعاً یہ موقف نہیں ہے، واضح اور دوٹوک بات یہی ہے کہ مطالبات تسلیم ہونے تک احتجاجی پروگرام جاری رہے گا، مولانا حق نوازؒ کا موقف پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ سپاہ صحابہؓ سنی اکثریت کے حقوق کو پامال نہیں ہونے دے گی، کہ ایک طرف سبائی ذریت شتر بے مہار کی طرح جو کرتی پھرے، اسے کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ ہو، یکطرفہ ٹریفک چلتی رہے، سپاہ صحابہؓ اس سوچ کو اب بدلنے کا عزم کر چکی ہے۔

۷) شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ دونوں بزرگوں کی رائے یہ ہے کہ ایام منانے کا مطالبہ نہ کیا جائے ہم ان کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں۔ سپاہِ صحابہؓ جو مطالبہ کرتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ خلفاء راشدینؓ کے ایام ہائے وفات وشہادت پہ حکومت تعطیل عام کرے، صحابہؓ کی منقبت اور شان ان کے ایام وفات کے حوالے سے ذرائع ابلاغ سے نشر ہو، باقی سالہا سال ان حضرات کی منقبت علماء کرام بیان کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ سپاہ صحابہؓ کے مطالبے اور اہل شرک و بدعت کے موقف میں بڑا فرق ہے، اہل بدعت نے ایام مخصوص کر لیے ہیں، ان میں طبقہ مخصوص کرلیا ہے ان کے ہاں وہ عین دین کا تقاضا ہے۔ اس سے جو شخص منحرف ہو ان کے نزدیک وہ کافر ہے، سپاہ صحابہؓ کا موقف یہ ہے کہ شیعی کفر کا مقابلہ ہو، صحابہ کرامؓ کا دفاع کیا جائے اور ان کی شان وعظمت کا پرچار کیا جائے ورنہ سپاہ صحابہؓ اپنے بزرگوں کی سوچ وموقف سے قطعاً متصادم نہیں ہے۔



باب ۱۶

حق نواز شہیدؒ اور اُن کا نعرہ

مولانا حق نواز شہیدؒ نے سنی قوم کو بیدار کیا اور انہیں دلائل و براہین کے ساتھ شیعہ کے کفر پر قائل کیا۔ ہمارے اکابر بھی شیعہ کے کفر کے قائل تھے، لیکن جس دھڑلے اور جوش سے مولانا حق نوازؒ نے شیعہ کے کفر کے خلاف کام کیا ہمارے اکابر نے نہیں کیا، ہمارے بزرگوں کا اپنا ایک طریقہ کار تھا، انہوں نے صحابہؓ کا دفاع کیا، انہوں نے دفاعی پوزیشن اختیار کی، کسی نے صحابہؓ پر اعتراض کیا، اس کا جواب دیا، اس پر احادیث سنا دیں، اپنے حلقہ احباب میں شیعہ کے کفر کے خلاف باتیں کیں، انفرادی محنت کی، اور شیعہ کے عقائد سے اپنے لوگوں کو آگاہ کیا۔ جلسہ ہائے عام میں مسجد کے منبر پر اعلانیہ کسی نے شیعوں کو کافر نہیں کہا، بلکہ کئی مرتبہ تو شیعوں کا نام لینے کی بجائے یوں کہہ دیا جاتا ''بعض حضرات'' کا یہ خیال ہے، اس میں خدا جانے کتنی مصلحت تھی؟ بہر حال ان کی نیتوں پر حملہ نہیں کیا جا سکتا، مولانا حق نوازؒ تو بزرگوں کے خادموں کے خادم تھے۔

مولانا حق نوازؒ کو جو جرأت ملی، اللہ نے انہیں جس شجاعت و بہادری سے نوازا ہمارے اس دور کی تاریخ میں یہ ان کی انفرادیت ہے، اور مولاناؒ کی جرات و بہادری کا موازنہ جب اسلاف کی تاریخ سے کیا جاتا ہے تو سارے اسلاف کی تاریخ جھلکیاں دکھانے لگتی ہے۔ آپؒ نے چوکوں اور چوراہوں پر جلسے کئے، پہلے مسجد میں بھی ایسی باتیں سننے کو نہ ملتی تھیں، اس مرد مجاہد نے سر بازار شیعوں کو رسوا کرنا شروع کر دیا، اور پھر شیعہ کی کفریہ عبارات پیش کرتے تھے اور یہ بتلاتے تھے کہ شیعہ کتنا بڑا کافر ہے۔ پھر آپ فرماتے تھے کہ سنیو! میں اپنے رب سے ڈر کر کہتا ہوں، حکومت

میری راہ نہ روکے، مجھے صرف ایک سال چوکوں، چوراہوں، روڈوں اور بازاروں میں اسی طرح کے جلسے کرنے دو، اگر ایک سال بعد ایک شیعہ بھی کامیاب ہو کر اسمبلی میں پہنچ جائے تو میری ناک کان کاٹ دینا، شیعہ کے ووٹوں سے ایک کونسلر بھی نہیں بن سکتا۔ قومی اسمبلی کا ممبر تو دور کی بات ہے۔

شیعو دیر ہے اندھیر نہیں

مولانا حق نوازؒ نے اوکاڑہ کے جلسہ عام میں فرمایا ''شیعو! دیر ہے اندھیر نہیں ہے، میں زندہ رہوں یا نہ رہوں لیکن میرا وجدان کہتا ہے کہ تمہیں پاکستان کی دھرتی پہ ایک نہ ایک دن غیر مسلم اقلیت ضرور تسلیم کیا جائے گا، تمہارا کفر، تمہارا دجل، تمہاری شیطنت آسمان سے باتیں کر رہی ہے اور مولانا فرماتے تھے کہ امام اہل سنت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی ہے کہ میں نے امام اہل سنتؒ کی طرح سٹیج پر شیعوں کو کافر کہا ہے اور ایک مرتبہ فرمایا کہ'' کافر کافر شیعہ کافر'' کا نعرہ عدالت کے کٹہرے میں گونجے گا، سپریم کورٹ میں گونجے گا، ہائی کورٹ میں گونجے گا، اسمبلی میں گونجے گا۔''

نعرہ......:

مولانا نے فرمایا: ''لوگ کہتے ہیں کہ کافر کافر کہہ کر تبلیغ کرنے کا کیا انداز ہے؟ یہ انداز میرا نہیں، یہ انداز میرے کسی استاد، پیر اور مرشد کا نہیں، یہ انداز کسی مولوی کا نہیں، یہ انداز کسی تعصب اور ضد پر مبنی نہیں، یہ وہ انداز ہے جو رب نے رسول کو سکھایا کہ سامنے کافر کھڑے ہیں، تبلیغ کرو تو کس طرح کرو، فرمایا کہ ''قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ'' (فرما دیجئے اے کافرو! جن کی تم عبادت کرتے ہو ان کی میں عبادت نہیں کروں گا) مولویو، پیرو، مرشدو، میں تمہارا رضا کار ہوں لیکن خدارا ظلم نہ اٹھاؤ، یا ایھا الکافرون کہہ کر رسول نے تبلیغ کی ہے، لا اعبد ماتعبدون...... ہم وہی کچھ کہہ کر......او شیعو، او کافرو، تمہارا یہ عقیدہ گندہ ہے، یہ گندہ ہے، یہ گندہ ہے، تم اپنی جگہ پر ہم اپنی جگہ پر لکم دینکم ولی دین......

تم رسول سے زیادہ اچھی خطابت کرتے ہو؟ تم پیغمبر سے بڑے داعی ہو؟ مانتا ہوں،

ایمان ہے، ادع الٰی سبیل ربک بالحکمۃ مانتا ہوں، لیکن جہاں ادع الٰی سبیل ربک بالحکمۃ ہے اسی رسول کی شریعت میں ہے کہ رسولؐ نے بیت اللہ سے مشرکین کے خدا نکال کر ان کی ناک میں نکیل ڈال کر اعلان کیا ہے "جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا"...... یہ بھول کیوں جاتے ہو؟

دین سمجھنے کے لئے تمام دلائل جمع کرنے پڑیں گے، ادع الٰی سبیل ربک پر ایمان ہے یہ حق ہے لیکن یہ بھی تو نظر آتا ہے کہ پیغمبر کسی خدا کی ناک کاٹ رہا ہے، کسی کے کان کاٹ رہا ہے کسی کی ٹانگیں کاٹ رہا ہے اور سب کچھ کرنے کے بعد اعلان کرتا ہے، اف لکم ولما تعبدون من دون اللہ، جن کے خداؤں کے ناک کاٹے تھے، ان کے جذبات مجروح ہوئے تھے یا نہیں؟ اُدع الٰی سبیل ربک حق ہے، لیکن جب کفر ضد پر اُتر آئے پھر اس کے جواب میں یلغار ہے، جب کفر ضد پر اُتر آئے تو پھر اس کے جواب میں بدر ہے، جب کفر ضد پر اُتر آئے تو پھر اُحد ہے جب کفر ضد پر اتر آئے تو پھر اس کے خلاف اعلان ہے، "اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب......" (خطاب اوکاڑہ)

کافر کافر کہنے کی دوسری دلیل

حیدر کرارؓ اور حضرت معاویہؓ میں چپقلش تھی، ایک غیر مسلم حکمران حیدر کرارؓ کو خط لکھتا ہے کہ میری بیعت کرو ورنہ تختہ الٹ دوں گا۔ ابھی تک حضرت علیؓ نے جواب نہیں دیا، حضرت ابوسفیانؓ کے بیٹے امیر معاویہؓ پہلے بولتے ہیں، کاتب وحی بولتے ہیں حضرت معاویہؓ نے یوں جواب دیا۔

"او رومی کتے"......!

مولانا حق نوازؒ فرماتے ہیں کہ "طعنہ نہ دو کہ میری زبان تلخ ہے، میرا لہجہ سخت ہے، میں نے یہ لہجہ حضرت معاویہؓ سے سیکھا ہے۔ صحابی رسولؐ نے کافر کو جواب دیا، "او رومی کتے ...... اگر علیؓ کی طرف تیرا ہاتھ اٹھا تو اس ہاتھ کو قلم کرنے کے لئے معاویہؓ علیؓ کا سپاہی بن کر آئے گا"۔

کافر کافر کہنے کی تیسری دلیل

کافروں کو صرف حضرت معاویہؓ نے ہی کُتا نہیں کہا بلکہ رب تعالیٰ کافروں کا کفر بیان

کرتے ہوئے فرماتے ہیں "مثلهم كمثل الكلب"...... کہ یہ مثل کتے کے ہیں۔

چوتھی دلیل

کفار کے بارہ میں ارشاد ہے، اولئک کالانعام بل هم اضل...... یہ جانوروں سے بدتر ہیں، شیعہ سے تو کتا بہتر ہے، جو مالک کا وفادار ہوتا ہے، جو مالک کی پاسبانی کرتا ہے، اس کی چوکیداری کرتا ہے۔ لیکن شیعہ اپنے محسنینِ اسلام حضرات صحابہ کرامؓ کو بھونکتا ہے، انہیں گالی دیتا ہے، اس وجہ سے مولانا حق نوازؒ نے "کافر کافر شیعہ کافر" کا نعرہ عام کیا۔

پانچویں دلیل

اہل تشیع جب تک اپنے گندے پروگرام اور مذہب کو تھیلے سے باہر نہیں لائے تھے اس وقت تک انہیں برملا کافر کافر نہیں کہا گیا تھا۔ لیکن جب سے انہوں نے اپنی کتابوں میں صحابہ کرامؓ کو گالیاں دینا شروع کیں، حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو کافر وزندیق تحریر کیا اور پھر انہیں شرابی اور جہنمی تحریر کیا اور اس کے بعد انہیں "کافر کافر شیعہ کافر" کہا گیا۔

چھٹی دلیل

مولانا حق نوازؒ نے اہل تشیع کو "کافر کافر" کہا تو اس سے امت مسلمہ کے اجتماعی عقیدہ کو فروغ ملا، آج سے پیشتر جتنے اکابرین گزرے ان سب نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا، مولانا حق نوازؒ نے اسے سٹیج پر بیان کیا، انہوں نے کافر و زندیق لکھا، مولانا نے "بدترین غلیظ ترین کافر" قرار دیا۔ تاریخ اٹھانے سے علم ہوتا ہے کہ ہر دور میں بڑے بڑے علماء نے شیعی کفریات کا پردہ چاک کیا، لیکن چونکہ شیعہ کے عقیدہ (تقیہ) کی بناء پر ان کا مذہب واضح نہ تھا لیکن صحابہ کرامؓ کو گالی دینا ان میں تقیہ کے باوجود بھی تھا، حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل، تحریف قرآن، رتبۂ امامت کی برتری، یہ ایسے نظریات ہیں جن کی بناء پر اکابرین نے شیعہ کو کافر قرار دیا۔ اب ہم ذیل میں ان اکابرین کی کتب سے شیعی کفر کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

اکابر کی تحریریں

حضرت علیؓ (م ۴۰ھ)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ" آخر الزمان میں ایک فرقہ نکلے گا جس کا خاص لقب ہوگا، جس کو لوگ رافضی کہیں گے اسی لقب کے ساتھ ان کی پہچان ہوگی، وہ لوگ ہمارے شیعہ (جماعت) ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ اور در حقیقت وہ ہماری جماعت سے نہیں ہوں گے اور ہماری جماعت سے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہم لوگ ابو بکرؓ اور عمر فاروقؓ کے حق میں سب (گالیاں) بکیں گے تو جہاں کہیں تم انہیں پاؤ انہیں قتل کرو کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔ (کنز العمال، ج ۶، ص ۸۱)

امام شعبیؒ (۱۱۰ھ)

امام شعبیؒ نے بڑے نکتہ کی بات ارشاد فرمائی تھی کہ یہود اہل تشیع کے مقابلہ میں اپنے پیغمبر کے زیادہ مرتبہ شناس اور قدر دان ہیں۔ یہودیوں سے پوچھا گیا تمہاری ملت میں سب سے بہتر کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا حضرت موسیٰؑ کے ساتھی (یعنی ان کے اصحاب) عیسائیوں سے پوچھا گیا تمہاری ملت میں سب سے بہتر کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری۔ شیعوں سے پوچھا گیا تمہاری ملت میں سب سے بدترین لوگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اصحابِ نبی ﷺ! (منہاج السنہ، حصہ اول ص ۲)

مزید برآں علامہ ابن تیمیہؒ نے امام شعبیؒ کا یہ قول بھی اپنی بے نظیر کتاب منہاج السنہ (ج ۱ ص ۷ پر) نقل فرمایا ہے:

امام شعبیؒ کہتے ہیں میں تمہیں ان گمراہ کن خواہشات والوں سے ڈراتا ہوں اور ان میں بدترین رافضی (شیعہ) ہیں یہ لوگ اسلام میں کسی شوق اور خوف سے داخل نہیں ہوئے بلکہ یہ صرف اور صرف اہل اسلام (مسلمانوں) پر دشمنی و بیزاری اور ان کے خلاف بغاوت و شرارت کے لئے

اسلام میں آئے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)

سرتاج الائمہ امام ابوحنیفہؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "جو شخص شیعہ کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کفر کا مرتکب ہے۔" (ڈاکٹر احمد افغانی "سراب فی ایران" ص ۴۲)

امام مالک بن انسؒ (۱۷۹ھ)

امام مالکؒ سے جب شیعوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ قرآن نے سورہ فتح کی آخری آیت لیغیظ بھم الکفار (۴۸/۲۹) میں انہیں کافر کہا ہے کیونکہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے قائم کردہ صحابی معاشرے کے دشمن ہیں۔ (سوانح مالکؒ از ابوزہرہ مصری، ناشر شیخ غلام علی ص ۲۱۲)

امام ابوزرعہ رازیؒ (م ۶۲۵ھ)

امام ابوزرعہؒ فرماتے ہیں: جب تو دیکھے کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ میں سے کسی کی توہین کر رہا ہے تو جان لے کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لئے کہ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ حق ہیں اور قرآن پاک حق ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ ہمیں یہ قرآن اور حضور پاک کی سنتیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نے پہنچائیں۔ یہ لوگ (شیعہ) چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں کو مجروح قرار دیں تاکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو باطل قرار دے سکیں حالانکہ جرح کے زیادہ لائق یہی لوگ ہیں اور یہ زندیق ہیں۔ (الکفایہ للخطیب)

امام ابوبکر ہانیؒ (م ۲۷۳ھ):

امام ابوبکر ہانیؒ نے فرمایا کہ روافض اور قدریہ کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں جیسے کہ مرتد کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں حالانکہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔ روافض اور قدریہ کا ذبیحہ کھانا اس لئے جائز نہیں کہ شرعی حکم کے لحاظ سے یہ مرتدین میں ہیں۔
(الصارم المسلول ص ۵۷۵)

علامہ عبدالقاہر بن طاہر بغدادیؒ (م ۴۲۹ھ)

علامہ عبدالقاہر بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ جو فرقہ حضرت علیؓ کو خدا یا نبی سمجھتا ہو اُسے اسلامی فرقوں میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے؟ اگر ان لوگوں کو اسلامی فرقوں میں شمار کرنا جائز ہے تو پھر ان لوگوں کو شمار کرنا بھی جائز ہے جنہوں نے مسیلمہ کذاب کی نبوت کا اقرار کیا تھا؟

ہم سبائیوں (شیعوں) سے کہتے ہیں کہ تمہارے قول کے مطابق عبدالرحمان بن ملجم نے جسے قتل کیا تھا اگر وہ حضرت علیؓ کے روپ میں شیطان تھا تو پھر تم ابن ملجم پر لعنت کیوں بھیجتے ہو؟ اس کی تعریف اور مدح کیوں نہیں کرتے؟ کیونکہ شیطان کا قاتل تو قابل ستائش ہے نہ مذمت کے قابل؟ (الفرق بین الفرق ص ۲۲۳۔۲۲۴)

امام ابن حزم اندلسیؒ (م ۴۵۶ھ)

امام ابن حزم اندلسیؒ نے اپنی کتاب ''الملل والاھواء والنحل'' میں امامیہ یعنی شیعہ اثناء عشریہ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

''اور پورا فرقہ امامیہ، ان کے متقدمین اور متاخرین سب اس کے قائل ہیں کہ قرآن بدل ڈالا گیا ہے اس میں وہ بڑھایا اور شامل کر دیا گیا جو اس میں نہ تھا اور بہت کچھ کم بھی کر دیا گیا ہے اور بہت تبدیلی اور تحریف کی گئی ہے۔ (ج ۳، ص ۱۸۳)

اور انہی امام ابن حزم نے اپنی اسی کتاب میں دوسری جگہ اسلام اور قرآن پر عیسائیوں کے کچھ اعتراضات ذکر کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ:

''مسلمانوں ہی کے ایک فرقہ روافض (شیعوں) کا خیال اور دعویٰ ہے کہ تمہارے نبی ﷺ کے صحابیوںؓ نے قرآن میں تحریف کر دی۔ اس میں بہت کچھ ساقط کر دیا اور اضافہ بھی کیا ہے۔''

(لہٰذا تمہارا قرآن محفوظ اور قابل اعتبار نہیں)

امام ابن حزمؒ نے عیسائیوں کے تمام اعتراضات کا بالترتیب جواب دیا ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں تحریر فرمایا: ''اور ان عیسائیوں نے جو یہ کہا ہے کہ روافض کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں تبدیلیاں کی گئی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ روافض (شیعہ) مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں وہ فی

الحقیقت غیر مسلم ہیں"۔(الفصل لابن حزم، ج ۲، ص ۷۸)

قاضی عیاض مالکیؒ (م ۵۴۴ھ)

قاضی عیاض مالکیؒ نے اپنی کتاب "الشفاء" میں ارشاد فرمایا:

"اور جو شخص ایسی بات کہے جس کے نتیجہ میں امت گمراہ قرار پائے اور تمام صحابہ کرامؓ کی تکفیر ہوتی ہو تو ہم ایسے شخص کو قطعیت کے ساتھ کافر قرار دیں گے (اور ظاہر ہے کہ شیعہ اثناعشریہ کا یہی موقف ہے)۔(ج ۲ص ۲۸۶)

اور یہی قاضی عیاضؒ اسی کتاب میں آگے تحریر فرماتے ہیں:

اور اسی طرح ہم اس شخص کو بھی قطعیت کے ساتھ کافر قرار دیتے ہیں جو قرآن کا انکار کرے یا اس کے ایک حرف ہی کا انکار یا اس کے کسی کلمہ کو بدلے یا اس میں اضافہ کرے۔ قاضی عیاضؒ آگے فرماتے ہیں:

"اور اسی طرح ہم ان غالی شیعوں کی ان کے اس عقیدہ کی وجہ سے بھی قطعی تکفیر کرتے ہیں کہ ان کے اماموں کا درجہ نبیوں سے بالاتر ہے۔"

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ (م ۵۶۱ھ)

"غنیۃ الطالبین" حضرت قدس سرہٗ کی معروف تصنیف ہے، اس میں شیعوں کے فرقوں اور ان کے عقائد باطلہ کا ذکر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں: "یہودیوں نے تورات کو تبدیل کیا۔ اسی طرح روافض (شیعوں) نے قرآن پاک کو محرف کہا۔"

آپ (پیر پیران شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حنبلی مفتی اعظم بغداد) نے شیعی عقائد کفریہ مثل تحریف قرآن، عصمت ائمہ، توہین ملائکہ وغیرہ کے بیان میں شیعہ کو کافر اور خارج از اسلام وایمان کہا ہے۔(مردوا علی کفرھم وترکوا الاسلام وفارقوا الایمان)(غنیۃ الطالبین ص ۳۲۰)

مزید یہ فرمایا کہ شیعہ بدترین خلائق ہیں کیوں کہ تقیہ (جھوٹ) اور متعہ (زنا) کو کار ثواب سمجھتے ہیں۔ شیعہ کی توبہ بھی ناقابل اعتماد ہے کیونکہ کیا پتہ اپنے اصول تقیہ کی رو سے دھوکہ بازی سے کام لے رہا ہو۔

امام فخر الدین رازیؒ (م ۶۰۶ھ)

امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں فرمایا: "ادعاء الروافض ان القران دخله الزيادة والنقصان والتغير والتحريف ذالک يبطل الاسلام"...... یعنی رافضیوں کا قرآن پاک میں کمی یا زیادتی وتحریف وتغیر کو ماننا اسلام کو باطل کر دینا ہے، پھر ائمہ اہل بیت کرام کو انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ماننا بھی یقیناً کفر ہے، ان عقائد کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد کوئی مسلمان بھی اس فرقہ روافض کے کفر میں شک نہیں کر سکتا۔

علامہ کمال الدین المعروف ابن الہمامؒ (م ۸۶۱ھ):

علامہ ابن الہمام نے "فتح القدیر شرح ہدایہ باب الائمہ" میں تحریر فرمایا ہے:

"اور روافض کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر وہ حضرت علیؓ کو خلفائے ثلاثہ سے صرف افضل مانتا ہے تو بدعتی ہے اور اگر صدیق اکبرؓ یا عمر فاروقؓ کی خلافت کا منکر ہے تو وہ کافر ہے"۔ (ج ا ص ۳۰۴)

علامہ ابن تیمیہؒ حنبلی (م ۷۲۸ھ)

رافضی اہل بیت کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں، جن کا کوئی وجود نہیں۔ دراصل ان باتوں کو رافضیت کے بانیٔ اول عبداللہ بن سبا جیسے زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ عبداللہ بن سبا ہی وہ پہلا شخص ہے، جس نے رافضیت کو ایجاد کیا اور یہ عقیدہ گھڑا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی خلافت کا حکم دیا تھا مگر آپؓ پر ظلم کیا گیا اور آپؓ کو اس حق سے محروم کر دیا گیا نیز وہ یہ بھی کہا کرتا تھا، کہ حضرت علی معصوم تھے۔ زندیقوں نے جو اس طرح کے عقائد گھڑے تو اس سے بہ حقیقت ان کا مقصود اسلام کی عمارت کو پیوند خاک کرنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رافضیت در حقیقت زندیقیت اور الحاد و بے دینی کے لئے ایک چور دروازہ ہے۔ بے دین فلسفی، سبائی اور وہ گروہ جنہوں نے رافضیت سے کچھ امور کو لے لیا تھا یا رافضیت کو بنیاد بنا کر کچھ باتوں کا اپنی طرف سے اضافہ کر لیا۔ مثلاً قرامطیہ، نصیریہ، اسماعیلیہ اور حاکمیہ وغیرہ یہ سب شیعیت رافضیت اور اعتزال

کے دروازہ سے زندیقیت کی طرف آئے ہیں اور یہ تمام گمراہ فرقے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اسلامی شریعت کے منکر اور کافر ہیں۔ (قائدۃ فی توحد الملۃ وتعدد الشرائع ص ۱۴۵۔۱۴۶)

امام ابن تیمیہ کا یہ تاریخی ارشاد ہے "**حرکة انتقامية من اليهود ضد النبوة المحمدية**" شیعیت کے پردے میں درحقیقت بنوت محمدیؐ کے خلاف یہودیت کا انتقامی جذبہ کارفرما ہے۔"

اسلام کے ساتھ شیعوں کے رویہ کی تاریخ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے شیعوں کے رد میں اپنی معروف تصنیف "منہاج السنہ" لکھی ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے اس کتاب نے شیعی پروپیگنڈے کی قلعی کھول دی ہے۔ ص ۱۱۰۔۱۱۱، ج ۴ میں امام ابن تیمیہؒ رقم فرماتے ہیں:

"روافض ہمیشہ یہود، نصاریٰ، تاتاری، مشرکین وغیرہ دشمنان اسلام کا ساتھ دیتے رہے ہیں اور اللہ کے ان مخلص بندوں سے بغض وعداوت رکھتے ہیں جو اعلیٰ درجہ کے دیندار اور متقیوں کے سردار تھے اور دین کی تبلیغ ونصرت اور اسے قائم کرنے والے تھے۔ تاتاری کفار کے اسلامی ملکوں میں راہ پانے میں سب سے زیادہ دخل ان (روافض) ہی کو تھا۔ ابن علقمی اور طوسی وغیرہ کی دشمن نوازی اور مسلمانوں کے خلاف ان کی سازشیں اب ہر خاص وعام کو معلوم ہو چکی ہیں۔"

شام میں جو روافض تھے انہوں نے بھی کھلم کھلا کافروں کا ساتھ دیا تھا اور اس وقت عیسائیوں کی انہوں نے پوری پوری مدد کی تھی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے بچوں اور ان کی مملوکات کو ان کے ہاتھ غلاموں کی طرح فروخت کر دیا تھا، بلکہ ان کے کچھ لوگوں نے تو صلیبی جھنڈا بھی بلند کیا تھا اور گزشتہ دور میں عیسائیوں کے بیت المقدس پر قبضہ میں بھی ان کا بڑا حصہ تھا۔ (از پمفلٹ سپاہ صحابہؓ)

یہ اور اس طرح کے دوسرے معاملات ہی کی وجہ سے مسلمانوں سے ان کی علیحدگی اور دین اسلام سے ان کی دوری اور کافروں اور منافقین کے زمرہ میں ان کی شمولیت لازم ہے۔ جو شخص بھی ان کے حالات کا مشاہدہ کر چکا ہے وہ انہیں مسلمانوں سے بالکل الگ سمجھتا ہے۔.....ان کی تمام تر کوششیں یہی رہتی ہیں کہ اسلام کو منہدم کر کے اس کی بنیادوں کو کھوکھلا اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ

کیا جا سکے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام کے ساتھ شیعیت کے رویہ اور معاملہ کی تاریخ بالکل سیاہ ہے۔

علامہ شاطبیؒ (م ۷۹۰ء):

علامہ شاطبیؒ "الاعتصام" میں لکھتے ہیں۔ مصعب زبیری اور نافع کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید مسجد (نبویؐ) میں داخل ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آیا (صلوٰۃ وسلام کے لئے) پھر امام مالکؒ کی مجلس (حلقہ درس) میں آیا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا پھر امام مالکؒ سے پوچھنے لگا۔ "آیا جو شخص اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہے، مال فئی (مال غنیمت) کا حقدار ہے؟" امام صاحبؒ نے فرمایا: "نہیں! ایسے شخص کیلئے کوئی عزت ومسرت نہیں۔" ہارون الرشید کہنے لگا "یہ بات آپ نے کہاں سے کہی (اس کی دلیل کیا ہے؟) امام مالکؒ نے فرمایا، اللہ عزوجل فرماتے ہیں "لیغیظ بھم الکفار"...... تو جو شخص صحابہؓ کو عیب لگائے وہ کافر ہے اور کافر کیلئے مال فئی میں کوئی حق نہیں۔ (الاعتصام، ج ۲، ص ۲۶۱)

شیخ الاسلام علامہ ابوالسعودؒ (م ۹۸۲ھ) کا فتویٰ

اس موقع پر بیانِ حق اور اتمام حجت کی غرض سے دسویں صدی ہجری کے عظیم مفسر اور فقیہ علامہ ابوالسعود (م ۹۸۲ھ) کا ایک فتویٰ نقل کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو انہوں نے اپنے زمانے کے عثمانی خلیفہ کے استفتاء کے جواب میں تحریر فرمایا تھا (یاد رہے کہ علامہ ابوالسعود کی حیثیت خلافت عثمانیہ کے "شیخ الاسلام" اور مفتی اعظم کی تھی) اس استفتاء میں ان سے دریافت کیا گیا تھا کہ:

"کیا شیعوں سے جنگ کرنا جائز ہے؟ اور ان سے جنگ میں ہمارا جو آدمی مارا جائے گا کیا وہ شہید ہوگا؟ جب کہ ان دونوں سوالوں کا جواب یہ بات پیش نظر رکھ کر دیا جائے کہ ان (شیعوں) کا یہ کہنا ہے کہ ان کا قائد اہل بیت نبویؐ میں سے ہے اور یہ کہ وہ لوگ کلمہ طیبہ کے قائل ہیں؟"

اس کا جواب علامہ ابوالسعود نے دیا تھا اس کا ترجمہ یہ ہے:

ان (شیعوں) سے جنگ جہاد اکبر ہے اور ان سے جنگ میں ہمارا جو آدمی مارا جائے گا وہ شہید ہوگا، خلیفہ کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی وجہ سے وہ باغی (بھی) ہیں اور متعدد وجوہ سے کافر (بھی)

ہیں۔ وہ ۷۲ اسلامی فرقوں سے خارج ہیں، اس لئے کہ انہوں نے ان تمام کے خودساختہ عقائد کے مغلوبے سے ایک الگ کفر وضلال ایجاد کیا ہے علاوہ ازیں ان کا کفر ایک سطح پر نہیں رہتا بلکہ بتدریج بڑھتا رہتا ہے۔

اس کے بعد علامہؒ نے ان کے کفر کی کچھ وجوہ وعلامات نقل کی ہیں اس کے بعد لکھا ہے اسی وجہ سے ہمارے گزشتہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان پر تلوار اٹھانا جائز ہے اور یہ کہ ان کے کافر ہونے میں جس کو شک ہو وہ خود کفر کا مرتکب قرار دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت امام اعظمؒ، امام سفیان ثوریؒ امام اوزاعیؒ کا مسلک تو یہ ہے کہ اگر یہ لوگ توبہ کر کے اپنے کفر کو چھوڑ کر اسلام میں آ جائیں تو انہیں قتل نہیں کیا جائے گا، اور امید کی جا سکتی ہے کہ تمام کفار کی طرح توبہ کے بعد ان کو بھی معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام لیث بن سعدؒ اور بہت سے ائمہ کبار کا مسلک یہ ہے کہ نہ ان کی توبہ قبول کی جائے گی اور نہ ان کے اسلام لانے کا اعتبار کیا جائے گا بلکہ حد جاری کرتے ہوئے ان کو قتل کر دیا جائے گا۔ (بحوالہ شیعیت)

علامہ ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ)

علامہ ملا علی قاریؒ نے "شرح فقہ اکبر" میں ان عقائد اور ان فرقوں کا بیان کرتے ہوئے جن کے کفر اور علماء کا اجماع ہے تحریر فرمایا ہے:

"اور جو شخص قرآن کا انکار کرے، پورے قرآن کا یا اس کی کسی ایک سورت کا یا ایک ہی آیت کا، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔ (ص ۵۳۰)

انہی ملا علی قاریؒ کی مرقاۃ شرح مشکوۃ کے حوالہ سے "مظاہر حق" کے تتمہ میں نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے زمانے کے روافض اور خوارج کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ "یہ لوگ اکثر اکابر صحابہؓ کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں چہ جائیکہ اہل سنت والجماعت، پس ایسے لوگوں کے کفر پر سب کا اجماع ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔" (ج ۴ ص ۸۴)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (م ۱۰۳۴ھ)

آپ اپنے مکتوب نمبر ۵۴، جلد اول حصہ دوم میں فرماتے ہیں:

''بدعتی کی صحبت کافر کی صحبت سے زیادہ موثر ہوتا ہے اور بدترین گمراہ فرقہ شیعہ ہے...... اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ان کا نام کفار کے ساتھ رکھتا ہے لیغیظ بھم الکفار قرآن اور شریعت کی تدوین صحابہؓ نے ہی کی ہے اگر ان پر طعن لگائیں تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے، قرآن کو حضرت عثمانؓ نے جمع کیا ہے، اگر حضرت عثمان ؓ مطعون ہیں تو قرآن مجید بھی مطعون ہو گا۔ حق تعالیٰ ان زندیقوں کے ایسے اعتقاد سے بچائے علاوہ ازیں مجدد الف ثانیؒ نے اپنے رسالہ ''ردالرفض'' میں بے شمار دلائل سے شیعہ کا کفر واضح کیا ہے۔ (بحوالہ شیعیت)

فتاویٰ عالمگیری سلطان اورنگزیبؒ (م ۱۱۱۸ھ)

فتاویٰ عالمگیری جو سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دور میں ان کے حکم سے پانچ سو سے زائد علماء واصحابِ فتویٰ کی ایک جماعت نے مرتب کیا، اس میں شیعوں کے سلسلہ کلام کے آخر میں فرمایا گیا ہے "وھولاء القوم خارجون عن ملة الاسلام و احکامھم احکام المرتلین کما فی الظھیریه" (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۶۸ - ۲۶۰ طبع ہند) اور یہ لوگ یعنی روافض دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام وہ ہیں جو شریعت میں مرتدین کے ہیں۔ ایسا ہی ہے فتاویٰ ظہیریہ میں۔''

حضرت شاہ ولی اللہؒ (م ۱۱۷۶ھ) کا ایک اہم مکاشفہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر شیعوں کے متعلق دریافت کیا، مجھے جواب ملا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا بطلان لفظ ''امام'' سے سمجھا جا سکتا ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب اس روحانی مراقبہ کی کیفیت ختم ہوئی تو میں نے لفظ ''امام'' کے متعلق غور کیا تو معلوم ہوا کہ ان شیعوں کی اصطلاح میں امام معصوم ہوتا ہے اس کی اطاعت فرض اور وہ مخلوق کے لئے مقرر ہوتا ہے اور وہ امام کے حق میں باطنی وحی تجویز کرتے ہیں۔ حقیقت میں شیعہ ختم نبوت کے منکر ہیں اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں۔ (الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین۔ ص ۴ ۵۰ مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کتاب ''تفہیمات الٰہیہ'' میں لکھتے ہیں کہ ''نظریہ امامت کو تسلیم کرنے کے بعد شیعہ ختم نبوت کے منکر ہو چکے ہیں چاہے زبان سے ظاہری طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو خاتم النبیین کہتے ہیں۔(ج۲ص۳۰۱)

مزید برآں اپنی عربی کتاب ''المسوی شرح موطا، جلد دوم مطبوعہ دہلی ص۱۱۰'' پر تحریر فرماتے ہیں کہ نظریۂ امامت کو ماننے والے شیعہ زندیق ہیں۔

محمد بن عبدالوہابؒ (م ۱۲۰۶ھ)

محمد بن عبدالوہابؒ نے رافضیوں (شیعوں) کی تردید میں ایک ''رسالہ فی الرد علی الروافضہ'' تصنیف کیا جس میں آپ کا ارشاد ہے:

''جو کتاب اللہ کے خلاف عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے صحیح ہونے کے بارے میں وارد شدہ احادیث اجماع صحابہ اور جمہور امت کے حق پر ہونے کے دلائل اس کثرت کے ساتھ ہیں کہ انہیں حیطہ شمار میں نہیں لایا جا سکتا ہے جو شخص جمہور صحابہ کرامؓ کو فاسق اور ظالم ٹھہرائے اور ان کے اجماع کو باطل قرار دے، وہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیب جوئی کرتا ہے اور آپ ﷺ کی عیب جوئی کرنا کفر ہے''......۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے شیعہ زیادتیوں سے مجبور ہو کر اپنی شہرہ آفاق کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' لکھی۔ اس کتاب کے دو باب خاص طور پر دیکھنے کے قابل ہیں۔ باب المکائد جس میں شیعوں کی چالاکیاں اور عیاریاں دکھائی گئی ہیں اور دوسرا باب المطاعن جس میں شیعوں کے اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔

یاد رہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنے فتاویٰ عزیزی ص ۳۷ میں شیعہ کو کافر قرار دیا ہے۔ (بحوالہ شیعیت)

علامہ ابن عابدین شامیؒ (م ۱۲۵۲ھ)

''ردالمختار'' باب المرتد میں علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں ''جو بدبخت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگائے یا صدیق اکبرؓ کی صحابیت کا انکار کرے تو اس کے کفر میں کسی

شک وشبہ کی گنجائش نہیں"۔(ظاہر ہے شیعوں کا اول سے آخر تک یہی عقیدہ ہے)

علامہ ابن عابدین نے "شامی" ج ۲ ص ۲۸۳ (۱۲۸۸ھ) شیعوں کو مرتد اور واجب القتل لکھا ہے۔فان مرتد یقتل۔۲۸۳

ابن عابدین شامیؒ عقود جلد اول ص ۹۲ میں اس سوال کے جواب میں کہ رافضیوں کے بارے میں کیا حکم ہے، فرماتے ہیں "یہ کافر طرح طرح کے کفروں کا مجموعہ ہیں۔ جو ان کے کفر میں توقف کرے خود انہی کی طرح کافر ہے"۔ پھر علامہ محمد امین الدینؒ شامی تنقیح الحامدیہ ص ۹۳ میں فرماتے ہیں "تمام زمانوں کے علماء کا اجماع ہے کہ جو ان رافضیوں کے کفر میں شک کرے، خود کافر ہے۔" العیاذ باللہ (بحوالہ شیعیت)

علامہ محمود آلوسیؒ (متوفی ۱۲۷۰ھ)

تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں "روافض کافر ہیں کیونکہ وہ صحابہ کرامؓ کو بنظر استحقار دیکھتے ہیں" (بحوالہ شیعیت ناشر سپاہ صحابہؓ)

مفتیٔ اعظم سعودی عرب

مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے اجلاس ۲۲ رصفر ۱۴۰۷ھ (بمطابق ۱۵ اراکتوبر ۱۹۸۷ء) میں خمینی کے مرتد ہونے کا فتویٰ دیا اور اس کے ساتھ انہوں نے خمینی کے مرتد ہونے کے تمام فتوؤں کی تائید بھی کی۔ بعد ازاں رابطہ عالم اسلامی کے اس اجلاس کی ایک قرارداد میں خمینی کو کافر اور مرتد و خارج از اسلام قرار دیا گیا جس کی تفصیلات عربی اخبارات میں آچکی ہیں۔ (بحوالہ شیعیت)

دور جدید کے علماء عرب

رد خمینیت اور شیعیت پر معروف عربی کتاب "جاء دور المجوس" کے مصنف نے دنیائے عرب کے جید مشاہیر اہل علم کے نام قلم بند کئے ہیں جو رافضیوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ (۱) علامہ محمد امین شنقیطی جو شیعہ کو برملا کہتے ہیں کہ تمہارے لئے تمہارا دین اور ہمارے لئے ہمارا دین بلکہ تم

کذاب اور منافق ہو (۲) شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ (۳) شیخ ابراہیم الجزائری (۴) شیخ محمد امین مولف ''فجر الاسلام'' (۵) شیخ مراسعاف نشاشی (۶) شیخ ابراہیم السلیمان الجیہان مولف ''تبدید الظلام تنبیہ النیام'' اس کتاب میں شیعہ کی مجوسیت کو واضح کیا گیا ہے (۷) ڈاکٹر محمد ارشاد سالم (۸) علامہ تقی الدین ہلالی نے روافض کے کفر پر ایک رسالہ قلمبند فرمایا (بحوالہ ''شیعہ اور خمینی کے افکار ونظریات'' تالیف ابوالحسن اعرابی (بحوالہ ''شیعیت'' ناشر سپاہ صحابہ پاکستان)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی

بریلوی مسلک کے بانی مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنی کتاب ردالرفضہ میں لکھتے ہیں:

"من انکر خلافة ابی بکر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه فھو کافر، فی الصحیح ومن انکر خلافت عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه فھو کافر فی الاصح." (ردالرفضہ ص ۲ مطبوعہ انجمن امانت للاسلام کراچی) خلافت ابوبکرؓ کا منکر کافر ہے یہ صحیح تر ہے اور خلافت عمرؓ کا منکر بھی کافر ہے یہی صحیح تر ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے علماء کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا جس میں شیعہ اثناعشریہ سے متعلق دریافت کیا گیا تو اس کے جواب میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث مکاتب فکر کے جید علماء نے شیعہ اثناء عشریہ کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی نے اسے ماہنامہ ''بینات'' کی خصوصی اشاعت میں امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ اس دور میں مولانا منظور نعمانیؒ کا بہت بڑا اجہاد ہے جنہوں نے مسلمانوں کی شیعی کفریات اور شیعیت سے بچانے کے لئے اتنا عظیم علمی کام کیا اور انہیں رسوا کیا۔

حضرت مولانا حق نوازؒ نے انہی دلائل کی بنیاد پر شیعہ سے ٹکر لی، اسی بناء پر میدان کارزار میں کود گئے، اسی وجہ سے گلی گلی، نگر نگر شیعوں کو کافر کہتے تھے، اور کافر کافر شیعہ کافر کو بطور تحریک ملت اسلامیہ کے سامنے پیش کیا۔ جب ان پر اعتراض کیا جاتا کہ یہ کیا انداز بیان ہے؟ تو مولانا مرحوم اپنے اسلاف کے وہ سارے ارشادات دہرا دیتے تھے، جن میں انہوں نے شیعوں کو کافر، مرتد اور ملت اسلامیہ سے خارج قرار دیا، اور آپ بانگ دہل، جرأت اور بہادری سے یہ اعلان کرتے تھے، کہ ہمارے پاس شیعوں کے کفر پر احد پہاڑ سے زیادہ وزنی دلائل ہیں، اس لئے کافر کافر شیعہ کافر کا

نعرہ سپاہِ صحابہؓ کی بنیاد ہے۔

ہمارے اس دور کے بعض بزرگوں نے مولانا کی اس پالیسی سے اختلاف بھی کیا ہے، لیکن ان کا اختلاف مخالفانہ نہیں ہے، ان کی رائے یہی ہے کہ اس طرز عمل سے شیعہ صحابہ کرامؓ پر تبرے پڑھیں گے اور صحابہؓ کو برا کہیں گے۔ حالانکہ شیعہ تو اس وقت بھی صحابہؓ کو زندیق کہتے تھے، جب مولانا حق نوازؒ پیدا بھی نہ ہوئے تھے، تو کافروں کے منفیانہ طریق کار سے اہل حق کو اپنا موقف نرم نہیں بلکہ سخت کر دینا چاہیے۔ بہر حال میں فلسفیانہ موشگافیوں میں نہیں پڑنا چاہتا، اس وقت کی اہم ضرورت اور تقاضا یہی تھا کہ شیعہ کفریات کو ننگا کیا جاتا، جسے ایک مرد قلندر، مرد مجاہد نے عالم آشکارہ کیا۔ مولانا حق نوازؒ کی اس جرأتمندانہ اور دلیرانہ پالیسی سے پوری دنیا کی سنیت بیدار ہوگئی۔ اس نعرۂ مستانہ نے شیعہ اور سنی دونوں میں حد فاصل مقرر کر دی، اس دلیری نے کئی علماء کو جرات سکھا دی ورنہ پہلے اشاروں وکنایوں سے شیعوں کا نام لیا جاتا تھا، اب شیعہ کا نام لے کر انہیں کافر ثابت کیا جا رہا ہے۔



باب ۱۷

حق نواز شہیدؒ اور فقہ جعفری

پاکستان میں فقہ جعفریہ کے نام سے شیعہ مسلک کا پرچار کرنے والی تنظیم سراسر قرآن و سنت کے خلاف ہے، فقہ کی بنیاد قرآن و سنت ہے، فقہ قرآن و سنت کو سامنے رکھ کر ترتیب دی جاتی ہے، لیکن فقہ جعفریہ کا ڈھنڈورہ پیٹنے والے قرآن و سنت کی نصوص قطعیہ کے منکر اور دشمن ہیں، قرآن کو جعلی اور محرف مانتے ہیں، صحابہ کرامؓ جو قرآن سنت کے ناقل اور راوی ہیں، ان کے نزدیک وہ ایمان و ایقان کی بے پایاں دولت سے تہی دست و تہی دامن تھے۔ ان کے ہاں صحابہ کرامؓ دائرہ اسلام سے نکل کر وادئ ارتداد میں پہنچ گئے تھے، صحابہ کرامؓ کی کثرت کو قلت ظاہر کیا ایک لاکھ چوالیس ہزار کم و بیش صحابہ کرامؓ کی کثرت کا انکار کیا اور صرف حضرت ابوذرؓ، حضرت مقداد بن الاسودؓ، حضرت سلمانؓ کو مومن تسلیم کر کے باقی سب کے ایمان کا انکار کیا۔

فقہ جعفریہ کی نسبت

شیعہ فرقہ اپنی فقہ جعفریہ کو حضرت جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کرتا ہے حالانکہ ان کی طرف انتساب بایں معنی درست نہیں ہو سکتا کہ حضرت جعفر صادقؒ نے اس فقہ کا مجموعہ اپنے دست و قلم مبارک سے مرتب کیا، اور نہ کسی تلمیذ سے املاء کروایا اور نہ ہی اس فقہ کی کوئی بات قرآن و سنت کے کسی مسئلہ سے اتفاق رکھتی ہے، نہ ہی اس کی بنیاد قرآن کے تیس پاروں اور ایک سو چودہ سورتوں پر ہے اور نہ ہی اس کی عمارت لاکھوں احادیث نبویہ پر کھڑی ہے۔ یہ فقہ نری جھوٹ، کذب، افتراء، اور مغلظات کا مجموعہ اور چوں چوں کا مربہ ہے، فقہ جعفری کی سب سے پہلی جھوٹی بات یہ ہے کہ یہ امام

جعفرؒ کا اثر خامہ ہے اور ان کا ترتیب شدہ مجموعہ مسائل ہے، حالانکہ فقہ جعفری کے نام سے پھیلنے والی فقہ، ابو جعفر کلینی (م ۳۳۰ھ) کی کتاب الکافی محمد بن علی ابن بابویہ قمی (م ۳۸۱ھ) کی من لا یحضرہ الفقیہ، محمد بن حسن طوسی (م ۴۶۰ھ) کی کتاب الاستبصار اور تہذیب الاحکام سے ماخوذ ہے۔ امام جعفر صادقؒ کا سانحہ ارتحال ۱۴۸ھ ہے اور مذکورہ کتب اس سن کے بعد کی ہیں۔ جب شیعہ کی فقہ کا حرفِ نسبت اور نقشِ آغاز ہی جھوٹ اور غلط ہے تو اس کا انجام و مآل کیا سچ ہوگا؟ یہ بات بعید از عقل و فہم ہے جس چیز کا آغاز جھوٹ پر ہو اس کا اختتام جھوٹ پر ہونا بدیہی ہے۔

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ شیعہ کے مغلطات اور افترآت کی قلعی کھولتے تھے، یہ مذہب سراسر جھوٹ و کذب کا پلندہ اور چوں چوں کا مربہ ہے، فقہ جعفریہ جن کتابوں سے ماخوذ ہے ان کے راوی کذاب اور جعلی ہیں، ان کی باتیں گھڑی ہوئی ہیں، کتاب و سنت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے مولانا شہیدؒ عوام الناس کے سامنے کھلے عام حقائق رکھتے تھے، تاکہ عوام حق و باطل کو سوچیں اور پرکھیں، کہ حق کیا ہے؟ اور باطل کیا ہے؟ شیعہ مذہب میں کتنی صداقت ہے اور کتنا جھوٹ ہے؟ لیکن جب مولانا دلائل کے انبار لگاتے تو عوام اس نتیجے پر بسہل پہنچ جاتے کہ یہ مذہب تو سراپا کذب و افتراء، مکر و فریب اور نرا افسونِ شیطان ہے، اس میں شیطنت اور دجل کی آمیزش ہے۔

فقہ جعفری کی ابتداء

فقہ جعفری کا آغاز خاندان بویہ کے شیعہ وزرائے اعظم کے دور اقتدار میں ہوا، خاندان بویہ کے وزراء نے اہل سنت پر ظلم کیا، بالجبر مسلمانوں کو شیعہ بنایا، بغداد کی گلیوں میں ماتمی جلوس گھمائے، تمام کاروبار بالجبر بند کروائے، بویھوں نے ایران پر قبضہ کیا، شیعہ عقائد کی سب سے پہلی کتاب ''اصول کافی'' کے نام سے، شیعہ کی پہلی کتاب ''فروع کافی'' کے نام سے، شیعہ اماموں کی تاریخ پر ''روضۃ الکافی'' ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی نے لکھ کر شیعہ حکمرانوں سے شائع کروائی، ان کے مالی تعاون سے انہیں ہر جگہ پہنچایا اور کفریات کو عام کیا۔

فقہ جعفری پاکستان میں

شیعیت اپنے جنم دن سے آج تک اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے، کبھی

کسی رنگ میں اور کبھی کسی رنگ میں، حُبِّ اہل بیتؓ کے عنوان پر شیعیت نے پورے دین کے خلاف زبردست تحریک چلائی، دین کے بنیادی ارکان سے لے کر فروعی مسائل سب ہی الگ کر لئے۔ صراط مستقیم سے ہٹ کر راہ ضلالت کو اپنا لیا، پوری دنیا کی طرح پاکستان میں بھی شیعیت نے اپنے مذہب کا کام کیا، مفتی جعفر حسین آنجہانی کی قیادت میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے نام سے تحریک چلائی گئی۔ مفتی جعفر کے بعد عارف الحسینی مقتول آف پارہ چنار نے تحریک کی زمام کار ہاتھ میں لی، پھر تحریک دھڑا بندی کا شکار ہوگئی، ایک طرف نفاذ فقہ جعفریہ کے لئے عارف الحسینی سرگرم عمل ہوئے دوسری طرف حامد علی موسوی۔ دونوں گروپ اسلام دشمن اور دین کے غدار ہیں۔ عارف حسینی کو قتل کر دیا گیا، اس کے بعد اس گروپ کی قیادت ساجد علی نقوی کو ملی، جو تادم تحریر اپنے مشن کا بڑی گرمجوشی سے کام کر رہا ہے۔ شیعہ کے دونوں دھڑے شبانہ روز شیعیت کی ترویج واشاعت کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ مولانا حق نواز شہیدؒ دونوں گروپوں کو اسلام دشمن سمجھتے تھے او مولانا ہر محاذ پر ان کی اسلام دشمنی کو واضح کرتے رہتے تھے اور عوام الناس کو ان کی سازشیں بتلاتے تھے، بعض لوگ کہہ دیتے تھے کہ حامد علی موسوی گروپ نرم پالیسی رکھتا ہے، لیکن مولانا نے کبھی بھی شیعیت کی نرمی وگرمی سے دھوکہ نہیں کھایا، وہ ان دونوں کی نرمی وگرمی کو اسلام کے خلاف سمجھتے ہیں۔

پاکستان کی فقہ جعفری کا تاریک کارنامہ

۱۹۷۳ء میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نے مسلمانوں سے الگ کلمہ اپنا لیا ہے، چنانچہ شیعہ دینیات میں لکھا ہے "جس طرح دینوں میں اصل دین اسلام ہے اسی طرح مذہبوں میں سچا مذہب شیعہ ہے اسلام کے ۷۳ فرقے ہیں، جن میں ایک فرقہ شیعہ ہے۔ دینیات کی پہلی کتاب ص ۱۴ پر لکھا ہے "اسلام کا کلمہ یہ ہے، اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں محمد اس کا رسول ہے، علی اس کا ولی ہے" کہو بچو، "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفۃ بلا فصل" اس کلمہ پر ایمان رکھو۔ (۲) شیعہ نے اذان میں تبدیلی کی اور ہر امام باڑے سے یہ آواز سنائی دے رہی ہے "اشھد ان علیًا ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفته بلا فصل" اور پھر ایران کے شیعوں نے خمینی آنجہانی کے لئے "لا الٰہ الا اللہ خمینی حجۃ اللہ" کا اضافہ کر کے کلمۂ اسلام کا انکار کر دیا، مزید برآں

شیعیت نے ہر موڑ پر قرآن وسنت سے روگردانی اور انحراف کیا۔کلمۂ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے بعد انسان دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے، یہ کلمہ پڑھنے کے بعد من مانیاں ختم ہو جاتی ہیں، من چاہی زندگی کا سورج ڈوب جاتا ہے، رب چاہی زندگی کا سورج طلوع ہوتا ہے۔ رب چاہی کے سورج کی روشنی میں دنیا کی تمام روشنیاں ماند پڑ جاتی ہیں، انسان اپنی مرضی سے دین میں کمی بیشی کا مجاز نہیں رہتا، جو جوار شادات قرآن وسنت میں وارد ہیں، ان میں قطعاً کمی بیشی کرنا جرم اور کفر ہے۔شیعہ نے کلمہ بدلا، اذان بدلی، دین بدلا، قرآن بدلا، مولانا حق نواز شہیدؒ نے ان تمام کفریات کو طشت از بام کیا اور آج بھی ان کی حرارتِ ایمانی سے لبریز گفتگو کی صدائے بازگشت ملک کے ہر حصہ میں سنی جا سکتی ہے۔ آج بھی ان کی پر جوش تقاریر سنی جا سکتی ہیں، ان کی آواز موجود ہے، ان کا پروگرام موجود ہے، ان کا لہجہ موجود ہے، ان کے نعرے موجود ہیں، مولانا حق نواز شہیدؒ نے فرقہ جعفریہ کے عقائد و نظریات پر دلیری اور جرات سے بحث کی ہے، اس کے خدوخال سے عوام و خواص کو باخبر رکھا، اس کے مدوجزر واضح کیا ہے۔

فقہ جعفری کے عقائد باطلہ

ذیل میں فقہ جعفری کے پاکیزگی اور طہارت پر مبنی عقائد لکھے جا رہے ہیں تا کہ ان سے اندازہ ہو کہ یہ تحریک اور یہ فقہ اتنی مقدس ہے جس میں تھوک سے استنجا جائز ہے، جس میں زنا کرنے سے بڑے بڑے مراتب تک رسائی ہوتی ہے، ہم نے گزشتہ اوراق میں واضح کیا ہے کہ مسلمانوں کی فقہ کوئی نرالی اور انوکھی نہیں بلکہ ان کی فقہ قرآن وسنت سے ماخوذ مسائل کا نام ہے۔

اب جس نوع کے مسائل واحکام قرآن وسنت کی واضح نصوص میں ہوں گے، اسی قسم کے مسائل کا استخراج واستنباط ہوگا، غور کرنے کی بات ہے کہ شیعہ مذہب کتنا عجیب ہے جس میں تبرا، متعہ، کتمان، تقیہ، جیسی باتیں پائی جاتی ہیں اور ان کا ثواب بھی بہت ملتا ہے۔

تبرا

شیعہ کی فقہ جعفری میں تبرا ایک اہم رکن ہے، جس کا مطلب برأت ہے، بیزاری ہے، قرآن کو ماننے والوں سے نفرت کرنا، سنت پر چلنے والوں سے نفرت کرنا، حدیث رسول ﷺ کو تسلیم کرنے

والوں سے نفرت کا اظہار کرنا، ابو بکرؓ و عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے نفرت کا اظہار کرنا، انہیں برا بھلا کہنا، انہیں گالیاں دینا، ان پر لعن کرنا، علماء دین سے نفرت کرنا، احادیث رسولؐ سے نفرت کرنا، جانثاران پیغمبرؐ سے نفرت کرنا، یہ ساری باتیں اس تبرا کی تعریف میں شامل ہیں، تبرائیوں کے چند تبرے ملاحظہ کیجئے، شیعہ فقہ جعفری کی کتاب ''الشافی'' ترجمہ اصول کافی میں لکھا ہے۔

(۱) شیعوں کے بارہویں امام کا انکار کرنے والے (یعنی سنی مسلمان) خنزیر ہیں۔ (الشافی ج ۱ ص ۴۰۰)

(۲) مسلمانوں کے امام اعظم ابو حنیفہؒ پر لعنت...... ''ثم قال لعن اللہ ابا حنیفۃ'' پھر فرمایا خدا لعنت کرے ابو حنیفہ پر۔ (الشافی ج ۱ ص ۶۱)

(۳) شیعہ مہدی کا انکار کرنے والے سنی مسلمان امت ملعونہ ہیں۔ (الشافی ج ۱)

(۴) کفر، فسق اور عصیان سے مراد اول ثانی اور ثالث ہیں۔ (ص ۵۲۳)

(۵) جبت اور طاغوت سے مراد فلاں اور فلاں ہیں (یعنی ابو بکرؓ اور عمرؓ) (الصافی)

(۶) تیمی اور عدوی اور بنی امیہ ابلیس کا مظہر ہیں۔ (ایضاً ص ۵۲۴)

(۷) شیخینؓ نے مرتے دم تک اپنے جرائم سے توبہ نہیں کی تھی، اس لئے فعلیھما لعنت اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔ (روضۃ الکافی ص ۴۴۶)

(۸) شیعہ فقہ جعفری کے خمینی نے تحریر الوسیلہ میں لکھا ''ناصبی (سنی مسلمان) اور خارجی خدا ان پر لعنت بھیجے بلاتوقف نجس ہیں (تحریر الوسیلہ ج ۱ ص ۱۱۸)

(۹) کافر یا وہ جو کافر کے حکم میں ہے، مثل نواصب (اہل سنت) خوارج ان کی نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱ ص ۷۹)

فقہ جعفری کا متعہ

فقہ جعفری کے ''متعہ'' کا مطلب یہ ہے کہ کسی مرد اور عورت کا کچھ رقم کے معاوضہ پر خفیہ جسمانی تعلق قائم کرنا، نہ گواہوں کی ضرورت ہے اور نہ ہی طلاق ہوتی ہے، نہ نان نفقہ ہوتا ہے اور نہ ہی میاں بیوی کی طرح باہم وراثت ہوتی ہے۔

متعہ فقہ جعفری میں جائز ہے، مسلمانوں کے نزدیک ناجائز ہے، فقہ جعفری میں متعہ نہ صرف جائز بلکہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، چنانچہ اس عبادت پر شیعہ فقہ جعفری کی مشہور و معروف تفسیر ''منہج الصادقین'' میں ایک روایت آتی ہے اس کو ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) تفسیر منہج الصادقین (شیعی تفسیر) میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خانہ ساز روایت یوں منسوب کی گئی ہے:

''من تمتع مرة فدرجته كدرجة الحسين ومن تمتع مرتين فدرجته كدرجة الحسن ومن تمتع ثلث مرات فدرجته كدرجة علي ومن تمتع اربع مرات فدرجته كدرجتي.'' (منہج الصادقین ج۱ص۳۵۶)

''جو ایک مرتبہ متعہ کرے وہ امام حسینؓ کا درجہ پائے گا، اور جو دو دفعہ متعہ کرے وہ امام حسنؓ کا اور جو تین مرتبہ متعہ کرے وہ حضرت علیؓ کا درجہ پائے گا اور جو چار مرتبہ متعہ کرے وہ میرا (یعنی رسول پاکؐ) کا درجہ پائے گا۔'' (نعوذ باللہ)

(۲) شیعہ فقہ جعفری کے امام و مقتدا خمینی تحریر الوسیلہ میں رقمطراز ہیں:

''يجوز التمتع بالزانيه على كراهته خصوصا لو كانت من العواهر المشهورات بالزنا وان فعل فليمنعها من الفجور''

''زنا کار عورت سے متعہ کرنا جائز ہے، مگر کراہت کے ساتھ خصوصاً جب کہ وہ مشہور پیشہ ور زانیات میں سے ہو، اور اگر اس سے متعہ کرے تو چاہیے کہ اس کو بدکاری کے اس پیشہ سے منع کرے۔'' (تحریر الوسیلہ ج۲ص۲۹۲)

(۳) شیعہ کے امام ملا باقر مجلسی کے بدنام زمانہ رسالہ ''عجالہ حسنہ'' میں متعہ کے فضائل یوں ہیں: حضرت سید عالم نے فرمایا ہے، جس نے زن مومنہ سے متعہ کیا گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت کی۔

(۴) یا علی برادر مومن کے لئے جو سعی کرے گا اس کو بھی انہی کی طرح ثواب ملے گا، یا علی جب وہ غسل کریں گے کوئی قطرہ ان کے بدن سے جدا نہ ہوگا، مگر یہ کہ خدائے تعالیٰ ہر بوند کی تعداد میں ایسے فرشتے پیدا کرے گا جو تسبیح و تقدیس باری تعالیٰ بجا لا کر اس کا ثواب انہیں بخشیں گے (ایضاً ص ۱۷)

(۵) امیر المومنین علی بن ابی طالب نے متعہ کی فضیلتیں سن کر عرض کیا جو شخص اس کار خیر میں سعی کرے (دلالی کرے) اس کا کیا ثواب ہے، آپ نے فرمایا جس وقت فارغ ہوکر وہ غسل کرتے ہیں، باری تعالیٰ عزاسمہ ہر قطرہ سے جو ان کے بدن سے جدا ہوتا ہے ایک ایسا ملک (فرشتہ) خلق کرتا ہے جو قیامت تک تسبیح و تقدیس ایزدی بجالاتا ہے اور اس کا ثواب ان (دلالوں او متعہ بازوں) کو پہنچتا ہے۔ جناب امیر المومنین فرماتے ہیں جو اس سنت کو دشوار سمجھے اور اسے قبول نہ کرے وہ میرے شیعوں سے نہیں ہے اور میں اس سے بیزار ہوں۔ (عجالہ حسنہ ص ۱۵، ۱۶)

(۶) جو شخص اپنی عمر میں ایک مرتبہ متعہ کرے گا وہ اہل بہشت سے ہے جب زن ممتوعہ کے ساتھ متعہ کرنے کے ارادے سے کوئی بیٹھتا ہے تو ایک فرشتہ اترتا ہے اور جب تک وہ اس مجلس سے باہر نہیں جاتے ان کی حفاظت کرتا ہے دونوں کا آپس میں گفتگو کرنا تسبیح کا مرتبہ رکھتا ہے، جب دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں ان کی انگلیوں سے ان کے گناہ ٹپک پڑتے ہیں، جب مرد عورت کا بوسہ لیتا ہے خدائے تعالیٰ ہر بوسہ پر انہیں ثواب حج و عمرہ بخشتا ہے، جس وقت وہ عیشِ مباشرت میں مصروف رہتے ہیں پروردگار عالم ہر لذت و شہوت پر ان کے حصہ میں پہاڑوں کے برابر ثواب عطا کرتا ہے۔ (عجالہ حسنہ ص ۱۵)

فقہ جعفری کا تقیہ

شیعہ مذہب کی اصولی تعلیمات میں تقیہ اور کتمان بھی ہے، تقیہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے قول یا عمل سے واقعہ اور حقیقت کے خلاف یا اپنے عقیدہ و ضمیر اور مذہب و مسلک کے خلاف ظاہر کرنا اور اس طرح دوسروں کو دھوکے و فریب میں مبتلا کرنا اور کتمان کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اصل عقیدہ اور مذہب و مسلک کو چھپانا اور دوسروں پر ظاہر نہ کرنا۔ (ایرانی انقلاب ص ۲۲۴ مطبوعہ عمران اکیڈمی لاہور)

(۱) اصول کافی کے "باب الکتمان" میں ہے:

قال ابو عبداللّٰہ علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللّٰہ و من اذاعہ اذلہ اللّٰہ. (ص ۴۸۵)

اور امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اے سلیمان! تم ایسے دین پر ہو کہ جو شخص اس کو چھپائے گا اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت عطا ہوگی اور جو اس کو ظاہر اور شائع کرے گا اس کو اللہ ذلیل و رسوا کرے گا۔

(۲) امام باقر کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے:

ان احب اصحابی الیَّ اورعهم وافقههم واکتمهم لحدیثنا (اصول کافی ص ۴۸۶)

مجھے اپنے اصحاب میں وہ شخص زیادہ پیارا ہے جو زیادہ پرہیز گار ہو، دین کو زیادہ سمجھنے والا ہو اور ہماری باتوں کو زیادہ چھپانے میں والا اور راز میں رکھنے والا ہو۔

(۳) امام جعفر صادقؒ کا قول ملاحظہ فرمائیں:

تسعة اعشار فی الدین فی التقیه ولا دین لمن لا تقیة له (اصول کافی ص ۴۸۲)

دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے، جو تقیہ کرے گا اللہ اسے بلندی عطا فرمائے گا اور جو تقیہ نہیں کرتا اسے پستی میں گرائے گا۔

(۴) من کانت له تقیة رفعه الله ومن لم تکن تقیه وضعه الله.

(ایضاً ص ۴۸۳)

''جو تقیہ کرے گا اللہ، اسے بلندی عطا فرمائے گا۔ اور جو تقیہ نہیں کرتا اسے پستی میں گرائے گا۔''

(۵) قال ابو جعفر التقیة من دینی ودین اٰبائی ولا ایمان لمن لا تقیة له. (اصول کافی ص ۴۸۴)

''امام باقر نے فرمایا، تقیہ میرا دین ہے اور میرے آباء کا دین ہے، جو شخص تقیہ نہیں کرتا اس میں ایمان ہی نہیں ہے۔''

(۶) قال الصادق لو قالت ان تارک التقیة کتارک الصلوة لکنت

صادقا وقال علیه السلام لا دین لمن لا تقیة له. (من لا یحضرہ الفقیہ)

''امام جعفر نے فرمایا اگر میں کہوں کہ تقیہ ترک کرنے والا ایسا ہی گنہ کار ہے جیسا کہ نماز کا ترک کرنے والا تو میری یہ بات صحیح ہے اور سچ، اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔''

فقہ جعفری کی نجاست

شیعہ کے امام و پیشوا خمینی تحریر الوسیلہ میں رقمطراز ہیں:

(۱) استنجا کا پانی پاک ہے، خواہ استنجاء پیشاب و پاخانے کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ (ج ۱ ص ۱۶)

(۲) جنابت کی حالت میں نماز جنازہ درست ہے۔

(۳) نماز میں صرف سجدے کی جگہ پاک ہونی چاہیے، باقی ناپاک ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(تحریر الوسیلہ ص ۱۱۹)

علامہ حق نواز شہیدؒ کی یلغار

حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ نے شیعیت، خمینیت اور جعفریت کے خلاف جو موقف اپنایا اور جسے برملا بیان کیا یقیناً وہ درست تھا، مولانا مرحوم مسلم امہ کو اس غلیظ کفر سے آگاہ کرنا چاہتے تھے، جس میں اصحاب رسولؐ سے نفرت کا درس دیا جاتا ہے، جس میں تقیہ اور کتمان جیسی جھوٹی اور ناپاک تعلیمات ہیں، جس میں زنا جیسے مذموم فعل کو حج و عمرے کا ثواب بتلایا گیا ہے، جس میں اور کئی برے برے عقائد ہیں، پھر فقہ جعفری کے نفاذ کے نام پر شیعوں نے جو واویلا مچا رکھا ہے یقیناً وہ عبث اور لایعنی ہے، وہ پاکستان کی چودہ کروڑ آبادی پر اپنا غلیظ مذہب مسلط کرنے کے خواب دیکھ رہی ہے، اسی بناء پر مولانا حق نوازؒ اٹھے اور اس غلیظ مذہب کے خلاف پاکستان کے مسلمانوں کو ہشیار اور خبردار کر دیا، اہل نظر منصف مولانا کی اس یلغار اور آواز کو وقت کی اہم ضرورت سمجھتے ہیں، تعصب کی رنگین عینک اتار کر انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ مولانا کا موقف یقیناً درست تھا۔



باب ۱۸

حق نواز شہیدؒ اور فرقہ واریت

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی تحریک "سپاہ صحابہؓ" کے پھیلاؤ سے حکومتی مشنریوں اور شیعی ایوانوں میں جب کھلبلی مچی تو اس وقت شیعی سازشیوں نے اپنے دفاع کی خاطر ایک بدنام نعرہ ایجاد کیا کہ سپاہ صحابہؓ اور مولانا حق نوازؒ فرقہ واریت پھیلاتے ہیں، حق نوازؒ متعصب ہیں، حق نوازؒ شرارتی ہے، شیعہ کے ایوانوں اور ایمان بگاڑوں سے اٹھنے والی اس سمع خراش آواز نے مصلحت کوشوں، سیاسیوں اور صلح کلیوں کو اپنا ہم خیال بنانے میں بڑا کردار ادا کیا، کیا سیاسی راہنما اور کیا نیم مذہبی سب یہی راگ الاپنے لگے کہ ملک میں فرقہ واریت اچھی نہیں، فرقہ واریت سے ملک میں انتشار پھیلے گا، خانہ جنگی کا خطرہ ہے۔ سنی شیعہ فساد کا اندیشہ ہے، اہل اقتدار اپنے ذرائع ابلاغ سے اور شیعیت ایران ریڈیو کے ذریعے مولانا حق نوازؒ کی منظم تحریک کے خلاف سرگرم عمل ہوگئی۔ سادہ لوح مسلمانوں کی تو اس نعرہ کی ایجاد سے بھول بھلیوں میں الجھانا کوئی مشکل یا پیچیدہ معاملہ نہ تھا، لیکن جن لوگوں پر غیرتِ ایمانی، اور حُبّ مصطفوی کا رنگ چڑھ چکا تھا وہ اس کے دام تزویر میں کبھی نہیں آسکتے تھے۔ وہ پرانے شکاریوں کے نئے جالوں کے تانے بانے ایک ایک کر کے ادھیڑنا چاہتے تھے۔

مولانا حق نوازؒ نے کئی بار اس نعرہ کا پس منظر اور پیش منظر اپنے عام خطبات میں واضح کیا کہ شیعیت کو اصحاب رسولؐ سے عداوت ہے، دشمنی ہے، انؓ کے بارہ میں ان کے دلوں میں زنگال اور کھوٹ ہے، دینِ نبی کے دشمن ہیں، دین اسلام کے بارہ میں شیعہ قطعی غیر مخلص ہیں۔

شیعہ قرآن کے دشمن ہیں، اصحاب نبی کے دشمن ہیں، آل نبی کے دشمن ہیں پوری جماعت محمدیؐ سے دشمنی ان کے دین کا اہم عنصر اور حصہ ہے۔ شیعہ اس نعرہ کی تشہیر سے ہمیں اپنے موقف سے ہٹانا چاہتے ہیں، حکومتی مشنری (MISSIONARY) اس نعرے سے ہمیں بدنام کرنا چاہتی ہے۔ لیکن یہ بات واضح اور دوٹوک ہے کہ اگر اصحاب رسولؐ کا دفاع فرقہ واریت ہے، قرآن کی عظمت کا پرچار فرقہ واریت ہے، آل نبیؐ کی محبت کی علمبرداری فرقہ واریت ہے، مدح صحابہؓ بیان کرنا فرقہ واریت ہے، حق گوئی فرقہ ورایت ہے، تو پھر ہم بابانگ دہل کہنا فخر سمجھتے ہیں کہ سپاہ صحابہؓ اس فرقہ واریت کی مداح ہے، اس کی داعی ہے، اگر یہ فرقہ واریت ہے، اگر یہ جرم ہے، تو ہم ایک بار نہیں بار بار اس جرم کا ارتکاب کرتے رہیں گے۔ اگر اس پروگرام سے شیعیت کو تکلیف ہوتی ہے، تو ایک بار چھوڑ لاکھ بار ہوتی رہے، ہم اپنے مشن کے تقدس کو پامال نہیں ہونے دیں گے۔

شیعہ علماء کا یہ ڈھنڈورہ پیٹنا کہ حق نواز صاحب فرقہ واریت پھیلا رہے ہیں ''الٹا چور کو توال کو ڈانٹے'' کے مترادف ہے، اس لئے کہ شیعہ نے دین میں رخنہ اندازی کی، خلل اور انتشار پیدا کیا، عوام کے ذہنوں کو الجھایا، دین حق کے خلاف سازشیں کیں، اکابرین امت کے خلاف پروپیگنڈہ کیا، دین کے علمبرداروں، وفاداروں اور پاسبانوں کے خلاف کام کیا، حق کے شیدائیوں اور فدائیوں کو تہ تیغ کیا، ان کی گردنیں اڑائیں، اہل حق سے غداری کی، ہر محاذ پر شیعہ نے دھوکہ دہی اور فریب سے کام لیا۔

فرقہ واریت کیا ہے؟

شیعوں کی طرف سے مولانا حق نوازؒ پر فرقہ واریت کے الزام کو سمجھنے کے لئے مناسب ہے کہ ہم اس بات سے آگاہی حاصل کریں کہ فرقہ کیا ہے؟ اور اس کا بانی مبانی کون ہے؟ شیعہ ہیں یا مولانا حق نوازؒ؟ تحفہ امامیہ کے مصنف حافظ مہر محمد صاحب رقمطراز ہیں ''فرقہ'' دراصل ''فرق اور فارقہ'' سے مشتق ہے، یعنی جو گروہ نیا مسئلہ نکال کر یا امت کے معمول بہا مسئلہ کو نظر انداز کر کے ایک جدا راستے پر چل پڑے اور باقی مسلمانوں کو گمراہ بتائے، یا فروعی فقہی مسائل کی آڑ میں اپنے مخالف تمام مسلمانوں کو نشانہ طعن بنائے تو وہ فرقہ مذمت کا مصداق ہوگا، جیسے شیعوں کی ایجاد وترویج سے

صلوٰۃ وسلام کا اذان میں اضافہ، نماز کے بعد ذکر بالجہر کی پابندی، نعرۂ حیدری کا رواج، شیعوں کی طرح ماتم وتعزیہ داری اور مذہبی جلوسوں کی نمائش چند برسوں سے نام نہاد سنیوں میں چل نکلی ہے اور جو شریعت وسنت کا پابند قدیم طرز کا مسلمان ان کو ناپسند کرے تو فوراً اس پر ''وہابی و گستاخ'' ہونے کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے۔ یعنی سنی شیعہ کے بالمقابل نہ رہا، اپنا قومی تشخص و وجود کھو بیٹھا، ہاں غیر شعوری طور پر شیعہ کے خصائص اپنا کر خالص سنی مسلمانوں کو کافر و گمراہ بنانے میں سرگرم عمل ہے اور اپنے سادہ لوح عوام کو شیعیت کا شکار بلکہ ان کی ترقی کا میدان بنا رہا ہے۔ فوا اسفا

حافظ مہر محمد لکھتے ہیں ''میں تمام سنی مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ ایسی مذہبی منافرت اور غفلت سے بچتے ہوئے مندرجہ طبقات سے اپنا جہاد جاری رکھیں:

(۱) کمیونسٹ و بے دین طبقہ جو خدا کے وجود اور مذہب وعمل کی ضرورت کے بھی منکر ہیں۔ (۲) منکرین حدیث یعنی پرویزی قسم کے لوگ جو مسلمہ ضروریاتِ دین کا بھی انکار کر جاتے ہیں۔ (۳) فرقہ مرتدہ مرزائیہ جو مرزا قادیانی کو معاذ اللہ نبی، مجدد یا مسیح موعود مانتے ہیں۔ (۴) اعداءِ صحابہؓ روافض جو قرآن کو صحیح اور واجب العمل نہیں جانتے، سنت رسولؐ کو ثقل دوم اور حجت دین نہیں مانتے، تمام تلامذہ نبوت صحابہ کرامؓ کو مرتد یا منافق کہتے ہیں، ختم نبوت ورسالت کے بجائے امامت کے قائل ہیں اور کلمہ اذان، نماز، حج، زکوٰۃ پیشوائے معصوم وغیرہ میں تمام ملتِ محمدیہ سے جدا مذہب رکھتے ہیں۔''

حافظ مہر محمد لکھتے ہیں ''ہر شخص کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا میں توحید، نبوت، اور آسمانی کتاب وشریعت کی دعویدار تین قومیں ہیں مسلمان، عیسائی اور یہودی۔ تینوں کا امتیاز کلمہ کے آخری جز، صاحب وحی معصوم ہادی اور جدا کتاب وقانون سے ہوتا ہے، ارشاد الٰہی ہے ''اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (مسلمہ) ہے کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی دوسرے کو خدا کے سوا اپنا کارساز ومشکل کشا نہ بنائے (پ ۳ ع ۱۵) جبکہ یہی اصولی فرق واختلاف شیعہ دوسرے مسلمانوں سے رکھتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

۱۔ مسلمان جو کلمہ شہادتین پڑھتے ہیں یہی قرآن نے پ ۲۶، ۶، ۱۲ میں سکھایا اور حضورؐ نے

ایک لاکھ چوالیس ہزار مسلمانوں کو پڑھایا، مگر اس کے قائل کو شیعہ ہر گز مومن و ناجی نہیں مانتے، بلکہ وہ"علی ولی اللّٰہ وصی رسول اللّٰہ و خلیفتہ بلافصل" سے کلمہ کی تکمیل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ نہ قرآن و سنت میں ہے نہ اہل بیت سے کسی معتبر کتاب میں ثابت ہے، کسی دین وملت کا کلمہ ایک ہی ہوتا ہے، اس میں کمی بیشی کفر ہے، ایک جز کے اضافہ سے یا شیعہ مسلم برادری سے الگ ہو گئے یا اسے نہ ماننے سے ۹۵٪ سنی ان کے ہاں مسلمان نہ رہے؟

۲۔ پانچ نمازیں پانچ وقت میں فرض ہیں۔ جیسے ارشاد قدرت ہے،"نماز مومنوں پر اپنے اپنے وقت میں پڑھنا لازم ہے"(پ۲۵،۱۲) مگر شیعہ صرف تین اوقات میں پڑھتے ہیں۔

۳۔ نماز کے بعد اسلام کا بڑا رکن زکوٰۃ ہے کہ سال گزرنے پر صاحب نصاب کو اڑھائی فیصد حصہ نکالنا فرض ہے، مگر شیعہ بلا سکہ سونا چاندی کرنسی نوٹ اور مال تجارت پر زکوٰۃ کے قائل نہیں۔ ہاں منافع کے بعد اس کی بچت پر عمر میں صرف ایک مرتبہ پانچواں حصہ امام کے نام پر نکالتے اور ذاکروں و مجتہدوں کی مالی خدمت میں صرف کرتے ہیں۔ اور زرعی پیداوار کی کچھ اقسام پر عشر کے قائل ہیں۔ (تحفہ امامیہ مولفہ مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی ص ۱۵ مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ گوجرانوالہ)

زکوٰۃ دینے سے انکار

نماز کی طرح اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن میں زکوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے، لیکن شیعہ نے حکم الٰہی ماننے سے انکار کیا، ۱۹۸۰ میں شیعہ نے پورے ملک سے لانگ مارچ کر کے اسلام آباد سکریٹریٹ کا گھیراؤ کیا اور اپنے مطالبات صدر ضیاء الحق کو پیش کئے، ان میں یہ مطالبہ بھی شدت کے ساتھ رکھا گیا کہ ہم جعفری ہیں ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے، چنانچہ حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا اب اہل سنت ہر سال اپنے مال پر زکوٰۃ دے رہے ہیں، لیکن شیعوں نے اہل اسلام سے الگ راہ اپنالی ہے۔ جبکہ مولانا حق نوازؒ نے اپنے اکابر سلف صالحین کے موقف و مشن کو بے جگری اور دلیری سے واضح کیا، انہوں نے مسلمانوں کے مشن سے الگ راہ نہیں اختیار کی لیکن شیعوں کی خصلت و عادت ہے کہ وہ اہل حق کو پہلے بدنام کرتے ہیں، انہیں دشنامتے ہیں اور پھر آخری حربہ یہ استعمال کرتے ہیں کہ ان کی آواز دبانے کے لئے ان کی گردن تن سے جدا کر دیتے ہیں اور ان

کے خون کی رنگینی سے زمین کو سرخ کر دیتے ہیں، بزعم شیعہ قتل و غارت، برچھا گردی و بربریت سے مشن، و پروگرام دب جاتا ہے، لیکن یہ وہم وظن باطل ہے کہ اسلام کی صدائے حق کو تیغ وتفنگ سے دبایا جاسکتا ہے، حالانکہ یہ اسلام ہے جس میں قدرت نے لچک رکھ دی ہے، اس کو جتنا دبایا جائے اتنا ہی ابھرتا ہے۔

مولانا حق نوازؒ کے لہو سے سرزمین جھنگ کو لالہ زار بنا کر شیعہ نے سنی موقف کو پوری دنیا میں واضح کرنے کی راہ ہموار کردی، جہاں مشن نہیں پہنچا تھا وہاں پہنچ گیا، جس نے کافر کافر شیعہ کافر' کی آواز نہیں سنی تھی اس نے بھی سن لی، جس نے یہ بات کبھی نہ سنی تھی کہ شیعہ کافر ہے اس کی معلومات میں بھی اضافہ ہوا کہ شیعہ واقعی کافر ہیں، جس کو موت سے ڈر لگتا تھا اسے موت سے کھیلنا آ گیا ہے۔ جس کو جرات و بہادری سے بات کرنا نہیں آتی تھی اب وہ بھی چوکوں اور چوراہوں پر مشن حق نوازؒ کی بات کرتا نظر آرہا ہے، یہ خون حق نوازؒ کی رنگینی سے پیدا ہونے والے جذبات، اور ان کے لہو کے صدقے میں تیار ہونے والی آوازیں ہیں، یا حق نواز شہیدؒ کی کرامت ہے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ شیعیت اور سیاسی زعماء نے مولانا حق نواز کو فرقہ واریت پھیلانے کا طعنہ دیا ہے، ہم الزام انہیں دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا اور یہ بات دلائل سے واضح کی جا چکی ہے کہ فرقہ واریت مولانا حق نوازؒ نے نہیں بلکہ شیعوں نے پھیلائی ہے، مولانا حق نوازؒ نے اسی مشن کو عام کیا جو ۱۴ سو سال سے مسلم امہ مانتی چلی آرہی تھی، اگر مخالفت کی تو شیعوں نے، قرآن کو محرف کہا تو شیعوں نے کہا، اسے شراب خور خلفاء کی کتاب شیعوں نے قرار دیا، دین میں رخنہ اندازی حق نوازؒ نے نہیں بلکہ شیعوں نے کی، اکابرینِ اسلام کو گالیاں حق نوازؒ نے نہیں بلکہ شیعوں نے دیں، صحابہ کو بُرا حق نوازؒ نے نہیں شیعوں نے کہا ہے۔

قرآن میں کمی بیشی کا دعویٰ شیعوں نے کر کے شرارت کا آغاز کیا، صحابہ کرامؓ کو منافق، خائن، مرتد اور بے ایمان شیعوں نے پیش کر کے قوم مسلم سے الگ راہ اپنائی، حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہ سے الگ ہو کر شیعوں نے نام نہاد فقہ جعفری کا ڈھنڈورہ پیٹا، حق نوازؒ تو اسی لائن پر چلتے رہے جس پر چودہ سو سال سے مسلمان چل رہے تھے پورے دین سے اعتماد ہٹانے اور بانیان اسلام

کے خلاف زہر اگلنے کی تحریک کے بانی شیعہ ہیں نہ کہ مولانا حق نوازؒ، ایک انصاف پسند صاحب بصیرت کے لئے تصویر کے دونوں رخ حاضر ہیں، صاحبان دانش وبینش خود اندازہ لگالیں گے کہ اصل حقیقت کیا ہے۔؟

مولانا حق نوازؒ کا موقف

۱۶رجنوری ۱۹۹۰ء کو مولانا حق نوازؒ نے کارخانہ بازار فیصل آباد میں صدیق اکبرؓ کانفرنس کے شرکاء سے خطاب کے دوران ارشاد فرمایا تھا کہ سپاہ صحابہؓ کی تحریک کو روکنے کے لئے شدت کے ساتھ یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ ہم فرقہ واریت کا پرچار کرتے ہیں، ہم قوم میں اتحاد واتفاق کی بجائے انتشار کی تبلیغ کرتے ہیں، یہ طعنہ سپاہ صحابہؓ کو بہرحال پاکستان میں دیا جارہا ہے۔ کچھ لوگ یہ طعنہ حسد کی بنیاد پر دے رہے ہیں اور کچھ لوگ سپاہ صحابہؓ کے موقف کو نہ ماننے اور نہ سمجھنے کی وجہ سے دے رہے ہیں۔ جو لوگ فرقہ واریت کا طعنہ ضد اور حسد کی بنیاد پر دے رہے ہیں ان کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے، اور نہ ہی ہم اپنا وقت جواب دینے میں صرف کرتے ہیں، ہاں جو لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں ہمیں فرقہ واریت کا طعنہ دیتے ہیں، ان پر میں واضح کردینا چاہتا ہوں کہ وہ پہلے فرقہ واریت کی تعریف کریں، تعریف سمجھیں اور تعریف سمجھائیں اگر کفر کیخلاف کام کرنے کو قابل مذمت فعل سمجھا جاتا ہے تو پھر میں ایک سوال کروں گا کہ آپ لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ زندگی کو کیا نام دیں گے مکہ کا ابوجہل بڑے امن کے ماحول میں، مکہ کا ابولہب پرامن ماحول میں لات وعزیٰ کو سجدہ کررہا تھا۔

پرُامن فضا ختم

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت کے بعد پرامن فضا ختم ہوئی اور بدر کی فضائیں ظاہر ہوئیں، بدرو اُحد میں تلواریں نکل آئیں اور میں پڑھے لکھے حضرات سے پوچھتا ہوں کہ اگر کفر کے خلاف کام کرنے کو فرقہ واریت قرار دے کر قابل مذمت سمجھا جاتا ہے تو پھر معاذ اللہ آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ زندگی کو کس نام سے یاد کریں گے؟ بات کو اور آسان کرنے کے لئے اگر کفر کے خلاف کام کرنے، کفر کے خلاف محاذ قائم کرنے، کفر سے اپنی جدائی کرنے کو

فرقہ واریت کہہ کر قابل مذمت فعل سمجھا جاتا ہے تو آپ پاکستان کی تقسیم کو کیا نام دیں گے، جس میں یہ بتلایا گیا تھا کہ دوقومی نظریہ میں ہندو الگ قوم ہے اور مسلمان الگ قوم ہے، آپ پاکستان کی اس جنگ کو کیا نام دیں گے؟

ایک مسلمان کی حیثیت میں پڑھے لکھے طبقے اور پڑھے لکھے شہری سے یہ سوال کر رہا ہوں کہ اگر کفر کے خلاف کام کرنے کو فرقہ واریت کا نام دیا جاتا ہے تو آپ یہاں کیا کریں گے؟ جو میں نے مثالیں دی ہیں، اگر کفر کے خلاف کام کرنے کو فرقہ واریت کہہ کر قابل مذمت سمجھا جاتا ہے تو آپ قادیانیت کے خلاف کام کرنے کو کیا نام دیں گے، یا جو لوگ قادیانیت کے خلاف کام کرتے مصیبتیں جھیل گئے اور جان دے گئے آپ ان کی مصیبتوں اور ان کی ان قربانیوں کو کیا نام دیں گے؟ اور اگر یہ جواب ہے کہ نہیں کفر کے خلاف کام کرنے کا نام فرقہ واریت نہیں بلکہ مسلمانوں کے مابین فروعی اختلافات کی بنیاد کو، کچھ طبقات کی تقسیم کو فرقہ واریت کہا جاتا ہے تو پھر معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ سپاہ صحابہؓ اس جرم کا شکار نہیں ہے ہم کفر کے خلاف کام کر رہے ہیں مسلمانوں کے خلاف کام نہیں کر رہے۔ (۱۵ تقریریں ص ۴۱، ۴۲)

امیر عزیمت مولانا حق نوازؒ کی اس وضاحت کی بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی جنگ ضروری ہے، اگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ورضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف شیعیت کے تبرے ہوتے رہے، ان کے لٹریچر اور ذاکروں کے مرثیے اسی طرح ہوتے رہے جس طرح شیعی کتب اور امام باڑوں سے دلخراش و دل گداز صدائیں اٹھ رہی ہیں، تو یقیناً وہ بر ادن دور نہیں تھا اور ناممکنات میں سے بھی نہ تھا اور محال بھی نہ تھا جس دن سنی قوم سے نیزوں کی نوک پر، تلواروں کی دھار پر اور کلاشن کوف کے برسٹ پر شیعی مذہب نہ منوالیا جاتا۔ جیسا کہ ایرانی شیعی انقلاب کی رونمائی کے بعد خمینی نے پوری دنیا میں شیعی انقلاب کی باتیں کیں اور سنی حکومتوں کے تخت الٹنے کی باتیں کیں۔

پھر ایران میں ظلم یہ ہوا کہ سنی مسلمانوں کو زبردستی شیعہ بننے پر مجبور کیا، انہیں مسجدوں میں نماز پڑھنے کی بجائے ایک رافضی امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر مجبور کیا۔ اگر مولانا حق نوازؒ اس کفر کے سیل رواں کے سامنے مضبوط بند نہ باندھتے تو خدا جانے یہ کفر کا ریلا کہاں جا کر

تھمتا اور رکتا، یا پھر اپنی زد میں ساری دنیا کو بہا کر لے جاتا۔ لیکن الحمد للہ اس وقت دنیائے سنیت اس جرأت و بہادری پہ نازاں ہے، جو مولانا حق نوازؒ نے دکھائی اور دنیائے شیعیت کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

شہیدِ حق نے اپنی جرأت، بسالت، ہمت، بہادری، شجاعت اور دلیری سے شیعی کافروں کو خون کے آنسو بہانے پر مجبور کر دیا۔ اب ان زعماء کو بھی ہوش کے ناخن ملنے لگے ہیں جو مولانا کی حیات میں ان کی تحریک کو متشدد، متعصب اور فرقہ پرور کے عنوان بد سے یاد کرتے تھے۔ اب کراچی سے درہ خیبر تک اور کشمیر، افغانستان اور کئی اسلامی ممالک میں مولانا حق نوازؒ کے مشن کی صدائے بازگشت گونج رہی ہے۔ اس تحریر کو تعصب کی رنگین عینک اتار کر پڑھنے والوں پر واضح ہوگا کہ مولانا شہیدؒ کا مشن مبنی بر صداقت تھا، مولانا فرقہ واریت کے داعی نہیں بلکہ اسلام کے داعی و شیدائی تھے اور باطل پرستوں کے انتہائی دشمن تھے۔



باب ۱۹

حق نواز شہیدؒ کا سانحۂ شہادت

خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے
اس آبجو سے کئے بحر بیکراں پیدا
وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمرِ جاوداں پیدا

حق کی نغمہ سرائی کرنے والا، کفر کو للکارنے والا، خرمنِ باطل جلانے والا، مسلم امہ کو خوابِ خرگوش سے جگانے والا، آندھیوں میں چراغِ حق فروزاں کرنے والا، کفر سے دو بدو گفتگو کرنے والا، گلی گلی، نگر نگر عظمت صحابہؓ کے گیت گانے والا، ساحلِ مکران سے وادئ بلتستان تک قال اللہ وقال الرسول کا درس دینے والا، مردِ حق آگاہ، جانباز و جانبہار، دست تظلم توڑنے والا، صوت باطل دبانے والا، حکمرانوں کے گریباں پکڑنے والا، مظلوموں کا ساتھی، ظالموں کو سرنگوں کرنے والا، حق نواز شہیدؒ کفر سے ٹکراتا رہا، مصائب و آلام سہتا رہا، جور و جفا کی چکیوں میں پستا رہا، توحید و سنت کے سرود گاتا رہا، مدح صحابہؓ کا پرچار کرتا رہا، باد سموم و صرصر کے جھونکے آئے برداشت کرتا رہا، طوفان کے مقابل چٹان بنا رہا، بالآخر عمر ناپائیدار کی ۳۸ بہاریں گزار کر فیصلہ ربانی کے مطابق پیک اجل کی دعوت پر لبیک کہہ دی، دارِ فنا سے دارالبقاء کی جانب عازم سفر ہوا شہادت کا جام فرحت انگیز نوش جان کر لیا۔

الموت قدح كل نفس شاربها
القبر باب كل نفس داخلها

''موت ایک ایسا پیالہ ہے جسے ہر شخص پینے والا ہے، قبر ایک ایسا دروازہ ہے جس سے ہر شخص گزرنے والا ہے۔''

وقتِ شہادت

سپاہِ صحابہؓ کے بانی و سرپرست اول امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ کو ۲۲رفروری ۱۹۹۰ء سوا آٹھ بجے کے قریب شہید کیا گیا۔ ۲۲رفروری کی شام مولانا حق نوازؒ اپنے محلہ دار کی شادی میں شرکت کے لئے دولت خانہ سے باہر نکلے آپ جوں ہی باہر نکلے اہلیہ نے دروازے کے کواڑ بند کردیئے دو چار قدم چلے ہی تھے کہ شیعہ جاگیرداروں کے زرخرید لونڈوں نے سفاکیت و بے دردی سے مولانا پر ریوالور تان لیئے، تڑتڑاکوں کی دلخراش آواز سے زمین لرز اٹھی، محلّہ دار سہم گئے۔ ریوالور سے نکلنے والی مسموم گولیاں مولانا کے سر، پیٹ، اور چھاتی میں پیوست ہوگئیں، آپ کے جسم سے لہو کے فوارے پھوٹ پڑے، آپ اسی جگہ زمین پر دراز ہوگئے، دولت خانہ سے نکل کر دو تین قدم ہی چلنے پائے تھے، کہ حیات فانی ہارگئی اور موت بازی جیت گئی۔

ڈسٹرکٹ ہسپتال

مولانا حق نوازؒ کے رفقاء، سپاہ صحابہؓ کے اراکین اور اہل محلّہ نے مولانا کو وہاں سے اٹھایا، آپ خون میں لت پت ہو چکے تھے، جسم سے خون کے فوارے مسلسل پھوٹ رہے تھے، آپ کو ڈسٹرکٹ ہسپتال جھنگ لے جایا گیا، لیکن مولانا وقوعہ پر ہی جان جان آفریں کے سپرد کر چکے تھے، ہسپتال کے ڈاکٹر صاحبان نے شہادت کی تصدیق کردی کہ مولانا کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔

مولانا کا آخری خطبہ جمعہ

مولانا حق نوازؒ نے پپلیانوالی مسجد (مسجد حق نواز شہیدؒ) میں (۱۶فروری ۱۹۹۰ء) خطبہ جمعہ کے دوران اپنی شہادت سے متعلق شیعہ سازش کا پردہ چاک کردیا تھا، مولانا نے ارشاد فرمایا......
اور میں دشمنان اصحاب رسولؐ پر یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہم موت اور زندگی برابر کر چکے ہیں، اور

آج میں آپ کو اس بات کا بھی گواہ بناتا ہوں کہ میں نے صدر مملکت (غلام اسحاق خان) کے نام ایک درخواست لکھ دی ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی اور چند دیگر سنی مقتدر علماء کے قتل کا منصوبہ ۲۰ فروری سے لے کر ۲۵ فروری کے درمیان تیار کیا گیا ہے، جس پر ہم صدر مملکت کو مطلع کر رہے ہیں، لیکن یہ بھول جائے یہودی لابی، یہ بھول جائے تخریب کار، یہ بھول جائے عائشہؓ کا دشمن، یہ بھول جائے بدترین کافر، کہ ہم موت سے ڈر کر اس کے کفر پر پردہ ڈال جائیں گے...... نہیں! تو کل بھی کافر تھا آج بھی کافر ہے، تو کل بھی دجال تھا آج بھی دجال ہے، تو کل بھی شیطان تھا آج بھی شیطان ہے، تو کل بھی غنڈہ تھا آج بھی غنڈہ ہے۔

ٹھہریئے آج مجھے بات کر لینے دیجئے، موت اور زندگی میرے رب کے سپرد ہے، میں مطمئن ہوں، میرا ضمیر مطمئن ہے کہ میں نے زندگی صحابہ کی مدح میں اور حضرت عائشہؓ کے دوپٹے کی عفت کو بیان کرتے گزار چھوڑی ہے، میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ خدانخواستہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو میرے قتل میں ایران کا ہاتھ اور پاکستانی وڈیروں کا ہاتھ ہوگا، یہ میرے ملزم متعین ہونگے، ہوسکتا ہے کہ ہم نہ رہیں، لیکن یہ تم پر واضح ہے کہ یہ ہمارے ملزم متعین ہیں کوئی چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ میرے پاس اطلاع ہے، مصدقہ اطلاع ہے، سازش کی اطلاع ہے، جس پر میں نے صدر اسحاق کو خط لکھا ہے اور تفصیلات لکھی ہیں۔ (۱۵ تاریخ ساز تقریریں ص ۳۵۶، ۳۵۷، مطبوعہ ادارہ نشریات اسلام لاہور، مولانا حق نواز جھنگوی ص ۲۸، مکتبہ خلافت راشدہ وہاڑی)

اوکاڑہ کے جلسے میں پیش گوئی:

مولانا حق نوازؒ نے اوکاڑہ کے چوک میں تاریخ ساز تقریر کی، آپ نے وہاں بھی فرمایا تھا، کوئی علم نہیں کہ زندگی میں پھر ملاقات ہو یا نہ؟ حکومت مجھے مروا دے؟ کوئی علم نہیں کہ شیعہ مجھے مروا دیں، اور آپ کے نوٹس میں شاید یہ بات نہ آئی ہو کہ جھنگ کے شیعوں نے ۶ لاکھ اور ایک مربع زمین انعام مقرر کیا ہے کہ جو حق نواز کا سر لائے، کوئی علم نہیں کہ مجھے کب ختم کر دیا جائے، لیکن میں سچ کہنے سے باز نہیں آؤں گا، اور یہ بھی میں اپنے دوستوں سے کہہ چکا ہوں کہ تم نے کسی کو انگلی تک

نہیں لگانا، ہم قتل وغارت کے قائل نہیں، ہم فساد کے قائل نہیں، میں نے سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کو کہہ دیا ہے کہ تم نے ابتداء کرتے ہوئے کسی کو میلی آنکھ سے بھی نہیں دیکھنا۔ (ایضاً ص ۳۵)

مولانا حق نوازؒ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میں جہاں تقریر کرتا ہوں زندگی کی آخری تقریر سمجھ کر کرتا ہوں، اور بات بھی حقیقت ہے کہ مولانا نے اپنی جان ہر وقت ہتھیلی پر رکھی ہوئی تھی، آپ نے جس مقدس مشن پر کام کا آغاز کیا وہ دشوار گزار اور کٹھن راستہ تھا، اس میں جان کا خطرہ تھا، مخالفت مول لینا تھی، اس میں بے شمار مشکلات کا سامنا تھا، لیکن مولانا کے دل و دماغ میں اس مشن کی عظمت رچ بس چکی تھی، آپ نے تحریک کا آغاز کیا، ہر قسم کی مصیبت برداشت کی، شروع شروع میں عام پبلک گاڑیوں میں سفر کرتے تھے، لیکن جب شہرت ہر طرف پھیلی تو حفظ ماتقدم کے تحت جماعت کی گاڑی میں سفر کرنا شروع کر دیا، پھر جماعت نے آپ کے ساتھ گارڈ مقرر کر دیئے، لیکن مولانا اس کو پسند نہ فرماتے تھے۔ وہ ایک ہی بات ارشاد فرماتے، جو رات قبر میں ہے وہ باہر نہیں اور جو باہر ہے وہ قبر میں نہیں، بہر حال جماعت کے کارکن مولانا کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز و محبوب سمجھتے تھے۔

جس وقت شیعیت کی سازشیں انتہا پر پہنچ گئیں، چھ لاکھ روپیہ انعام اور ۲ مربع زمین الاٹ کر دی گئی، مولانا کے سر کی قیمت شیعیت نے لگا دی، زر خرید فیروز لولو کی نسل در پے قتل ہو گئی، تو مولانا نے اپنے دوستوں کو فرمایا کہ اب مجھے گارڈ کی ضرورت نہیں، معلوم نہیں کس وقت زندگی کی شام ہو جائے اور میری وجہ سے میرے ساتھی بھی آزمائش میں آ جائیں، چنانچہ حکماً آپ نے گارڈ ہٹا دیئے اور عین اس وقت جب آپ کو شہید کیا گیا، آپ اکیلے تھے۔

مولانا شہیدؒ کے قاتل

یوں تو پوری پلاننگ اور منصوبہ بندی کے تحت شیعیت نے مولانا حق نوازؒ کو اپنے راستے سے ہٹایا، ایران نے صادق گنجی مقتول کے ذریعے مولانا کے قتل کا منصوبہ تیار کروایا، ایران کے سابق سفیر صادق گنجی نے پوری پوری سرپرستی اور رہنمائی کی، لونڈوں کو خریدا گیا، ان کی تربیت کی گئی، پھر مولانا کو رات کی تاریکی میں شہید کیا گیا، مولانا کے قاتلوں میں ۴ بدقماشوں کا نام ایف آئی آر میں

درج کرایا گیا، جنہیں شیعہ وڈیروں نے جائیدادیں اور لاکھوں روپے دینے کے بہانے اس مذموم مقصد کے لئے استعمال کیا، یوں ایران اور جھنگ کے وڈیروں کی ملی بھگت سے مولانا کو شہید کیا گیا۔ قاتلوں کے نام یہ ہیں (۱) طاہر حسین (شیعہ) ولد ذوالفقار قوم بھٹی سکنہ محلہ پپلیانوالہ (۲) کاظم حسین ولد محمد یعقوب قوم راجپوت سکنہ پپلیانوالہ (۳) فیض اللہ عرف کا کابلی ولد عزیز اللہ قوم سیال سکنہ جھنگ شہر (۴) محمد نواز ولد خادم حسین سکنہ چوک بازار جھنگ شہر، ان چار بدمعاشوں نے وڈیروں کی شہ پر مولاناؒ کو شہید کیا اور یوں دنیا و عقبیٰ برباد کی، ان بدبختوں نے بے دردی سے گولیاں چلائیں۔ ان میں فیض اللہ، امان اللہ سیال (جو کہ مولانا حق نواز شہیدؒ سے لے کر مولانا اعظم طارق شہیدؒ کے قتل میں نامزد ملزم ہے) کا چچازاد بھائی ہے۔

عابدہ حسین و سردار ظفر اقبال

یہ بات مسلم ہے کہ چھوٹے موٹے شیعہ کو اتنی بڑی ہمت نہیں ہو سکتی، اس افسوسناک سانحہ میں مسلم لیگ کی سیدہ عابدہ حسین (شیعہ) پوری پوری ملوث ہیں، صادق گنجی اور ایران کی سوچ بھی کارفرما ہے، پاکستانی شیعوں کی سیاسی و مذہبی تنظیموں کی باہمی فکر و سوچ کے بعد مولانا حق نوازؒ کو شہید کیا گیا، سردار ظفر عباس (شیعہ) اور دیگر اہل تشیع نے مولانا حق نوازؒ کا سر لانے کے لئے چھ لاکھ کا انعام اور دو مربع زمین کا اعلان کیا، سردار ظفر عباس نے اس سے قبل مولانا حق نوازؒ پر ۲۸ ۱ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں حملہ کرایا، جس میں مولانا بال بال بچ گئے تھے، مولانا حق نوازؒ کے دو قاتلوں کو سیدہ عابدہ حسین نے اپنی کوٹھی میں پناہ دی، پولیس نے انہیں عابدہ حسین کی کوٹھی سے گرفتار کیا اور ایک ملزم امان اللہ سیال کے گھر سے گرفتار کیا گیا۔

صادق گنجی

ایرانی سفیر صادق گنجی کو بعد میں لاہور کی دھرتی پہ جہنم واصل کر دیا گیا تھا۔ غازی حق نواز شہیدؒ نے ایرانی سفیر کو گولیاں ماریں، اس کے منہ پر تھوکا اور چلتا بنا۔ پولیس نے گھیرے میں لے لیا، غازی کئی سال تک جیلوں کی تاریک کوٹھڑیوں میں رہا۔ بالآخر میانوالی کی جیل میں ۲۰۰۱ء میں نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کی گونج میں، کافر کافر شیعہ کافر کا نعرہ لگاتے ہوئے پھانسی کے پھندے پہ جھول گیا۔

غازی حق نواز شہیدؒ کو اپنے قائد مولانا حق نواز شہیدؒ کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔

احتجاج

مولانا حق نوازؒ کی شہادت کے بعد دوسرے روز (۲۳ فروری) پورے ملک میں احتجاجی جلوس نکالے گئے اور حکومت سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ مولانا کے قاتلوں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ سابق وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد نواز شریف نے انتظامیہ کو فوراً چالان پیش کرنے کا حکم دیا اور انہیں تمام معاملات سے مطلع رکھنے کا حکم دیا۔ مظاہرین کو صبر وتحمل کا حکم دیا گیا، لیکن سارا ملک سراپا احتجاج بن چکا تھا، کئی روز تک احتجاجی مظاہرے ہوتے رہے۔ (روزنامہ جنگ، نوائے وقت، مشرق، مرکز، امروز)

نماز جنازہ

شہید ناموسِ صحابہؓ، امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی نماز جنازہ حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمتہ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ نماز جنازہ کے موقع پر حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دو جنازوں میں فرشتوں کو جنازہ میں روتے دیکھا ہے ایک مولانا احمد علی لاہوریؒ، دوسرے حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے جنازے میں۔ (خلافت راشدہ)

جھنگ کی تاریخ میں مولانا حق نوازؒ شہید کا پہلا جنازہ تھا جس میں ہزاروں افراد شریک ہوئے، اس سے پہلے اتنا بڑا تاریخ ساز جنازہ کسی کا نہیں ہوا، ایک اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی، باوجودیکہ اس دن جھنگ کی طرف جانے والی ٹرانسپورٹ بند تھی، جھنگ شہر کرفیو کی لپیٹ میں تھا، پنجاب، بلوچستان، سرحد، سندھ، اور کشمیر سے عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ امیر عزیمتؒ کو گلشنِ جھنگوی شہیدؒ کے احاطے میں سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں اب حضرتؒ کے پہلو میں حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، حضرت مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، حضرت مولانا مختار احمد سیال شہیدؒ، غازی حق نواز شہیدؒ، صاحبزادہ اظہار الحق شہیدؒ اور شہید ملت اسلامیہ حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ محوِ استراحت ہیں۔

صوبائی و مرکزی حکومت کی بے حسی

امیرِ عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ نے جلسہ ہائے عام میں شیعہ کی تخریب کاری سے آگاہ فرمایا، اپنے قتل سے متعلق حکومت کو مطلع کیا، صدر اسحاق صاحب کو خط لکھا، لیکن اس کے باوجود صوبے میں مسلم لیگ کی حکومت تھی، نواز شریف وزیر اعلیٰ تھے، مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت تھی، بے نظیر بھٹو وزیر اعظم تھیں، لیکن حکومت کی بے حسی پر تعجب ہوتا ہے کہ لاکھوں کروڑوں روپے امن و امان کی بحالی، انتظامیہ کی تنخواہوں، ملکی سرحدوں کے تحفظ، اندرونی و بیرونی خلفشار سے تحفظ اور پولیس کی فوج ظفر موج پر خرچ کئے جاتے ہیں، پھر بھی انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں، اگر مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے انتباہ پر نوٹس لے لیا جاتا، تو شاید یہ سانحہ جانکاہ رونما نہ ہوتا، باقی قسمت کا لکھا ٹل نہیں سکتا، لیکن کسی کو نے کھردرے سے ہمیں یہ اطلاع نہیں ملی کہ حکومت نے تحفظ فراہم کیا ہو۔

قریب ہے روزِ محشر چھپے گا یہ کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

مولانا شہیدؒ کی شہادت کے بعد جلوس نکلے، شیعوں نے کلاشنکوفوں کے منہ اہل سنت کی طرف موڑ دیئے، سنیوں کے جلوس پر فائرنگ کی گئی، ایک سنی سپاہی آصف ندیم کو شہید کر دیا گیا، اسی طرح مسلسل شیعہ ذاکرین اپنے پیروکاروں کو تخریب کاری پر اُکساتے رہے، مجبوراً حکومت کو کرفیو لگانا پڑا، کاروبار زندگی معطل کیا گیا، لوگ گھروں میں سہم کر رہ گئے، اشیاء خورد و نوش کی قلت اور شہر کے حالات مخدوش ہوئے، یہ ساری کارستانی شیعہ کی تھی، ابتداء شیعہ نے کی، اس طرح قتل و غارت کا بازار گرم کیا گیا، جس سلسلہ کا آغاز شیعہ نے کیا، تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہزاروں بے گناہ سنی شیعہ اس فتنہ کی نذر ہو چکے ہیں، سنی اپنے کام پر جا رہا ہے، اسے برسٹ مار کر شہید کر دیا گیا، شیعہ اپنے کام پر جا رہا ہے اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا، ابتداء شیعوں نے کی، پھر یہ سلسلہ دراز ہوتا گیا، یہ آگ پھیلتی گئی۔ پندرہ سو سے زائد سپاہ صحابہؓ کے کارکن شہید ہو چکے ہیں اور پانچ سو کے لگ بھگ شیعہ کے کارکن بھی ہلاک ہو چکے ہیں، اگر شیعہ یہ مذموم حرکت نہ کرتے تو شاید جوابی کارروائی

نہ ہوتی۔

مولانا کی شہادت سے سبق

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ خون کا نذرانہ دے گئے، زندگی شیروں کی طرح گزار گئے، شیروں کی طرح گرجتے رہے اور اپنی شہادت سے سنی قوم کو یہ سبق سکھا گئے ہیں کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے، موت آنی ہے جرأت سے مشن بیان کر...... غیرت و حمیت پیدا کر...... زندگی شیروں کی طرح گزار...... اور موت کے آہنی پنجے کے لیے تیار ہو جا...... مولانا کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہؓ میں بے شمار علماء و نوجوان شامل ہو گئے...... بڑے قیمتی، متحرک کارکن، ذہین و فطین لوگ اس جماعت میں شامل ہو کر عظمت صحابہؓ کا کام کر رہے ہیں، اس وقت پاکستان میں اساسی و نظریاتی بنیادوں پر مذہبی کام کرنے والی سپاہ صحابہؓ سے بڑی جماعت کوئی نہیں ہے، سپاہ صحابہؓ کے کارکن پاکستان کے ہر محلّہ اور ہر گلی میں موجود ہیں۔ سپاہِ صحابہؓ نے جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام، جمعیت علماء پاکستان، خدام اہل سنت، تنظیم اہلسنت، غرضیکہ تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کا رخ اپنی طرف موڑ لیا ہے، نوجوان جوق در جوق اس میں اب بھی شامل ہو رہے ہیں...... اللہ تعالیٰ سپاہ صحابہ کو ہر محاذ پر فتح و نصرت سے نوازے۔ آمین ثم آمین

مقدمہ قتل کا عدالتی فیصلہ

سپاہ صحابہؓ پاکستان کے قانونی مشیر محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ نے مولانا کے سانحہ شہادت پر جو مقدمہ کرایا، اس کی رپورٹ یہ ہے: ''۱۹۷۳ء میں مولانا حق نواز جھنگویؒ جامع مسجد پپلیانوالی جھنگ صدر میں بطور امام و خطیب تشریف لائے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا، اور پہلی مرتبہ عوام الناس میں متعارف ہوئے۔ بعد ازاں ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور کردار ادا کیا، جس وجہ سے آپ سیاسی میدان میں ایک مذہبی راہنما کے ساتھ ساتھ سیاسی لیڈر کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے، اس دوران 16 ایم پی او اور D.P.R کے تحت مختلف مقدمات میں متعدد بار پابند سلاسل ہوئے، ۱۹۸۰ء میں ایران میں خمینی انقلاب آنے کے بعد مولانا جھنگویؒ شہید کی سوچ کا دھارا بدل گیا، کیونکہ ظاہری طور پر اگرچہ خمینی نے اپنے آپ کو

قائد اسلامی انقلاب کے نام سے متعارف کرایا تھا لیکن اپنی تحریر کردہ کتابوں کے آئینے میں اس کی اصل شکل نظر آتی ہے۔ خمینی کے دجل اور منافقت کو مسلمانوں کے سامنے منظر عام پر لانے کے لئے مولانا جھنگوی شہیدؒ وکیل صحابہؓ کی حیثیت سے میدان میں آئے، اور پورے ملک میں خمینی کے خلاف اعلان جہاد کیا، جس وجہ سے ایران کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہو گیا، اور اس طرح دشمنان صحابہؓ نے مولانا مرحوم کے قتل کا پروگرام بنایا، پہلا قاتلانہ حملہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں کیا جس میں مولانا جھنگویؒ بال بال بچ گئے، آخر ۲۲ فروری بوقت ۸:۱۵ بجے رات جب مولانا ایک شادی میں شرکت کے لئے جونہی اپنے گھر سے نکلے تو مسمیان (۱) طاہر حسین ولد ذوالفقار قوم بھٹی سکنہ محلّہ پپلیانوالہ (۲) کاظم حسین ولد یعقوب قوم راجپوت سکنہ محلّہ پپلیانوالہ (۳) فیض اللہ عرف کابلی ولد عزیز اللہ قوم سیال سکنہ جھنگ شہر (۴) محمد نواز ولد خادم حسین سکنہ چوک بازار جھنگ شہر۔ (تمام ملزمان شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں) نے شیعہ جاگیرداروں کے ایماء پر مولانا پر پستولوں سے فائرنگ کی، جس سے مولانا جھنگویؒ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے اور اس طرح صحابہؓ کی وکالت کے صلہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ مقدمہ قتل مختلف مراحل سے گزرتا ہوا میاں عبداللطیف صاحب ایڈیشنل سیشن جج جھنگ کی عدالت میں پہنچا، موصوف نے ۶ مئی ۱۹۹۱ء مقدمہ کی سماعت کی تاریخ پیشی مقرر کرتے ہوئے گواہان استغاثہ کو طلب کیا، ۶ مئی کو صبح سویرے ہی حفاظتی انتظامات کے پیش نظر میاں عبداللطیف جج صاحب موصوف کی عدالت کو پولیس نے گھیرے میں لیا ہوا تھا، پنجاب کانسٹیبلری کو خاص طور پر طلب کیا گیا تھا، عدالت میں ملزمان کے علاوہ صرف فریقین کے وکلاء کو عدالت کے اندر جانے کی اجازت تھی، استغاثہ کی طرف سے سرکاری وکیل رانا سلیم اختر اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی کے علاوہ مشہور فوجداری سینئر وکلاء شیخ محی الدین صدیقی ایڈووکیٹ اور چوہدری نذیر احمد اختر ایڈووکیٹ کے علاوہ راقم الحروف نے پیروی کی، جبکہ ملزمان کی طرف سے رائے عبداللہ بھٹی اور حامد عبداللہ ایڈووکیٹ پیش ہوئے، مقدمہ کی سماعت مسلسل تین روز جاری رہی، پہلے روز استغاثہ کی طرف سے ڈاکٹر ظفر اقبال میڈیکل آفیسر، ملک شیر ہیڈ کانسٹیبل، خان محمد کانسٹیبل محمد رفیق اے ایس آئی اور ملک نور محمد مدعی وغیرہ کے بیانات قلمبند ہوئے، دوسرے روز حاجی اللہ وسایا چشم دید گواہ کا بیان قلمبند ہوا۔

مذکورہ بالا گواہان نے استغاثہ کی مکمل طور پر تائید کی، تیسرے روز تفتیشی مہر رب نواز انسپکٹر، ایس ایچ او کوتوالی جھنگ کا بیان قلمبند ہوا، اس کے بیان کے بعد استغاثہ نے اپنی شہادت ختم کر دی، اس کے فوراً بعد ملزمان نے اپنے بیانات قلمبند کراتے ہوئے کہا کہ ہم اس مقدمہ میں بے گناہ ہیں، ہمیں صرف شیخ محمد اقبال سابق ایم پی اے کے کہنے پر مقدمہ میں ملوث کیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل دلچسپی ہے کہ ملزمان کے بیانات سے قبل گواہان استغاثہ پر جرح کرتے ہوئے وکیل صفائی نے مولانا جھنگوی شہید اور انجمن سپاہ صحابہؓ کی شیخ محمد اقبال مذکورہ کیساتھ دشمنی (دشمنی ہے بھی) کا حوالہ دیا۔ لیکن ملزمان کی طرف سے یہ موقف اختیار کیا گیا کہ انجمن سپاہ صحابہؓ نے شیخ محمد اقبال (جو کہ سپاہ صحابہؓ کا دشمن ہے) کے ایماء پر ملزمان کے خلاف مقدمہ بنایا ہے، جبکہ یہ مسلمہ اصول ہے کہ اپنے دشمن کے کہنے پر تو کوئی بھی کسی کے خلاف مقدمہ نہیں کراتا، بہر حال ملزمان کے بیانات قلمبند ہونے کے بعد ملزمان نے اپنی صفائی میں تھانہ صدر کا محرر پیش کرنے کے علاوہ چند دستاویزات پیش کیں۔ اس کے بعد عدالت نے وکلاء فریقین کے دلائل سماعت کئے، وکلاء استغاثہ نے اپنے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ مولانا مرحوم اپنی زندگی میں صحابہ کرامؓ کے فضائل بیان کیا کرتے تھے اور شیعہ جو صحابہ کرامؓ پر اعتراض کرتے ہیں، مولانا مرحوم دلائل کے ساتھ ان کا رد کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ کا دفاع کیا کرتے تھے اور یہی بات دشمنان صحابہؓ کو برداشت نہیں تھی، اس لئے ملزمان نے جو کہ شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، مولانا جھنگوی شہید کو قتل کر دیا۔

استغاثہ کی طرف سے تمام گواہان نے ہمارے مقدمہ کی تائید کی ہے، ملزمان کو غلط ملوث کرنے کی کوئی وجہ نہ ہو سکی ہے، کیونکہ ملزمان سے نہ ہی مولانا مرحوم کی کوئی ذاتی دشمنی تھی اور نہ ہی انجمن سپاہ صحابہؓ کی اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ ملزمان شیعہ ہیں، انہیں ملوث کیا گیا ہے تو یہ بات بھی تسلیم نہیں کی جا سکتی، کیونکہ شیعہ تو ہزاروں کی تعداد میں ہیں، اگر ہم نے شیعہ ہونے کی بناء پر کسی کو ملوث کرنا ہوتا تو ہم بڑے بڑے شیعہ سرمایہ داروں، شیعہ لیڈروں اور شیعہ ذاکروں کو ملوث کرتے، جبکہ ملزمان تو عام آدمی ہیں لیکن ملزمان نے چونکہ یہ وقوعہ کیا ہے اس لئے انہیں ملوث کیا گیا ہے وکلاء استغاثہ نے مزید دلائل دیتے ہوئے کہا کہ چونکہ F.I.R وقوعہ کے فوراً بعد درج کرا دی گئی تھی، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملزمان کے بغیر مشورہ کے نامزد کیا گیا ہے، جبکہ وکلاء صفائی نے اپنے دلائل

ہوئے کہا کہ ملزمان بالکل بے گناہ ہیں، ان کے نام شیخ محمد اقبال کے کہنے پر چونکہ FIR درج کرانے میں ۵۰ منٹ کی تاخیر ہے، اس لئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملزمان کے نام مشورہ سے دیئے گئے ہیں، بعدازاں جج صاحب موصوف نے فیصلہ سناتے ہوئے مسمیان طاہر حسین اور محمد نواز ملزمان کو سزائے موت اور فیض اللہ عرف کا کابلی و کاظم حسین ملزمان کو عمر قید کی سزا کا حکم سنایا علاوہ ازیں ہر ملزم کو ۵۰، ۵۰ ہزار روپے جرمانہ کی سزا بھی سنائی گئی جس میں سے ہر ملزم ۲۵، ۲۵ ہزار روپے مقتول کے ورثاء کو ادا کرے گا۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ملزمان نے جھنگ سے مقدمہ کو دوسرے ضلع میں منتقل کرانے کیلئے لاہور ہائی کورٹ درخواست گزاری تھی اور یہ موقف اختیار کیا تھا کہ دوران سماعت مقدمہ شہر میں امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا، لیکن ہائی کورٹ لاہور نے ملزمان کے موقف سے اتفاق نہ کرتے ہوئے درخواست برائے منتقلی مقدمہ مورخہ ۷ مئی ۱۹۹۱ء کو خارج کر دی تھی اور دوران سماعت مقدمہ یہ بات ثابت بھی ہوگئی کہ شہر میں کسی قسم کا کوئی خوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا، عدالت میں بھی تمام کارروائی پرسکون اور خوشگوار ماحول میں ہوئی، جج موصوف نے انصاف کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے عدل وانصاف کا بول بالا کیا، اور ملزمان کو قانون وواقعات کے مطابق مذکورہ بالا سزا کا حکم صادر فرمایا، حکم سنانے سے قبل جج موصوف نے فریقین کے وکلاء کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے عدالت کے ساتھ مکمل تعاون کیا، اس طرح وکلاء کو اپنا اپنا موقف پیش کرنے کا پورا پورا موقعہ دیا، اب ملزمان مذکورہ فیصلہ کے دوران سماعت (چند دنوں) کے اندر اپیل وائر کریں گے اور جن ملزمان کو عمر قید کی سزا ہوئی ہے ان کو بھی سزائے موت دلوانے کے لئے مدعی کی طرف سے ہائی کورٹ لاہور میں نگرانی دائر کی جائے گی تاکہ ملزمان اپنے انجام کو پہنچ سکیں۔ (محمد سلیم بٹ قانونی مشیر سپاہ صحابہ پاکستان)

حق نواز شہیدؒ......دو اہم مکتوبات

ذیل میں مولانا حق نواز شہیدؒ کے دو مکتوبات نقل کئے جا رہے ہیں ان میں ایک سپاہ صحابہؓ کے اراکین کے نام ہے اور دوسرا صدر پاکستان جناب غلام اسحاق خان کے نام ہے۔

اراکین سپاہ صحابہؓ کے نام قائد کا مکتوب

ستمبر ۱۹۸۹ء، ذیقعد ۱۴۰۸ھ

میرے عظیم ہم سفرو!

ہم اپنی تحریک کے دوسرے مرحلے میں داخل ہو رہے ہیں، اس مرحلے میں ساتھیوں کو مقصد اور منزل سے محبت اور عقیدت کے ساتھ نشان ہائے منزل اور جادہ وراہ سے شناسائی میں مدد ملے گی۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے تحفظ اور آپ کے قدسی صفات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت و ناموس کے دفاع کے لئے میری آواز پر لبیک کہی ہے، میں قیامت کے روز گواہی دوں گا کہ دین حق کی قندیل کو بجھانے کے لئے جب آتش پرستوں کے جانشینوں نے اپنے ناپاک منہ کھولے تھے اس وقت ان دیوانوں نے اس روشن قندیل کو اپنے سینے سے لگایا تھا۔

اور آپ بھی گواہ رہنا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسولؐ اور آپ کے دین اور آپ کے صحابہؓ کی عظمت و محبت کے دیپ جلانے اور اسے گلی گلی اجاگر کرنے میں اپنی قدرت کی حد تک کوئی کوتاہی نہیں کی، میں قسم کھاتا ہوں، اس ذات پاک کی، جس نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جانثار سچے مومنین اصحابؓ کا انتخاب فرمایا کہ میری دعوت اللہ تعالیٰ کی محبت رسول اللہ کے عشق اور آپ کا کامل اتباع اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بیت نبویؐ کی عظمت و عقیدت کے سوا کچھ نہیں، میں نے کل بھی کہا تھا اور آج بھی کہتا ہوں کہ میری جان اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور میں اسے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے استعمال کرنا پسند کروں گا۔

اگر اللہ تعالیٰ کے دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، قرآن کریم کا انکار کیا جا رہا ہو، ختم نبوت جیسے بنیادی عقیدہ کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہوں، شعائر اللہ کو پامال کیا جا رہا ہو تو میں حرام سمجھتا ہوں اس جینے کو جو ان تمام چیزوں کو سمجھوتہ کر کے حاصل کیا جائے۔

میرے قابل قدر ساتھیو!...... اپنے اپنے حلقے کے کنونشن کامیاب بنائیں اور انجمن کی رکن سازی کا کام تیز کر دیں، اپنے ساتھیوں تک لٹریچر پہنچائیں، خود مطالعہ کریں اور دوسروں کو

پڑھائیں، ان شاء اللہ جو بھائی ابھی تک تذبذب کا شکار ہیں، عنقریب وہ بھی آپ سے آملیں گے اور ان کے سامنے مسئلے کی اہمیت واضح کریں، اور ذہن سازی کریں، اللہ آپ کا حامی و مددگار ہو گا۔

والسلام

حق نواز جھنگوی (۴ ذیقعدہ) جھنگ

غلام اسحاق خان کے نام مکتوب

بخدمت جناب صدر پاکستان

جناب عالی!

گزارش ہے کہ سائل کا شمار علمائے دین میں ہوتا ہے، جس کو اہل سنت والجماعت میں ملک گیر شہرت حاصل ہے سائل آل پاکستان سپاہ صحابہؓ تنظیم کا بانی و سرپرست اعلیٰ اور جامعہ محمودیہ جھنگ صدر کا مہتمم بھی ہے۔

مقامی عوام میں مقبولیت کے باعث عوام کے پرزور اصرار پر گزشتہ الیکشن (نومبر ۱۹۸۸ء) برائے سیٹ نمبری ۶۸، این اے جھنگ نمبر ۳ برخلاف سیدہ عابدہ حسین، سید ذوالفقار علی بخاری (حال سفیر چین) وغیرہ حصہ لیا تھا اور ۳۹۰۰۰ سے زائد ووٹ حاصل کئے، شہری حلقہ میں سائل کو مخالف امیدواروں کے مقابلے میں تقریباً ۱۵۰۰۰ ووٹوں کی برتری حاصل ہوئی، آئندہ بھی ضلع ہذا میں الیکشن میں حصہ لینے کا ارادہ رکھتا ہے، اپنے عقائد کے مطابق اہل تشیع اور خانہ کعبہ میں برموقعِ حج ایرانی تخریب کاری کی نازیبا حرکات پر تنقید کرنے کا امتیازی ریکارڈ رکھتا ہے اور اس وجہ سے سائل کو وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی مقدمہ میں الجھا دیا جاتا ہے اور اس وقت سائل کے خلاف دو فرضی مقدمات قتل بھی زیر سماعت ہیں، تا حال جملہ مقدمات کی تعداد تقریباً ۱۰۰ تک پہنچ چکی ہے، لیکن الحمدللہ مخالفین تا حال اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں، اس لیئے اب وہ سائل کو ٹھکانے لگانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

چنانچہ مورخہ ۱۹/اکتوبر ۱۹۸۹ء کی شب جبکہ سائل مع محمد یوسف مجاہد جنرل سیکرٹری سپاہ صحابہؓ سرگودھا سے واپس جھنگ آ رہا تھا تو جھنگ سے کچھ فاصلے پر مجھ پر فائرنگ کی گئی، جو بے اثر

ثابت ہوئی، البتہ خشت باری سے کار کا عقبی شیشہ ٹوٹ گیا اور محمد یوسف مجاہد صاحب زخمی ہو گئے، جس کی بابت ابتدائی رپورٹ مورخہ 89-10-25 کو طفیل علی نامی شخص سکنہ جڑانوالہ کے ذریعے سائل پر قاتلانہ حملہ کرنے کی کوشش کی گئی، جس کا ملزم نے اقبال جرم بھی کیا، چنانچہ مذکورہ مجرم کو پکڑ کر حوالہ پولیس کیا گیا۔ (نقل رپورٹ ابتدائی لف ہذا ہے)

حال ہی میں سائل کو باوثوق بیرون ملک ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ سائل اور چند دیگر سنی علماء کرام اور قائدین سپاہ صحابہؓ پاکستان کو بیرون ملک تخریبی عناصر کے ذریعے ایک خاص پلاننگ (Planning) کے تحت ختم کرانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ جس پر عمل درآمد مورخہ ۲۰/۲/۹۰ سے شروع ہوگا۔ مقامی طور پر مندرجہ ذیل اشخاص ایرانی تخریب کاروں کے نمائندہ ہیں۔ (یہاں نام درج نہیں کیے جاسکتے، دوسری جگہ اشارہ موجود ہے۔)

اندریں حالات من سائل اور اس کے متعلقین کی جان و مال کو شدید خطرہ لاحق ہے اور معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر حکومت وقت کا فرض ہے کہ ایسی ممکنہ تخریب کاری کا تدارک کرے اور سائل اور متعلقین کے تحفظ کا بندوبست بھی کرے، کیونکہ حال ہی میں ہفت روزہ ( ) کے اداریے کے ذریعے من سائل کو سزا بھگتنے کی دھمکی دی گئی ہے جو کہ مندرجہ بالا منصوبہ کی ایک کڑی ہے۔

عرضے

حق نواز جھنگوی

سرپرست اعلیٰ انجمن سپاہ صحابہ پاکستان

جھنگ صدر

مہتمم جامعہ محمودیہ گوجرہ روڈ، جھنگ

......☆......

خدا جانے اس خط میں مولانا شہید کی کیا حکمت پنہاں تھی، ورنہ وہ ہر تقریر زندگی کی آخری تقریر سمجھ کر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ زندگی اور موت کو برابر کر چکا ہوں، جو رات قبر میں ہے وہ باہر نہیں اور جو باہر ہے وہ اندر نہیں، اور مولانا کے جملہ خطبات اسی جملہ کی عکاسی وغمازی کرتے ہیں۔ مولانا کو شہادت کا خطرہ قطعاً دامن گیر نہ تھا، بلکہ وہ جان ہتھیلی پہ رکھے ہوئے اس کفر کی تخریب

کاری سے حکومت کو چوکنا کرنا چاہتے تھے۔

حق نواز شہیدؒ رویائے صالحہ میں

سچے خواب مبشرات نبوت میں سے ہیں، ارشاد رسالت ہے "مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے"۔ امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد بہت سے لوگوں نے ان کی خواب میں زیارت کی...... خواب اگرچہ سند یا آسمانی سرٹیفکیٹ نہیں ہوتا لیکن پھر بھی اچھا اور عمدہ خواب تسکین روح اور تطمین خواطر کا باعث ضرور بنتا ہے اور پھر مولانا شہیدؒ کو جن لوگوں نے خواب میں دیکھا وہ تو انتہائی مسرت اور شادمانی کی بات ہے، ہمارے لئے باعث سعادت اور سبب افتخار و ناز ہے، ہم ان خوابوں کی فہرست مولانا محمد الیاس صاحب بالاکوٹی کی مایہ ناز کتاب "امیر عزیمت" سے نقل کر رہے ہیں۔

حاجی عبدالحمید کا خواب

مولانا بالاکوٹی رقمطراز ہیں "جھنگ بازار جھنگ صدر کے حاجی صاحب ایک صالح آدمی ہیں ان کا بیان ہے کہ ایک رات فجر کی اذانوں سے پہلے میں نے دیکھا...... جبکہ میرے ساتھ دیگر افراد بھی ہیں، جن میں مولانا حبیب الرحمٰن ہزاروی شامل ہیں، میں نے فضا کی طرف دیکھا، آسمان پر سفید شفاف روشنی سے لکھا تھا، "مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ" میں نے صبح مولانا ہزاروی سے بیان کیا کہ رات آپ میرے ساتھ تھے، جب میں نے حضرت شہید مرحوم و مغفور کو دیکھا، انہوں نے کہا یہ بڑا عمدہ خواب ہے اور حضرت کی شہادت کی قبولیت کی علامت ہے۔

محمد رمضان صاحب کا خواب

غلہ منڈی جھنگ صدر کے جناب محمد رمضان صاحب کا بیان ہے کہ ایک رات میں حضرت کی شہادت اور جدائی کے غم میں روتے روتے سو گیا...... خواب میں حضرت مولانا کی زیارت ہوئی...... فرمایا تم کیوں رو رہے ہو...... میں تو بڑے مزے میں ہوں، اور آرام میں

ہوں...... دیکھو تو حکومت نے میرے خلاف کتنے مقدمات بنا رکھے تھے، قتل، ڈکیتی، قانون شکنی وغیرہ، تو اگر مجھے کسی مقدمہ میں الجھا کر تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا تو کیا اچھا رہتا؟ یا یوں اچھا ہوا کہ میں عزت کی موت مرا ہوں، اور بخشا گیا ہوں۔

مولانا بالاکوٹی کا خواب

مولانا محمد الیاس بالاکوٹی لکھتے ہیں "ہماری تشکیل رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ میں مٹھن کوٹ کے علاقے میں ہوئی، ایک رات خواب میں مجھے سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت نصیب ہوئی، میں دیکھتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں نہایت خوبصوت اور صاف سفید لباس میں ملبوس ہیں اور ان کے سامنے ایک بہت بڑا مجمع ہے آپ بہت زوردار آواز میں خطاب فرما رہے ہیں، اور ارشاد ہوتا ہے کہ صدر انجمن سپاہ صحابہؓ (حضرت مولانا حق نواز) کو شہید کر دیا گیا اور تم لوگ آرام سے بیٹھے ہو، تم نے تو شیعوں کو کافر کہنا بھی چھوڑ دیا ہے، آپ کا یہ ارشاد سن کر سارا مجمع بیک زبان کافر کافر شیعہ کافر کہنے لگ گیا۔ میں نے اس خواب کا تذکرہ مولانا جمشید صاحب مدظلہم سے کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ خواب کثرت سے درود شریف پڑھنے کی برکت سے دیکھا گیا......۔ (امیر عزیمت ص ۳۱۱)

مولانا محمد مکی کا خواب

حضرت پیر عبدالحیٔ صاحب بہلوی مولانا محمد مکی سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے خواب میں رحمت کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لاتے دیکھا، چاروں خلفائے راشدین آپ کی معیت میں تھے، ساتھ ایک چھوٹے سے قد کے آدمی جن کے ساتھ ایک بچہ تھا چلے آرہے ہیں، میرے عرض کرنے پر فرمایا، کہ یہ حق نواز جھنگوی ہیں، انہیں جنت پہنچانے جا رہا ہوں۔ (سبحان اللہ)

مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کا خواب

انیس، بیس مارچ ۱۹۹۰ء پیر منگل کی درمیانی شب قبل الفجر میں نے دیکھا کہ حضرت امیر

عزیمت اور میں ایک لمبی سی پلی سے گزر رہے ہیں، کہ اچانک ایک سیاہ رنگ کا موٹا کتا دوڑتا ہوا آیا، اور مولانا پر حملہ آور ہوا، آپ کو گلے سے کاٹ کھایا...... پھر وہی کتا میری طرف لپکا اور میرے بائیں بازو کو کاٹنے لگا، میں نے ایک جھٹکے سے اسے زمین پر پٹخ دیا، یہ منظر دیکھ کر علامہ جھنگوی نے فرمایا اس نے مجھے تو شہید کر دیا ہے تمہیں بھی زخمی کرے گا۔

یہ شہادت کے بعد حضرت کی پیشگوئی ثابت ہوئی، خواب کے ٹھیک چار دن بعد مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ ایک رافضی کے ہاتھوں اس طرح زخمی ہوئے کہ پستول کی ایک گولی بائیں بازو کی کلائی سے آر پار ہوگئی اور دوسری دل کے قریب سے گزر کر پیٹ میں جا گھسی، جو آپریشن کے ذریعہ نکالی گئی، مولانا اعظم طارق شہیدؒ نے یہ خواب دفاع صحابہؓ کانفرنس جھنگ میں سنایا اور فرمایا کہ میں نے مولانا سے یہ بات سن کر" یہ تمہیں بھی زخمی کرے گا" پوچھا تھا، حضرت پھر اس کا علاج، تو جواب میں صرف دو الفاظ ارشاد فرمائے" اسلحہ اور تنظیم"

امام خانہ کعبہ کا خواب

سید مسعود الحسن شاہ صاحب آف حویلی لکھا، کا بیان ہے کہ حضرت مولانا محمد مکی صاحب نے فرمایا مجھے کام کے لئے چھٹی چاہئے تھی، حضرت امام کعبہ کی خدمت میں اگلے دن کی چھٹی کے لئے حاضر ہوا انہوں نے پہنچتے ہی پوچھا، بھائی یہ پاکستان کے حق نواز کون ہیں؟ میں نے کہا آپ ان کا کیسے پوچھتے ہیں؟ تو فرمایا، رات میں نے خواب میں سرور کائنات ﷺ کو دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، آپؐ کے دائیں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور بائیں حضرت عمرؓ آرہے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ابو بکرؓ ہیں اور یہ عمر فاروقؓ۔ انہیں تو میں جانتا ہوں، یہ کون ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،" یہ میرا بیٹا حق نواز ہے، جو میرے صحابہؓ کی عزت پر قربان ہو گیا"

صوفی امتیاز کا خواب

صوفی امتیاز صاحب آف سرگودھا کا بیان ہے، حضرت مولانا کی شہادت کی بعد میرے ذہن پر بڑا فکر سوار تھا، میں تبلیغی سلسلے میں تبلیغی جماعت میں گیا ہوا تھا۔ ذمہ دار بھی میں ہی تھا، ہماری

تشکیل ہوئی، اور رائے ونڈ سے مقررہ مقام پر پہنچے، وہاں ایک مرتبہ رات کا پچھلا پہر تھا، میں کیا دیکھتا ہوں کہ بہت خوبصورت سفید محل ہے، میں اس تک سائیکل سے پہنچا، سائیکل ایک طرف کھڑا کر کے اندر گیا، دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا حق نوازؒ ایک خوبصورت مسہری پر ایک سبز و نیلے رنگ کی جھالروں والے گاؤ تکیہ پر دائیں بازو پر ٹیک لگائے ہوئے اور بایاں ہاتھ ران پر رکھے تشریف فرما ہیں۔

آپؒ کے سر، سینے، اور گھٹنے سے خون بہہ رہا ہے، آپ نے مجھے پہچان لیا، فوراً پوچھا، امتیاز کیا حال ہے میں نے کہا الحمدللہ اچھا ہے آپ فرمائیں کیا حال احوال ہیں، ہم نے تو سنا ہے کہ آپ کے سر اور سینے میں گولی لگی ہے، یہ آپ کے گھٹنے پر کیسا زخم آ گیا، فرمایا جب گولی لگی تو میں گر پڑا، اس سے میرا گھٹنہ بھی زخمی ہو گیا تھا...... پھر فرمایا یہ محل میری امی عائشہ صدیقہؓ کی طرف سے مجھے ملا ہے اور میرا ایک اور اس سے بھی خوبصورت محل ہے جو مجھے سیدی ابوبکر صدیقؓ کی طرف سے عطیہ ہوا ہے، اگر تم دیکھنا چاہو تو دکھا دوں، میں نے کہا میری اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہوگی، کہ امی عائشہؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھ لوں، وہ میری انگلی پکڑ کر حضرت صدیق اکبرؓ والا محل دکھانے چلے ہی تھے کہ میری آنکھ کھل گئی۔ (امیر عزیمت ص ۳۱۸)



باب ۲۰

حق نواز شہیدؒ رفقاء کی نظر میں

وہ تھا باطل کو گریباں سے پکڑنے والا
جنگ سچائی کی للکار کر لڑنے والا
اہل تزویر تھے حیران کہ آخر ہے یہ کون؟
ان چالوں کو شکنجوں میں جکڑنے والا

(بشیر احمد بشیر)

ذیل میں مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے رفقاء کار کی تحریریں نقل کی جاتی ہیں۔

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ

مولانا حق نوازؒ کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہؓ کی زمام کار سنبھالنے والے، مرد مجاہد، مؤرخ اسلام، قائد اہل سنت، حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ تحریر فرماتے ہیں: ''مختصر سراپا لاغر جسم، جرأت و بسالت سے معمور چہرہ، حریت فکر کی حامل سوچ جمال و جسامت کی مجسم فکر، عظمت کردار کی رعنائی، بے خوف گونج سے چمکنے والی گویائی، فصاحت علم، اور بلاغت عمل کی زیبائی گلشن خیال کی نغمہ آرائی ہے آراستہ ایک شخص افق شرق سے سپیدہ سحر کی مانند نمودار ہوا۔ تھانہ مسن ساحل چناب سے چلا دیارِ غیر میں اترا، حصول علم کے لئے عبدالحکیم، کبیر والہ اور ملتان کے مدرسہ ہائے فکر و نظر سے حظ وافر لے کر معرفت و فضل کے خلعت مرصع سے لیس ہو کر جھنگ کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں علوم الٰہیہ کے دیپ جلانے لگا، اس کی زندگی کا جہاز موسم دھر کے تھپیڑوں میں ناہمواری کے ہچکولے

کھاتا شمشیر آزما سورماؤں سے ہم کلام ہوا، طوفان سے نبرد آزما ہوا، جبر و شکست ایک طرف، استقلال و استقامت دوسری طرف، معرفت و علم کی گنج گراں مایہ ایک جانب اور توکل سرمدی کا سرمایہ دوسری جانب۔

رفتہ رفتہ اس کی روشنی پھیلنے لگی، اس کے افکار مہکنے لگے، اس کے اقوال کے شہ پاروں نے مشام جاں کو معطر کرنا شروع کر دیا، چار دانگ عالم چونک اٹھا، متوجہ ہوا، اس کی جانب بڑھنے لگا، تنہا شخص نے سحر طرازی سے قلوب عالم کو مسخر کرلیا، ہجوم در ہجوم، فوج در فوج اور مفلسوں کا اژدحام اس کے گرد جمع ہوا، ماہتاب کی روشنی کی طرح، آفتاب کی کرنوں کی مانند، اس کی آواز ہر ملک میں پہنچی، ہر خطہ میں گونجی، ہر قریہ میں پھیلی، ہر شہر میں اٹھی، ملکوں ملکوں، گلشن گلشن، صوبہ صوبہ، عرب میں، عجم میں، یورپ میں، افریقہ میں، امریکہ میں، برطانیہ میں اس کا ترجمہ ہوا، اس کی سحر انگیز آواز نے کفر کے گھروندوں میں شگاف ڈالا، اسلام کے نام پر پھیلنے والا کفر سکتے میں رہ گیا، کہ تنہا شخص نے کس طرح حکومتی ایوانوں کو لرزہ براندام کیا، کیونکہ اس نے ایرانی کفر کے تار و پود بکھیرے ہیں، کس طرح ایشیائی مسلمانوں کو رفض کے کفر سے بچا کر لے گیا۔ اس نے عواقب کے اندھیروں سے نکل کر، تختہ ہائے دار کو قریب سے دیکھ کر دامنِ فکر سمیٹا ہے، اسے آشکارہ کیا ہے، اسے قلوب و اذہان میں اُتارا ہے، سنی قوم کو سنیت کے حقوق سے آشنا کیا ہے، کفر اور اسلام میں تمیز سکھائی ہے، یہ سب کچھ کرسی کے لئے نہیں، شہرت کے لئے نہیں، اپنی ناموس کے لئے نہیں دنیا بھر کے اہل سنت کو یلغار سے (جو ایرانی حکومت کی صورت میں جلوہ گر تھی) بچانے کے لئے تھا۔

وہ اس قدر مخلص تھا، صاف نیت تھا، اس کا اندازہ اس کے جنازے سے لگایا جا سکتا ہے، اس شہید کے خون کی سرخی سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ تنہا شخص تھا، اب کروڑوں مسلمان اس پر اشکبار ہیں، اس کی جدائی پر نالہ دل سے زخمی ہیں، اب وہ تنہا شخص نہیں، لاکھوں کروڑوں کے لئے میر کارواں تھے، اس کا فکر مجرب رہا ہے، اس کا نظریہ پھیلا ہے، اس کی حرارت نے گرمی نفس عطا کر دی ہے۔

بالآخر ۲۲ رفروری (۱۹۹۰) کو وہ ہم سے جدا ہوا، تب وہ قائد تھا، ساری قوم کا رہبر تھا، دنیا بھر کا سنی اس کا رضا کار تھا، ہر اختلاف بھول کر ہر شخص اس کے پرچم کے نیچے کھڑا تھا۔ کارواں پھیل رہا ہے، اس کی صدائیں دور افتادہ وادیوں میں بھی نغمہ زن ہیں، اس کا خون راستہ بنا رہا ہے، ہر شہر کا،

ہر بستی کا، ہر دل دماغ کا۔ (ماہنامہ خلافت راشدہ ماہ فروری ۱۹۹۲ء ص ۱۱)

جھنگوی دلوں کو جلاتا رہا، اخوت کے پرچم اڑاتا رہا
ہوا جب کبھی ذکرِ مہر وفا، بہت دیر تک یاد آتا رہا

اے کاش! آج یہاں ہمارا قائد ہوتا، اے اللہ تو ہمارے قائد کی روح تک یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم نے تیرے مشن کی تکمیل کے لئے اسمبلی میں قدم رکھ دیا ہے، مولانا حق نوازؒ کی قبر میں اتر جانے کے بعد ہم چین سے نہیں بیٹھے، اللہ کی توفیق سے ہم پاکستان بھر میں تیرے مشن کی تکمیل کیلئے سنی قوم کو جگانے کی ہر ممکن کوشش کررہے ہیں، ہم دن رات محنت کر کے تیرا پیغام گھر گھر اور بستی بستی پہنچا رہے ہیں، ہم تیرے سامنے سرخرو رہیں گے (انشاء اللہ) اے روح حق نواز تیرے بچے یتیم ہوئے، تیری بیوی بیوہ ہوئی، تو قبر کی پاتال میں گم ہو گیا، ہم بھی اس کے لئے تیار ہیں، آج ہم نے جھنگ کے درو دیوار سے تیری صداقت منوالی ہے۔ (مولانا ایثار القاسمی شہید ص ۴۳ مولفہ راقم الحروف)

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ

میں نے اپنا گھر چھوڑا، میں نے اپنا شہر چھوڑا اس لئے کہ میرے سامنے ایک پروگرام تھا، میں نے اپنے بوڑھے والدین کو چھوڑا، اس لئے کہ میرے سامنے ایک مشن تھا۔ میں اپنے سارے معاملات چھوڑ کر آپ کے شہر میں آیا ہوں اور یہاں آ کر اس بنیاد پر آباد ہوا ہوں کہ آپ نے حق نوازؒ کی ایک آواز پر اس کا ساتھ دیا تھا، اگر آج میں یہاں نہ آتا تو لوگ کہتے کہ حق نوازؒ کے بعد کوئی نہیں، اس کے مشن کا اور کوئی نہیں جو اس کی طرح شیعیت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ کہہ سکے کہ تم کل بھی کافر تھے، آج بھی کافر ہو، قیامت تک کافر رہو گے۔ (ص ۳۹۔ ایثار القاسمی شہیدؒ، مؤلفہ راقم الحروف)

جس منبر پر آج حق نوازؒ کی آواز اٹھائی جا رہی ہے، یہ میرے قائد کی کرسی ہے، آپ نے مجھے اس پر بٹھلایا، آج اگر میں بزدلی کروں، آج اگر میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے سامنے جھک جاؤں، میں ان کی کاسہ لیسی کروں، تو میری زندگی پر لعنت ہے۔ غیور سنیو! میں اس کرسی کا تحفظ کروں گا، اگر میں زندہ رہا تو اس کرسی پر ہاتھ نہیں رکھنے دوں گا، اس منبر اور محراب کے تقدس کو پامال نہیں ہونے دیا جائے گا، کوئی جاگیردار سیاست دان یہ نہ سمجھے کہ وہ دھونس دھاندلی اور غنڈہ گردی

سے ہمیں اپنے موقف سے پھیر لے گا، تو یہ اس کی بھول ہے (ص ۴۰/۴۱) میرے قائد مولانا حق نواز کا مشن سچا تھا، آپ کا پروگرام سچا تھا، آپ نے جو کہا اس پر ڈٹ گئے، شیعی کفر کے خلاف آپ نے حق گوئی کی انمٹ داستانیں رقم کی ہیں، ہم ان کا مشن سدا زندہ رکھنے کا عزم کر چکے ہیں۔

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ مولانا حق نواز شہیدؒ کے ابتدائی ساتھیوں میں سے ہیں، جن کے احوالِ زندگی راقم الحروف نے اپنی کتاب ''ایثار القاسمی شہید'' میں درج کر دیئے ہیں۔

مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ

حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ سپاہ صحابہؓ کے مرکزی نائب سرپرست تھے۔ آپ چار دفعہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ زندگی کے 7 سال جیلوں میں گزارے۔ ظالم حکمرانوں نے جب سپاہِ صحابہ پر بلا جواز پابندی لگائی تو اس وقت مولانا اعظم طارق شہیدؒ نے ''ملت اسلامیہ پاکستان'' کے نام سے نئی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ حکمرانوں نے آپ کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ ۶/اکتوبر ۲۰۰۳ء کو اسلام آباد میں آپ کو چار محافظوں سمیت شہید کر دیا گیا۔ مولانا کراچی میں مرکز سپاہِ صحابہ مسجد صدیق اکبرؓ کے خطیب تھے۔ مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ ایم این اے کی شہادت (۱۰/جنوری ۱۹۹۱ء) کے بعد ۲۰/جنوری ۱۹۹۱ء کو آپ سپاہ صحابہؓ کے نائب سرپرست بنائے گئے۔ مولانا حق نوازؒ کی شہادت کے دن کراچی میں سخت کرفیو تھا، اس کے باوجود جھنگ پہنچے۔ مولانا حق نوازؒ کی قبر میں لیٹ گئے، آپ نے سورۃ یٰسین کی تلاوت کی، پھر مولانا کے وجود کو بوسہ دیا، سب سے آخر میں قبر سے باہر آئے۔ مولانا حق نوازؒ کے بارے میں ان کے تاثرات یہ ہیں ''مولانا حق نواز شہیدؒ کے مجاہدانہ کردار ان کی قربانیوں اور کوششوں کی بناء پر عوام اہل سنت میں شعور کی اتنی بیداری کو دیکھ کر یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ مولانا شہیدؒ نے وہی کام کر دکھایا جو کام کسی مجدد کا حصہ ہوتا ہے...... مولانا کی ظاہری اور باطنی جلوت و خلوت، قول اور عمل کی یکسانیت سے میں بے حد متاثر ہوا ہوں۔

میں سینہ زخمی زخمی چشم گریاں لے کر آیا ہوں
لبوں پہ تیرا شکوہ اے مسلماں لے کے آیا ہوں

؎ سر زمین جھنگ پر جو بہہ گیا اور تار تار ہوا
میں وہ خون لے کے آیا ہوں وہ گریباں لے کے آیا ہوں
اور لگا ڈالے آگ تیرے بدن میں جو
میں وہ سوز لے کر آیا ہوں وہ بیاں لے کے آیا ہوں

مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا کیا قصور تھا؟ کس جرم میں؟ کس قصور اور بنیاد پر انہیں گولیوں کا نشانہ بنایا گیا؟ کون سا جرم ان سے سرزد ہوا تھا؟ جن کی بنیاد پر انہیں زندہ رہنے نہ دیا گیا،؟ کیا وجہ تھی؟ حق نوازؒ نے کس کی دولت؟ کس کی شہرت؟ کس کے منصب؟ کس کے گھر پر ڈاکہ مارا تھا؟ کس کے ساتھ خاندانی جاگیر زمین اور زن کا جھگڑا تھا کہ مولانا حق نوازؒ اور مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کو راہ سے ہٹانے کی سازش تیار کی گئی۔ حق نواز شہیدؒ اور مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کا صرف ایک قصور تھا کہ وہ ناموسِ اصحابِ رسولؐ کے تحفظ کے لئے، سنی قوم کے تحفظ کے لئے، کوشش، جدوجہد، اور قربانی کی تاریخ رقم کر رہے تھے۔ چلتے چلتے جھنگ کی اس مسجد سے جو آواز اٹھائی گئی تھی، چند ہی دنوں کے بعد وہ آواز پاکستان کے کونے کونے میں کیوں پھیل گئی تھی، قصور یہ تھا، جرم یہ تھا کہ اصحاب رسولؐ کا نام کیوں لیا ہے۔ (جھنگ کا پہلا خطاب ص ۱۴، ۱۵ مطبوعہ مکتبہ خلافت راشدہ وہاڑی، مؤلفہ: محمود اقبال صاحب)

چودھری طارق افضال صاحب

مولانا حق نوازؒ کے ابتدائی ساتھی چودھری طارق افضال کہتے ہیں "۱۹۸۴ء میں شہید مولانا حق نوازؒ کی ایک کیسٹ ایک دوست کی وساطت سے مجھ تک پہنچی، میں نے اس کو سنا، تقریر میں مولانا شہید نے جن شیعہ کتب کا حوالہ دیا تھا، ان کا مطالعہ کیا، ان میں حق الیقین، جلاء العیون، من لایحضرہ الفقیہ، اصول کافی، فروع کافی، چراغ مصطفوی وشرار بولہبی، اصحاب نبی کی کہانی قرآن وسنت کی زبانی اور مقبول دہلوی کا ترجمہ کیا ہوا قرآن مجید بھی نظروں سے گزرا، جس قدر مطالعہ کرتا چلا گیا، شیعیت سے میری نفرت اسی قدر بڑھتی چلی گئی، کہ یہ عجیب مذہب وعقیدہ ہے جس میں غلاظت ہی غلاظت ہے انہی حقائق وشواہد کی بناء پر پہلا بریلوی رضا کار بھی شامل ہو گیا۔

میرے شہید قائدؒ نے مجھ سے کہا کہ طارق افضال تم کل تک اپنی ذات اور سیاست کے لئے جاگیرداروں سے ٹکراتے رہے ہو، آؤ تمہیں آج وہ راستہ بتاؤں کہ جو راستہ تم کو جنت میں پہنچا دے۔ میں نے تہہ دل سے تصدیق کر کے کہ حق نواز شہیدؒ کا مشن عین اسلام اور جہاد ہے، اس مشن کے لئے جھنگوی شہیدؒ کے بعد تا حال سب سے زیادہ جیل کاٹی ہے۔ سب سے زیادہ تشدد برداشت کیا اور دہشت گردی کے کیس میں پابند سلاسل ہوں۔

۱۹۸۵ء میں سپاہ صحابہؓ میں شمولیت کے بعد اکثر مولانا شہید کے ساتھ رہا، گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، شہر شہر مدح صحابہ بیان کرنے اور شیعہ پر شیر بن کر گرجنے، بجلی بن کر کڑکنے والے اس مجاہد کے ساتھ دن رات رہا، موضع سلیانہ تھانہ مسن میں ایک مسجد پر چند شیعہ نوازوں نے قبضہ کرنے کا اعلان کر دیا، جون ۱۹۸۷ء کا واقعہ ہے مولانا شہید برادرم فلک شیر اور میں مظفر گڑھ، لیہ کے جلسوں میں شرکت کے لئے جانے والے تھے کہ ہمیں اطلاع دی گئی، ہم نے اس کے لئے سوچ بچار کی۔

شہید مولانا حق نوازؒ کے بارے میں جو کچھ بھی لکھ دوں پھر بھی ان کی شخصیت کے اوصاف تحریر نہ کر سکوں گا، زمین جھنگ سے اٹھنے والے جرأتوں، صداقتوں، عزم و ہمت، صبر و استقلال کے اس جبل استقامت، مرد قلندر، درویش ولی، مجدد حق نواز جھنگویؒ شہید کی شخصیت کے کس کس پہلو پر بتاؤں میں نے ایک بیٹے کی حیثیت سے اچھا باپ، ایک رضا کار کی حیثیت سے ایک اچھا قائد، ایک دوست کی حیثیت سے ماں کی دعاؤں کی طرح مخلص ساتھی، ایک غلام کی حیثیت سے بہترین آقا، ایک مرید کی حیثیت سے بہترین مرشد، ایک سپاہی کی حیثیت سے نڈر، بے خوف، بہادر اور بڑی سے بڑی پریشانی کا مسکرا کر سامنا کرنے والا فوج کا سرخیل جھنگوی شہیدؒ کے بعد نہ کوئی دیکھا اور نہ کوئی دیکھ سکوں گا۔ (ماہنامہ، خلافت راشدہ" ادارہ اشاعت المعارف فیصل آباد۔ ماہ فروری ۱۹۹۲ء)

مولانا سلطان محمود ضیاء صاحب

مولانا سلطان محمود صاحب مولانا حق نوازؒ کے ابتدائی رفقاء میں سے ہیں فرماتے ہیں:

"قائد شہید سے پہلی ملاقات ۱۹۸۰ء میں شور کوٹ کی مرکزی دینی درسگاہ جامعہ عثمانیہ میں ہوئی۔ میں اور قائد شہید دونوں شور کوٹ شہر میں منعقدہ جلسہ میں مدعو تھے، درس گاہ سے جلسہ تک جانے کے لئے

تانگے کا اہتمام کیا گیا تھا، سوار ہوتے وقت میں نے مولانا شہید سے کہا حضرت آپ اگلی نشست پر تشریف رکھیں، لیکن بضد تھے کہ آپ ہمارے مہمان ہیں، اور یہ بات ہمارے جھنگ کی روایت کے خلاف ہے کہ مہمان پچھلی نشست پر بیٹھے اور میں خود اگلی سیٹ پر بیٹھوں، جلسہ گاہ پہنچتے ہی مولانا شہید نے منتظمین سے کہا کہ ملتان سے تشریف لانے والے مولانا سلطان محمود آخر میں تقریر کریں گے، اور میں پہلے تقریر کروں گا، پہلی ملاقات نے اس عظیم شخصیت سے بار بار ملنے کی تمنا پیدا کر دی، مولانا حق نوازؒ کے خلوص اور حقائق بھری تقریر سے متاثر ہو کر سپاہ صحابہؓ کی رکنیت اختیار کر لی۔

یوسف مجاہد صاحب

مولانا حق نواز کے ابتدائی ساتھی اور سپاہِ صحابہؓ کے پہلے جنرل سیکرٹری محمد یوسف مجاہد صاحب کہتے ہیں "مولانا حق نوازؒ جرأت، ہمت اور بہادری کی نا قابل فراموش داستانیں اپنے لہو سے تاریخ کے اوراق پر رقم کر گئے، ہم مولانا حق نوازؒ کے مشن کی تکمیل تک جدوجہد جاری رکھیں گے، اگر آج ہم نے کام چھوڑ دیا، تو یہ خونِ شہید کے ساتھ غداری ہوگی، ہم نہ غداری کریں گے، نہ صحابہ کی غلامی چھوڑیں گے، بلکہ صحابہ کے دشمن سے میدان میں لڑیں گے اور اپنے شہید قائد کی طرح اس کفر سے ٹکرائیں گے جیسے ٹکرانے کا حق ہے۔"

محمود اقبال صاحب

سپاہ صحابہؓ پنجاب کے جنرل سیکرٹری محمود اقبال صاحب مشن و مؤقف کے ساتھ جنون کی حد تک محبت رکھتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے اپنی جوانی کے ۷ سال جیل میں بھی گزارے۔ جناب محمود اقبال صاحب کہتے ہیں "شعلہ نوائی مولانا کو قدرت کی طرف سے عطیہ میں ملی تھی، شیریں زباں سوچ و بچار سے ڈوبی نگاہیں، بولیں تو پھول جھڑیں، گرجیں تو شیر سہم جائیں، اپنے ساتھیوں کی مجلس میں ریشم کی طرح، حق و باطل میں فولاد، ذہانت و فطانت میں بے مثال، نوجوانوں کا محبوب، بزرگوں کا سہارا، علماء میں باکمال عالم، خطباء میں بے باک خطیب، علم و عمل کے سمندر تھے، عزم و استقلال کے پہاڑ تھے، اسلام کا شیدائی اور صحابہؓ کا سپاہی اور رضا کار مولانا حق نواز جھنگویؒ سپاہ صحابہؓ کے بانی اور سرپرست اعلیٰ جمعیت علماء اسلام کے راہنما جامعہ محمودیہ کے مہتمم، متحدہ علماء کونسل

کی سپریم کونسل کے رکن، متحدہ سنی محاذ کے راہنما اہل سنت والجماعت کے عظیم سکالر و خطیب تھے۔"

("آخری خطاب حضرت جھنگوی" ص ۶)

اشفاق احمد صاحب

حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ کے انتہائی قریبی ساتھی اور سپاہِ صحابہ کے مرکزی خازن اشفاق احمد صاحب کہتے ہیں، "۶ ستمبر کا واقعہ ہے، مکان کے متصل محلہ چوک میں ہم دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے، اچانک مسجد کی طرف سے مولانا حق نوازؒ تشریف لائے، مجھے اپنے قریب کر کے کہا دیکھو تم اپنا سارا وقت آوارہ گردی اور فضول کاموں میں گزارتے ہو، وہاں شیعہ صحابہ کرامؓ کے خلاف منظم طریقے سے کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ مولانا کے حکم پر اسی رات میں نے محلہ کے چند فعال سنی نوجوانوں کو جامع مسجد حق نواز کے حجرے میں جمع کیا، اسی رات بعد نماز عشاء انجمن سپاہ صحابہؓ کی بنیاد رکھ دی گئی۔ اس مجلس میں کل ۲۹ نوجوان شریک تھے اس وقت ہمارے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد یہ جماعت ملک اور بیرون ملک سنی حقوق کے لئے مرکزی کردار ادا کرے گی، قیام جماعت کے وقت مولانا حق نواز کے ذہن میں اس کی ہمہ گیری اور ملک بھر میں عام کرنے کا خیال ضرور ہوا ہوگا، لیکن ہم کارکنوں کو اس کا تصور بھی نہ تھا، چند دنوں بعد انجمن کا پرچم منظور کیا گیا، جس کا نقشہ یوسف مجاہد نے تیار کیا۔ شیخ رضوان کے بھائی محمد عثمان نے دستور کے بنیادی نکات میں نمایاں کردار ادا کیا، انجمن کے قیام کے بعد ۱۰ فروری ۱۹۸۶ء کو دفاع صحابہ کانفرنس منعقد ہوئی، یہ پہلی ملک گیر سطح کی کانفرنس تھی، اس کانفرنس سے پہلے انجمن کا دائرہ کار ملک گیر سطح پر پھیلانے کے لئے حتمی فیصلہ ہو چکا تھا۔

میرے والد مکرم کی نماز جنازہ مولانا حق نواز نے پڑھائی، ان کے ساتھ میرے تعلق کا آغاز یہیں سے ہوا۔ اس کے بعد میں آپ کے بہت قریب ہوتا گیا، اتفاق سے مولانا جس مکان میں رہائش پذیر تھے وہ میرے مکان سے تین مکانوں کے فاصلے پر تھا۔ مولانا حق نوازؒ ابتداء ہی سے نہایت سادہ اور عام طور پر پیدا ہونے والے عالمانہ تکبر سے عاری تھے، انہوں نے ہمیشہ اپنے حقیقی بھائی کی طرح رکھا، کسی معاملہ میں سستی یا کوتاہی ہو جاتی تو درگزر کرتے، وہ ہنس مکھ اور خوش مزاج اور

شفقت ورأفت کی زندۂ جاوید تصویر تھے، انہوں نے چھوٹوں پر شفقت کے ذریعے ایسا اثر کیا تھا محلے کے تمام بچے اور نوجوان آپ کے اخلاق واطوار کے گرویدہ ہوگئے تھے، محلے کا ہر نوجوان مولانا حق نوازؒ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔

۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۴ء تک آپ پر بیسیوں مقدمات قائم ہوئے کئی مقدمات میں گرفتار ہوئے، مولانا حق نواز کو کسی تکلیف میں رنجیدہ افسردہ نہیں پایا، اس وقت ان کی طبیعت سخت پریشان ہوتی جب ان کے سامنے صحابہ کرامؓ کے خلاف کسی شیعہ کی کوئی کتاب آتی، وہ ایسے موقع پر بڑے بے چین ہوجاتے تھے، ان کا چہرہ غصے سے تمتمانے لگتا تھا اور اپنا ہر دکھ بھول کر صحابہ کرامؓ کے خلاف ہونے والی سرگرمیوں پر ہمیشہ توجہ دیتے تھے۔ ایک دو مرتبہ دیوبندی، بریلوی، نزاع بھی ہوا، لیکن ایسے معاملہ میں انہوں نے اعتدال کا دامن کبھی نہیں چھوڑا، مولانا نے دیوبندی بریلوی نزاع کو ختم کر کے شہر میں اہلسنت والجماعت کے پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا نظریہ دیا، آپ نے نوجوانوں میں اکابرین کی تعلیمات عام کرنے کے لئے ''بزم امیر شریعت'' قائم کی۔

شیخ حاکم علی صاحب

سپاہ صحابہ کے مرکزی قائدین میں سے شیخ حاکم علی صاحب کہتے ہیں مولانا حق نواز اور ہم ایک ہی محلّہ میں رہتے تھے، اس لئے جمعہ مسجد حق نواز شہیدؒ میں پڑھتے اور وقتاً فوقتاً عام ملاقات ہوتی رہتی تھی لیکن اصل ملاقات یوسف مجاہد صاحب نے کروائی۔ اسلامیہ ہائی سکول سے رات قریباً آٹھ بجے بیڈمنٹن کھیل کر واپس آرہا تھا، کہ یوسف مجاہد نے کہا کہ تمہیں مولانا صاحب بلا رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم سپاہ صحابہ کے نام سے ایک تنظیم قائم کرنا چاہتے ہیں، میں نے مولانا صاحب کی ہاں میں ہاں ملائی، بعد میں یوسف مجاہد کے مشورہ سے مجھے سپاہ صحابہؓ کا صدر بنادیا گیا۔ شروع میں ہم ۲۹ آدمی تھے، جب ہم نے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر دفاع صحابہ کے لئے حلف اٹھایا اور الحمدللہ آج تک اس حلف پر قائم ہیں...... مولانا حق نواز شہیدؒ انتہائی دلیر، جرأتمند، شفیق اور سچے انسان تھے، مجھے انہوں نے ہمیشہ چھوٹے بھائی کی طرح سمجھا۔



باب ۲۱

حق نواز شہیدؒ اکابرین کی نظر میں

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے بارہ میں عہد حاضر کے جن بزرگوں نے کلمات خیر ارشاد فرمائے ہیں، ہم انہیں یہاں درج کرنا خالی از سعادت نہیں سمجھتے ،ان تحریرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا حق نوازؒ ہر طبقہ کے علماء میں مقبول اور ہر دلعزیز تھے،بعض بزرگوں نے معمولی خلاف کیا ہے،لیکن وہ بھی درجہ مخالفت میں نہیں بلکہ درجہ اصلاح میں کیا،مولانا حق نواز کو اللہ تعالیٰ نے عزت کے سپہر رفعت پہ پہنچایا،اس کے باوجود اپنے بڑے علماء اور اکابر کے مقابلہ میں مولانا کی عمر سعید اس دشت کی سیاحی میں کم گزری تھی،اس لئے بعض برگزیدہ وخدا ترسیدہ حضرات نے ان کی ایک آدھ پالیسی کو ہدف اصلاح بنایا ہے،لیکن وہ دوسرے مقام پر بیان ہوں گے،اس مقام پر صرف مولانا کے بارہ میں بڑے علماء کرام، بزرگان دین کی رائے تحریر کی جاے گی۔

شیخ الحدیث مولانا سرفراز صاحب

شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خاں صفدر صاحب درجنوں علمی کتابوں کے مصنف ہیں،حضرت شیخ صاحب رقمطراز ہیں ''سپاہِ صحابہؓ کے حضرات نے ایران کی طاغوتی طاقت کے بل بوتے اور شہ پر چلنے اور ناچنے والی رافضیت کا پاکستان میں جو دروازہ بند کیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ وقت کی اہم ضرورت ہے، بلکہ دینی لحاظ سے بھی فرض کفایہ ہے۔اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی اس مبارک کوشش کو کامیاب کرے اور دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے آمین ثم آمین (نصیحت انگیز مکتوب ص ۳، ۲۳ جنوری ۱۹۹۲ء) یہ مکتوب اگرچہ مولانا حق نوازؒ کی شہادت کے دو

سال بعد کا ہے لیکن پھر بھی سپاہ صحابہؓ کی شاندار کاوش کو سراہنا گویا کہ بانی جماعت کے نیک مشن کی تعریف ہے۔ شیخ الحدیث فرماتے ہیں: ''راقم مولانا حق نواز کی اس سلسلہ میں مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے''

(حق نواز شہید نمبر ص ۹۲)

مفتی ولی حسن صاحب

مفتی اعظم مولانا مفتی ولی حسن صاحب عرصہ دراز تک جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں سند افتاء پر رونق افروز رہے۔ مفتی صاحب رقمطراز ہیں ''مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا مشن صحیح ہے، اور انہوں نے اپنی جان کی قربانی دی، صحابہ کرامؓ کی عزت و عظمت کی بقاء کے واسطے جو کہ درحقیقت دین کی سربلندی ہے، اللہ تعالیٰ مولانا شہید کو ان کی شہادت کا پورا پورا اجر و ثواب عطا فرمائے۔

قاضی زاہد الحسینی صاحب

حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مجازین میں سے تھے۔ آپ متعدد دینی واصلاحی کتب کے مصنف تھے۔ آپ نے شرک و بدعت کے اندھیروں کے مقابل توحید وسنت کے چراغ روشن کیے۔ لکھتے ہیں ''حضرت مولانا حق نواز کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کی نعمت سے نوازا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ مولانا شہید جو محنت کر گئے ہیں اس کا ثمرہ امت کو قیامت تک ملتا رہے گا، اور میدانِ حشر میں صحابہ کرامؓ اور انبیاء کی اقتداء نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کا مشن جاری رکھنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین۔

مولانا عبدالمجید صاحب

مولانا عبدالمجید صاحب باب العلوم کہروڑ پکا کے شیخ الحدیث ہیں، اس مدرسہ میں مولانا حق نوازؒ نے زیور علم سے اپنے کو آراستہ و پیراستہ کیا۔ مولانا لکھتے ہیں ''مولانا حق نواز شہیدؒ کے متعلق

میرے جذبات ایسے ہیں، میں ان کو اہل حق کے دکھی دل کی آرزو اور آواز سمجھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس آواز کو بلند کرے اور یہ آواز سدا فضاؤں میں گونجتی رہے۔

مولانا عبید اللہ صاحب

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، راقم الحروف کے استاذ ہیں رقمطراز ہیں: ''مولانا حق نوازؒ کے مشن کو مسلم جانتا ہوں اور ناموس صحابہؓ کے سلسلہ میں ان کی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، حق تعالیٰ اخلاص اور برکت عطا فرمائے۔

مولانا عبدالرحمان اشرفی صاحب

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان صاحب اشرفی راقم الحروف کے استاذ ہیں۔ حضرت نے خطاب جمعہ کے دوران ارشاد فرمایا ''مولانا حق نوازؒ کو ظالموں نے شہید کر دیا، مولانا کو اللہ جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، کئی مقامات پر ہم نے اکٹھے بیان کیا، مولانا نے مخلصانہ مساعی سے صحابہ کرامؓ کی عظمت بیان کی، آج مولانا حق نواز کو شہید کر دیا گیا، اس ظلم کا انسداد انتہائی ضروری ہے، اگر یہ سلسلہ چل نکلا تو صرف ایک حق نواز نہیں خدا جانے کتنے حق نواز اس طرح اور چلے جائیں گے۔

مولانا خان محمد صاحب

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب (خانقاہ سراجیہ کندیاں) مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ ہیں فرماتے ہیں ''مولانا حق نواز جھنگویؒ اور انجمن سپاہ صحابہؓ اپنے پروگرام کے لحاظ سے بالکل صحیح ہیں، اصحابِ رسولؐ کی عظمت کی حفاظت امت مسلمہ کے فرائض میں داخل ہے، اس سے غفلت ہلاکت وخسران کے مترادف ہے۔''

مولانا محی الدین صاحب

حضرت مولانا محی الدین صاحب تحریک نفاذ فقہ حنفیہ پاکستان کے سربراہ ہیں لکھتے ہیں: ''جناب مولانا حق نواز جھنگویؒ کا نظریہ طریقہ کار اور انداز خطابت عین اسلام اور ایمان

ہے، حضرت مولانا حق نواز جھنگوی ؒعظمت ناموس صحابہ کرام کے تحفظ کے لئے ، میں تو کہوں گا کہ یہ اس دور میں خداوند قدوس کی طرف سے امت مسلمہ کے لئے ایک نعمت عظیم ہے، جس کا قدر واحترام اور تعاون ہر مسلمان کیلئے خواہ عوام سے ہو یا خواص سے ہو عین ایمان کے تقاضوں میں سے ہے۔

شیخ عبدالحفیظ مکی صاحب

حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ مکی صاحب (مکہ مکرمہ) فرماتے ہیں "امیر عزیمت شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ بانی و سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہ پاکستان، جرنیل سپاہ صحابہ حضرت مولانا ایثار القاسمیؒ ایم این اے نائب سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہؓ پاکستان اور سپاہ صحابہؓ پاکستان کے کارکنوں کی شہادت پاکستان میں نظام خلافت راشدہ کے نفاذ کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی۔

مولانا علامہ خالد محمود صاحب

اسلامک اکیڈمی مانچسٹر کے ڈائریکٹر، جامعہ ملیہ لاہور کے مہتمم اور راقم الحروف کے استاذ مولانا علامہ خالد محمود صاحب نے راقم سے فرمایا کہ مولانا حق نواز نے سنی قوم کو بیدار کیا، انہیں خواب گراں سے جگایا اور انہیں شیعی نظریات سے محفوظ کیا، پہلے اکابرین نے ردشیعیت میں صحابہ کرامؓ کا دفاع کیا اور اپنی وضاحت کی، صحابہ کرامؓ کی شخصیات کو موضوع بحث بنانے کی بجائے شیعیت کے پیچھے پڑے کہ تم پہلے اپنا ایمان ثابت کرو، پھر صحابہ کرامؓ کے بارہ میں بات کرو، تم صحابہ کرامؓ کو مانتے ہی نہیں، تو انہیں موضوع بحث کیوں بناتے ہو، مولانا حق نواز کی محنت شاقہ کا فائدہ یہ ہوا کہ سنی قوم کا عقیدہ وایمان مضبوط ہو گیا اور شیعہ کے عقائد سے آگاہ کیا، جو سنی نا واقفیت کی وجہ سے، لاعلمی کی وجہ سے کسی بھی وقت شیعہ ہو جاتے ،اب فائدہ یہ ہوا کہ وہ سنی چوکنے ہو گئے اور ان کفریہ نظریات سے آگاہ ہوئے، یہ بات راقم الحروف کے سامنے ہی فرمائی، الفاظ میں کمی بیشی ہو سکتی ہے لیکن مفہوم یہی ہے، علاوہ ازیں علامہ صاحب نے کئی اور باتیں ارشاد فرمائی تھیں۔

مولانا عبدالحئی صاحب

حضرت مولانا عبدالحئی صاحبؒ فاضل دیو بند ہمارے مری کے مشہور عالم دین تھے، مولانا حق نوازؒ کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ: ''مولانا حق نوازؒ نے صحابہ کرامؓ کی عظمت، ان کی وکالت اور دفاع میں اہم فریضہ سرانجام دیا، مولانا کو اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی، انہوں نے جرأت بہادری اور دلیری کے ساتھ اپنے اکابر کا مشن بیان کیا''۔

مولانا قاضی مظہر حسینؒ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ حضرت سید حسین احمد مدنیؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔تحریک خدام اہلسنت کے امیر تھے، آپ نے دفاع صحابہؓ پر متعدد کتابیں تالیف فرمائیں۔ آپ اپنے اکابر علماء دیو بند کے خیالات کے تقلید کی حد تک پابند تھے، آپ سرمو مسلک دیو بند سے پیچھے ہٹنا پسند نہیں فرماتے تھے۔آپ اپنے اکابر کی نشانی تھے، بہرحال حضرت کے حالات اپنی کسی دوسری تصنیف میں لکھے جائیں گے، مولانا حق نوازؒ کے بارہ میں حضرت قاضی صاحبؒ کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے''مولانا حق نواز جھنگوی شہید مرحوم و مغفور سے میری ملاقات نہیں ہوسکی، ان کی تقریر کی دو کیسٹیں سنی ہیں، ان میں ایک تقریر سیاسی ہے، دوسری مذہبی، اس میں مجمع عام میں کافر کافر شیعہ کافر کے نعروں کے علاوہ اور بھی نعرے ہیں۔مولانا جھنگوی مرحوم کے حالات و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیعہ جارحیت کے مقابلہ میں دفاع صحابہؓ کے جذبہ سے سرشار تھے، اور ان پر ایک حال غالب تھا، وہ غلبہ حال کی وجہ سے معذور تھے، اور اسی راہ میں جان دے دی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سپاہ صحابہ میں جو سنی جوان شامل ہوئے ہیں، وہ بھی دفاع صحابہؓ کا ایک جذبہ رکھتے ہیں، اور یہ سب کچھ شیعی جارحیت کا ردعمل ہے لیکن ان سے یہ گزارش ہے کہ دفاع صحابہؓ اور عظمت صحابہؓ کی تبلیغ تو ہر سنی مسلمان کا مقصد اور مشن ہونا چاہئے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسالت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے عینی گواہ ہیں، وہ مجروح ہو جائیں تو رسالت مجروح ہو جاتی ہے، العیاذ باللہ لیکن طریق کار افراط تفریط سے بچتے ہوئے اعتدال پر ہونا چاہئے۔مولانا جھنگوی

مرحوم ایک حد تک معذور تھے، لیکن ان کے طریق کار "کافر کافر شیعہ کافر" کے نعرے کو ایک مشن کے طور پر اب اختیار نہیں کرنا چاہئے، کسی شخص یا فرقے کا کافر ہونا اور بات ہے اور کافر کافر کے نعرے لگانا اس کی اور نوعیت ہے، تبلیغِ حق فرض ہے لیکن اس کی شرعی حدود بھی ہیں۔" (ماہنامہ حق چار یارؓ ص ۵۲ مارچ ۱۹۹۰ء، مولانا حق نواز جھنگویؒ کی شہادت ص ۳۰)

مولانا حق نواز جھنگوی شہید مرحوم جب شیعہ مذہب کی جدید وقدیم عبارتوں سے مطلع ہوئے تو انہوں نے جنتی صحابہؓ اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دفاع میں انجمن سپاہ صحابہؓ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی اور اپنی تقریروں میں انہوں نے اہل سنت والجماعت کے سامنے شیعہ مصنفین کی تکفیری عبارتیں پیش کیں اور اس کے رد عمل میں انہوں نے تکفیر شیعہ عنوان قائم کیا۔

(ماہنامہ حق چار یارؓ ص ۳۹ جون ۱۹۹۰ء)

مولانا فداء الرحمان درخواستی صاحب

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی جدائی کا زخم ابھی تازہ تھا کہ قاتل کے سفاک ہاتھوں نے مولانا ایثار القاسمیؒ جیسا نوجوان مرد مجاہد اسلام سے جدا کر دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان شاء اللہ العزیز کامیابی مولانا حق نواز شہیدؒ اور مولانا ایثار القاسمیؒ کے مشن کو ہی ہوگی، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے لئے جدو جہد جاری رہے، اس کا سفر کھوٹا نہ کیا جائے اور صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق سے نوازے۔ آمین

مولانا اجمل قادری صاحب

وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کا فون آیا کہ وہ تعزیت کے لئے آنا چاہتے ہیں تو اس فقیر نے برجستہ کہا: میاں صاحب! آپ تعزیت نہ فرمایئے، مجھے مبارکباد دیں کہ میرا بھائی حق نواز اپنی ماں کی عزت پر قربان ہو گیا، ناموس صحابہؓ پر فدا ہو گیا اور اہل سنت والجماعت کے حقوق کی حفاظت کرتا ہوا اپنی جان کا نذرانہ پیش کر گیا۔"

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور مارچ ۱۹۹۰ء)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا حق نواز جھنگویؒ ایک خاص مشن لے کے اٹھے تھے اور پورے ملک میں اس حوالے سے ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے، نوجوانی کے عالم میں انہوں نے بڑی تیزی کے ساتھ پیش رفت کی تھی، اور ایک خاص مسئلہ میں اہل تشیع کی مخالفت اور صحابہ کرامؓ کے خلاف ہونے والی کسی بھی ہرزہ سرائی کی نفی اور اس کا مقابلہ گویا ان کی زندگی کا مشن تھا، واقعہ یہ ہے کہ پورے ملک میں انہوں نے انجمن سپاہ صحابہ کی جو تنظیمیں قائم کیں ان کے اثرات دور دور تک ہیں، اگرچہ مرکز ان کا جھنگ ہی ہے، جھنگ کا ضلع شیعہ جاگیرداروں کی جاگیر ہے، کوئی شاذ ہی سنی وہاں زمیندار ہوگا، ورنہ سب کے سب شیعہ جاگیردار ہیں، اگرچہ وہاں کے عوام کی اکثریت سنیوں پر مشتمل ہے، لیکن جاگیرداروں کی شہ پر، وہاں کے شیعوں کو اتنی جرأت ہوتی ہے کہ سب سے بڑھ کر اور کھلم کھلا، صحابہ کرامؓ پر تبرا جھنگ میں ہوتا ہے، ظاہر بات ہے جہاں اس طرح کا عمل ہوگا وہاں اس کا ردعمل بھی اتنا شدید ہوگا۔ (ماہنامہ ''میثاق'' لاہور اپریل ۱۹۹۰ء)



باب ۲۲

حق نواز شہیدؒ معاصرین کی نظر میں

مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ

مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ جمعیت علماء اسلام کے راہنما، بلدیہ چنیوٹ کے چیئرمین، سابق ایم این اے تھے۔آپ نے قادیانی سورماؤں کے تابوت میں آخری کیل گاڑا، آپ مولانا حق نوازؒ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

ہو بھی سکے گا مجھ سے بیاں بزم پاک کا
اندازہ کر رہا ہوں دل بے قرار کا

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ (جعل الجنۃ مثواہ) کا تعارف مختصر الفاظ میں یوں ہے

''عالم باعمل صاحب عزیمت، شعلہ بیان مقرر، نڈر اور بے خوف سپہ سالار، عاشق رسولؐ اور فدائے اصحاب رسولؐ، سنی قوم کی متاع عزیز جو بگولہ بن کر اٹھا، آندھی کی طرح آیا، اور شہادت کا عظیم مرتبہ پا کر دنیا سے رخصت ہو گیا، وہ اپنی صفات اور کمالات کے لحاظ سے اس دور مصلحت آمیزی کا آدمی نہ تھا، بلکہ دو صدی پہلے کا انسان تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے اس دور میں پیدا کیا اور عظیم کام لے لیا، اس نے ایک قلیل وقت میں اس قدر کثیر اور ہمہ گیر دینی خدمت انجام دی جس کے سامنے طاقت بشری عاجز نظر آتی ہے، تاوقتیکہ تائید غیبی شامل حال نہ ہو۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وہ بظاہر ایک شخص تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے ایک تحریک کا کام لیا اور وہ اپنے پیچھے ایک عظیم زندہ تحریک چھوڑ کر گیا ہے، اس نے قوم کو جو نعرہ دیا وہ ایک دن حقیقت بن کر رہے گا، اور خون شہید ضرور رنگ لائے گا۔ جمعیت علماء اسلام کے دو دھڑوں میں بٹ جانے کے بعد ان کا تعلق اگرچہ فضل الرحمان گروپ اور بندہ کا تعلق درخواستی گروپ سے تھا، ان دونوں دھڑوں میں شدید اختلافات کے باوجود ہمارے مابین تعلقات حسب سابق برقرار رہے، ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ میں محرم میں ان کے احرار پاک کے جلسہ میں تمام تر مجبوریوں اور کاوشوں کے باوجود پہنچتا اور وہ اپنی تمام تر مجبوریوں کے باوجود ہماری سالانہ ''فتح مباہلہ'' کانفرنس میں تشریف لاتے، کیونکہ انسان کا اگر اپنا ضمیر مطمئن ہو تو حالات کا بگاڑ اس کے راستہ کی دیوار نہیں بن سکتا۔

مجھے ایک دن فرمانے لگے کہ آپ بھی اپنی جماعت درخواستی گروپ سے بعض وجوہات کی بناء پر رنجیدہ ہیں اور میں بھی اپنی جماعت فضل الرحمٰن گروپ کی شیعہ نواز پالیسی سے کبیدہ خاطر ہوں اور تقریباً چھوڑ چکا ہوں، لہٰذا میں اور آپ مل کر سنی پلیٹ فارم پر قوم کو متحد کر کے کام کریں، قادیانیت کا مسئلہ تو کسی حد تک حل ہو ہی چکا ہے اب سنی قوم کی متحد کر کے دشمنان صحابہ کرامؓ جو درحقیقت اسلام ہی کے دشمن ہیں کام کرنے کی ضرورت ہے، میں نے مولانا کی اس دعوت فکر پر غور کرنے کا وعدہ کیا۔''

مولانا عبدالمجید صاحب

مولانا عبدالمجید صاحب قصوری جامعہ ابراہیمیہ منڈی کنگن پور ضلع قصور کے خطیب ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ''صد افسوس کہ میں نے مولانا جھنگویؒ کا نام اخبارات میں پڑھا، الجنس یمیل الی الجنس'' چونکہ میں بھی اس قافلہ کا ادنیٰ سپاہی ہوں، اس لئے شوق ہے کہ ان سے کہیں ملاقات ہو جائے، میں مولانا جھنگویؒ اور ان کے رفقاء کو خصوصی سلام کرتا ہوں۔

علامہ علی شیر حیدری صاحب

علامہ علی شیر حیدری صاحب سپاہِ صحابہؓ کے فعال، متحرک اور سرگرم راہنما اور موجودہ سربراہ ہیں۔ حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی شہادت کے بعد آپ کو جماعت کا سرپرست اعلیٰ

منتخب کیا گیا۔آپ نے اس مشن میں قید و بند کی صعوبتیں بھی کاٹی ہیں، لکھتے ہیں: ”میں مولانا حق نواز شہیدؒ اور سپاہِ صحابہؓ کے مشن کو عین حق اور ثواب بلکہ تجدید دین سمجھتا ہوں اور اس مشن کو کامیاب کرنے، مسلمانوں کے خاص و عام کو شیعہ کے کفر سے آگاہ کرنے کو سب پر علی العموم اور علماء پر بالخصوص فرض سمجھتا ہوں۔“

مولانا خضر علی عثمانی صاحب

مولانا خضر علی عثمانی صاحب ضلع بنوں سرحد کے رہنے والے ہیں کہتے ہیں ”صحابہ کرامؓ امت کا سرمایہ ہیں، ان کا دفاع مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، یعنی ہر ایک پر فرض ہے اور اگر ایک جماعت اصحاب رسول کے دفاع کے لئے میدان میں نکلے تو تمام امت کی طرف سے فرض ادا ہو گیا۔مولانا حق نواز جھنگویؒ عام مسلمانوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔“

مولانا قاری گل صاحب:

مولانا قاری گل صاحب جامع مسجد حق نواز بنوں سرحد کے خطیب ہیں کہتے ہیں ”حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا مشن ایک صحیح مشن ہے، اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔

مولانا عبدالحئی عابد صاحب

مولانا عبدالحئی عابد صاحب غازی آباد لاہور کے خطیب ہیں فرماتے ہیں ”مولانا حق نواز شہید نے جام شہادت نوش فرما کر ثابت کر دیا ہے کہ انہوں نے توحید و رسالت، عظمت صحابہؓ اور مسلک اہلسنت کا جو پروگرام پیش کیا تھا وہ حق تھا، اور حق کی خاطر انہوں نے شہادت قبول کی، مگر نہ جھکے نہ بکے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور سپاہِ صحابہؓ کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

مولانا عبدالعزیز علوی صاحب

مولانا عبدالعزیز علوی صاحب جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث اور مسلک اہل حدیث سے تعلق رکھتے ہیں فرماتے ہیں: ”جو ناموسِ صحابہ کا تحفظ کرتا ہے اس کا مشن قابل قدر اور لائق تعریف و توصیف ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس جذبہ صادقہ سے سرشار کرے۔مولانا

حق نوازؒ نے اسی سچے مشن کے لئے قربانی دی۔"

مولانا ابوالاحسان صاحب

مولانا ابوالاحسان نعیم بٹ صاحب مسلک اہل حدیث کے عالم ہیں، جامع مسجد اہل حدیث گوجرانوالہ کے خطیب ہیں کہتے ہیں: "مولانا حق نوازؒ صاحب جھنگوی سے میرا ذاتی تعلق بھی ہے، اس سے کئی گنا عزیز وہ مشن ہے، جس کا علم بلند کرنے میں مولانا آج کل مصروف ہیں، میں مولانا کی عظمت صحابہؓ پر بے باکانہ گفتگو کا معترف ہوں اور مولانا کا مشن فضائل صحابہؓ کو اجاگر کرنا مجھے انتہائی اور پسند اور محبوب ہے، اللہ تعالیٰ مولانا کے مشن حق کو چار چاند لگائے، کھلے دل سے مولانا کی اس عنوان پر خدمات کا اعتراف کرتا ہوں، اس میں مجھے کوئی عار محسوس نہیں ہوتی، کہ میں سپاہِ صحابہؓ کے بانی کی دنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔"

مولانا عبدالحلیم صاحب

مولانا عبدالحلیم صاحب جامعہ محمدیہ لکھویہ اوکاڑہ کے صدر مدرس ہیں اور مسلک اہل حدیث کے بے باک عالم ہیں فرماتے ہیں: "مولانا حق نواز جھنگوی کو اللہ تعالیٰ ان کے نیک ارادوں میں برکت فرمائے کیونکہ پوری امت مسلمہ کی طرف سے یہ مقدس فریضہ ادا کر رہے ہیں ان کی ہر نوع کی معاونت ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

علامہ شفاعت رسول صاحب

علامہ شفاعت رسول صاحب نوری بریلوی مسلک کے عالم ہیں لکھتے ہیں: "مولانا حق نواز شہیدؒ کا مشن روز روشن کی طرح واضح اور صحیح ہے ہم مولانا کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر دم لیں گے"۔

مولانا بشیر احمد چشتی صاحب

بریلوی مسلک کے نامور عالم مولانا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں: "مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی جرأت و استقامت اسلام سے محبت صحابہؓ سے عشق اور تقریر کے براہین نے میرے دل پر گہرا

اثر ڈالا، میں نے اس وقت تعین کرلیا کہ یہ شخص واقعی عشق صحابہؓ میں اخلاص سے جدوجہد کر رہا ہے“۔

قاضی محمد زمان خان عباسی صاحب

قاضی محمد زمان خان عباسی صاحب مجلس تحفظ حقوق علماء کرام و ملازمین محکمہ اوقاف پنجاب کے صدر ہیں کہتے ہیں: ”مولانا حق نواز جھنگویؒ کے قتل پر انتہائی دکھ ہوا، بلاشبہ مولانا جھنگویؒ کا قتل حکومت پنجاب کی سوچی سمجھی سکیم ہے، مولانا شہید جید عالم دین، اور شعلہ بیان خطیب تھے“۔

مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے استاذ، متعدد علمی کتب کے مصنف، ماہنامہ ”الحق“ و ”ترجمان دین“ کے ایڈیٹر اور جمعیت علماء اسلام کے فعال و ذمہ دار رہنما ہیں۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کے بارہ میں لکھتے ہیں: ”ناموسِ صحابہؓ کے مناد، مسلک اہل سنت والجماعت کے ترجمان دینی وملی محاذ کے ممتاز راہنما، بہادر، اور نڈر سپاہی ملک میں تیار ہونے والی ایک منظّم سازش سوچی سمجھی منصوبہ بندی کے تحت اسلام دشمن، بے رحم اور سفاک قاتلوں کے ہاتھوں ۲۳ رفروری شب جمعہ کو جھنگ میں خلعت خون شہادت سے سرفراز ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ کی شہادت صرف پاکستان کے مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ عالم اسلام کے تمام اہل سنت والجماعت کے لئے ایک المناک اور شدید اندوہناک سانحہ ہے، مگر افسوس اور ماتم تو ان محرکات اور حالات کا ہے جو سیاسی بھی ہیں اور مذہبی بھی، ورنہ مولانا حق نواز جھنگویؒ کی قابل رشک شہادت اور مبارک انجام آہ وحسرت اور ماتم کا نہیں بلکہ مردان حق اور قافلہ دعوت وعزیمت کے لئے صد ہزار افتخار کا مقام ہے کہ وہ بھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، امیر شریعت سید عطاء شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سلف صالحین اور اکابرین اہل سنت کے طریقے پر عمل پیرا رہے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ نے جہد وعمل، جہاد وعزیمت، ابتلاء وآزمائش میں صبر واستقامت

اور شجاعت و بہادری کے اسلامی اور تاریخی عمل کو دوام بخشا، مرحوم عاش سعیداً و مات شہیداً کا مصداق بن گئے، ابھی وہ جوان تھے، ان کی زندگی بہت مختصر رہی، مگر قربانی کے روشن چراغ جلا کر، دعوت و عزیمت کے سینکڑوں ابواب کو روشن تابدار بنا دیا۔

مفتی محمد طاہر المکی صاحب

مفتی محمد طاہر المکی صاحب لکھتے ہیں ''سپاہِ صحابہؓ کا یہ سالار اعظم (مولانا حق نوازؒ) جس نے ابھی اپنی زندگی کا چوتھا عشرہ بھی مکمل نہیں کیا تھا، منافق دشمنان اسلام کی نگاہوں میں خار کی طرح کھٹکتا تھا، اس کے جوش و جذبے، مقصد خطابت اور پر خلوص محنتوں کے نتیجے میں کراچی سے کشمیر تک صحابہ کرامؓ کے جانثاروں میں ایک نئی لہر پیدا ہوگئی تھی ان کی شہادت پر لوگوں میں جتنے بڑے پیمانے پر ہیجان پیدا ہوا اس سے ان کے کام کی وسعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ان کے چوکس اور منظّم دشمن کو بھی ان کے کام کی اس قدر گہرائی کا اندازہ نہیں تھا، اور ان شاءاللہ شہید حق نوازؒ، جسمانی طور پر زندہ حق نواز کے مقابلہ میں دشمنان اسلام کے لئے زیادہ بھاری ثابت ہوگا۔

محمد طیب قاسمی صاحب

محمد طیب قاسمی صاحب سپاہ صحابہؓ کے فعال و سرگرم رہنما ہیں اور آج کل ہانگ کانگ میں اقامت پذیر ہیں لکھتے ہیں ''تصوف و ولایت کا ذکر کسی محفل میں ہو تو سرزمین جھنگ کی جہالت کو بذریعہ ذکر و محفل اور حقیقی شاعری سے دور کرنے والے عظیم صوفی شاعر تعلیم و لایت کے شہنشاہ حضرت سلطان باہوؒ کا ذکر ضرور ہوتا ہے، دنیاوی عشق و محبت کے تار اگر کسی مجلس میں چھڑیں تو جھنگ کی مشہور داستانِ محبت ہیر رانجھا کے ذکر کے بغیر وہ مجلس سونی لگتی ہے۔ اگرچہ میرے خیال میں یہ داستان محض خیالی ہے حقیقت یہ ہے ان ہر دو داستانوں کو تعلق صرف ہندو پاک تک محدود ہے، ان کے برعکس ایک تیسری داستان کہ جس کے سبب پوری دنیا میں آج کل جھنگ کا نام گونج رہا ہے وہ جرأت و بہادری حق گوئی کی داستان ہے، جو کہ شہید حق مولانا حق نوازؒ اپنے خون کے قطروں سے رقم کر گئے ہیں۔ کون جانتا تھا کہ ایک غریب گھر میں آنکھ کھولنے والا بچہ جسمانی لحاظ سے دبلا پتلا انسان دنیاء اہل سنت کیلئے وہ خدمات سرانجام دے گا کہ مستقبل ان کے زیر بار احسان رہے گا، شہید حق

نوازؒ کی شجاعت وخطابت، حق گوئی و بے باکی نے دنیائے اہل سنت کو بلند حوصلے اور مضبوط ارادوں سے نوازا مولانا مرحوم کی خطابت میں سمندر کی موج، طوفان جیسی شدت پہاڑوں جیسی مضبوطی اور شیر کی گھن گرج تھی، حقیقت یہ ہے کہ جس علاقہ میں ایک دفعہ قدم رکھا سوئے ہوئے سنی بیدار کر دیا، اور صرف بیدار ہی نہیں بلکہ اپنے حقوق کا محافظ بھی بنا دیا، نوجوان نسل مولانا شہیدؒ کے مشن کے ساتھ ایسی وابستہ ہوئی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سپاہی بن کر رہ گئی، شہید ناموسِ صحابہؓ نے شیعہ و دیگر کفریہ کی طاقتوں کی ایسی طنابیں کھینچیں کہ تمام طاقتیں اپنی موت آپ مر گئیں۔

مولانا ذوالفقار علی جھنگوی صاحب

مولانا شہید ایک شعلہ نوا خطیب تھے، آپ کی خطابت صور اسرافیل کا کام کرتی، اس میں دم عیسیٰ کی تاثیر، حق گوئی و بے باکی کے علمبردار، جرأتوں کے نشان، ہمتوں کے پہاڑ، اپنوں کے لئے ابریشم اور بیگانوں کے لئے فولاد تھے، مولانا شیروں کی طرح گرجتے اور تلواروں کی طرح برستے، آپ کی لہجے میں تلوار کی کاٹ، بادل کی گرج بجلی کی کڑک ہوتی تھی، مولانا شہید ملمع سازی کے قائل نہیں تھے، درباری مولویوں پر دو حرف بھیجتے تھے، سیاسی مصلحتیں، معاشی حالات، اپنوں کی خفگی، غیروں کا غضب، اقتدار کا خوف، وڈیروں کی سازش اور قید و بند کی صعوبتیں انہیں حق بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکتیں، ان کا سر صرف خدا کے سامنے جھکتا تھا، وہ جب وقت کو نمرودوں اور عصر حاضر کے فرعونوں للکارتے تھے، تو فضا تھرتھراتی تھی، جذبات شعلہ جوالہ بن جاتے تھے، مولانا کا مشن مدح صحابہؓ رسول اللہ ﷺ تھا مدح اصحاب رسول کو روح کی غذا سمجھتے تھے، اس کے ساتھ دشمنان اصحاب رسول کو ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کرتے تھے، دشمن خواہ جس بھیس میں ہوتا، اس کا نوٹس لینا اپنا فرض سمجھتے تھے"۔

مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری

مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری جامعہ بنوریہ کراچی کے استاذ، متعدد کتب کے مصنف اور ہفت روزہ ضرب مومن کے معروف کالم نگار ہیں آپ لکھتے ہیں "سپاہ صحابہؓ کے بانی اور صدر مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ زمانہ قریب کی ایک نمایاں شخصیت اور ممتاز خطیب تھے، ان کی خطابت کا ایک خاص انداز تھا، جس سے مردہ جذبات بیدار ہو جاتے تھے اور خوابیدہ عزائم انگڑائیاں لینے لگتے

تھے،ان کے انداز بیان نے نہ معلوم کتنے دلوں کی سرد انگیٹھیوں کو گرم کر دیا اور کتنے گمراہوں کو راہ پر لگا دیا۔(خزینہ ص۳۵۰)

یہ ایک حقیقت ہے جسے بہر حال جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ بھولے بھٹکے مسلمانوں کے دلوں میں صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کی عظمت ومحبت بٹھانے کے سلسلے میں بڑی بڑی جماعتوں اور انجمنوں نے سالہا سال میں وہ کام نہیں کیا جو کام یہ "شعلہ مستعجلہ" چند سالوں میں تنہا کر گیا۔(ص۳۵۱)ان کا نام حق نواز تھا، اور واقعی "حق" نے انہیں حق گوئی کی صفت سے خوب نوازا تھا، ان کی حق گوئی سے اپنے، بیگانے بن گئے، بیگانوں نے مجسم انتقام کی صورت اختیار کر لی، اقتدار کے ماتھے پر بل پڑ گئے، وقت روٹھ گیا، زمانے نے پیٹھ پھیر لی، ہواؤں نے تیور بدل لئے، طوفانوں نے خوف وہراس کی فضا پیدا کر دی، سموم اور صرصر کے تھپیڑوں نے راستہ روکنا چاہا، مگر وہ اللہ کا بندہ حق گوئی سے باز نہ آیا، اس نے اس اپنے موقف سے ایک قدم پیچھے ہٹنا گوارا نہ کیا، شہید مظلومؒ مولانا محمد علی جوہرؒ کے اس شعر کے مصداق تھے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

(خزینہ ص۳۵۲)

مولانا قاضی محمد یونس صاحب

مولانا قاضی محمد یونس انور صاحب مسجد شہداء لاہور کے خطیب ہیں۔آپ نے فرمایا:
"میں نے بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر حق نواز کے نام کے نعرے سنے،اس پہاڑی علاقہ میں کون کسی کو جانتا ہے،اس سنگلاخ علاقہ میں بھی حق نواز کی آواز پہنچی، میں دل کی گہرائیوں سے کہتا ہوں کہ جتنا کام اکیلے حق نوازؒ نے کیا ہماری کسی جماعت نے نہیں کیا،اور یہ بھی کہتا ہوں کہ حق نوازؒ اس صدی کا مجدد تھا۔(تقریر جمعہ)

مولانا طاہر محمود اطہر

مولانا طاہر محمود اطہر صاحب مولف اثیم کے دیرینہ دوست ہیں، جامعہ غزالیہ کے

سابق استاذ، رحمانی مسجد مغل پورہ کے سابق امام، قرطبہ مسجد کے سابق خطیب اعلیٰ اور ادیب عالم ہیں۔ مولانا نے ''یا اللہ مدد'' کے موضوع پر ایک پمفلٹ تحریر فرمایا جس کے انتساب میں یوں رقم طراز ہیں: ''میں اس ذرہ بے مقدار کاوش کو اس عظیم المرتبت ہستی کی طرف منسوب کرتا ہوں جو ایک عرصہ تک آسمانِ عزیمت پر ستارۂ جرأت رندانہ بن کر چمکا، اقلیم مدح صحابہؓ کے تاجدار، میدان تحقیق کا شاہسوار، آسمان شجاعت پر مہر درخشاں گل کدہ علم میں بلبل ہزار داستان بن کر چہکتا رہا، زمانہ پرفتن میں جو ہستی بسا غنیمت تھی، خدا کی نعمت سراپا رحمت تھی، عبقری دہر میں نابغۂ روزگار بھی، صحابہؓ کی آبرو بھی، عائشہؓ کی عزت بھی، امہات المومنینؓ کی ترجمان بھی اسلاف کی یادگار بھی، جس نے عظمتِ صحابہؓ کو چار چاند لگائے، مسلک اہل سنت کی مانگ میں ستارے بھرے، وہ شیر جس کی آمد پر رن کانپے، وہ جس نے تقدس صحابہؓ کے پودے کو گرم لہو سے خون بادی کی، جس کی ہیبت سے دشمن لرزہ براندام ہوئے۔ ہاں ہاں کون وہی فخر اہل سنت، سب سے منفرد، سب سے ممتاز، بے نیاز تحسین مستغنیٰ اعزاز، اپنی ذات میں انجمن اور انسانیت ساز ادارہ، راتیں حق کی جستجو میں کٹیں، دن یار کی گفتگو میں، ایک زندۂ جاوید تاریخ ہے، مجسم تحریک ہے، سنیت کا سرمایہ تہذیب علم کا گرانمایہ، عزم وہمت کا پیکر جمیل، استقامت واستقلال کا کوہ گران صبر ایوبؑ کی سچی تصویر، انداز تقریر انوکھا، طرز بیان نرالا، ہر بات بادلیل، ہر لفظ بہ تحقیق، اداء قلندرانہ، جلال سکندرانہ، گفتگو رندانہ زندگی مجاہدانہ، کردار غازیانہ، انداز قاہرانہ، کون سا شہر ہے، کون سا قصبہ ہے، جہاں اس کے ماننے والے نہ ہوں، ملک کا کون سا گوشہ ہے جہاں اس کی چاہت کے زمزمے نہ ہوں، اس کے دیوانے میں امیر بھی ہیں غریب بھی، شاعر بھی ہیں ادیب بھی، علماء بھی پیر بھی، تاجر بھی مزدور بھی، طلباء اور وکلاء بھی۔ اللہ اکبر ایک شخصیت میں کتنی تابندگیاں ہیں، ایک زندگی میں کتنی زندگیاں جمع ہیں، اور وہ شخصیت حق نما، حق پرست، حق بلند شہید ناموس صحابہؓ مولانا حق نواز جھنگویؒ ہیں۔

فقیہ مصلحت میں سے ہو رند بادہ خوار اچھا
نکلتی تھی جس کے منہ سے سچی بات مستی میں

مولانا محمد الیاس فاروقی صاحب

مولانا محمد الیاس صاحب فاروقی جامعہ اشرفیہ لاہور کے سابق مدرس ہیں، سپاہ صحابہ لاہور کے جنرل سیکرٹری ہیں لکھتے ہیں

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

یہ الفاظ ایک مرد مجاہد اور قلندر بے باک کی لسان آتش فشاں سے ابل ابل کر پوچھ رہے ہیں، عوام سے، ارباب اقتدار سے، طلباء، علماء سے مشائخ اور گدی نشینوں سے کہ کیا تقدس صحابہؓ، ناموسِ صحابہؓ، ردائے عائشہؓ اور خونِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سینچے ہوئے گلشن کے ایک لاکھ چوبیس ہزار معصوم پودوں کی حفاظت کرنا جرم ہے۔ جنھوں نے خون کے نذرانے دے کر اسلام کے ابدی پیغام کو ہم تک پہنچایا، ان کے ان لازوال احسانات کا ذکر جرم ہے؟ ان مقدس ہستیوں کے بارہ میں قرآن کی مبشرات کو لوگوں تک پہنچانا جرم ہے؟ اگر نہیں تو پھر خون ناحق پکار کر کہہ رہا ہے۔

آتا ہے روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

یہ الفاظ اس مرد درویش کے ہیں، جس نے اپنی حق گوئی سے لوگوں کو باور کروالیا تھا کہ علماء حق کہنا جانتے ہیں، جو اپنی مستقل مزاجی سے چٹانوں کی مزاحمت کو بھی خاطر میں نہ لایا، جس نے اپنی شعلہ نوائی سے ایوانہائے شیعیت کو خاکستر بنا کے چھوڑا، جس کے نام سے معاندین صحابہؓ کے قلب و جان میں رعشہ و زلزلہ کی کیفیت طاری ہو جاتی، مولانا حق نوازؒ نے صحابہؓ کی تقدس کے بارے میں کسی بھی قسم کی مصلحت کوشی اور لچک کو حرف غلط کی طرح ختم کر دیا تھا، جن کی زندگی سوز و ساز رومی و پیچ و تاب رازی سے عبارت تھی۔ (الحسن لاہور)



باب ۲۳

حق نواز شہیدؒ صحافیوں کی نظر میں

ارشاد احمد حقانی صاحب

ارشاد احمد حقانی ریذیڈنٹ ایڈیٹر روزنامہ جنگ لاہور لکھتے ہیں، ''انجمن سپاہ صحابہ پاکستان کے سرپرست اعلیٰ اور جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ کے راہنما مولانا حق نواز جھنگوی کو بعض نامعلوم افراد نے جمعہ کی رات گھر سے نکلتے ہوئے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک اطلاع کے مطابق مولانا مرحوم نے گذشتہ جمعہ کو اپنے قتل کی نشاندہی بھی کر دی تھی، اور کہا تھا کہ ان کے خلاف قتل کی سازش ایران، دبئی اور پاکستان میں تیار کی گئی ہے اور ان کے قتل کا منصوبہ ۲۰ تا ۲۵ فروری کے درمیان مکمل کیا جائے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک دینی وسیاسی راہنما کی طرف سے اپنے قتل کی اتنی واضح نشاندہی کے بعد انتظامیہ کو ان کی حفاظت کا انتظام کرنا چاہیے تھا، تاکہ یہ دل خراش واقعہ رونما نہ ہوتا اور اس وقت جبکہ قوم کو ہر سطح پر یکجہتی اور اتحاد کی ضرورت ہے۔ ایک نیا انتشار جنم لینے کا خدشہ ذہنوں میں کلبلانے نہ لگتا۔ گذشتہ چند سالوں کے دوران پہلے علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ اور پھر علامہ عارف حسینی کو قتل کیا گیا، مولانا حق نوازؒ کا قتل اس سلسلہ کا تیسرا المناک واقعہ ہے۔ اس پر جھنگ شہر میں جو ردعمل ہوا اس میں بھی ایک شہری ہلاک اور کئی زخمی ہوئے، خدشہ ہے کہ اس پر ہونے والا ردعمل ابھی طول پکڑے گا۔ حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ واقعہ کی سنگینی کے پیش نظر نہ صرف حفاظتی اقدامات پر توجہ دے بلکہ مولانا حق نوازؒ کے قاتلوں کو گرفتار کرنے اور انہیں عبرت ناک سزا دینے میں کسی تاخیر کا مظاہرہ نہ کرے۔ ہماری مولانا حق نواز جھنگوی مرحوم ومغفور کے

وابستگان سے بھی یہ اپیل ہے کہ وہ قانون کو ہاتھ میں لینے سے احتراز کریں اور قاتلوں کی گرفتاری میں حکومت سے بھرپور تعاون کریں۔" (روزنامہ جنگ لاہور ۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ، اتوار ۲۵ فروری ۱۹۹۰ء)

مجید نظامی صاحب

مجید نظامی صاحب روزنامہ "نوائے وقت" کے ایڈیٹر ہیں، لکھتے ہیں: "ممتاز عالم دین اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ حق نواز جھنگویؒ گزشتہ روز گولی لگنے سے جاں بحق ہو گئے۔ مولانا جھنگویؒ پر قاتلانہ حملہ اس وقت ہوا جب وہ شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے گھر سے نکلے تھے، گولیاں ان کے سر، گلے اور پیٹ میں لگیں جس سے وہ موقع پر ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق مرحوم نے اپنی وفات سے قبل خطبہ جمعہ میں عوام کو یہ بتایا تھا کہ ان کے قتل کی سازش تیار کی جا چکی ہے اور انہیں ۲۰ اور ۲۵ فروری کے دوران قتل کر دیا جائے گا۔ مولانا کی اس بات کی شہادت ان کے سینکڑوں نمازیوں سے لی جا سکتی ہے جو خطبہ جمعہ کے دوران موجود تھے تاہم ابھی یہ معلوم کرنا باقی ہے کہ آیا مولانا نے پریس یا اپنے حلقہ احباب کو اس گروہ کے بارے میں بتایا تھا یا نہیں جو اُن کی جان لینا چاہتا تھا۔ اگر مرحوم نے کسی کو اس سلسلے میں بتایا ہوگا، تو لازماً ان وجوہات سے بھی آگاہ کیا ہوگا جو ان کے مخالفین کے انتہائی اقدام کا سبب بن سکتی ہیں، ایسی صورت میں پولیس کے لئے قاتلوں کو تلاش کرنا اور انہیں تختہ دار تک پہنچانا مشکل نہیں ہونا چاہئے، لیکن اگر کوئی فرد بھی اس بارے میں آگاہ نہیں تو پھر بھی پولیس اور انتظامیہ کا فرض ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے قتل کے محرکات اور ذمہ دار عناصر کے بارے میں عوام بالخصوص مولانا کے پیروکاروں کو مطمئن کرے۔ جواں سال عالم دین مولانا حق نواز جھنگویؒ اپنے مکتبہ فکر کے مقبول عالم دین تھے اور ان کی مذہبی و تبلیغی خدمات سے پورا پنجاب آگاہ ہے، اس طرح ان کے مذہبی و سیاسی مخالفین سے بھی جھنگ کے عوام آگاہ ہوں گے، لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ پولیس اور انتظامیہ نے مولانا کے بروقت انتباہ کے باوجود ان کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں کیا، اور ایسی مقبول و محترم شخصیت سے اہل علاقہ محروم ہو گئے، الخ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے"۔

(روزنامہ نوائے وقت ۲۷ رجب ۱۴۱۰ھ ۲۴ فروری ۱۹۹۰ء ہفتہ)

مناظر حسین نظر صاحب

ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور کے ایڈیٹر مناظر حسین نظر مرحوم لکھتے ہیں: ''۲۲ر فروری ۱۹۹۰ء رات آٹھ بجے مولانا حق نواز جھنگویؒ اپنے گھر سے باہر نکل رہے تھے کہ انہیں چند سفاکوں، شرپسندوں اور باطل کے ایجنٹوں نے گولیاں برسا کر شہید کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا شہیدؒ سپاہ صحابہؓ کے سربراہ تھے، اور اس دور میں جبکہ صحابہؓ دشمنی کی بیماری درآمد ہو رہی ہے، اور ملکی وغیر ملکی طاقتوں کی پشت پناہی میں وباء کی صورت میں پاکستان پر یلغار کر رہی ہے، وہ پوری تندہی، بہادری، جان سپاری اور بھرپور ایمانی قوت سے حفاظتی اور انسدادی کاروائیوں میں مصروف عمل تھے اور اس محاذ پر ہمہ وقت اور ہر آن ڈٹ کر حق صداقت کی جنگ لڑ رہے تھے، اس جہاد میں وہ اس حد تک آگے نکل گئے تھے کہ ملک بھر میں اہل سنت والجماعت کی شناخت اور آواز بن گئے تھے، اس لئے ان کی شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، اور اس کی صدائے بازگشت دور دور تک ملک سے باہر بھی سنی گئی، جس سنی مسلمان نے یہ خبر سنی وہ سکتے میں آ گیا اور اس نے محسوس کیا کہ اس کے قلب وجگر پر آری چل گئی ہے۔ ملک بھر میں سوگ کی کیفیت طاری ہوگئی، ان کے لاکھوں مداحین اور ان گنت جانثار غم سے نڈھال اور درد والم سے بے حال ہو گئے۔ لوگوں کے دلوں میں عشق صحابہؓ کی وہ چنگاری جسے مولانا شہیدؒ نے ہوا دے کر اپنی دن رات کی محنت شاقہ سے شعلۂ جوالہ بنا دیا تھا، بے قابو ہوگئی اور ملک کے تمام سنی مسلمان ہر اختلاف، ہر خطرے اور ہر نتیجے سے بے نیاز ہو کر سراپا احتجاج بن گئے اور جھنگ شہر کا تو یہ عالم تھا کہ پورا شہر سڑکوں پر نکل آیا جس کی وجہ سے حکومت کو کرفیو لگانا پڑا اور فوج بلانا پڑی۔

مولانا شہیدؒ کی کسی سے ذاتی دشمنی نہ تھی، ان کی دوستی اور دشمنی فقط اللہ اور اس کے دین کے لئے تھی، وہ اسلام کے سپاہی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شیدائی تھے۔ انہوں نے آخری دم تک اپنے مشن کا پرچم بلند رکھا، اور جان کی بازی ہار کر بھی اس علم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا، مرتبہ شہادت پر فائز ہونے کے بعد ان کا خون بول رہا ہے، ان کی آواز مستقل پکار اور دعوت حق بن گئی ہے اور ملک کے کونے کونے میں اس کی صدائے بازگشت سنی

جارہی ہے، وہ فرقِ باطلہ کے دشمن تھے، اسلام کے سوداگروں کے دشمن تھے خدا، رسولؐ اور صحابہؓ کے دشمنوں کے دشمن تھے اور اقتدار کے پجاری ان بزرجمہروں کے دشمن تھے جو باطل کی آبیاری کرتے ہیں اور اہل حق کی لہلہاتی کھیتیوں کو اجاڑنے اور ان کے راستے میں سازشوں کے کانٹے بچھانے میں لگے رہتے ہیں۔ وہ کبھی اقتدار کی مونچھ کا بال نہیں بنے، اور نہ ہی دین دشمن وڈیروں کے در پر کبھی جبہ رسائی کی، وہ باطل کے لئے بے نیام تلوار اور حق پرستوں کے لئے سایہ دیوار تھے، یہی وجہ ہے کہ اقتدار کے مکار ٹھیکیدار اور وڈیرے ان سے خوف کھاتے، باطل ان کے نام سے لرزتا اور اسلام اور اساطینِ اسلام کے دشمن ان کے سائے سے لرزتے تھے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ انجمن سپاہ صحابہؓ کے قافلہ سالار، اسلام کے فدائی، نوجوانوں کے سردار اور چمنستان نبوت کے پھولوں کی مہکار سے سرشار تھے، اور اس لئے ان کا قتل فردِ واحد کا قتل نہ تھا، ایک تحریک کا قتل تھا، اور ملک میں دین کے مستقبل کا قتل تھا اور اہل سنت والجماعت کے نظریات کا قتل تھا۔'' (ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور ۱۶ مارچ ۱۹۹۱ء)

انجینئر طاہر محمود صاحب

انجینئر طاہر محمود صاحب ماہنامہ ''خلافت راشدہ'' فیصل آباد کے ایڈیٹر اور ادارہ اشاعت المعارف فیصل آباد کے دیرینہ رضا کار اور سپاہ صحابہؓ پاکستان کے فعال کارکن ہیں۔ لکھتے ہیں:

''۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء (۲۵ رر جب ۱۴۰۱ھ) دنیا بھر کے کروڑوں اہلسنت حضرات کو کبھی فراموش نہ ہو سکے گا، اس روز امیر عزیمت اور پاکستان کی سنی عوام کے بے تاج بادشاہ مولانا حق نواز جام شہادت نوش کر گئے، دنیا بھر کے مسلمانوں کو خطرات سے آگاہ کرنے والا، خوابیدہ روحوں کو بیدار کرنے والا خود حورانِ خلد کا مہمان بن گیا۔

انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان کے نومنتخب سرپرست اعلیٰ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے مولانا حق نواز شہیدؒ کی جانشینی کا منصب سنبھالنے کے بعد کہا، ''ہمیں امیر عزیمت کی شہادت کا دکھ نہیں، یہ تو شیوہ اسلاف اور تمنائے رسالت ہے، الم اور کرب یہ ہے کہ عصر حاضر کا ایک برگزیدہ انسان بہت ہی تھوڑی عمر پاکر صرف ۳۸ منزلیں طے کر کے ہم سے جدا ہو گیا، مشیت الٰہی میں جن نادر روزگار افراد سے جتنا کام

لینا مقصود ہوتا ہے اس کے مطابق ہی انہیں عمر سے نوازا جاتا ہے، انسانیت کو وہ کچھ عطا کیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا عہد آخر میں مولانا عبدالحیٰ لکھنویؒ صرف ۴۰ سال بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ۴۱ سال کی عمر پائی، مولانا حق نواز شہیدؒ صرف ۳۸ سال میں عجیب النوع اور اس صدی کے سب سے اہم فریضہ کی طرف متوجہ کرتے ہی اپنے خالق کے حضور پہنچ گیا۔ صحابہ کرامؓ کی وکالت کرنے والا اور اس راستے میں قتل جیسے سنگین مقدمات اور مشکلات و مصائب کا سینہ چیر کر حق و صداقت کا غازہ نمودار کرنے والا ۴۰ سال سے قبل ہی دنیا سے رخصت ہو گیا۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کی شہادت کے فوراً بعد دنیا بھر میں جس انداز سے ان کے کارناموں کو سراہا گیا ان کی دعوت و نصب العین پر تائید بیانات شائع ہوئے، تمام مکاتب فکر ان کے پیغام کو کھلے عام اپنانے کا عہد کرنے لگے، اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ اب ہر گھر، ہر شہر، ہر بستی اور ہر قریہ اور ہر سنی ملک میں نئے نئے حق نواز جنم لے رہے ہیں، شہید راہنما کے قاتلوں اور ان کے پشت پناہوں کو محسوس ہو رہا ہے کہ تیغ ستم کی ٹھیس سے خود ان کا خرمن راکھ ہو رہا ہے، صحابہ کرامؓ کے دشمنوں، کفر پر مشتمل ان کی تاریخ ساز دعوت اور وجد آفرین للکار عام ہو رہی ہے، شہید ناموس صحابہؓ کی منزل نے انسے بہت ہی قریب کر دیا ہے، ہم لوگ اس بات کا تصور بھی نہ کرتے تھے کہ ان کی زندگی میں ان کے سخت مخالف اعتدال اور مصلحت کے خوگر علماء مشائخ اور سیاستدان بھی ان کی شہادت کے بعد ان کے موقف کی تائید کریں گے۔ ہر سٹیج صحابہؓ دشمنوں کے کفر کے نعروں سے گونج اٹھے گا، ملک کے ہر طرف بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث اور جماعت اسلامی سمیت تمام مذہبی اور سیاسی تنظیمیں ان کے مشن پر گامزن رہنے کا عہد کریں گی۔ ''شہید لوگ مر نہیں سکتے وہ صرف راستے بدلتے ہیں'' (ماہنامہ خلافت راشدہ جون ۱۹۹۰ء ج اشمارہ ۴)

صلاح الدین صاحب

جناب صلاح الدین صاحب کثیر الاشاعت ہفت روزہ ''تکبیر'' کراچی کے ایڈیٹر لکھتے ہیں: ''مولانا حق نواز مرحوم نے مولانا عبدالستار تونسوی اور مولانا دوست محمد سے کسب علم کیا، اور مولانا عبدالشکور لکھنوی کی تحریر اور تحریک سے بہت متاثر ہوئے، دوران تعلیم جمعیت طلبائے اسلام

سے منسلک اور مولانا عبدالشکور لکھنوی سے متاثر ہونے کی وجہ سے تحفظ ناموس صحابہؓ کی تحریک شروع کی اور دلائل و براہین سے عظمت صحابہؓ کو پرجوش انداز میں اجاگر کرتے رہے، وہ حقوق اہلسنت کے بہت بڑے داعی تھے، اپنی پرجوش اور ولولہ انگیز اور مدلل تقاریر کی وجہ سے بہت قلیل عرصہ میں ان کا شمار ملک کے مشہور خطباء میں ہونے لگا، اور سنی علماء میں انہوں نے ایک ممتاز مقام حاصل کیا، ۱۹۸۴ء میں مولانا نے اپنی تحریک تحفظ ناموسِ صحابہؓ کو ایک باقاعدہ شکل دی اور ان کا نام انجمن سپاہ صحابہؓ رکھا اور اس وقت سے تادم حیات اپنی تحریک کے سرپرست اعلیٰ رہے۔" (ہفت روزہ تکبیر کراچی)

تنویر شہزاد صاحب

مجیب الرحمٰن صاحب شامی کی زیرادارت نکلنے والے ہفت روزہ ''زندگی'' کے نمائندہ خصوصی تنویر شہزاد صاحب رقمطراز ہیں: ''انقلاب ایران نے مختلف دائروں میں مختلف اثرات مرتب کئے، پاکستان میں اس کا ایک اثر یہ ہوا کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ سرگرم اور پرجوش ہوئی، اس کا لہجہ سیاسی ہوتا گیا اور بعض انتہا پسند کچھ زیادہ ہی انتہاؤں کو چھونے لگے، پاکستان کے مختلف شہروں میں موجود شیعہ سنی کشمکش جو پہلے مناظرانہ نوک جھونک تک محدود تھی، اس کے تیور قیامت کی خبر لانے لگے۔ جھنگ میں شیعہ حضرات کا اثر ورسوخ بھی بہت ہے اور سنیوں کی طاقت بھی ہے۔ یہاں ایک انتہا کے مقابلہ میں دوسری انتہاء اپنے جوہر دکھانے لگی۔ انجمن سپاہ صحابہؓ کے نام سے نوجوانوں کی تنظیم قائم ہوئی، اس کی شاخیں جگہ جگہ کھلنے لگیں، مولانا حق نواز جھنگویؒ اس کا مرکزی نکتہ تھے، سرپرست اعلیٰ بھی اور مربی ورہنما بھی۔

مولانا جھنگویؒ اپنی ادائیں رکھتے تھے، نو کے مقابلے میں دس اور انیس کے مقابلے میں بیس، انجمن سپاہ صحابہؓ گرم خون کے گرم نوجوانوں کی تنظیم تھی، اس کے پوسٹروں اور کیلنڈروں پر جابجا اشعار نظر آتے تھے۔

ہم کریں گے اتنا ماؤں کی محبت کو بلند
کہ دل کے ٹکڑوں کو شہادت کی دعا دینی پڑے
اور اٹھائیں گے ہم اس ارضِ پاک سے ایسے شہید
جن کے مدفن کو زمینِ کربلا دینی پڑے

مذہبی فیصلہ

حق نوازؒ ذہین اور جرأت مند انسان تھے، اردگرد کے حالات کا جائزہ لیا، یہ وہ وقت تھا جب مولانا منظور احمد چنیوٹی ختم نبوت کے محاذ پر شہرت کی بلندیوں کو چھو رہے تھے، حق نوازؒ نے بھی مذہبی دنیا میں اپنا نقش جمانے کا فیصلہ کرلیا، پہلے پہل بریلویوں سے دو دو ہاتھ کیئے، پرانی مسجد عیدگاہ کے مولوی محمد صدیق کے ساتھ ان کی معرکہ آرائیاں جھنگ شہر میں موضوع بحث بننے لگیں، دونوں حضرات نے ایک دوسرے کو مناظرے کا چیلنج دے دیا، مقامی گورنمنٹ کالج کے پرنسپل پروفیسر انجم منصف قرار پائے، خوب تقریریں ہوئیں، کچھ ہی عرصہ بعد پروفیسر طاہر القادری کے زیر انتظام چلنے والی اس جامع مسجد پرانی عیدگاہ کے امام صاحب کو برطرف کر کے معتدل آدمی کو بحیثیت خطیب لایا گیا، جس سے محاذ آرائی کی یہ کیفیت ختم ہوگئی۔

جاگیرداروں کو چیلنج

حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے شیعہ جاگیرداروں کو چیلنج کرنے اور ان کے خلاف محاذ قائم کرنے کا فیصلہ کیا، شیعہ عقائد پر تابڑ توڑ حملے کیئے، مقامی اہل ثروت کے تعاون سے زمین خرید کر ایک علمی مدرسہ جامعہ محمودیہ جہاں مولانا کو دفن کیا گیا کی بنیاد رکھی۔ پاکستان بھر کے دیوبندی حلقوں کی حمایت حاصل کرنے اور مستند حیثیت اختیار کرنے کے لئے انہوں نے جمعیت علماء اسلام سے تعلق قائم کرلیا۔ جھنگ شہر سے ان کا دائرہ پھیلتا گیا، شیعہ مناظرین کا تعاقب کرتے گئے، جیلیں، مقدمات، دھمکیاں اور قاتلانہ حملے بھی ان کو ان کے راستے سے نہ ہٹا سکے۔

مداحوں کی عقیدت

انہوں نے نوجوانوں کے گروہ کو منظم کیا، سپاہ صحابہ کے کفن بردوش جلوس نکالے، ان کا خیال تھا کہ طاقت اور قوت کے لحاظ سے مضبوط ہو کر ہی مخالفین کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ مولانا نے جذباتی عقیدت مندوں کی کھیپ تیار کرلی، ان کے مداحوں کی سرگرمی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ وہ جب جیل میں جاتے تو پندرہ پندرہ دن تک جیل کے سامنے دیگیں پکتیں جن سے تمام قیدیوں، جیل

کے عملے اور دیگر افراد کی دعوت کی جاتی۔ نظر بندی کی مدت ختم ہونے پر مولانا کو ہار پہنا کر جیل سے باہر نکالا جاتا، مولانا کے عقیدت مندوں نے گڑھ مہاراجہ کے کیس میں تو انہیں رہا کرانے کے لئے مقامی اسسٹنٹ کمشنر کو بھی اغوا کرنے سے گریز نہ کیا تھا۔

جرأت ودلیری

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی سب سے بڑی خوبی ان کی جرأت ودلیری تھی، وہ جس موقف پر ڈٹ جاتے اس سے کسی صورت پہلو تہی نہ کرتے، ان کی جماعت کے ایک مرکزی لیڈر نے اس سلسلے میں یہ دلچسپ واقعہ سنایا کہ ایک بار چیچہ وطنی میں تقریر کا پروگرام تھا، وہاں کے ناموافق حالات کے پیش نظر انتظامیہ نے اس پر پابندی لگادی اور ان کی کار کو شہر سے باہر روک کر احکامات سے مطلع کر دیا۔ مولانا نے کے ان آرڈرز پر دستخط کرنے سے قبل اپنے لئے ایک فوٹو کاپی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ مجھے اجازت دی جائے تاکہ میں چیچہ وطنی میں منتظمین جلسہ سے معذرت کرلوں، اور فوٹو کاپی کروا لاؤں۔ انتظامیہ کے متعلقہ افراد نے بد اعتمادی کا اظہار کرتے ہوئے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی، جس پر مولانا نے سخت الفاظ میں کہا، میں تو چاہتا تھا تمہارے احکامات پر عمل کر ہی لیا جائے، مگر چونکہ تم نے مجھ پر اعتماد نہیں کیا، اس لئے اب یہ تقریر ضرور ہوگی۔ یہ کہہ کر واپس چلے آئے، کمالیہ پہنچ کر گاڑی کو ایک عقیدت مند کے گھر چھپا دیا۔ اپنے ساتھیوں کو خاص ہدایات دے کر ریل اور بس کے ذریعے چیچہ وطنی پہنچنے کو کہا اور خود دریا راوی پر پہنچے، کشتی کے ذریعے رات پونے بارہ بجے دریا عبور کر کے کئی میل موٹر سائیکل پر طے کر کے پولیس کر چکر دینے کے بعد بالآخر جلسہ گاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ مولانا نے تقریر کی اور پھر نا معلوم راستوں سے ہوتے ہوئے جھنگ پہنچ گئے، اس طرح کے واقعات میاں چنوں گوجرانوالہ سمیت کئی دوسری جگہوں پر بھی ہوئے۔

دعائے شہادت

ان کے ایک قریبی دوست نے اپنی پرانی یادیں تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ مولانا کی شخصیت تھی ہی بہت یادگار، مجھے یاد ہے کہ جب ہم ان کے ساتھ میانوالی جیل میں نظر بندی کے ایام گزار رہے تھے، تو ان دنوں وہ نماز تہجد کے بعد ہمیشہ یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! اگر موت دینی ہے

تو شہادت کی موت ہی دینا، ایام اسیری میں اکثر اپنے ساتھیوں کو شعر سنا کر کہتے اور ان کے اصرار پر وہ ہمیشہ ایک ہی شعر سناتے۔

چراغِ زندگی ہو گا فروزاں ہم نہیں ہوں گے
چمن میں آئے گی فصلِ بہاراں ہم نہیں ہوں گے

(ہفت روزہ زندگی لاہور)

مفتی جمیل خاں صاحب

مفتی جمیل خاں صاحب لکھتے ہیں: "مولانا حق نواز جھنگویؒ سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ پنجاب کے نائب امیر، جامعہ محمودیہ کے مہتمم، متحدہ علماء کونسل کی سپریم کونسل کے رکن، متحدہ سنی محاذ کے راہنما اور اہل سنت والجماعت کے عظیم سکالر و خطیب تھے۔ تمام زندگی مولانا جھنگویؒ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کی ترویج اور تحفظ عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں گزری، کامیاب زندگی کا مسافر کامیابی کی سندِ حیات لے کے خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروقؓ کی سنت کی یاد تازہ کرتے ہوئے محبوب رب العالمین کے دربار میں پہنچ گئے۔"

جاوید جمال ڈسکویؒ

جاوید جمال ڈسکویؒ ڈسکہ سیالکوٹ کے رہنے والے تھے، روزنامہ "جنگ" لاہور سے وابستہ رہے، ایک کار کے حادثہ میں جاں بحق ہوئے۔ علماء حق کے فروعی اختلافات سے نالاں تھے، لیکن اس کے باوجود مسلک حق کی پوری پوری ترجمانی کرتے تھے۔ لکھتے ہیں "گذشتہ ہفتہ پورا پنجاب سوگ کی کیفیت میں رہا، جو انجمن سپاہ صحابہ کے سربراہ حق نواز جھنگوی شہید کے ظالمانہ قتل کے سلسلے میں تھا، پنجاب بالخصوص جنوبی پنجاب کے شہروں، قصبوں حتیٰ کہ دیہاتوں میں مکمل ہڑتال، جزوی ہڑتال اور شدید احتجاج ہوا۔ نوجوان عالم دین مولانا جھنگویؒ کی مقبولیت کا اندازہ ناقابل یقین حد تک سامنے آیا۔ ان کی شہادت کی خبر جھنگ شہر کی سرحدوں سے اڑتی ہوئی جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک بلکہ پوری دنیا کے بیشتر ممالک میں پھیل گئی، راقم ایک تقریب میں شرکت کے

بعد دفتر واپس آیا تو میرے لئے اس خبر کی تصدیق کے لئے مدینہ منورہ سے تبلیغی جماعت کے مشہور واعظ اور انٹرنیشنل اسلامک مشن کے سربراہ مولانا عبدالحفیظ سمیت لندن اور کویت سے ٹیلی فون آ چکے تھے۔ مولانا جھنگویؒ صرف عظمت صحابہؓ کے مبلغ اور مخالفین صحابہؓ کے زبردست ناقد تھے، اس کے علاوہ کسی بھی موضوع پر کم گفتگو کرتے تھے۔ وہ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کے بعد پورے ملک میں اپنی نوعیت کے واحد خطیب تھے وہ بلا تفریق دیو بندی، بریلوی، اہل حدیث مسالک کے پسندیدہ مقرر و مبلغ تھے، اپنی تقاریر میں تینوں مکتبہ فکر کے اکابرین کا احترام سے ذکر کرتے اور ان کے حوالے دیتے۔

یوں تو وہ جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ کی پنجاب شاخ کے نائب امیر تھے، لیکن جے یو آئی پنجاب کے انتخابات کے موقع پر انہیں جس طرح پنجاب کا امیر بننے سے روکا گیا، اس سے وہ خاصے دلبرداشتہ ہو گئے تھے جس کا تفصیلی ذکر انہوں نے راقم سے کیا اور ان دونوں کو ایک ہی سمجھتے تھے۔ ۱۰ فروری کو راقم سے ملنے آئے رات ۸/۹ بجے سے صبح تین بجے تک بیٹھے رہے، اس دوران انہوں نے روزنامہ جنگ کے دفاتر بھی دیکھے اور نیوز روم میں جا کر سٹاف سے بھی ملے، اس ملاقات میں انہوں نے اپنے مشن کی اہمیت پر تفصیل سے اظہار خیال کیا، اور اپنے مستقبل کے ارادے ظاہر کئے، وہ علماء بالخصوص فضل الرحمٰن گروپ اور درخواستی گروپ سے نالاں تھے، بعض بڑے علماء کے نام لے کر انہیں دین اور مشن سے نامخلص قرار دیا اور کہا کہ دین کی بے توقیری کی ایک وجہ یہ ہے کہ بعض علماء نے دین کو کاروبار بنا لیا ہے۔

فضل الرحمٰن گروپ کے انقلابِ ایران کی بالواسطہ حمایت پر کھل کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا، اس گروپ کے بعض ارکان اسمبلی کا آئے دن ایران کے دورے کرنے پر تشویش کا اظہار کرتے رہے، انہوں نے بتایا کہ ایسے علماء سے بدظن ہو کر انہوں نے دیندار نوجوان پر مشتمل سپاہ صحابہؓ تنظیم منظم کی اور اب وہ ملک کی بڑی جماعتوں میں سے ایک ہے۔ ان دنوں وہ مینار پاکستان پر اپنی طاقت کا مظاہرہ کرانے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اخبارات سے شاکی تھے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا ثبوت نہیں دے رہے، صبح تین بجے راقم انہیں ان کی گاڑی تک چھوڑنے گیا، اس وقت ان کے ساتھ دو ساتھی تھے، میں نے پوچھا آج گارڈ کہاں ہیں؟ ہنس پڑے اور کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ آپ یہ سوال ضرور کریں گے کیونکہ

میں انہیں پہلے بھی جب کبھی بغیر گارڈ کے آتے تھے یہی سوال کرتا تھا۔(روزنامہ ''جنگ'' لاہور)

اللہ وسایا قاسم صاحبؒ

اللہ وسایا قاسم صاحب ہفت روزہ ''ترجمانِ اسلام'' لاہور کے سابق مدیر تھے، مرحوم لکھتے ہیں: ''حق نواز جھنگوی مر گیا؟ نہیں نہیں، میرا آئیڈیل مر نہیں سکتا۔ یہ ہوا کسی دشمن نے اڑائی ہوگی..... کل ہی تو میں اس شیر اسلام..... محافظ ناموسِ صحابہؓ سے ملا ہوں، اس کا حسین متشرع چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے..... وہ کیسے مر گیا؟ اس کی تلخ و شیریں آواز میرے کانوں میں رس گھول رہی ہے..... اگر اعتبار نہیں آتا تو وہ دیکھو حق نواز جھنگوی تقریر کر رہا ہے..... آواز سنائی نہیں دیتی تو میرے کانوں سے سنو..... میری بصارت تمہارے لئے حاضر ہے، خود دیکھ لو..... کیسے دھڑلے سے بول رہا ہے..... موتی رول رہا ہے..... اخبار والے جھوٹ بولتے ہیں..... ریڈیو نے کب سچ کہا ہے؟ ٹیلی ویژن والوں کا کام ہی جھوٹ بولنا ہے..... یہ سرکاری ناقوس ہیں..... یہ ڈھنڈورچی تو ہر دور میں سرکاری عالی مقام آستانہ عالیہ پر سجدہ ریز نظر آتے ہیں..... اور وہ مردِ حق تو سرکار سے برسرِ پیکار نظر آتا ہے..... آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر..... بلا جھجک بلا خوف جب بڑے بڑے پارسا کرسی اقتدار کی زلف گرہ گیر ہو گئے تب وہ اس کے خلاف شمشیر ہو گیا۔ لیکن..... آج یہ لوگ جھنگ کے اجڑے گلستان کی داستانیں کیوں دہرا رہے ہیں..... پاکستان بلکہ پوری دنیا کے خاموش در و دیوار اپنے سینے پر سیاہ جھنڈیاں کاہے کو سجائے ہوئے ہیں..... عوام سراپا احتجاج کیوں بنے ہوئے ہیں..... مرکزی شہزادیوں اور شہزادگان حکومت پر کس لئے سکتہ طاری ہے..... بتاؤ انجمن سپاہ صحابہؓ کے کارکنو! تمہارا محبوب قائد، عظیم قافلہ سالارِ حق کی آواز تمہارا سابق سرپرست اعلیٰ کہاں گیا..... کیا سابق ہونے کے بعد تم نے اس سے سابقہ ہی ختم کر دیا۔

اللہ وسایا صاحب آخر میں لکھتے ہیں: ''وہ دیکھو وہ مسکرا رہا ہے کیسی ابدی نیند مسکراہٹ ہے، اس کے ہونٹوں پر لازوال مسکراہٹ جس پر کئی دلربا جانیں قربان کی جا سکتی ہیں، حق نواز فکر نہ کر تیرا عزم زندہ ہے تیرا مشن زندہ ہے تیرا پروگرام زندہ ہے، تیرے کارکن تیری قیادت میں کفن بردوش ہیں، کراچی سے خیبر تک، مغرب سے مشرق تک شمال سے جنوب تک، نظام خلافت راشدہ

برپا کرنے کے لئے دنیا سے دشمنان اصحاب رسول، منکرین امی عائشہؓ کے خاتمہ کے لئے، خاتمہ کر کے دم لیں گے۔

یہ بات عیاں ہے دنیا پر ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزم جہاں مہکائیں گے یا خون میں نہا کر دم لیں گے

(ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' لاہور)

سعید الرحمان علوی صاحب

مولانا سعید الرحمان علوی صاحب ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور کے سابق مدیر لکھتے ہیں:
''حق نواز اور اس کے رفقاء کے لئے جیل کے دروازے کھل گئے، تھانوں کا تشدد شروع ہو گیا اور بیورو کریسی کا ظالمانہ ہاتھ حرکت میں آ گیا، لیکن وہ محمد واصحاب محمدؐ کا سچا غلام تھا، اس نے فیض کی زبان میں کہا:

مقامِ فیض راہ میں کوئی بچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے ہم

اس کے لئے مسجد کا منبر اور عدالت کا کٹہرا ایکساں تھا، اور اسے دبانے والے اسلام کی روایتی فطرت کا تماشا دیکھ رہے تھے، کہ اسے جوں جوں دبایا جاتا ہے وہ توں توں ابھرتا ہے، اور جب یار لوگ یہ ہتھکنڈے اختیار کر کے کامیاب نہ ہو سکے تو انہوں نے اس کو راستہ سے ہٹانے کی غرض سے اس پر آخری وار کیا اور یوں ایک شام کو وہ جھنگ میں شہادت سے ہمکنار ہو کر امر ہو گیا، اس شہید ناز کا ماتم پوری دنیا میں منایا گیا، سبھی لوگ اس کی موت پر نوحہ کناں تھے، سوائے ان کے جو اسے دشمن سمجھتے، انہوں نے اس کا کیس الجھایا الجھاتے چلے جا رہے ہیں، لیکن اس کا پاک و معصوم خون برابر ابلتا رہے گا، جب تک اس ملک کی نظریاتی سرحدیں محفوظ نہیں ہو جاتیں۔ محمدؐ و اصحاب محمدؐ کی عزت کے لئے لوگ اس طرح ''دیوانگی'' کا مظاہر کرتے رہیں گے اور دکھی انسان شاہین بن کر جھپٹتے رہیں گے اور ایوانِ استبداد لرزتے رہیں گے۔ (ماہنامہ خلافت راشدہ ص ۳۲)

ماہنامہ ''الخیر'' ملتان

مولانا محمد ازہر صاحب ماہنامہ ''الخیر'' ملتان کے مدیر رقمطراز ہیں۔ ''حضرت مولانا حق نواز

شہید نے اس دور میں امام ابن تیمیہ کی سنت زندہ کی ہے، روافض کے بارہ میں ان کا عقیدہ بلاشبہ حق کی آواز تھا، عصر حاضر کے بعض علماء جو مصلحت کے تحت روافض کے خلاف اتنا پختہ عقیدہ رکھتے تھے، حق نواز نے اپنی جان دے کر انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

(ماہنامہ ''الخیر'' ملتان)

ماہنامہ ''بینات'' کراچی

مگر قدرت کی کرشمہ سازی دیکھئے، ''لکل فرعون موسیٰ'' کے مصداق کے ایک مضبوط گھرانے سے رافضیت کے فرعون کے مقابلے میں مولانا حق نواز جھنگوی کو کھڑا کر دیا، جنہوں نے اپنی جرأت، ہمت، قابلیت، اور گھن گرج سے شیعہ ایوانوں میں تہلکہ مچا دیا۔ موصوف نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور خلوص و اخلاص سے تاریخ کا دھارا بدل دیا اور شیعہ قیادت کو ہر میدان میں شکست دے کر ان کے کفر و نفاق کو ان کی کتابوں سے نکال کر سٹیج اور عوام کی عدالت میں پیش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ''شیعہ کافر ہیں'' آنحضرت کے بعد سے لے کر امام ابن تیمیہؒ شاہ ولی اللہ اور پھر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی ''تحفہ اثنا عشریہ'' تک اس کا تسلسل قائم تھا، اور علمائے اہل سنت اسی اعتقاد و نظریہ کے ہمیشہ منادر رہے ہیں، مگر سٹیج اور عوام کے سامنے ان کے کفر و نفاق اور برے عزائم کو جس طرح مولانا موصوف نے کھلے انداز میں پیش کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آج بحمد اللہ شیعہ نظریات عوام کے سامنے کھل کر آ چکے ہیں اور مولانا مرحوم کی فکر نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی ہے۔ (ماہنامہ ''بینات'' کراچی اپریل ۱۹۹۰ء)

ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی

جھنگ میں جس طرح کے ماحول سے ان کو سابقہ پڑا تھا اس ماحول نے ان کے لب و لہجہ کو تلخ ضرور بنا دیا تھا لیکن عظمت صحابہؓ کے لئے ان کے پر خلوص جذبے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ملک کے کچھ دہشت گردوں نے ان کو ہٹ لسٹ پر رکھا ہوا تھا، مولانا مرحوم نے اپنی زندگی میں اس کی بو بھی سونگھ لی تھی، اور اپنے مختلف خطبوں میں انہوں نے اس کا اظہار بھی کر دیا تھا،

ان دہشت گردوں کی پشت پر غیر ملکی سازش کے اندیشے کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔

(ماہنامہ "البلاغ" کراچی مئی/ رمضان ۱۴۱۰ھ)

"اقراء ڈائجسٹ" کراچی

وہ اسلام کے سپاہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سچے عاشق تھے، ان کی دشمنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دشمنوں سے تھی، ان کی دشمنی ان افراد سے تھی جو اسلام کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے تھے اس لئے وہ حکومت کیلئے بھی ناپسندیدہ تھے، باطل کیلئے بھی ناپسندیدہ تھے۔ باطل ان سے ہر وقت لرزاں رہتا تھا، حکومت ان سے خوف کھاتی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمن ان کے سائے سے بھی ڈرتے تھے۔ (اقراء ڈائجسٹ کراچی مارچ ۱۹۹۰ء)

ماہنامہ "الشریعہ" گوجرانوالہ

راقم الحروف نماز کے بعد جامعہ عثمانیہ شورکوٹ کے مہتمم مولانا بشیر احمد خاکی کیساتھ ان کے دفتر میں بیٹھے تھے کہ مولانا حق نواز جھنگوی کا فون آیا، مولانا خاکی کے علاوہ انہوں نے علامہ صاحب اور راقم الحروف سے بھی بات کی، یہ کم و بیش سات بجے کا وقت تھا، ہماری ان سے آخری گفتگو تھی، جو فون پر ہوئی، مولانا جھنگوی نے جمعیت علماء اسلام پاکستان کے اتحاد اور سنی کاز کی جدوجہد کی سیاسی پلیٹ پر منتظم کرنے کے سلسلے میں مشاورت کے لئے گوجرانوالہ تشریف آوری کی خواہش کا اظہار کیا اور ہمارے درمیان آئندہ ہفتے کے دوران کسی وقت مل بیٹھنے کی بات طے ہوئی، وہاں سے فارغ ہو کر علامہ خالد محمود صاحب اور راقم الحروف (مولانا زاہد الرشدی) واپسی کے لئے بس سٹاپ پر پہنچے تو بہت سے نوجوان سپاہ صحابہؓ کے پرچم اٹھائے، مولانا حق نواز جھنگوی کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ (ماہنامہ "الشریعہ" گوجرانوالہ مارچ ۱۹۹۰ء)

ہفت روزہ "ختم نبوۃ" کراچی

شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگویؒ کی داستان حیات جہد و عمل، عزم و ہمت، استقلال و پامردی، جرأت و استقامت، شرافت و دیانت، صدق و خلوص، اصول پرستی و راست روی، سیاسی

بصیرت اور توکل علی اللہ کی آئینہ دار تھی، آپ ملک کے صرف عظیم خطیب ہی نہیں بلکہ وسیع النظر، روشن خیال، عالم دین، حق گو، نڈر مجاہد، صاحب فراست، سیاسی راہنما اور اسلامی شرافت و محبت کا ایسا پیکر تھے، جنہیں دینی اور سیاسی حلقوں میں یکساں مقبولیت حاصل تھی۔ (ہفت روزہ ''ختم نبوۃ'' کراچی مارچ ۱۹۹۰ء)

ماہنامہ ''ترجمان السنہ'' لاہور

مولانا حق نواز جھنگوی ؒ کی شہادت کو جس قدر المناک قرار دیا جائے اتنا ہی کم ہے، یقیناً وہ علامہ شہید ؒ کے بعد پیدا ہونے والے بہت سے خلاؤں میں سے ایک خلاء کو بہتر طور پر پر کرتے ہوئے نظر آرہے تھے، وہ علامہ شہید ؒ (احسان الٰہی ظہیر) کو شخصیت کی بہتر طریقے سے سمجھ چکے تھے اور یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ بہت سے ''اپنوں'' سے بہتر...... مولانا حق نواز شہید ؒ اپنے میدان کے مشاق اور ماہر شاہسوار تھے۔ (ماہنامہ ''ترجمان السنہ'' لاہور مارچ و اپریل ۱۹۹۰ء)

ماہنامہ ''اشراق'' لاہور

مولانا حق نواز جھنگوی نے اس ضمن میں عوامی سطح پر اہل تشیع کے خلاف ایک مہم شروع کی اور انجمن سپاہ صحابہ ؓ کے محاذ سے اس ملک کی مساجد اور بازاروں میں ان کے اصلی چہرے بے نقاب کرنے کی سعی کی، جو اسلام کے پردے کے پیچھے چھپا ہوا ہے، خطابت کے پر اثر اسلوب نے ان کی آواز کو پاکستان کے ہر ہر گوشے تک پہنچا دیا تھا اور اس کے اثرات لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر ؒ اور مولانا حق نواز جھنگوی ؒ کے مقاصد کا اشتراک ان کے ایک مشترکہ دشمن کی نشاندہی کرتا ہے۔ جس کے بے جان وجود میں انقلاب ایران نے نئی روح پھونک دی ہے، اور تمام تر توانائیوں کے ساتھ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے سرگرم ہے، علامہ احسان الٰہی ظہیر ؒ اور مولانا حق نواز جھنگوی ؒ ان کے راستے کی رکاوٹ تھے، لہٰذا موت کے نیند سلا دیئے گئے۔

(ماہنامہ ''اشراق'' لاہور اپریل ۱۹۹۰ء)



باب ۲۴

حق نواز شہیدؒ مصنفین کی نظر میں

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ کے بارے میں بہت کچھ لکھا جارہا ہے مولانا مرحوم اگرچہ خود تصنیف وتالیف کے شوقین نہ تھے لیکن مولانا کی شہادت کے بعد عرصہ دوسال کے اندر اندر لکھنے والوں نے کمال محبت کا اظہار کیا، مصنفین نے اپنے حوالے سے بھی بات کی، مولانا کی زندگی کے نمایاں پہلو اجاگر کیے، اور کئی خفیہ گوشوں سے بھی پردہ اٹھایا، اور یہ ثابت کیا کہ حق نوازؒ صرف ۵ فٹ کے وجود، اور انسانی ڈھانچے پر مشتمل شخص کا نام ہی نہیں بلکہ اس ۵ فٹ وجود میں ہیرے اور جواہرات پنہاں تھے اس جسم میں ملکوتی صفات تھیں، اس وجود میں کئی حق نواز تھے، کئی تحریکیں تھیں، کئی ارادے تھے، اس وجود میں صرف وقتی جوش، جذبہ، حرارت اور گرمی نہ تھی، بلکہ ہنگامہ یوم محشر تک اس کے اثرات نقش جاوداں کی طرح رہیں گے۔

مولانا حق نوازؒ پر اس وقت تک جو کتابیں لکھی گئیں ان کا اجمال یوں ہے۔

۱۔ ''امیر عزیمت'' اس عنوان سے محمد الیاس بالاکوٹی صاحب خطیب مسجد عثمانیہ سٹیلائٹ ٹاؤن جھنگ نے مولانا حق نوازؒ کی سوانح عمری لکھی ہے اور بہت محنت سے مولانا مرحوم کی زندگی پر روشنی ڈالی ہے اور عجیب انداز میں اظہار محبت کیا ہے۔

۲۔ ''امیر عزیمت کی داستان حیات'' راقم الحروف نے ۱۸ مئی ۱۹۹۱ء ''امیر عزیمت کی داستان حیات'' تالیف کی جس کا دوسرا ایڈیشن اب ''حق نواز شہیدؒ کی داستان حیات'' کے نام سے ایک وقیع ادارہ نے شائع کیا ہے۔

۳۔ ادارہ اشاعت المعارف فیصل آباد نے ''حق نواز جھنگوی شہیدؒ نمبر'' فروری ۱۹۹۱ء میں شائع کیا، جس میں مختلف لکھاریوں کی تحریریں شامل کی گئی ہیں۔

۴۔ مولانا حق نواز شہیدؒ پر سب سے پہلے حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ نے ''مولانا حق نواز جھنگویؒ کی شہادت'' کے عنوان سے مارچ ۱۹۹۰ء میں کتاب لکھی۔ کتاب اگرچہ مختصر ہے لیکن حقائق سے لبریز ہے، قاضی صاحب نے مولانا مرحوم کی شخصی زندگی سے ہٹ کر مولانا مرحوم کی شہادت اور شیعہ کی دسیسہ کاریوں کو موضوع بحث بنایا ہے۔

۵۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی زیر نگرانی سپاہ صحابہؓ پاکستان کی طرف سے ''مولانا حق نواز شہیدؒ کی جدوجہد اور نصب العین'' کتاب شائع ہوئی۔

۶۔ سپاہ صحابہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری محمود اقبال صاحب نے ''حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ'' کے عنوان سے مختصر حالات زندگی اور مولانا کی زندگی کا آخری خطبہ جمعہ شائع کیا۔

۷۔ محمود اقبال صاحب کے قلم سے ''تذکرہ حق نواز شہیدؒ'' ابھی تک منظر عام پر نہیں آیا لیکن وہ اس موضوع پر قلم اٹھا چکے ہیں۔

۸۔ سپاہ صحابہؓ کی سپریم کونسل کے چیئرمین مولانا ضیاء القاسمی صاحب کی کتاب ''سوانح حیات'' کافی ضخیم ہے جس میں سپاہ صحابہؓ کے نصب العین اور پروگرام سے قطع نظر مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے اپنے کافی سارے حالات قلمبند کئے ہیں، مختلف مصنفین و محررین کی شائع شدہ تحریریں کتاب میں شامل کی گئی ہیں۔

۹۔ قاری اظہر ندیم شہیدؒ صاحب نے مولانا حق نواز جھنگویؒ کی کیسٹوں سے چھوٹے چھوٹے رسالے شائع کئے ہیں اور ''خطبات حق نواز شہیدؒ'' کے عنوان سے دو جلدیں شائع کردی ہیں۔

۱۰۔ مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے ۱۵ تقریریں بھی شائع کیں۔

اس سے اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ مولانا کی شہادت کے بعد ان کے مشن کو کتنی تقویت ملی، اور کتنا عام ہوا، یہ خون شہید ہی ہے جو رنگ لایا اور اتنی کثیر تعداد میں کتابیں شائع ہوئیں اور اب راقم کی کتاب ''حق نواز شہیدؒ'' اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، راقم نے اپنا ہی انداز اپنایا ہے، خدا جانے مزید اس میداں کے کتنے شہسوار آگے آئیں گے، اللہ تعالیٰ سب کی کاوش و محنت کو قبول عام

فرمائے۔آمین ثم آمین۔ع ایں دعااز من وجملہ جہاں باد

حق نواز جھنگوی کی شہادت

یہ کتاب مارچ ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی، دراصل یہ تحریک خدام اہل سنت کے تنظیمی آرگن ماہنامہ ''حق چار یارؓ'' کا مفصل مضمون ہے، جسے الگ کتابی شکل دی گئی، اس کتاب کی افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جائے، کہ اسے لکھنے والے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے تلمیذ ارشد اور فاضل دیو بند مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ہیں، جنہوں نے حقائق کی غمازی و عکاسی کی ہے، قاضی صاحب کا لب ولہجہ تحریر وتصنیف محققانہ ہوتی ہے، آپ کی نوک قلم شمشیر کی طرح ہے، احقاقِ حق وابطالِ باطل کے جذبہ سے سرشار ہے، آپ اپنی کتاب کے آخر میں رقم طراز ہیں ''دشمن دھمکیاں دیتا رہتا ہے، سنی علماء کرام سے گزارش ہے کہ وہ بلاخوف اور بلاخوف لومتہ لائم اپنے نصب العین پر استقامت اختیار فرمائیں، دفاع صحابہ کرام تحفظ عظمت صحابہ کرامؓ کے لئے پوری پوری جدوجہد کریں، حضرات صحابہ کرام کی طرح بھروسہ صرف ایک اللہ پر ہونا چاہیے، جائز اور ضروری اسباب سے بھی کام لیں۔

حضرت قاضی صاحب فرماتے ہیں ''مولانا حق نواز جھنگوی مرحوم ومغفور سے میری ملاقات نہیں ہوسکی، ان کی تقریر کی دو کیسٹیں سنی ہیں، ایک تقریر سیاسی اور دوسری مذہبی، اس میں مجمع عام میں کافر کافر کے نعروں کے علاوہ اور بھی نعرے ہیں مولانا جھنگوئی مرحوم کے حالات وواقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیعہ جارحیت کے ردعمل میں دفاع صحابہؓ کے جذبے سے سرشار تھے، اوران پر ایک حال غالب تھا، وہ غلبہ حال کی وجہ سے معذور تھے اور اسی راہ میں جان دے دی (مولانا حق نوازؒ کی شہادت ص۳۰) (مکتبہ خدام اہل سنت چکوال)

امیر عزیمت کی داستان حیات

ان سطور کو لکھنے والے علم وعمل سے تہی دست وتہی دامن، ناقص العلم وناقص العمل ایک سیاہ کار کی کتاب ''امیر عزیمت کی داستان حیات'' ہے جس میں گوشہ گمنامی میں رہنے والے نے لکھا ''حضرت مولانا علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ جو دشمنوں کے ہاتھوں ستم کے تیر کھا کر واصل بحق

ہوئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

اس عظیم شخص کی تعریف وستائش جتنی بھی کی جائے کم ہے، اس مرد درویش کی قلندرانہ زندگی عجوبہ روز گار تھی، ایک طرف دیکھا جائے اسلاف کے کارنامہائے گراں مایہ کو سامنے رکھا جائے تو کبھی مجدد الف ثانیؒ یاد آتے ہیں، کبھی شاہ ولی اللہؒ کی شخصیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور کبھی حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کا تصور آجاتا ہے اور یہ باصلاحیت و باکردار شخصیت حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی مجدد الف ثانیؒ کی آرزوؤں اور شاہ ولی اللہؒ کی تمناؤں کی نیک کرن تھی، امام الادب امام غزالیؒ کے فلسفہ اسلام اور امام ابن تیمیہ کی جرأت و بہادری کی مثال تھی، ابوحنیفہؒ کی عظمت اور امام احمد بن حنبلؒ کے عزم واستقلال کا نمونہ تھی، یہ شخصیت کے تدبر و حوصلہ حضرت گنگوہیؒ کے علم و ورع، حضرت شیخ الہندؒ کی استقامت، حضرت شیخ العرب والعجم کی جرأت و بہادری، حضرت عبیداللہ سندھی کی انقلابی سوچ، حضرت حکیم الامت کی تبلیغ و دعوت، حضرت شیخ لاہوری کی للّٰہیت وخدا خوفی، حضرت بنوریؒ کی بےلوثی و بےغرضی کا نمونہ، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی دعوت جہاد اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی للکار تھی جو اسلاف کرام کی مانند حق و باطل میں اپنے جوہر خداداد دکھاتی رہی۔ (امیر عزیمت کی داستان حیات ص ۸۷ طبع اول مکتب مدنیہ اردو بازار لاہور)

مولف نے لکھا "اس بطل حریت نے اپنے کے نقوش پا پہ چل کر انکی وراثت کے تحفظ کا صحیح میں حق ادا کر دیا (ص ۱۰) اب راقم کی یہ کتاب "ادارہ نشریات اسلام" اردو بازار نے "حق نواز شہیدؒ کی داستان حیات" کے نام سے شائع کیا ہے۔

امیر عزیمت

یہ کتاب کافی ضخیم ہے اس کی افادیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کے مولف حضرت مولانا محمد الیاس بالاکوٹی صاحب مہتمم جامعہ عربیہ عثمانیہ جھنگ جو اکثر وبیشتر مولانا حق نوازؒ کے ساتھ رہے اور ان کے احوال اس سے بخوبی آگاہ ہیں کتاب کے سلسلہ میں راقم الحروف

نے انہیں خط لکھا، لیکن مولانا بالاکوٹی نے یہ جواب دیا۔

برادرم محمود الرشید صاحب حدوٹی سلمہ

سلام علیکم وعلی من لدیکم!

تحیہ مسنونہ کے بعد آپ کا شفقت نامہ موصول ہو کر کاشف احوال ہوا، کتاب ''امیر عزیمتؒ'' عرصہ ہوا نایاب سی ہو چکی، نئی طباعت کے لئے وسائل ہیں اور نہ میری صحت، بم کے حادثہ کے بعد میں معذور سا ہو کر رہ گیا ہوں، یادداشت بھی انتہائی متاثر ہوگئی، اب نہ لکھنے اور نہ ہی چھپوانے کی پوزیشن میں ہوں۔

معقول طریقے سے کوئی طباعت کی ذمہ داری اٹھائے تو چھپوائی جا سکے، مانگ ہر طرف سے ہے، اور ایک میں ہوں کہ نہ فرصت نہ صحت نہ ہمت، اپنے کینسر سے ہی جان نہیں چھوٹتی، پولیس اور کچہری چپک کر ہی رہ گئی ہے......الخ　　　احباب و پرسانِ احوال کو سلام

مولانا محمد الیاس عفی عنہ جھنگ

(اب مجھے یہ کتاب مل گئی ہے، شروع سے آخر تک اس کا مطالعہ کیا ہے، الحمدللہ انتہائی دلکش، موثر اور ادیبانہ طرز پر لکھی گئی ہے، مولانا کے ذاتی احوال کے حوالہ سے لاجواب قیمتی دستاویز ہے۔)

حق نواز شہیدؒ نمبر

ادارہ اشاعت المعارف فیصل آباد نے انتہائی خوبصورتی سے فروری ۱۹۹۱ء میں شائع کیا ہے جس کے سرورق پر مولانا حق نواز شہیدؒ، مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ سمیت چند شہداء کرامؒ کے نام نمایاں دکھائی دے رہے ہیں۔

مولانا حق نواز کی جدوجہد

یہ کتاب سپاہ صحابہؓ پاکستان کے مرکزی دفتر جھنگ سے شائع ہوئی ہے جس میں مولانا حق نوازؒ کی مختصر سوانح عمری ہے۔

حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ

سپاہِ صحابہ کے سیکرٹری جنرل محمود اقبال صاحب نے مولانا حق نوازؒ کی مختصر سوانح حیات اور مولانا شہیدؒ کی وہ تقریر جس میں مولانا نے فرمایا تھا کہ مجھے ۲۲ فروری اور ۲۵ فروری کے درمیان قتل کر دیا جائے گا، شائع کی ہے۔

سوانح حیات

امیرِ عزیمت حق نواز شہیدؒ کی ''سوانح حیات'' مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کی لکھی ہوئی ہے، مولانا کے حالات زندگی، جھنگ کے شیعوں کی انگریز سے وفاداری اور مختلف علماء کی تحریروں کے کٹ پیس اس کتاب میں شامل ہیں، مختلف تحریریں یکجا ہونے کی وجہ سے کتاب کی ضخامت ساڑھے چار سو صفحات سے متجاوز ہے۔



باب ۲۵

حق نواز شہیدؒ سیاست دانوں کی نظر میں

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ بانی و سرپرست اول سپاہ صحابہؓ پاکستان سوائے شیعیت، قادیانیت اور غیر مسلم فرقوں کے ہر مسلم فرقہ کے نزدیک پسندیدہ شخصیت تھے، آپ کے ساتھ عقیدت ومحبت رکھنے والوں میں عوامی نمائندے اور سیاسی راہنما، علماء کرام اور بزرگان دین سارے ہیں، جو آپ کی جرأت، بہادری، دلیری اور شجاعانہ کردار کو سلام کرتے ہیں، درج عنوان کے تحت ہم اہل سیاست کے بیانات درج کر رہے ہیں۔

صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب

مولانا حق نواز جھنگویؒ کی پوری زندگی دین حق اور اسلام کی تبلیغ میں گزری، انہوں نے مجاہدانہ انداز میں اپنے کام کو آگے بڑھایا، انہوں نے دین کے لئے اور راہ حق میں قربانی دینے والوں کی تاریخ میں اپنے خون سے ایک سنہرا باب رقم کیا ہے، اور اپنے خون سے اس کی آبیاری کی، ہم مولانا جھنگویؒ کے کردار پر شرمندہ نہیں، وہ رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے۔''

(مولانا فضل الرحمان، سیکرٹری جنرل جمعیت علماء اسلام پاکستان)

صاحبزادہ مولانا سمیع الحق صاحب

مولانا حق نواز جھنگویؒ نے ساری زندگی حق گوئی، جرأت، بہادری، اور ہمت سے اپنے اکابر کے مشن کو پروان چڑھایا، مولانا ایک مخلص عالم اور بے لوث قومی مذہبی خدمت گار کی حیثیت

سے کام کرتے رہے، مولانا بہت عرصہ تک یاد آتے رہیں گے، مولانا حق نوازؒ کی المناک شہادت قومی یکجہتی کو تباہ کرنے کی سازش ہے۔

مولانا سمیع الحق صاحب جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام پاکستان (سمیع الحق گروپ)

قاضی حسین احمد صاحب

مولانا حق نواز جھنگویؒ کا قتل دینی اور سیاسی حلقوں میں شدید اضطراب کا باعث بنا ہے، کیونکہ مولانا حق نوازؒ اپنے علاقے کی معروف ترین شخصیت تھے اور تحریک ختم نبوت میں انہوں نے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں، مولانا حق نواز جھنگویؒ کو ایک منظم سازش کے تحت قتل کیا گیا ہے، مولانا شہید کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

(قاضی حسین احمد صاحب امیر جماعت اسلامی پاکستان)

مولانا زبیر احمد ظہیر صاحب

مولانا حق نواز جھنگویؒ ایک بلند پایہ عالم دین، حق وصداقت کے عظیم ترجمان، انتہائی جرأت منداور بے باک خطیب تھے۔(مولانا زبیر احمد ظہیر صاحب، چیف آرگنائزر جمعیت علماء اہلحدیث پاکستان)

علامہ عنایت اللہ گجراتی صاحب

مولانا حق نواز جھنگویؒ ملک میں خلافت راشدہ کے نظام اور خلفاء راشدین وصحابہ کرامؓ کے فضائل ومناقب کے مبلغ اور والی تھے۔(علامہ عنایت اللہ صاحب گجراتی، تنظیم اتحاد العلماء پاکستان)

مولانا زاہد الراشدی صاحب

مولانا حق نواز جھنگویؒ اہل سنت والجماعت کو بیدار کرنے اور اصحاب رسولؐ کے ناموس کے تحفظ کے لئے جس مشنری جذبہ سے کام کر رہے ہیں وہ لائق تحسین ہے، ان کی مخلصانہ اور والہانہ وابستگی ان کی جدوجہد اور قربانیوں سے عیاں ہے اور درد دل اور دینی احساس سے بہرہ ور مسلمان ان کے لئے دعا گو ہیں۔(مولانا زاہد الراشدی صاحب سابق سیکرٹری اطلاعات جمعیت علماء اسلام پاکستان)

مولانا محمد اکرم صاحب

مولانا حق نواز شہیدؒ نے رد رافضیت کا جو بیڑہ اٹھایا ہے اور جس جرأت و بے باکی سے اپنے مسلک و مشن کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ (مولانا محمد اکرم، امیر جمعیت علماء اسلام بہاولنگر)

عبدالمجید ابوفاروقی صاحب

مولانا حق نواز جھنگویؒ ایک نڈر بے باک عالم دین اور صحابہ کرامؓ کے شیدائی تھے، انہوں نے اپنی ساری زندگی شانِ رسالت اور ناموسِ صحابہؓ کے تحفظ کے لئے وقف کر رکھی تھی، انہوں نے راہِ حق میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اپنے خالق حقیقی کے ہاں شہادت کا بلند مقام حاصل کیا ہے اور ہمارے لئے مثال قائم کی ہے۔

(عبدالمجید ابوفاروقی، محبان مسلم لیگ ریاض، سعودی عرب)

غلام اسحاق خان صاحب

مولانا حق نواز مرحومؒ ایک ممتاز عالم دین تھے، جنہوں نے اسلام کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں، ان کا بہیمانہ قتل پورے ملک اور معاشرے کے لئے لمحہ فکریہ ہے، مجھے امید ہے کہ حکومت پنجاب مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گی اس بربریت کی ہر شخص کو مذمت کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ (غلام اسحاق خان، سابق صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان)

بے نظیر بھٹو

مولانا صاحب ایک نامور مذہبی دانشور تھے۔ جنہوں نے اسلام کے لئے قابل قدر خدمات سرانجام دیں، مجھے ان کی افسوسناک وفات پر انتہائی صدمہ ہوا ہے، میری طرف سے دلی تعزیت قبول فرمائیں، اللہ تعالیٰ مرحوم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور سوگوار خاندان کو اس عظیم نقصان پر صبر عطا فرمائے۔ (بے نظیر بھٹو وزیراعظم پاکستان)

محمد نواز شریف صاحب

مولانا حق نواز جھنگویؒ کے سفاکانہ قتل پر گہرا دکھ ہوا ہے، مولانا اسلام کے اعلیٰ پائے کے مبلغ تھے، جنہوں نے اپنی ساری زندگی تبلیغِ اسلام اور ختم نبوت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ان کی وفات ملک میں اسلامی قوتوں کے لئے عظیم نقصان ہے۔

(روزنامہ جنگ راولپنڈی)(نواز شریف سابق وزیراعظم پاکستان سابق وزیر اعلیٰ پنجاب)

عابدہ حسین

مولانا کا قتل امن عامہ کو تباہ کرنے کی سازش ہے(مرکز اسلام آباد) مولانا کا قتل پاکستان دشمن قوتوں نے کرایا ہے اور اس سازش میں بھارت کا ہاتھ ہے۔(سیدہ عابدہ حسین سابق وزیر اطلاعات و سابق سفیر پاکستان برائے امریکہ)

وسیم سجاد صاحب

مولانا حق نواز کو رسول اکرم ﷺ سے سچی محبت تھی، اور خلفاء راشدین کی عظمت کے لئے جو انہوں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا، اس کی بناء پر مدتوں یاد رکھے جائیں گے۔

(وسیم سجاد چیئرمین سینٹ پاکستان)

جنرل فضل حق

مولانا حق نوازؒ پر پہلے بھی قاتلانہ حملہ ہوا تھا، ساجد نقوی اور اس کے حواری مولانا کو قتل کرنا چاہتے تھے، تخریبی عناصر مرکزی حکومت کی پشت پناہی پر مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کاروائیوں میں مصروف ہیں، مولانا ایک بہت بڑے عالم تھے، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔(جنرل فضل حق شہید سابق گورنر سرحد اسمبلی)

چودھری شجاعت حسین صاحب

مولانا حق نوازؒ کے قتل سے سخت دکھ پہنچا، اس ظالمانہ کاروائی کی مذمت کرتا

ہوں۔(چوھدری شجاعت حسین، گجرات سابق وزیر داخلہ پاکستان)

مولانا سراج احمد دین پوری صاحب

مولانا حق نوازؒ کے قتل سے پوری قوم کو عظیم اور نا قابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔(سابق مشیر بے نظیر صاحبہ وزیر اعظم پاکستان)

علی نواز شاہ صاحب

مولانا صاحب کے وحشیانہ قتل پر گہرا دکھ ہوا، اللہ تعالیٰ اس نا قابلِ تلافی نقصان پر صبر عطا فرمائے۔(سابق وفاقی وزیر صنعت حکومت پاکستان)

اقبال احمد خاں صاحب

مولانا حق نواز جھنگویؒ کے قتل پر انتہائی صدمہ ہوا(سیکرٹری جنرل مسلم لیگ پاکستان)

علامہ طاہر القادری صاحب

مولانا حق نوازؒ کی افسوسناک موت پر میری طرف سے دلی تعزیت قبول فرمائیں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

حاجی امان اللہ صاحب

مولانا حق نوازؒ کی بے وقت موت پر انتہائی افسوس اور دکھ ہوا، اللہ تعالیٰ اس نا قابل تلافی نقصان کو برداشت کرنے کا حوصلہ نصیب فرمائے۔

(سابق وزیر مملکت مذہبی امور)

سید عبدالرحمٰن آغا صاحب

مولانا حق نواز صاحبؒ کی افسوسناک موت پر گہرا دکھ پہنچا ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔(سابق وزیر آبپاشی بلوچستان)

چودھری شوکت علی صاحب

مولانا حق نوازؒ کے قتل کی افسوسناک خبر پڑھ کر بہت دکھ ہوا، اللہ پاک سوگوار خاندان کو اس عظیم نقصان کو برداشت کرنے کی ہمت دے۔ (چیف مردم شماری کمشنر)

راجہ ارشاد الحق کیانی صاحب

مولانا حق نوازؒ ایک معروف عالم دین اور اسلام کے اعلیٰ پایہ کے مبلغ تھے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی تبلیغ دین، فرقہ واریت کے انسداد اور اتحاد بین المسلمین کے لئے وقف کر رکھی تھی، ان کی اسلامی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی، ان کی شہادت علمی دنیا کے لئے ایک عظیم نقصان ہے، جس کی تلافی ناممکن ہے۔ (سیکرٹری حکومت محکمہ اوقاف لاہور)

پہلوان خان کلو صاحب

مولانا حق نوازؒ ایک بہت بڑے مدبر، مفکر اسلام مذہبی راہنما، سکالر اور ایک بین الاقوامی لیڈر تھے، جو دوسرے ملکوں میں بھی مقبول تھے، ایسے لیڈر مائیں بڑی مشکل سے پیدا کرتی ہیں۔
(چیئرمین یونین کونسل حیدر آباد)

میاں محمد اسحاق صاحب

مولانا حق نواز نے جان پر کھیل کر حق کی آواز بلند کی، مولانا کی جراتمندانہ زندگی پر رشک آتا ہے، ایسے لوگ کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں جو باطل کے قلعوں میں دراڑیں ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، مولانا حق نوازؒ نے حق سیکھا تھا، اور حق کی آواز دینا ان کا مشن تھا۔ (سابق ڈپٹی میئر بلدیہ عظمیٰ لاہور سابق ایم پی اے)

اعجاز الحق صاحب

مولانا حق نوازؒ ایک بے باک، نڈر عالم دین تھے، ڈنکے کی چوٹ پر حق بات بیان کرتے تھے، سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہتے تھے، مولانا کے سفاکانہ قتل پر دکھ ہوا، قوم جذبات کی بجائے

دانشمندی سے مولانا مرحوم کے قاتلوں کی سازش کو بے نقاب کرے۔

(سابق وفاقی وزیر و صاحبزادے جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم سابق صدر پاکستان)

سرحد چیمبر

مولانا حق نوازؒ ایک ممتاز اور جید عالم دین تھے، ان کے سفاکانہ قتل سے دکھ ہوا ہے۔

(سرحد چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری پشاور)

ضلع کونسل جھنگ

مولانا حق نواز مرحوم ایک جید عالم دین تھے، ان کی موت سے نہ صرف اہل خانہ بلکہ پورے ملک کا ایک عظیم اور ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے، مرحوم کے قاتلوں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ (ضلع کونسل جھنگ)

وزارتِ مذہبی امور عراق

مولانا حق نواز جھنگویؒ کا وحشیانہ قتل عالم اسلام کا نقصان ہے حکومت عراق اس قتل کی شدید مذمت کرتی ہے اور سوگواران سے دلی تعزیت کا اظہار کرتی ہے۔ (بذریعہ عراقی سفیر پاکستان)

محمود الحسن صاحب

مولانا حق نوازؒ اپنا نام اکابرین امت میں لکھوا گئے ہیں، وہ ایک خود ساختہ شخصیت تھے، جنہوں نے اپنا سفر الف سے شروع کیا تھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں بہت زیادہ کامیابی حاصل کی، غالباً اتنے قلیل عرصے میں بڑے بڑے لیڈر بھی اپنا نام اس حد تک اجاگر نہ کر سکے، مولانا کا انداز پر جوش خطابت ایسی چیز تھی کہ فی الوقت اس معاملہ میں ان کا ثانی پورے پاکستان میں نظر نہیں آتا۔

(وزارت الصحت مملکۃ العربیہ السعودیہ)

قاری اسد اللہ عباسی صاحب

اس دور میں امیر شریعتؒ کی تصویر مولانا حق نواز جھنگویؒ کے روپ میں دیکھی گئی، جنہوں

نے حق کا پرچار کیا، بلاخوف لومتہ لائم صحابہ کرامؓ کا قصیدہ پڑھا، شیعی استبداد اور شیعی نظریات کا پول کھول دیا اور شیعیت سے براہ راست ٹکرلی، پورے ملک کے سنی مسلمانون کو بیدار کر کے اس کفر کے مقابلہ میں لا کھڑا کرنا مولانا حق نواز کا کمال ہے۔(جنرل سکرٹری جمعیت علماء اسلام مری)

مولانا سفارش عباسی صاحب

راقم کے ساتھ ۲ جون ۱۹۹۱ء اسلام آباد حق نواز شہیدؒ کانفرنس کے موقع پر ملاقات کے دوران فرمایا، مولانا حق نواز کی قربانی رنگ لا رہی ہے، اتنا عظیم الشان جلسہ، جوش وجذبہ ایک مخلص قوم میں ہی ہوسکتا ہے، اس گرمی کے عالم دنیا سپاہ صحابہ کے پرچم تلے کھڑی ہے، مولانا نے خالصتاً لوجہ اللہ صحابہ کرامؓ کی عظمت کا کام کیا، ملک میں اسی طور پر جمعیت علماء اسلام اور مذہبی پلیٹ فارم کے لئے سپاہ صحابہؓ موزوں جماعت ہے، اسلامی جماعتوں کو مولانا حق نوازؒ کی سپاہ صحابہؓ میں شمولیت کر لینی چاہئے۔(مہتمم جامعہ اشاعت اسلام مری)



باب ۲۶

حق نواز شہیدؒ محررین کی نظر میں

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی شان میں لکھنے والوں نے لکھا۔ بہت کچھ لکھا، ناقص قلم، کمزور ہاتھ، نحیف جسم، مزید ضعف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ مسلسل کئی ایام سے صبح تا رات گئے اگر کام ہے تو صرف یہی۔ نماز پڑھی پھر لکھنے کا کام۔ اذان کا وقت ہو گیا، پھر لکھنے کا کام۔ کئی مرتبہ ہاتھوں کے پورے جواب دے گئے، تھک گئے ہو کام معطل کر دو، لیکن ذمہ داری ذمہ داری ہے۔ کاہلی وسستی بھاگی جا رہی ہے۔ ہنوز طبیعت لکھنے میں مخل ہے۔ ہچکیوں پہ ہچکی، لیکن پھر بھی قائدِ حق کی محبت وعقیدت ہے کہ جو بار بار لکھنے کے لئے تڑپا رہی ہے۔ کئی دوست ٹی وی پر مصروف ہوں گے۔ کئی سینما گھروں میں ہوں گے۔ کئی تاش بینی اور تماش بینی میں محو ہوں گے۔ لیکن باری تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس نے اپنے محبوب بندے کی تعریف وستائش پر ایک ضعیف الجسم، ناقص العلم کو لگا دیا ہے۔ یہ اس کی مہربانی، اس کا شکر ہے جس نے اس عظیم کام کی ہمت وتوفیق ارزانی بخشی ورنہ چہ پدی و چہ شوربا پدی۔

شکر خدای کن کے موفق شدی بخیر
ز انعام او نہ معطل گزاشت
منت منہ کے خدمت سلطاں ہمی کنی
منت شناس از و کہ بخدمت بداشت
(گلستان شیخ سعدیؒ)

ہم ذیل میں ان حضرات کو لا رہے ہیں جنہوں نے کسی درجہ میں مولانا شہیدؒ پر لکھا، یہ ان کا حق ہے۔ کئی ایسے ہوں گے جنہوں نے لکھا تو بہت کچھ لیکن ہماری ناقص معلومات سے ان کی تحریریں اوجھل رہیں۔ راقم الحروف نے تتبع واستغراق کے ساتھ مولانا مرحوم پر مواد جمع کیا ہے۔

عبدالاحد حسین گورمانی

عبدالاحد حسین گورمانی صاحب تڑی جنوبی تحصیل تونسہ کے رہنے والے ہیں، لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا سچے پکے مسلمان عالم دین تھے۔ وہ حقیقی عاشق رسول تھے۔ وہ ایک مجسمۂ حق کے پیکر تھے۔ انہوں نے ساری زندگی اصحابِ رسولؐ کے ناموس کی خاطر وقف کردی تھی۔

سراج الدین قطامانی

لکھتے ہیں، ''امیر عزیمت شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ وہ انسان تھے جنہوں نے پوری زندگی عظمتِ صحابہ کیلئے وقف کردی، ایسے انسان بمشکل پیدا ہوتے ہیں۔

محمد عبدالرحمٰن نقشبندی

عالم اسلام راہِ حق کے مجاہد سے یتیم ہوگیا۔ ان کی شہادت سے سپاہ صحابہ یتیم ہوگئی، امیر عزیمت حق نواز شہیدؒ اکثر فرمایا کرتے تھے، کہ ہم جب لوگوں کے سامنے اپنے اکابر کے واقعات اور اسلاف کی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو مادہ پرستی اور دنیا کی محبت میں استغراق کی وجہ سے ان کو یقین نہیں آتا کہ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے دینِ حق کی خاطر اپنا مستقبل، اپنی عزت وآبرو، راحت وآسائش اور زندگی داؤ پر لگادی۔ لیکن فرماتے تھے میں اتنی قربانیاں دوں گا باطل کے خلاف اس قدر بے جگری سے لڑوں گا کہ لوگوں کو اسلاف کی قربانیوں کا یقین آ جائے گا۔ لوگ جان لیں گے کہ اگر کچھ لوگ قومیت کے نام پر خون دے سکتے ہیں، لسانی اور گروہی تعصبات کے لئے گردنیں کٹا سکتے ہیں تو کچھ دیوانے ایسے بھی ہیں جو محض حق کی سربلندی کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر سکتے ہیں۔ انہوں نے متعدد بار عوامی اجتماعات میں کہا کہ میں رب کائنات سے اپنی جان کا سودا کر چکا ہوں۔

رانا عارف محمود

مولانا حق نواز جھنگویؒ جن کی آواز میں رعد کی گونج، بادل کی گرج تھی، جن کو اللہ کریم نے ابوالکلام کی فصاحت و بلاغت، مولانا سحبان الہند کا حسنِ تکلم، مولانا محمد علی جوہر کی حریتِ فکر و خیال اور جان فروشی، مولانا محمود الحسن کا تبحر علمی، مولانا بشیر احمد عثمانی کی وسعتِ علم و رفعتِ نظر، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی سحر طرازی اور جادو بیانی اور تقریر کی شمشیر بے نیام مولانا ظفر علی کی آتش بیانی واثر انگیزی اور شورش کاشمیریؒ کی ادب پروری اور شعلہ بیانی کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ وہ قرآنی ارشاد ''اشداء علی الکفار رحماء بینھم'' کا مصداق تھے اور علامہ اقبالؒ کے اس شعر کا بھی۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ایم آئی صدیقی

جناب ایم آئی صدیقی ماہنامہ ''خلافت راشدہ'' کی ادارتی کمیٹی کے رکن رکین ہیں۔ لکھتے ہیں: ''امیر عزیمتؒ نے اس بات پر بھی محنت فرمائی کہ کسی شیعہ دکاندار سے کوئی سودا نہ خریدا جائے۔ بعض افراد کو یہ بات بڑی عجیب لگے گی کہ کسی مسلم معاشرے میں غیر مسلموں کو زندہ رہنے اور کاروبار کرنے کی تو مکمل آزادی ہے، پھر امیر عزیمتؒ نے شیعوں سے سودا خریدنے سے منع کیوں فرمایا؟ اس کی وجہ سے امیر عزیمتؒ یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ شیعہ دکاندار سے جو خرید و فروخت کی جائے گی اس سے جو منافع ہوگا اس میں سے وافر حصہ وہ باطل عقائد و نظریات جو کہ صحابہ کرامؓ کے خلاف تبرا بازی پر مشتمل ہیں کی اشاعت اور اہل سنت علماء و عوام کو قتل کرنے کے لئے اسلحہ کی خریداری پر خرچ کرے گا۔ الحمد للہ بہت سے لوگوں نے اس پر عمل کر کے صحابہ کرامؓ کے خلاف تبرا بازی اور اہل سنت عوام کے قتل میں بالواسطہ طور پر معاون بننے سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا۔ نیز اس عمل سے شیعیت کو معاشی نقصان بھی پہنچا۔

کلیم اللہ ربانی

آسمانی ستارے اپنے عروج پر چمک رہے تھے، شہر بھر میں سناٹا چھایا ہوا تھا کہ پولیس نے پنجاب حکومت کے ایما پر محلہ حق نواز شہیدؒ (پپلیانوالہ) احرار پارک پہنچ کر قائد محترم کے دروازے کو توڑا، قائد محترم گھر کی بالائی منزل پر آرام فرما رہے تھے کہ پولیس نے ان پر تشدد شروع کیا۔ اس وقت میرے قائد کے دبلے پتلے اور نازک جسم پر ایک بنیان تھی اور تہمند باندھا ہوا تھا، میرے قائد کو جھنگ کی گلیوں میں گھسیٹا گیا۔ وہ حضرت بلال ﷺ کی سنت کو زندہ کرتا رہا، یہاں تک کہ ناک کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔ شہر کے لوگ ڈر کے مارے اپنے گھروں سے نہ نکلے۔ پھر میرے قائد کو جھنگ جیل میں ڈال دیا گیا اور اس کے بعد میانوالی جیل بھیج دیا گیا، بازو بھی توڑ دیا گیا لیکن مصائب میں مبتلا ہونے کے باوجود ہمت نہ ہاری۔

محمود الحسن رحیمی

ساری دنیا کہتی ہے یہ تیرا سودائی ہے
اب میرا ہوش میں آنا تیری رسوائی ہے

وہ دنیوی زندگی سے نظر ہٹا کر اُخروی زندگی کا منظر دیکھ رہا تھا، وہ امی عائشہؓ کے پہلو میں ابدی نیند سونا چاہتا تھا۔ وہ اپنی موت وزندگی کا فیصلہ ابتدا ہی سے کر چکا تھا۔ شہادت کے لئے تڑپتا تھا، رات دن یہی دعا کرتا تھا "اے اللہ! اگر میری زندگی ابوبکرؓ کے کھاتے میں لگ جائے تو یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔

حافظ محمد عمر طارق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ما انا علیہ واصحابی" میں اور میرے صحابہ جس راہ پر گامزن ہوئے وہی راہِ حق ہے۔ وہی صراطِ مستقیم ہے۔ صرف یہی راستہ ہے جس پر چل کر انسانیت کی عزت وبقا ہے۔ وہ راستہ میرا اور میرے صحابہ کا ہے، اس حقیقت کا اظہار کرنے کے لئے اگر کوئی شخص اپنی جان، اپنا مال، اپنی اولاد، اپنی رشتہ داری غرضیکہ اپنا تن من دھن قربان کر دے، اپنے شب

دروزاس پر صرف کردے تو اس سے بڑھ کر دانشمند اور کون ہو سکتا ہے؟ جس کو حضرت بلال ﷜ کی مانند پیٹا جائے، حضرت عمار بن یاسر ﷜ کی طرح تڑپایا جائے، حضرت ابو جندل ﷜ کی طرح بیڑیوں میں جکڑا جائے، لیکن وہ حق گوئی و حق نوازی سے باز نہ آئے۔ خود بخود پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص عزائم اور استقامت کا ایک مضبوط پہاڑ ہے۔

گلزار احمد (تاندلیانوالہ)

خطاب کے دوران مولانا نے شیعیت کے کفر پر خوب ضربیں لگائیں اور عین خطاب کے عروج پر یہ کہتے ہوئے کہ۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

اپنا خطاب ختم کر دیا۔ اس کے بعد جب مولانا رخصت ہونے لگے تو ہم نے انہیں کچھ رقم بطور ہدیہ دینا چاہی لیکن آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور آخر ہم نے بڑی منت ساجت کے بعد کہا کہ آپ اسے جماعت کے لئے قبول کر لیں۔ پھر آپ نے وہ رقم قبول کی اور جاتے ہوئے ہم پر اپنی شخصیت کا ایک اور متاثر کن پہلو نمایاں کر گئے۔

معین الدین قریشی بجنوری

۲۶ ر اگست ۱۹۸۹ء کو ہری پور میں دو جلسے سنے، احمد المدارس میں ختم قرآن کانفرنس سے خطاب ۲ ر چمن پارک میں قلیل وقت میں جامع خطاب سنا کہ ڈی سی صاحب! عائشہؓ میری ہی امی نہیں آپ کی بھی امی ہے، ہمارا ساتھ دو'' ان الفاظ نے دل میں رقت پیدا کر دی، اسی رات جامع مسجد کھولیاں بالا داخلی ہری پور میں جلسہ تھا۔ دیہاتی علاقہ تھا، آنے جانے میں کافی مشکلات، مگر ہزاروں کا مجمع وہاں جمع ہونا علامہ کی کرامت تھی۔ ۲ بجے خطاب ختم ہوا، دورانِ جلسہ شیعہ پاگل بن کر جلسہ گاہ میں گھس آیا تو لوگوں نے پاگل کہہ کر نظر انداز کر دیا، مگر وہ نعرۂ حیدری سے باز نہ آیا۔ علامہ نے فرمایا ''یہ پاگل نہیں ہے، ہم پاگل ہیں کہ شیعہ نے اپنے مذہب کی تبلیغ پاگل سے کروا دی، لیکن سنی اپنے خطیب سے بھی نہیں کروا سکتا''۔

مولانا جھنگویؒ کا آٹوگراف

ہری پور میں، میں نے کہا تھا کہ حضرت آٹوگراف لکھ دیجئے۔ اور کاپی قلم پیش کی، تو علامہ نے اس میں بھی مشن کی بات لکھی جو قابل دید ہے اور میرا فریضہ ہے کہ شائقین کو بتاؤں۔ ''اصحابِ رسولؐ کی مدح کو عام کرنا...... اور دشمنانِ اصحابِ رسولؐ کے کفر کو واضح کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ (حق نواز جھنگوی۔ دستخط)

محمد سعید انجم

ہر عمل کا ردّ عمل ہوتا ہے۔ شیعیت کے خلاف علامہ حق نواز جھنگویؒ نے جو آواز بلند کی وہ ایک فطری امر تھا، انہوں نے اصحابِ رسولؐ کا دفاع اور ان کے منکرین کا رد اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا تھا۔ جھنگوی شہیدؒ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے شیعہ کو کھلے عام کافر کہا، جو کام علماء کرام کی ایک کثیر تعداد نہ کر سکی وہی کام ضلع جھنگ کے ایک چھوٹے سے قد کے دبلے پتلے انسان سے خدا نے لے لیا۔

ارشاد علی ناشاد

آج حق نوازؒ ہمارے درمیان موجود نہیں مگر ان کی یادیں ہر لمحہ ہمارے ساتھ رہتی ہیں۔ ان کے جانے سے فضائیں اداس ہیں اور تمام رُتیں مضمحل ہیں۔

ہوتی ہے شام تو آنکھوں میں بس گیا ہے تو
کہاں گیا ہے مرے شہر کے مسافر تو
فضا اُداس ہے رُت مضمحل ہے میں چپ ہوں
جو ہو سکے تو چلا آ کسی کی خاطر تو

حافظ ظہور احمد رنگونی

کون حق نواز؟...... جو سٹیج پہ نمودار ہوئے تو اہلِ دل بے اختیار پکار اٹھے:

کس شیر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے
رَن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے

کون حق نواز؟...... جس نے کفر کے ایوانوں کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ جسے دیکھ کر شیعیت ایسی بھاگ اٹھتی کہ جیسے فاروق اعظمؓ کو دیکھ کر شیطان بھاگ جاتا تھا۔ جس کی دلیری، جرأت واستقامت کو دیکھ کر ایمان تازہ ہو جاتا تھا، جس کے بزدل اور مصلحت پسند ملا بھی مخالف تھے۔

اعجاز احمد عادل

شہید حق نوازؒ حق کی آواز، دیوبند کا ناز، اہل سنت کے ترجمان، ظلم کے خلاف بغاوت اور اسلام کے سرمایہ تھے۔ حق کی خاطر مرنے اور مارنے کو فخر سمجھتے تھے۔ صحابہؓ کی عزت کی خاطر شہید ہونے والا راہِ حق کا شہید اور آمریت، ظلم، بے حیائی کے خلاف شیر کی طرح للکارنے والا مرد قلندر تھا۔ حق نواز صرف ایک مولوی نہ تھا بلکہ سنی قوم کے حقوق کی آواز اٹھانے والا انقلابی ذہن کا مالک انسان تھا۔

امان اللہ چیمہ

کہتے تھے جو اب کوئی جاں سے نہیں گزرتا
لو جاں سے گزر کر انہیں جھٹلا تو گئے ہم

میں اس مرد قلندر کو وقت کا احمد بن حنبلؒ کہوں، یا وقت کا بخاری؟...... کہ جس نے بیڑیاں پہنیں، جس نے مصائب کے پہاڑوں سے ٹکر لی، جس نے امی عائشہؓ کے دوپٹے کی عظمت کے لیے مار کھاتے ہوئے بھی کبھی سی تک نہیں کیا، بلکہ ظلم کی آندھیوں میں بھی مسکراتا رہا۔ جس نے ہتھکڑی کو اس طرح خوش ہو کر پہنا جس طرح دلہن خوشی سے چوڑیاں پہنتی ہے، آہ وہ مرد بیکراں جو اہلسنت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا چاہتا تھا جس نے اپنی زندگی ٹیپو سلطان کے اس قول کی رو سے گزاری کہ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے''۔

اعجاز احمد چنیوٹی

یوں تو امیر عزیمتؒ سے کئی بار ملاقات ہوئی لیکن کچھ عرصہ قبل میانوالی کی تاریخی جیل سے رہائی کے بعد جب کراچی دورہ پر تشریف لے گئے، میں نے دیکھا تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ چہرے

پر عہد رفتہ کی پگڈنڈیاں، گزرے ہوئے وقتوں کو پکار رہی تھیں۔ جن آنکھوں میں بلا کی چمک ہوتی تھی۔ وہ خشک ندی نالوں کی طرح اداس دکھائی دے رہی تھیں۔ مصائب و آلام میں گزرے ہوئے شب و روز نے سر اور ڈاڑھی میں سپیدی کو اس قدر تیزی سے جنم دیا تھا کہ وہ قبل از وقت بوڑھے دکھائی دے رہے تھے۔ یوں محسوس ہوا کہ جوانی بڑھاپے کی سرحد پر چھوڑ کر عرصہ ہوا رخصت ہو چکی ہے۔ جس سے اٹھتے ہوئے درد کی ٹیسیں فرنگی مزاج حکمرانوں کی داستانِ مظالم کے اوراق الٹ رہی تھیں۔ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی فضاؤں سے معطر آب زمزم سے غسل دیا ہوا معمولی سا ہدیہ پُر امید دل کے جذبات کے سہارے کانپتے ہاتھوں میں نے پیش کیا، تو قائد شہید کی نگاہِ ناز اوپر کو اٹھی اور لبوں پر تبسم پھیل گیا۔ آہ وہ لمحہ جب بھی ذہن میں آتا ہے تو تڑپ کر رہ جاتا ہوں، تھوڑی دیر گل چینیاں کرنے کے بعد میں وہاں سے واپس ہوا۔ کیا خبر تھی کہ اس کے بعد پھر کبھی ایسی محفل میسر ہی نہ آئے گی۔ حالات اپنی ڈگر پر چلتے رہے۔ وہ بدنصیب لمحہ بھی آن پہنچا جب گلی کوچوں نے ماتمی لباس پہن لیا، گھروں میں جلتے ہوئے چولہوں کی آگ سرد کر دی گئی اور غیبی ہاتف نے پکار کر کہا:

ع اب انہیں ڈھونڈو چراغِ رخِ زیبا لے کر

رانا شوکت علی ایاز

مولانا حق نوازؒ ایک عالم دین ہی نہ تھے بلکہ ایک صف شکن مجاہد، کفر و باطل کی دیواروں میں دراڑیں ڈالنے والا سپاہی، شیعیت کے ماتم کدوں میں زلزلے طاری کرنے والا، طاغوتی ایوانوں میں تھرتھراہٹ پیدا کرنے والا اور دنیائے یہودیت و رافضیت کے کفرستانوں کی اساسوں کو اکھاڑ پھینکنے والا عالم اسلام کا عظیم اور جرأت مند سپوت تھا۔ اس زبردست نقصان کی تلافی اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ آج زمین و آسمان اور فرش و عرش کی خلائیں اور فضائیں حق نوازؒ کے وجود سے خالی ہیں، میں ان کو کہاں تلاش کروں۔

یادوں کا درد دل کی تہوں میں اتار کر
کیسے عظیم لوگ جدا ہم سے ہو گئے

دوسری طرف باطل قوتوں کی بزدلی، بدفطرتی، بدسرشتی اور کمینگی کی انتہا دیکھئے کہ جب

مولانا شہیدؒ کے پہاڑوں جیسے وزنی دلائل کے سامنے نہ ٹھہر سکے تو انتہائی بزدلانہ حرکت یہ کی کہ مولانا صاحبؒ کو اپنے کفرستان کے آگے حق کا بند سمجھ کر اپنے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر کے راستے سے ہٹا دیا۔ زمانہ آفرینش سے ہی دست تعدی، دست تظلم، دست تحکم، ظلم کے پھنکارے کے اندر چٹخارے اور کھنکھارے کے اندر خراٹے اور خراٹے کے اندر مست رہنے والے بدطینت لوگ اپنی ایسی چیرہ دستیوں کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے آئے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔

اُم عائشہ

خوابیدہ اس شرر میں تھے آتش کدے ہزار
تیری لحد پہ کھلیں جاوداں گلاب کے پھول

واہ رے جھنگ کے شہزادے! چشم فلک نے تجھے زمین سے خاک چھان چھان کر تلاش کیا مگر بدبخت ظالموں نے ہم سے چھین لیا۔ انہوں نے مولانا کو شہید اس لیے کیا کہ ہمیں کافر کہنے والا کوئی نہ ہوگا۔ لیکن انہیں شاید یہ علم نہیں کہ حق نوازؒ اپنا خون دے کر واقعی سینوں میں انقلاب برپا کر گیا اور وہ اپنے پیچھے ایسے ہیرے چھوڑ گیا جو کافروں کو ناکوں چنے چبوا رہے ہیں۔

سعید احمد ثاقب

جب مولانا حق نوازؒ نے سپاہ صحابہ کی بنیاد رکھی تو بعض کینہ پرور لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ جماعت مولانا نے اپنی ذاتی شہرت یا سیاسی غرض سے بنائی ہے اور جب امیر عزیمتؒ کی تقریر سنتے تو کہتے کہ یہ تو ایک خطیبانہ اندازِ بیان، مقصدانہ شعلہ نوائی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی تقریر میں بلا کا اثر تھا، سامعین پر رقت طاری کر دینے والی اور ان کا دل دہلا دینے والی تقریر صرف شعلہ نوائی نہ تھی بلکہ مولانا کے دل کی آواز تھی اور جو بات دل سے نکلے اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔

رب نواز تونسوی

ایک پھول کھلا جس نے یکا یک عالم اسلام کی توجہ کو اپنی طرف مرکوز کر لیا اور اسے اسلام

میں وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ تا قیامت ایک مثال بن گئی۔ یہ مثالی پھول ایک خوش نصیب کونپل کے آغوش میں نمودار ہوا، ایک بخت آور باغباں کی زیرِ نگرانی اس نے کلی کی صورت بدلی اور پھول کے چہرے میں بدل گیا۔ فضل خداوندی کا نزول تھا کہ اس نے پھول کی شکل اختیار کرتے ہی چہار سو اپنی خوشبو پھیلانا شروع کر دی اور بہت ہی کم عرصہ میں دنیا کو معطر کر دیا۔ اس کی مہکی مہکی خوشبو ''دن کے راجہ'' یا ''رات کی رانی'' کی طرح خاص وقت کے لیے مخصوص نہ تھی۔ یہ تو وہ پھول تھا جس نے آغازِ زندگی سے خوشبو پھیلانا شروع کی اور خوشبو پھیلاتا ہی چلا گیا۔ تند و تیز ہواؤں نے اس کا کچھ بگاڑا اور نہ ہی تیز دھوپ اس پر اثر انداز ہو سکی۔ نہ تو اسے سردی نے خزاں کا روپ دیا اور نہ ہی گرمی کی تپش اسے گزند پہنچا سکی اور نہ ہی باد و باراں اس پھول کو توڑنے میں کامیاب ہوئے۔ ان تمام تر مخدوش حالات کے باوجود یہ جھومتا رہا، لہلہاتا رہا، سدا بہار کی طرح اس کے حسن میں کوئی فرق نہ آیا، معطر تھا معطر کرتا تھا......!

عبدالحق خان بشیر

مولانا حق نواز شہیدؒ کس جرم اور قصور کی بنا پر زندگی کی بازی ہار گئے؟ کیوں ان کے لہو میں ہاتھ رنگنا ضروری سمجھا گیا؟ ان کو خون میں تڑپانے کے مقاصد کیا تھے؟ یہ کوئی ایسا راز سربستہ نہیں جس کی حقیقت تک پہنچنا دشوار ہو، عظمتِ صحابہؓ کا تحفظ ان کا مشن اور دشمنانِ صحابہ کے خلاف نبرد آزمائی ان کا مقصدِ حیات تھا اور یہی وہ ناقابلِ معافی جرم تھا جس جرم کی پاداش میں وہ یہ نعرۂ مستانہ لگاتے ہوئے دارِ فنا سے دارِ بقا میں اتر گئے کہ۔

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

(حق چار یارؓ جنتری۔ ۱۹۹۰ء ص ۵)

محمد انور کلیم

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

علامہ حق نواز شہیدؒ کی اس حق نوازی اور حق پروری کا صلہ اور نتیجہ تھا کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔ یہ مردِ حق آگاہ اور حق پرور ایک آن کے لئے بھی کفر، زندقہ اور الحاد کے ساتھ صلح اور مفاہمت کرنے کو تیار نہیں تھا۔

تیری راہ الگ میری راہ الگ
تجھے خدی پسند مجھے خدا پسند

محمد اطہر جہلمی

محمد اطہر جہلمی صاحب ہمارے دوست ہیں۔ جہلم کے رہائشی ہیں۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل ہیں۔ سپاہ صحابہ کے فعال اور متحرک کارکن ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی حافظ مظہر اقبال سلمہ، سپاہ صحابہ کے مشن میں کئی ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر چکے ہیں۔ محمد اطہر جہلمی لکھتے ہیں: ''مولانا حق نواز جھنگویؒ نے دن رات ہر جگہ ہر طرح کے مصائب برداشت کر کے تشدد سہہ کر ہر طرح کی ضلع بندیوں، نظر بندیوں کو توڑتے ہوئے اپنی جان ہتھیلی پر لئے ہوئے بے خوف و خطر ہو کر ناموسِ صحابہ کا علم بلند کیا۔ اہل بیتؓ کی عظمت کا پرچم لہرایا اور شیعہ کے کفر کو ننگا کیا اور آخر کار صحابہ کرامؓ کی عظمت و حقانیت کو بیان کرتے ہوئے اور اہل تشیع کے ایوانوں میں ان کے کفر کے خلاف یلغار کرتے ہوئے اس مردِ مجاہد نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔

جن کی محفل میں ملا کرتا تھا جامِ انگبیں
بن گئیں وہ ہستیاں شہر خموشاں کی مکیں
ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے ہو کہ روٹھ گئے دن بہار کے

محمد یوسف آسمانواں

سپاہِ صحابہ کے بانی و سرپرست، شہید تحفظ ناموس صحابہ مولانا حق نواز جھنگویؒ سے پہلی ملاقات خانقاہ سراجیہ شریف میں پیر طریقت جامع شریعت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی کے صاحبزادہ کی دعوت ولیمہ پر ہوئی، ان کی تقریر براہ راست سننے کا بھی وہیں پر پہلا

شرف ملا، حضرت مولانا کے رخ انور پر اس دن بہت ہی بشاشت تھی۔

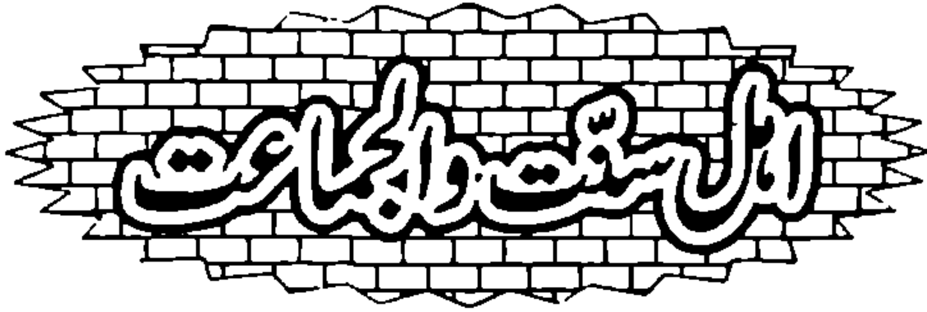
خالد جاوید بٹ

مولانا حق نواز جھنگویؒ شہید نے خلوص اور محنت سے جس طرح سنی قوم کے اندر ایک انقلاب پیدا کر دیا، اس کی مثال تاریخِ اسلام میں نہیں ملتی۔

محمد الیاس صدیقی

جامعہ فاروقیہ کراچی کے متعلم لکھتے ہیں: ''مولانا حق نواز جھنگویؒ اس دور میں جو کام کر رہے تھے اور جس طرح انہوں نے ظالم قوتوں کو للکارا ہوا تھا، اس کی آج سخت ضرورت ہے۔ ایمانی حمیت، دینی غیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، صحابہ کرامؓ کی عظمت ان کے دل میں تھی۔ جرأت وشجاعت اور بہادری سے کلمہ حق بلند کیا۔ (ماہنامہ الفاروق۔ کراچی)





تالیف محمود الرشیدؒ حدوٹی

- اہل سنت والجماعت کا نام
- جماعت المسلمین رجسٹرڈ کا آپریشن
- لفظ سنت اور جماعت کی مکمل تحقیق
- لفظ علم اور ایمان کی تحقیق
- فتاویٰ حنفیہ کیا چیز ہے؟
- تقلید کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے؟
- تین طلاقوں کی بحث
- مسلم فقہ کیا ہے؟
- دیوبندی بریلوی جھگڑا
- اختلاف امت + اجتہاد و قیاس + ائمہ کی اقتدا

صفحات 80	کاغذ سفید 68 گرام	سرورق چار رنگ کارڈ	قیمت 34 روپے

ملنے کا پتہ ◄ مکتبہ آبِ حیات

38- غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ آب حیات

چند شاہکار تصانیف

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
اسلامی نظام حیات	200/-	مصباح الصرف	30/-
اسلام کا معاشی نظام	110/-	مصباح النحو	30/-
اسلام اور عورت	60/-	رشوت ستانی	34/-
اسلامی عبادات	70/-	دعوت وتبلیغ	زیر طبع
اسلامی عقاید	زیر طبع	جماعت اسلامی	20/-
اسلام اور نوجوان	زیر طبع	مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ	50/-
اہل سنت والجماعت	34/-	بسنت کا تہوار	14/-
دیوار چمن سے زنداں تک	زیر طبع	ڈاکٹر طاہر القادری	70/-
نغمہ زنداں	زیر طبع	بت شکن	160/-
عورت کی حکمرانی	10/-	موت کا سوداگر	زیر طبع
گستاخ دین صحافی	10/-	امیر عزیمتؒ (مختصر)	20/-
الدرر السنية	زیر طبع	امیر عزیمتؒ (مکمل)	200/-
مطالعہ قرآن	زیر طبع	مصباح العقائد	زیر طبع
مطالعہ اسلام	زیر طبع	آخری دس سورتوں کی تفسیر	75/-
حديقة الخضارہ	40/-	ایمان کے ڈاکو	زیر طبع
		خطبات دعوت	160/-

مکتبہ آب حیات، 38 غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 0300-9458876



امیر المومنین حضرت مُلاّ محمد عمر مجاہد مدظلہ

بت شکن

تالیف

مولانا محمود الرشید حدوٹی، استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور

افغانستان کی سنگلاخ چٹانوں اور دامنِ کوہسار سے اٹھنے والے غیور و جسور طالبان کی اسلامی حکومت، طالبان کی غیرتِ دینی، امیر المومنین حضرت مُلاّ محمد عمر مجاہد مدظلہ کی ولولہ انگیز قیادت، افغانستان کے داخلی و خارجی حالات، افغانستان میں صحابہ کرامؓ کی آمد اور مزارات، طالبان حکومت کی بُت شکنی کی رُوداد، صحابہ کرامؓ کی بُت شکن مُہموں کا جاندار تجزیہ، بت شکنوں اور بت گروں کے تذکرے، اس کتاب کا مرکزی خیال ہے، ادیبوں، سکالروں، دانشوروں اور اہلِ قلم کے رشحاتِ قلم سے مزیّن ہے۔

چار رنگ خوبصورت سرِ ورق

68 گرام سفید کاغذ

308 صفحات

قیمت صرف -/160 روپے

ملنے کا پتہ

فون 0300-9458876

مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب

استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور،

مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''آب حیات'' کالم نویس روزنامہ پاکستان، یلغار، اوصاف،

چند شاہکار تصانیف

اسلامی نظام حیات	200/-	مصباح الصرف	30/-
اسلام کا معاشی نظام	110/-	مصباح النحو	30/-
اسلام اور عورت	70/-	رشوت ستانی	34/-
اسلامی عبادات	60/-	دعوت و تبلیغ	زیر طبع
اسلامی عقاید	زیر طبع	جماعت اسلامی	20/-
اسلام اور نوجوان	زیر طبع	مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ	50/-
اہل سنت والجماعت	34/-	بسنت کا تہوار	14/-
دیوار چمن سے زنداں تک	زیر طبع	ڈاکٹر طاہر القادری	70/-
نغمہ زنداں	زیر طبع	بت شکن	160/-
عورت کی حکمرانی	10/-	موت کا سوداگر	زیر طبع
گستاخ دین صحافی	10/-	امیر عزیمتؒ (مختصر)	20/-
الدرر السنیة	زیر طبع	امیر عزیمتؒ (مکمل)	200/-
مطالعہ قرآن	زیر طبع	مصباح العقائد	زیر طبع
مطالعہ اسلام	زیر طبع	آخری دس سورتوں کی تفسیر	75/-
حدیقة الخضارہ	40/-	ایمان کے ڈاکو	زیر طبع
		خطبات دعوت	160/-

